ناشر
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ۔ کوئٹہ

الدروس الوافیہ

اردو

فی حل الکافیہ

مؤلف

مولانا نصیب اللہ بن الحاج عبدالصمد نوراللہ مرقدہ

مدرس جامعہ اسلامیہ بحر العلوم، سریاب کسٹم کوئٹہ

ناشر

مکتبہ رشیدیہ

سرکی روڈ۔ کوئٹہ

رائے عالی حضرت استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا نوراللہ مینگل صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمدللہ و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ وسیّما علی سیّد الرّسل وخاتم الانبیاء وعلی آلہ واصحابہ الاَصفیاء،امابعد۔

بندہ ضعیف نے ،الدروس الوافیہ،شرح اردو کافیہ مرتبہ عزیز القدر حضرت مولانا نصیب اللہ صاحب کو مختلف مقامات سے دیکھا ماشاءاللہ مجموعہ ھذا فنی لحاظ سے اُردو زبان میں ایک شاندار علمی تحفہ ہے جو اساتذہ اور طلباء کیلئے یکساں مفید ہے تہ دل سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس علمی خدمت کو شرف قبولیت عطاء فرما کر مؤلف کیلئے فلاح دارین کا ذریعہ بنائے اور جملہ طلباء کیلئے استفادہ آسان کر کے اپنی رضامندی نصیب فرماوے۔آمین یارب العٰلمین۔

بندہ (حضرت مولانا) نوراللہ مینگل عفی عنہ (صاحب) شیخ الحدیث جامعہ عربیہ شمس المدارس غفور کالونی کوئٹہ

رائے عالی استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا غوث الدین صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم الحمد اللہ علی نعمہ الوافیۃ الذی انعم علی عبادہ بدروس الکافیۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیّین صلوٰۃً من اھوال الآخرۃ ناجیۃ امّا بعد:۔

بندہ نے فاضل نحریر صاحبِ تقریر وتحریر مولانا نصیب اللہ طال عمرہ حال مدرس جامعہ بحرالعلوم سریاب کسٹم کوئٹہ کی تقریر الدروس الوافیہ کا مبدأ، وسط، منتہیٰ کو طائرانہ نظر سے دیکھا بحمداللہ تقریر کو وقت کے طلباء کے مزاج کے عین مطابق پایا کتاب کافیہ کے کماحقہ حل کیلئے کافی نہ طویل مُمل نہ مختصر مُخل ہے بلکہ مالابدّ منہ فیمالاینحل پایا اللہ تعالیٰ ان مساعی کو تشنگان علم کیلئے عین جاریہ اور مؤلف کیلئے صدقہ باقیہ بنادے فجزاہ اللہ مِمَّنْ قالَ آمینا۔وآخر دعوانا اَنِ الحمد اللہ رب العالمین۔

راقم الحروف (حضرت مولانا) غوث الدین (صاحب) عفی عنہ (شیخ الحدیث جامعہ بحرالعلوم سریاب کسٹم کوئٹہ)

رائے عالی حضرت استاد محترم حضرت مولانا عبداللطیف صاحب دامت برکاتہم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد۔بندہ نے ،الدروس الوافیہ،شرح کافیہ جابجا غور سے دیکھا اندازہ ہوا کہ کافیہ کی تمام عبارات خصوصاً مشکل مقامات ایک سہل ترین وضاحت سے آسان بنائے گئے ہیں بندہ کی نظر میں طلبہ کیلئے مقاصد کافیہ کے حصول میں ایک اچھا معاون ثابت ہوگا۔خداتعالیٰ کتابِ ھذا کو مؤلف صاحب کیلئے نجات اُخروی کا ذریعہ اور طلبہ کیلئے ہر لحاظ سے نفع دہ بنائے۔آمین۔

احقر العباد (حضرت مولانا) عبداللطیف (صاحب) استاد حدیث جامعہ مخزن العلوم لورالائی

عرض حال

فراغت کے متصل بعد بندہ چند سال تک مدرسہ کنز العلوم یارو میں بحیثیت ابتدائی مدرس رہا اسی دوران فن نحو کی مشہور کتاب ''کافیہ'' پڑھانے کی نوبت آئی، مستقبل کی سہولت کی غرض سے بندہ نے اپنی تقریر ضبط کرائی۔ پھر سالِ گذشتہ یہ تقریر برادر محترم مولانا محمد ایوب صاحب کے مطالعہ میں رہی، مولانا موصوف نے اسے پسند فرمایا اور افادۂ عام کیلئے طبع کرانے کا مشورہ دیا۔

(الف) بندہ نے دوران درس یہ کوشش کی ہے کہ تقریر کافیہ کی مشہور شرح ''شرح جامی'' کے مضمون کے مطابق ہوتا کہ طالب العلم کیلئے جامی پڑھنا بھی آسان ہو۔

(ب) چونکہ یہ کوئی باقاعدہ شرح نہیں بلکہ درس کے دوران ایک معمولی شخص کی کہی ہوئی باتوں کا مجموعہ ہے جس میں اغلاط کا ہونا عین ممکن ہے اسلئے قارئین سے گذارش ہے کہ ''الدین النصیحة'' کو ملحوظ فرماتے ہوئے مرتب کو ضرور آگاہ فرمائینگے تاکہ اسکی اصلاح کی جاسکے۔

(**نوٹ**) دوسرا اڈیشن نئی ترتیب، کافی تغیر تبدل، بعض اصلاحات اور تکمیل کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔ **وماتوفیقی الاباللّٰہ العلی العظیم**

نصیب اللہ عفا اللہ عنہ

مدرس جامعہ بحر العلوم سریاب کسٹم کوئٹہ

فہرستِ مضامین

فهرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہ عَلٰی نَعۡمَائِہ الۡوَافِیَۃِ وَ آلَائِہ الصَّافِیَۃِ الۡکَافِیَۃِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ بُعِثَ بِالۡاَدِلَّۃِ الشَّافِیَۃِ وَعَلٰی آلِہ وَاَصۡحَابِہ الَّذِیۡنَ نَشَرُوۡا بُرُوۡدَ اَخۡبَارِہ وَطَوُوۡا بِسَاطَ الۡجَھۡلِ بَعۡدَ اِنۡتِشَارِہ **اَمّا بعد**:۔

درس نمبر ۱

حالات مصنفؒ:۔ کافیہ کے مصنفؒ کا نام عثمان ابن یونس یا عثمان بن عمر بن ابی بکر ہے، آپ کی کنیت ابو عمرو اور لقب جمال الدّین ہے۔ ۵۷۰ھ کے اواخر میں اسنا نامی قصبہ (جو مملکتِ مصر میں واقع ہے) پیدا ہوئے اسی لئے آپکو مصری کہتے ہیں۔

آپؒ ابن حاجب کے ساتھ مشہور ہیں، آپ کو ابن حاجب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حاجب ''دربان'' کو کہا جاتا ہے تو چونکہ آپؒ کا والد صاحب بادشاہ کا دربان تھا اس لئے آپؒ کو ''ابن حاجب'' (دربان کا بیٹا) کہتے ہیں۔

آپ مذہب میں امام مالکؒ کے مقلد تھے۔ فقہ آپ نے ابو منصور انباریؒ سے حاصل کی، اور قرأۃ امام شاطبیؒ سے حاصل کی۔ شیخ الاسلام عزّ الدین بن عبد السلامؒ آپکے شیخ تھے اکثر و بیشتر آپ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہ کر فیوض و برکات حاصل کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہِ وقت نے آپکے شیخ کو قید کرلیا تو آپ کی عقیدت نے گوارا نہ کیا چنانچہ آپ بھی اپنے شیخ کے ساتھ قید خانہ میں قید ہوگئے۔ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد آپ جامع دمشق میں مسند تدریس پر فائز رہے۔

قوّۃ حافظہ:۔ بعض تجزیہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت ابن حاجبؒ ایک مرتبہ کشتی میں سفر فرما رہے تھے کشتی میں ایک صاحب ایسے تھے کہ انکے پاس ایک قلمی کتاب تھی آپ نے ان سے یہ کتاب لے کر اس کا مطالعہ فرمایا کتاب میں بہت ساری غلطیاں تھیں اس لئے آپؒ نے اسے دریا میں ڈبو دی جس سے صاحبِ کتاب کو بہت رنج ہوا اور کہا کہ آپ نے تو میری برسوں کی محنت ضائع کردی آپکو مطالعہ کا حق تھا ڈبونے کا نہیں، ایک عالم ہو کر ایسا فعل آپ کیلئے جائز نہیں تھا۔ آپؒ نے صاحبِ کتاب سے کہا! اگر آپ کو کتاب چاہئے تو لکھتے جاؤ میں پڑھتا جاؤنگا چنانچہ پوری کتاب لکھوا دی۔

آپ ہر فن میں ماہر تھے مگر نحو میں سب سے زیادہ شہرت رکھتے تھے آپکی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور تصنیف ''کافیہ فی النحو'' ہے جو علامہ جار اللہ زمخشریؒ کی ''مفصّل'' نامی کتاب کی تلخیص ہے۔ جس کی جامعیت کی وجہ سے علماء نے ہر زمانے میں اسکی شروح لکھی ہیں اور آج تک لوگ اسکی شروح لکھ رہے ہیں اور لکھتے رہیں گے۔ سب سے زیادہ مشہور شرح علامہ عبد الرحمان جامیؒ کی ''شرح جامی'' ہے جو کہ درسِ نظامی میں شامل ہے۔

وفات:۔ آپ نے ۱۶ اشوال ۶۴۶ھ بروزِ پنجشنبہ سکندریہ میں وفات پائی آپ کی عمر تقریباً ۷۶ سال تھی۔ یہ جو مشہور ہے کہ آپ جوانی میں فوت ہوئے ہیں یہ غلط ہے۔

درس نمبر ۲

آج کے درس میں چار باتیں بیان کی جائینگی

/نمبر۱۔علمِ نحو کا موجد کون ہے۔/نمبر۲۔سببِ ایجاد کیا ہے۔/نمبر۳۔وجہ تسمیہ کیا ہے۔/نمبر۴۔علم نحو کی تعریف کیا ہے۔

موجد علم النحو:۔علم النحو کے موجد (ایجاد کرنے والے) کے بارے میں دو قول مشہور ہیں۔/ **نمبر ۱**۔حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک اعرابی آیا اور یہ آیت کریمہ ﴿اِنّ اللّٰہَ بَرِیٌٔ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُه﴾ تلاوت کی، جس میں اعرابی نے یہ غلطی کی کہ ''رَسُوْلُه'' کو مرفوع کے بجائے مجرور پڑھا جس سے آیت کا مفہوم غلط ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں مفہوم ہوگا (اللہ تعالیٰ مشرکین اور اپنے رسول سے بری ہیں) حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری نہیں۔ ''رسولہ'' کو مرفوع پڑھنے کی صورت میں آیت کا مفہوم صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں مفہوم ہے (اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں) تو چونکہ اعرابی نے پہلی صورت اختیار کی تھی اس لئے حضرت عمرؓ نے اعرابی کو بلایا اور صحیح تلفظ بتایا۔ اور ابوالاسود دوئلیؒ (مشہور تابعی ہیں) کو حکم دیا کہ آپ ایسے قوانین وضع کریں جن کی روشنی میں لوگ کلام اللہ کا صحیح تلفظ کر سکیں۔

/**نمبر ۲**۔حضرت علیؓ ایک دن پریشان بیٹھے تھے کسی نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی غلط قرأۃ کی وجہ سے پریشان ہوں جس کے لئے ایسے قوانین وضع کرنے کی ضرورت ہے جن کی مدد سے لوگ قرأۃ میں غلطی کرنے سے بچ جائیں۔ پس آپؓ نے ابوالاسودؒ دوئلی کو بلایا اور حکم دیا کہ لوگوں کو بتاؤ کہ '' کُلُّ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٌ وَکُلُّ مَفْعُوْلٍ مَنْصُوْبٌ وَکُلُّ مضاف اِلَیْه مَجْرُوْرٌ'' (ہر فاعل مرفوع ہے، ہر مفعول منصوب ہے اور ہر مضاف الیہ مجرور ہے)۔(تاریخ علم النحو)

وجہ تسمیہ علم النحو:۔علم النحو کی وجہ تسمیہ یوں ہے کہ جب حضرت علیؓ وابوالاسود دوئلی نے علم النحو کا ایجاد کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا ''مااَحْسَنَ هٰذَاالنَّحْوَ نَحَوْتُ'' (یہ کیا ہی اچھا مقصود ہے جس کا میں نے قصد کیا) اسی سے اس علم کا نام نحو ہوا۔

علم النحو کی تعریف:۔علم النحو کی تین تعریفیں کی گئی ہیں۔/**نمبر ۱**۔''هُوَ عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ یُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْکَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَیْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَکَیْفِیَةِ تَرْکِیْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ'' (علم نحو چند اصول کا نام ہے جن کے ذریعہ کلماتِ ثلاث کے اخر کے احوال جانے جاتے ہیں معرب ومبنی ہونے کی حیثیت سے اور بعض کلمات کا دوسرے بعض کے ساتھ مرکب ہونے کی کیفیت کے اعتبار سے) یہ تعریف زیادہ مشہور ہے۔/**نمبر ۲**۔''هُوَ عِلْمٌ یُعْرَفُ بِه اَحْوَالُ التَّرَاکِیْبِ الْعَرَبِیَةِ مِنَ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ'' (نحو وہ علم ہے جس کے ذریعہ تراکیب عربیہ کے احوال یعنی معرب ومبنی جانے جاتے ہیں)/**نمبر ۳**۔''هُوَ عِلْمٌ یُعْرَفُ به صِحَّةُ الْکَلَامِ وَفَسَادُه'' (نحو وہ علم ہے جس کے ذریعہ صحت وفسادِ کلام جانے جاتے ہیں)۔

سوال:۔مذکورہ تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ علم نحو کے پڑھنے والے کو کلماتِ ثلاثہ کے اعرب کی معرفت حاصل ہوتی ہے لہذا نحو پڑھنے والا کلماتِ ثلاثہ کے اعراب میں غلطی نہیں کرے گا حالانکہ بہت سے لوگ نحو پڑھتے ہیں پھر بھی کلماتِ ثلاثہ کے اعراب میں غلطی کرتے ہیں؟

جواب: ۔تعریف میں مضاف مقدر ہے تقدیری عبارت ہے''هُوَ عِلْمٌ يُعرفُ بِاسْتِحْضَارِ قواعِدِه اَحْوالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثلث السـخ'' (نحو وہ علم ہے جس کے قواعد کے استحضار سے کلماتِ ثلاثہ کے اعراب کی معرفت حاصل ہوتی ہے) اور استحضار قواعد کے وقت یقیناً لوگ غلطی نہیں کرتے۔

درس نمبر۳

موضوع علم النحو: ۔علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے بایں وجہ کہ علم نحو میں کلمہ اور کلام کے احوالِ ذاتی سے بحث کی جاتی ہے اور جس چیز کے احوالِ ذاتی سے جس علم میں بحث ہو وہ چیز اس علم کا موضوع ہے لہٰذا کلمہ اور کلام علم نحو کا موضوع ہیں۔

سوال: ۔علم کا موضوع ایک ہوتا ہے کیونکہ تعددِ موضوع تعددِ علم کو مستلزم ہے تو جب علم نحو کا موضوع دو چیزیں یعنی کلمہ اور کلام، تو اس سے لازم آتا ہے کہ علم نحو ایک علم نہ ہو بلکہ دو ہوں حالانکہ علم نحو ایک علم ہے؟

جواب: ۔اس سوال کے دو جواب ہیں۔/**نمبر ۱**۔تعدد دو قسم پر ہے، لفظی، معنوی۔ تعددِ لفظی وہ ہے جس میں لفظ دو ہوں اور معنی ایک ہو، جیسے: ''جالس اور'' قاعد''۔ اور تعدد معنوی وہ ہے جس میں لفظ دو ہوں اور معنی بھی دو ہوں، جیسے: ''قائم اور قاعد''۔ پس قسمِ اول اگر کسی علم کا موضوع ہو تو اس سے تعدد علوم لازم نہیں آتا اور کلمہ وکلام قسمِ اول سے ہیں ثانی سے نہیں کیونکہ دونوں سے مراد لفظ موضوع للمعنی ہے۔

/**نمبر ۲**۔جب دو چیزوں میں علتِ مشترکہ جامعہ پائی جائے تو وہ ایک علم کا موضوع بن سکتی ہیں اور کلمہ وکلام میں علتِ مشترکہ اشتراک فی اللفظ ہے کہ ہر ایک لفظ موضوع للمعنی ہے لہٰذا یہ دونوں ایک علم کا موضوع بن سکتے ہیں جیسا کہ اصول فقہ کا موضوع ادلہ اربعہ ہیں مگر یہ سب احکام شرعی کے لئے مثبت ہونے میں مشترک ہیں لہٰذا انکا اصولِ فقہ کیلئے موضوع بنا صحیح ہے۔

غرض علم النحو: ۔علم النحو کی غرض ''صِيَانَةُ الـذِّهنِ عنِ الْخطاءِ اللَّفظِي فِي كَلامِ الْعَرَبِ'' ہے (کلامِ عرب میں ذہن کو خطاء لفظی سے بچانا)۔''صیانۃ الـذھن'' میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے یا فاعل کی طرف ہے۔ بناء براول معنی ہوگا ذہن کو بچانا اور بناء برثانی معنی ہوگا ذہن کا بچنا۔

سوال: ۔اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ علم نحو کی غرض یہ ہے کہ ذہن خطاء لفظی سے محفوظ ہو حالانکہ ذہن تو لافظ (تلفظ کرنے والا) نہیں لافظ تو زبان ہے تو ''صیانۃ اللسان'' کہنا چاہئے؟

جواب: ۔/**نمبر ۱**۔لافظ درحقیقت ذہن ہے زبان مترجم ہے لہٰذا ''صیانۃ الذھن'' کہنا صحیح ہے۔/**نمبر ۲**۔عبارت میں مضاف مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''صیانۃ مبیّن الذھن'' اور ذہن کا ''مبیّن'' زبان ہے۔

فائدہ: ۔غرض اور غایۃ میں ذاتی اتحاد اور اعتباری فرق ہے مثلاً ذہن کا خطاء لفظی سے محفوظ ہونا اس اعتبار سے کہ علم نحو کی تحصیل پر مرتب ہے غایت کہلائے گا اور اس اعتبار سے کہ یہ علم نحو کی تحصیل پر باعث اور محرض ہے غرض کہلائیگا۔

درس نمبر ٤

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

ترجمه:۔شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سوال:۔کیا وجہ ہے کہ مصنفؒ نے اپنی کتاب کو تسمیہ سے شروع کیا ہے حالانکہ کافیہ فن نحو کی کتاب ہے لہذا شروع میں نحو کے مسائل کو ذکر کرنا چاہئے تھا؟

جواب:۔اس سوال کے کئی جواب ہیں۔/**نمبر ۱**۔کلام اللہ کی اقتداء کیلئے کتاب کے شروع میں تسمیہ لایا ہے کیونکہ کلام اللہ کی ابتدأ میں تسمیہ ہے۔/**نمبر ۲**۔حدیث شریف کا اتباع کرنے کیلئے کہ حضورﷺ نے فرمایا ہے "كُلُّ أَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ فهو اَقطَع اَوْ اَبتَر" (ہر وہ اہم کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے)/**نمبر ۳**۔تاکہ موافقت آئے سلف صالحین کی تصنیفات کے ساتھ جنہوں نے اپنی تصنیفات کے شروع میں تسمیہ لایا ہے۔/**نمبر ٤**۔بسم اللہ کے بارے میں جو فضائل احادیث میں وارد ہیں انکے حصول کیلئے۔/**نمبر ٥**۔برائے تبرک کیونکہ تصنیف کو اللہ کے نام سے شروع کرنے سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ:۔بسم اللہ میں باء جارہ ہے اسم مجرور ہے جار و مجرور کیلئے متعلق ضروری ہے۔ پھر کوفیین اور بصریین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ کا متعلق فعل مقدر مانا جائے یا اسم۔نحاتِ بصرہ فعل مقدر مانتے ہیں کیونکہ یہ مقدر اس جار و مجرور میں عامل ہے اور عمل میں فعل اصل ہے کیونکہ فعل کی وضع برائے عمل ہوئی ہے بخلاف اسم کے کہ وہ فعل کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔نحاتِ کوفہ اسم مقدر مانتے ہیں کیونکہ تقدیر میں اصل افراد ہے اور مفرد اسم ہے نہ کہ فعل۔

پھر بصریین کے مذہب کے مطابق فعل عام مقدر مانیں گے البتہ جہاں فعل خاص کی تقدیر پر کوئی قرینہ ہو وہاں فعل خاص مقدر مانیں گے۔یہاں بسم اللہ میں چونکہ شروع فی الکتاب فعل خاص کی تقدیر پر قرینہ ہے لہٰذا یہاں فعل خاص مقدر مانیں گے جو کہ "اَشْرَعُ" ہے۔نیز "اَشْرَعُ" کو مقدم ماننے کی بنسبت مؤخر ماننا افضل ہے کیونکہ مصنفؒ کا مقصود یہ ہے کہ شروع اللہ کے نام سے ہو تو "اَشْرَعُ" کو مقدم ماننے کی صورت میں شروع اللہ کے نام سے نہ ہوگا بلکہ لفظِ "اَشْرَعُ" سے ہوگا۔

سوال:۔اگر "اَشْرَعُ" کو مؤخر مان لیں تب بھی اللہ کے نام سے شروع نہ ہوگا کیونکہ پھر بھی شروع میں لفظِ اسم ہے اور لفظِ اسم اللہ کا نام نہیں؟

جواب:۔لفظِ اسم سے شروع کرنا مجبوری ہے کیونکہ اگر "بسم اللہ" کے بجائے "باللہ" کہیں تو قسم کے ساتھ التباس آئیگا اسلئے "بسم اللہ" کہا۔

فائدہ:۔لفظ اللہ اسم ہے "لِلذاتِ الوَاجِبِ الوُجُودِ المُستَجمِعِ لِجَمِيعِ صِفاتِ الكَمالِيَةِ" (ایسی ذات جس کا وجود ضروری اور واجب ہے اور تمام صفاتِ کمالیہ کے ساتھ متصف ہے) کا "الرَّحْمٰن" اور "الرَّحِيم" لغۃً نرم دلی کے معنی میں ہیں یہاں پر احسان وانعام مراد ہے کیونکہ اللہ کے واسطے دل (جو لازمہ جسمیت ہے) نہیں لہذا نرم دلی کی غایت مراد ہوگی جو کہ احسان ہے۔نیز اس طرح کی

جو بھی صفت اللہ کیلئے ثابت ہو اس سے غایتِ صفت مراد ہوگی۔

درس نمبر 5

قولہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فائدہ: ۔لفظِ اللہ چونکہ ذات پر دلالت کرتا ہے اور ''الرحمٰن والرحیم'' صفت پر دال ہیں اسلئے لفظِ اللہ کو مقدم کیا ہے ۔پھر ''الرَّحۡمٰن'' کو ''الرَّحِیۡم'' پر اس لئے مقدم کیا ہے کہ ''الرَّحۡمٰن'' علَم کی مانند ہے اس کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا بخلاف ''الرَّحِیۡم'' کے کہ اس کا اطلاق غیر ذاتِ باری تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔

فائدہ: ۔لفظ ''الرَّحۡمٰن'' اور ''الرَّحِیۡم'' میں تینوں اعراب جائز ہیں۔رفع مبتداء محذوف کے لئے خبر ہونے کی بناء پر، تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ''بِسۡمِ اللّٰہِ ھُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ'' اور نصب ''اعنی'' فعل مقدر ہونے کی بناء پر تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ''بِسۡمِ اللّٰہِ اَعۡنِی الرَّحۡمٰنَ الرَّحِیۡمَ'' اور جر لفظِ اللہ سے صفت ہونے کی بناء پر۔

سوال: ۔کلام اللہ کی ابتداء میں بسم اللہ کے بعد الحمد للہ ہے اور حدیث شریف میں ہے ''کُلُّ اَمۡرٍ ذِی بَالٍ لَمۡ یُبۡدَأۡ بِحَمۡدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقۡطَعُ'' (جو بھی اہم کام اللہ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ دم بریدہ یعنی بے برکت ہوتا ہے)۔اور تمام سلفِ صالحین بھی اپنی تصنیفات میں بسم اللہ کے بعد الحمد للہ لائے ہیں تو مصنفؒ نے الحمد للہ کو چھوڑ کر ان تینوں کی مخالفت کیوں کی ہے؟

جواب: ۔جہاں تک کتاب اللہ کی مخالفت کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب اللہ کی دو ترتیب ہیں۔ترتیبِ نزولی، ترتیبِ جمعی۔ الحمد للہ ترتیبِ جمعی کی ابتداء میں ہے ترتیبِ نزولی کی ابتداء میں نہیں کیونکہ ترتیبِ نزولی کی ابتداء ﴿اِقۡرَأۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِی﴾ سے ہے یعنی نزول کے اعتبار سے سب سے پہلی آیت یہ ہے جس کی ابتداء میں الحمد للہ نہیں۔تو مصنفؒ نے ترتیبِ نزولی کا خیال رکھا ہے ترتیبِ جمعی کا نہیں۔حدیث شریف کی مخالفت کا یوں جواب دیا جا سکتا ہے کہ ابتداء بالحمد سے مراد ذکرِ صفات ہے یعنی حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر اہم کی ابتداء میں صفاتِ باری تعالیٰ کو ذکر کیا جائے اور یہ مقصود یعنی ذکرِ صفات بسم اللہ کے ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' سے حاصل ہو گیا۔اور سلف صالحین کی مخالفت کرنے کا اس طرح جواب دیا جا سکتا ہے کہ مصنفؒ نے کسرِ نفسی کرتے ہوئے الحمد للہ کو ترک کر دیا کہ سلف صالحین کی کتابوں کی ابتداء میں الحمد للہ ہے تو اگر میں بھی اپنی تصنیف کی ابتداء میں الحمد للہ لاؤنگا تو میری تصنیف انکی تصنیفات کے مساوی ہو جائیگی حالانکہ میری تصنیف کا وہ درجہ نہیں جو سلف کی تصنیفات کا ہے۔

نیز اصل سوال کا یوں بھی جواب دیا جا سکتا ہے کہ کافیہ متن ہے اور متون میں اختصار مطلوب ہے لہٰذا اختصاراً الحمد للہ کو ترک کر دیا ہے۔یا کہا جائے کہ شروع بالحمد عام ہے خواہ کتابۃً ہو خواہ قولاً ہو تو مصنفؒ نے اگر الحمد للہ لکھی نہیں تو قولاً ذکر کی ہوگی۔

سوال: ۔پھر تو بسم اللہ بھی قولاً ذکر کرنی چاہئے تھی؟

جواب: ۔اَلنُّکۡتَۃُ لِلۡفَارِّ لَا لِلۡقَارِّ۔نکتہ غائب کے لئے تلاش کیا جاتا ہے حاضر و موجود کے لئے نہیں۔

درس نمبر ٦

اَلْکَلِمَۃُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنیً مُفْرَدٍ

ترجمہ:۔کلمہ ایسا لفظ ہے جو وضع کیا گیا معنی مفرد کیلئے۔

یہاں سے مصنف علم نحو کے موضوع کے جزء اول یعنی کلمہ کی تعریف کرنا چاہتے ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ کسی علم میں موضوع کے عوارض ذاتیہ سے بحث ہوتی ہے نہ کہ ذاتِ موضوع سے۔جبکہ کلمہ کی تعریف کرنا ذاتِ موضوع سے بحث ہے نہ کہ عوارض موضوع سے؟

جواب:۔کسی شی کے عوارض سے بحث کرنا موقوف ہے اس شی کی ذات کی معرفت پر تو شی کی ذات کی معرفت موقوف علیہ اور بحث عن العوارض موقوف ہے اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے اسلئے مصنفؒ نے پہلے کلمہ کی تعریف کو شروع فرمایا۔

سوال:۔جب کلمہ اور کلام دونوں علم نحو کا موضوع ہیں تو کلمہ کو کلام پر کیوں مقدم کیا حالانکہ کلام مفید ہے اور کلمہ غیر مفید ہے؟

جواب:۔افرادِ کلمہ افرادِ کلام کا جزء ہیں اسی طرح مفہوم کلمہ بھی مفہوم کلام کا جزء ہے اور جزء طبعاً کل پر مقدم ہوتا ہے لہٰذا کلمہ کو وضعاً بھی کلام پر مقدم کیا تا کہ وضع طبع کے موافق ہو جائے۔

فائدہ:۔اس میں اختلاف ہے کہ کلام اور کلمہ اسم جامد ہیں یا مشتق۔جمہور نحاۃ فرماتے ہیں کہ ''ھُمَا اِسْمَانِ بِرَاْسِھِمَا'' (یعنی اسم جامد ہیں) کیونکہ اشتقاق کی بناء تکلفات بعیدہ پر ہے۔جبکہ بعض نحاۃ فرماتے ہیں کہ کلمہ اور کلام مشتق ہیں ''اِسْمَانِ بِرَاْسِھِمَا'' نہیں کیونکہ جہاں مشتق و مشتق منہ کے درمیان مناسبت ہو وہاں کوئی بعد نہیں۔اور کلمہ اور کلام، ''کَلْمٌ'' سے مشتق ہیں انکے درمیان مناسبت موجود ہے۔

سوال:۔مناسبت دو قسم پر ہے۔لفظی، معنوی۔کلمہ، کلام اور کلم کے درمیان مناسبت لفظی تو ہے کہ تینوں کا مادہ ایک ہے مگر مناسبت معنوی نہیں کیونکہ ''کلمٌ'' زخم کو کہتے ہیں اور کلمہ ''لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنیً مُفْرَدٍ'' اور کلام ''مَاتَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ بِالْاِسْنَادِ'' کو کہتے ہیں لہٰذا ان کے درمیان معنوی مناسبت نہیں؟

جواب:۔کلمہ، کلام اور کلمٌ میں معنوی مناسبت التزامی معنی میں موجود ہے یوں کہ جس طرح کلمٌ (جرح) کا اُثر مکلوم (مجروح) میں ہوتا ہے اسی طرح بعض کلمات کا اُثر نفوسِ سامعین میں تاثیر جرح کی طرح ہوتا ہے جیسے: غم اور حزن کے کلمات یا گالیاں یا حزنیہ اشعار۔یہی وجہ ہے کہ کلمہ اور کلام کی بعض تاثیرات کو بعض شعراء نے عین جرح سے تعبیر کیا ہے، **شعر**:۔جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَھَا الْتِیَامُ:: وَلَایَلْتَامُ مَاجَرَحَ اللِّسَانُ (تلوار کا زخم تو بھر جاتا ہے مگر زبان کا زخم نہیں بھرتا)۔

مگر یہ ایک بعید مناسبت ہے کیونکہ معنی التزامی میں ہے جو مجازی معنی ہے حقیقی نہیں۔اسی طرح یہ مناسبت افراد کلام میں تو پائی جاتی ہے مگر افرادِ کلمہ میں نہیں کیونکہ کلمہ غیر مفید ہے۔اور کلام کے بھی بعض افراد میں پائی جاتی ہے یعنی برے کلام میں اچھے میں نہیں۔مزید برآں دونوں تاثیروں میں فرق بھی ہے کیونکہ جرح کی تاثیر مجروح میں درد کی ہے اور کلام کی تاثیر نفسِ سامع میں حزن کی ہے پس جب

کلمہ وکلام کے اشتقاق کا مدار ان تکلفات پر تھا تو جمہور نے کلمہ وکلام کو ''اِسمانِ برأسِهما'' قرار دیا نہ کہ مشتقان۔

درس نمبر۷

قوله اَلْكَلِمَةُ

''اَلْكَلِمَةُ''، تین اجزاء سے مرکب ہے۔ الف لام، کلم اور تاء۔ ہم ان تینوں اجزاء سے مستقل بحث کرینگے مگر کلم چونکہ معروض ہے الف لام اور تاء عارض ہیں معروض بمنزلہ ذات کے ہوتا ہے اور عارض بمنزلہ وصف کے اور ذات وصف پر مقدم ہوتی ہے اسلئے ہم پہلے کلم سے بحث کرینگے۔

کلم کی بحث:۔ ''کلم'' میں اس حیثیت سے اختلاف ہے کہ ''کلم'' جنس ہے یا جمع۔ جمہور نحاۃ کلم کو جنس قرار دیتے ہیں جبکہ بعض نحاۃ کلم کو جمع قرار دیتے ہیں۔ جمہور کی چار دلیلیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔ کلام اللہ شریف میں ہے ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ اس آیت کریمہ میں ''اَلطَّيِّبُ، اَلْكَلِمُ'' کی صفت ہے تو اگر ''اَلْكَلِم'' جمع ہوتی تو اسکی صفت بھی ''اَلطَّيِّبَة'' یا ''اَلطَّيِّبَات'' آتی کیونکہ جمع بتاویل جماعت مؤنث ہے۔ اب جبکہ ''اَلطَّيِّبَةُ'' اور ''اَلطَّيِّبَات'' کی بجائے کلم کی صفت ''اَلطَّيِّب'' مفرد مذکر آئی ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ کلم جمع نہیں ورنہ تو موصوف وصفت میں مطابقت نہیں رہے گی۔ پس ''الكلم'' جنس ہے اور جنس کا اطلاق مفرد، تثنیہ اور جمع سب پر علی السّویہ ہوتا ہے لہذا اس کی صفت کا مفرد ہونا صحیح ہے۔/**نمبر ۲**۔ کلم عدد اوسط کیلئے تمیز واقع ہوتی ہے اور عدد اوسط کی تمیز مفرد ہوتی ہے جیسے: ''قَرَأْتُ اَحَدَعَشَرَ كَلِماً''، لہذا کلم جمع نہیں۔/**نمبر ۳**۔ کلم جنس ہے جمع نہیں کیونکہ جمع کے اوزان میں یہ وزن نہیں۔/**نمبر ٤**۔ ''کَلِم'' سے تصغیر بنفسہ بنتی ہے جیسے: ''کَلِم'' سے ''کُلَيْمٌ'' تو یہ علامت ہے کہ ''کلم'' جمع نہیں کیونکہ اگر ''کلم'' جمع ہوتا تو پہلے اسکا مفرد بنانا پڑتا پھر اس سے تصغیر بناتے کیونکہ جمع سے بنفسہ تصغیر نہیں بنتی۔

بعض نحاۃ پہلے جمہور کے دلائل کے جوابات دیتے ہیں پھر اپنی ایک دلیل پیش کرتے ہیں۔ جمہور کی پہلی دلیل کا یوں جواب دیتے ہیں کہ ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ میں ''اَلطَّيِّب، اَلْكَلِم'' کی صفت نہیں بلکہ ''اَلطَّيِّب'' کا موصوف مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ بعضُ الْكَلِمِ الطَّيِّبُ﴾ تو ''اَلطَّيِّب، بعض'' کی صفت ہے ''اَلْكَلِم'' کی نہیں۔ **جواب الجواب**:۔ تأویل خلاف الاصل ہے بلاضرورت اس کا ارتکاب نہیں کیا جاتا اور حال یہ ہے کہ یہاں کوئی ضرورت نہیں۔

دوسری دلیل کا جواب دیتے ہیں کہ ''قَرَأْتُ اَحَدَعَشَرَ كَلِمًا'' سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ ''کلماً'' میں تاء مقدر ہے اَیْ قَرَأْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَلِمَةً۔ **جواب الجواب**:۔ تقدیر تاء کا قول تحکم ہے یعنی دعویٰ بلا دلیل ہے۔

جمہور کی تیسری دلیل کا بعض نحاۃ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور چوتھی دلیل کا جواب دیتے ہیں کہ ''کلمٌ'' کی تصغیر ''کُلَيْمٌ'' نہیں بلکہ ''کُلَيْمَةٌ'' ہے۔ لیکن اس کا بھی وہی جواب ہے کہ یہ تحکم یعنی دعویٰ بلا دلیل ہے۔

بعض نحاۃ ''کَلِم'' کی جمعیت پر ایک دلیل پیش کرتے ہیں کہ استعمال میں ''کَلِمٌ'' کا اطلاق تین یا مافوق پر ہوتا ہے تین سے کم

پر نہیں ہوتا اور تین یا مافوق پر جمع کا اطلاق ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ''کلم'' جمع ہے۔

جمہور جواب دیتے ہیں کہ ''کَلِم'' کا تین یا مافوق پر اطلاق باعتبار استعمال کے ہے اصل وضع کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اصل وضع کے اعتبار سے ''کَلِم'' کا اطلاق ایک، دو اور تین سب پر برابر ہے اور اعتبار اصل وضع کا ہے لہذا ''کَلِم'' جنس ہے جمع نہیں۔ یہی قول صحیح ہے۔

درس نمبر ۸

قولہ اَلْکَلِمَۃ

الف لام کی بحث :۔ معروض سے فراغت کے بعد اب ہم عارضِ اول یعنی الف لام سے بحث کرینگے۔ الف لام لغت میں بمعنی، اَلْ، اور اصطلاح میں ''کَلِمَۃٌ تَحَلّٰی بِھَا کَلِمَۃٌ اُخْریٰ'' کو کہتے ہیں۔

الف لام دو قسم پر ہے (۱) اسمی (۲) حرفی۔ الف لام اسمی وہ ہے جو اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو۔ اسم فاعل و اسم مفعول پر داخل الف لام اسمی اسلئے ہے کہ یہ الف لام بمعنی ''الذی'' یا ''التی'' اسم موصول کے ہے اور اسم موصول از قبیل اسم ہے تو یہ الف لام بھی اسمی ہوگا۔ اور صفت مشبہ پر داخل الف لام میں اختلاف ہے کہ اسمی ہے یا حرفی۔

الف لام حرفی وہ ہے جو اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل نہ ہو۔ پھر الف لام حرفی دو قسم پر ہے۔ زائد، غیر زائد۔ الف لام حرفی زائد وہ ہے جسکے سقوط سے کلمہ کے اصل معنی میں نقصان نہ آئے۔ اور غیر زائد وہ ہے جس کے سقوط سے کلمہ کے اصل معنی میں نقصان آئے۔ الف لام زائد کی مثال حضرت علیؓ کا یہ قول ہے: ''لَقَدْ اَمُرُّ عَلَی اللَّئِیْمِ یَسُبُّنِی :: فَمَضَیْتُ ثَمَّہ وَقُلْتُ لَایَعْنِیْنِی'' (میں گذرتا ہوں ایک ایسے کمینے شخص پر جو مجھے گالی دیتا ہے پس میں وہاں سے گذرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ مجھے مراد نہیں لے رہا یعنی مجھے گالیاں نہیں دے رہا) مثالِ مذکور میں ''اللّئیم'' نکرہ ہے کیونکہ اس کا الف لام حرفی زائد ہے تعریفی نہیں اسلئے کہ اگر اسکو تعریفی قرار دیا جائے تو ''یَسُبّنِی'' کا ''اَللّئِیْم'' کیلئے صفت بننا صحیح نہ ہوگا اسلئے کہ ''یَسُبُّنِی'' جملہ بحکم نکرہ ہو کر معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا کیونکہ موصوف وصفت میں مطابقت نہیں رہے گی۔

الف لام حرفی زائد کی دو قسمیں ہیں۔ لازم، غیر لازم۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ عوضی، غیر عوضی۔ اس طرح کل چار اقسام ہوگئیں۔ /**نمبر ۱**۔ الف لام حرفی زائد لازم عوضی جیسے: لفظِ اللہ کا الف لام۔ یہ زائد اسلئے ہے کہ الف لام مفید تعریف ہے جبکہ یہاں تعریف علمیت سے حاصل ہو چکی ہے لہذا الف لام زائد ہے۔ اور لازم اسلئے ہے کہ یہ اب عَلَم کا جزء بن گیا ہے عَلَم اس پر محیط ہے اس لئے الف لام لازم ہے۔ اور عوضی اسلئے ہے کہ ہمزہ کے بدلے میں آیا ہے کیونکہ لفظ ''اللہ'' اصل میں ''اِلٰہ'' تھا ہمزہ کو حذف کیا بدلے میں الف لام لایا ''اللہ'' ہوا۔

/**نمبر ۲**۔ الف لام حرفی زائد لازم غیر عوضی جیسے: ''اَلنَّجمُ، الصَّعقُ، الثّریّا'' انکا الف لام زائد اس لئے ہے کہ ان میں تعریف تو علمیت سے حاصل ہو چکی ہے لہذا الف لام زائد ہے۔ اور لازم اسلئے ہے کہ الف لام اب عَلَم کا جزء بن گیا ہے عَلَم اس پر محیط

ہے۔اور چونکہ کسی شئی کے عوض میں نہیں آیا ہے اسلئے عوضی نہیں۔

نمبر ۳ ۔الف لام حرفی زائد غیر لازم عوضی جیسے: ''یاالنّاس'' یہ الف لام زائد اسلئے ہے کہ تعریف تو یا حرف ندا سے حاصل ہو چکی ہے اسلئے الف لام زائد ہے اور غیر لازم اسلئے ہے کہ علم اس پر محیط نہیں کیونکہ ''النــاس'' علم نہیں۔اور عوضی اسلئے ہے کہ یہ ہمزہ کے بدلے میں آیا ہے کیونکہ ''اَلنَاسُ'' اصل میں ''اُنَاسٌ'' تھا ہمزہ کو حذف کیا بدلے میں الف لام لایا ''اَلنّاس'' ہوا۔

نمبر ٤ ۔الف لام حرفی زائد غیر لازم غیر عوضی جیسے: شاعر کے اس قول میں, **شعر**:فَیا الْغُلامانِ الّذانِ فَرّا: :ایّا کماان تکسبا شراً (اے بھاگنے والے دولڑکو تم خود کو شر سے بچاؤ)۔مثال مذکور میں ''اَلْـغُـلامان'' کا الف لام زائد اسلئے ہے کہ تعریف تو یاء حرف ندا سے حاصل ہو چکی ہے۔اور غیر لازم اس لئے ہے کہ علم اس پر محیط نہیں۔اور غیر عوضی اس لئے ہے کہ کسی شئی کے عوض میں نہیں آیا ہے۔

درس نمبر۹

قولہ اَلْکَلِمَۃ

الف لام حرفی زائد سے فراغت کے بعد آج کے درس میں الف لام حرفی غیر زائد سے بحث ہوگی

تقسیمِ الف لام : ۔الف لام حرفی غیر زائد کی چار قسمیں ہیں (۱) جنسی ۔(۲) استغراقی ۔(۳) عہد خارجی ۔(۴) عہد ذہنی ۔اگر الف لام سے مدخول کے مفہوم و ماہیت کی طرف اشارہ ہو افراد مراد نہ ہوں تو یہ الف لام جنسی ہے جیسے: ''اَلرّجلُ خَیرٌمِن الْمَراۃِ'' میں ،الــرجــل، کا الف لام جنسی ہے رجل سے جنس و ماہیتِ رجل مراد ہے اس وقت معنی ہوگا جنس رجل جنس اِمراَہ سے بہتر ہے۔اور اگر الف لام سے مدخول کے مفہوم و ماہیت کی طرف اس اعتبار سے اشارہ ہو کہ تمام افراد کے ضمن میں متحقق ہے تو الف لام استغراقی ہے جیسے: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾ ،اَلْاِنْسَانَ کا الف لام استغراقی ہے معنی ہوگا تمام افرادِ انسان خسارے میں ہیں۔

اور اگر الف لام سے مدخول کے مفہوم و ماہیت کی طرف اس اعتبار سے اشارہ ہو کہ فرد معین (جو متکلم اور مخاطب کو معلوم ہو) کے ضمن میں متحقق ہے تو الف لام عہد خارجی ہے جیسے: ﴿فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ﴾ میں ''اَلرَّسُوْل'' کا الف لام عہد خارجی ہے کیونکہ ،اَلـرَّسُوْل، سے فردِ معین یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں جو متکلم اور مخاطب (یعنی اللہ تعالیٰ اور ہمارے نبی ﷺ) دونوں کو معلوم ہیں لہذا یہ الف لام عہد خارجی ہے۔

اور اگر الف لام سے مدخول کی ماہیت کی طرف اشارہ ہو اس حیثیت سے کہ وہ فردِ معین کے ضمن میں متحقق ہے اور یہ فرد معین صرف متکلم کے ذہن میں متعین ہو مخاطب کو معلوم نہ ہو تو یہ الف لام عہد ذہنی ہے جیسے: ﴿ وَاَخَــافُ اَنْ یَــأْکُـلَــهُ الذِئْبُ﴾ میں ''الذّئب'' پر الف لام عہد ذہنی ہے اسلئے کہ اسکے مدخول سے بعض افراد مراد ہیں اور وہ صرف متکلم یعنی یعقوب علیہ السلام کو معلوم ہیں۔

بحث تاء: ۔عارض اول سے فراغت کے بعد اب ہم عارض ثانی یعنی تاء سے بحث کرینگے۔تاء مختلف معانی میں استعمال ہوتی ہے

تانیث کیلئے جیسے: ''قائمۃ'' مبالغہ کیلئے جیسے: ''فَھَّامَۃ'' اور وحدۃ کیلئے جیسے: ''شَجَرۃ''۔

سوال:۔ ''اَلْکَلِمۃُ'' کا الف لام کونسی قسم ہے؟ اسمی تو نہیں اسلئے کہ کلمہ نہ اسم فاعل ہے اور نہ اسم مفعول ہے۔ اور الف لام زائد بھی نہیں کیونکہ ''الکلمۃ'' مبتدأ ہے الف لام زائد ہونے کی صورت میں مبتدأ کا نکرہ ہونا لازم آتا ہے۔ اور الف لام غیر زائد جنسی و استغراقی بھی نہیں کیونکہ ان دو میں کثرت کا معنی پایا جاتا ہے اور تاء وحدت کے لئے ہے اور کثرت و وحدت میں منافات ہے۔ اور غیر زائد استغراقی اسلئے بھی نہیں کہ اس صورت میں آنے والی تعریف افراد کی ہو جائیگی حالانکہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے افراد کی نہیں ہوتی۔ اور عہد خارجی بھی نہیں کیونکہ معہود نہیں۔ اور عہد ذہنی بھی نہیں کیونکہ عہد ذہنی نکرہ کی قوۃ میں ہوتا ہے تو بصورت عہد ذہنی مبتدأ کا نکرہ ہونا لازم آتا ہے۔ تو آخر ''الکلمۃ'' کا الف لام کونسا الف لام ہے؟

جواب:۔ یہ الف لام جنسی ہے رہا یہ اعتراض کہ کلمہ کے آخر میں تاء وحدت کی ہے جنس اور وحدت میں منافات ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وحدت کی چار قسمیں ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ وحدتِ جنسی۔/ **نمبر ۲**۔ وحدتِ نوعی۔/ **نمبر ۳**۔ وحدتِ صنفی۔/ **نمبر ٤**۔ وحدتِ فردی۔ وحدتِ جنسی وہ ہے جو ایک جنس کے تمام افراد کو شامل ہو جیسے: حیوان جو ایک جنس کے تمام افراد کو شامل ہے۔ اور وحدتِ نوعی وہ ہے جو ایک نوع کے تمام افراد کو شامل ہو جیسے: انسان جو ایک نوع کے تمام افرد کو شامل ہے۔ اور وحدت صنفی وہ ہے جو ایک علاقے کے تمام افراد کو شامل ہو جیسے: مکی جو مکہ مکرمہ کے تمام افراد کو شامل ہے۔ اور وحدت فردی وہ ہے جو فردِ معین کو شامل ہو۔ تو، الکلمۃ، میں تاء وحدۃِ جنسی کیلئے ہے اور جنس اور وحدۃِ جنسی میں منافات نہیں۔ اور یا اصل اعتراض کا یوں جواب دیا جائے کہ ''اَلْکَلِمَۃُ'' کا الف لام عہد خارجی ہے اور معہود وہ کلمہ ہے جو اَلسِنہ نحاۃ پر جاری ہے اور عہد خارجی میں مرجع کا معلوم ہونا ہی شرط ہے ذکر شرط نہیں اور کلمہ نحو یہ عالم اور متعلم دونوں کو معلوم ہے۔

درس نمبر ۱۰

قولہ لَفْظٌ۔

لفظ لغت میں مطلق پھینکنے کو کہتے ہیں پھر خواہ منہ سے ہو یا غیر منہ سے لفظ ہو یا غیر لفظ ہو۔ منہ سے لفظ پھینکنے کی مثال ''زیدٌ قائمٌ'' ، ہے۔ اور منہ سے غیر لفظ پھینکنے کی مثال ''اکلتُ التمرۃ و لفظتُ النواۃ'' (میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی پھینک دی) ہے کیونکہ گٹھلی غیر لفظ ہے۔ غیر منہ سے غیر لفظ پھینکنے کی مثال ''لَفَظَتِ الرَّحی الدَّقِیْقَ'' (چکی نے آٹا پھینک دیا) ہے کیونکہ چکی منہ نہیں اور آٹا لفظ نہیں۔ اور غیر منہ سے لفظ پھینکنے کی کوئی مثال نہیں۔ اور لغت میں لفظ بمعنی تکلم بھی آتا ہے۔ اور اصطلاحی معنی ''مَا یَتَلَفَّظُ بِہِ الْاِنْسَانُ حقیقۃً او حکماً مھملاً کان او موضوعاً مفرداً کان او مرکباً'' (جس کے ساتھ انسان تلفظ کرے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً مہمل ہو یا موضوع، مفرد ہو یا مرکب) ہے۔

سوال:۔ لفظ کی جو تعریف آپ نے کی ہے یہ مانع عن دخول غیر نہیں کیونکہ یہ تعریف زبان پر صادق آتی ہے اس لئے کہ زبان سے بھی

انسان تلفظ کرتا ہے؟

جواب:۔تعریف میں جولفظِ ''بہ'' ہے یہ باءِ استعانت کیلئے نہیں بلکہ تعدیہ کیلئے ہے تو اصل عبارت اس طرح ہے''اللفظُ ماالَفَظَهُ الْانسانُ''(لفظ وہ ہے جس کا انسان تلفظ کرے)لہذ الفظ کی تعریف سے زبان خارج ہوئی۔

سوال:۔لفظ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ الفاظِ منویہ اس سے خارج ہو گئے جیسے:''زیدٌ ضَرَبَ''میں''ھو''ضمیر ہے جس کا تلفظ نہیں کیا جاتا حالانکہ لفظ ہے؟

جواب:۔تلفظ میں ہم نے تعمیم کی تھی کہ حقیقۃً ہو یا حکماً،مثال مذکور میں''ھو''ضمیر کا تلفظ حکماً ہوا ہے۔اور تلفظ حکماً اسلئے کہ''ھو''ضمیر از قبیل حرف وصوت نہیں۔

سوال:۔جب''ھو''ضمیر از قبیل حرف وصوت نہیں تو اسکے لفظ حکمی ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب:۔دلیل اس پر نحاۃ کا استعمال ہے کہ نحاۃ اس پر لفظ کے احکام جاری کرتے ہیں یوں کہ اسکو مسند الیہ،مبدل منہ اور ذوالحال وغیرہ بناتے ہیں۔

سوال:۔لفظ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمات اس سے خارج ہوئے۔اسی طرح فرشتوں کے کلمات خارج ہوئے جیسے: جبرئیل علیہ السلام کا قول ہے''اِنّ فِی الْجنَةِ نهراًمن لَبنٍ لِعَلیٍّ وَحسَینٍ وَحَسَنٍ''(بے شک جنت میں دودھ کی ایک نہر ہے حضرت علیؓ،حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ کے لئے)۔اسی طرح جنات کے کلمات خارج ہوئے جیسا کہ ایک جن کا شعر ہے:''قَبرُ حربٍ بِمَکانٍ قَفرٍ::لَیسَ قُربُ قَبرِ حَربٍ قَبرٌ''(حرب نامی شخص کی قبر چٹیل میدان میں ہے اور نہیں ہے حرب کی قبر کے قریب کوئی قبر) مذکورہ تینوں اقسام لفظ کی تعریف سے اس لئے خارج ہیں کہ یہ انسانی تکلم وتلفظ سے صادر نہیں؟

جواب:۔''مایتلفظ به الانسان''میں تلفظ عام ہے جمیع احیان میں ہو یا بعض احیان میں۔تو مذکورہ کلمات اگر چہ ابتداءً انسانی تلفظ سے صادر نہیں مگر انسان بعض احیان میں ان سے تکلم وتلفظ کر سکتا ہے لہذا یہ کلمات لفظ کی تعریف سے خارج نہیں۔اور یا''ما یَتَلَفَّظُ بِهِ الْاِنْسَانُ''سے مراد یہ ہے کہ جس کی شان یہ ہو کہ اس سے انسان تلفظ کر سکے اور مذکورہ بالا کلمات ایسے ہی ہیں۔

درس نمبر ۱۱

قولہ لَفظ

لفظ کی تعریف ہے مایَتَلَفَّظُ بہ الْاِنْسَان.

سوال:۔ لفظ کی تعریف سے وہ الفاظ خارج ہو گئے جو محذوف بحذفِ جوازی ہیں کیونکہ انکا تلفظ نہیں کیا جاتا؟

جواب:۔ تلفظ عام ہے جمیع احیان میں ہو یا بعض احیان میں اور محذوف بحذفِ جوازی کا تلفظ بعض احیان میں ہوتا ہے۔

سوال:۔ جو الفاظ محذوف بحذفِ وجوبی ہیں ان سے کبھی تلفظ نہیں ہوتا لہذا ایسے الفاظ لفظ کی تعریف سے خارج ہو گئے؟

جواب:۔ تلفظ عام ہے بشخصہ ہو یا بنوعہ۔ محذوف بحذفِ وجوبی کا تلفظ بشخصہ اگر چہ نہیں ہوتا مگر بنوعہ ہوتا ہے کیونکہ محذوف بحذفِ وجوبی بھی تو الفاظ ہی کی نوع سے ہے۔ یا یہ جواب دیا جائے کہ محذوف بحذفِ وجوبی کے ساتھ اس کے وجود کی تقدیر پر انسان تلفظ کر سکتا ہے۔

سوال:۔ ''اَلْکَلِمَۃُ'' مبتدأ ''لَفظٌ'' خبر ہے اور خبر مبتدأ پر محمول ہوتی ہے مگر یہاں حمل صحیح نہیں کیونکہ ''لفظ'' بمعنی رمی محض وصف ہے اسکا حمل ''اَلْکَلِمَۃُ'' پر (جو کہ ذات ہے) صحیح نہیں؟

جواب:۔ لفظ بلغوی معنی کے اعتبار سے تو واقعی صرف وصف ہے جس کا حمل صحیح نہیں مگر یہاں اصطلاحی معنی (یعنی مایَتَلَفَّظُ بہ الْاِنْسَان) کی طرف منقول ہے۔

سوال:۔ کافیہ مفصل سے ماخوذ ہے اور صاحبِ مفصل نے کلمہ کی یوں تعریف کی ہے ''اَلْکَلِمَۃُ لفظۃٌ الخ'' تو ابن حاجب کو بھی ''اَلْکَلِمۃُ لَفظٌ'' کے بجائے ''اَلْکَلِمۃُ لَفظَۃٌ'' کہنا چاہئے تھا؟

جواب:۔ صاحبِ مفصل نے وحدۃ کا قصد کیا ہے اس لئے'' لفظۃ'' کو تاء وحدت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابن حاجب نے وحدۃ کا قصد نہیں کیا ہے۔

سوال:۔ ''لَفظَۃٌ'' کہنا چاہئے تھا کیونکہ یہ خبر ہے اور ''اَلْکَلِمۃُ'' مبتدأ ہے تو مبتدأ و خبر میں موافقت آ جاتی؟

جواب:۔ مبتدأ و خبر میں موافقت چھ شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔/ **نمبر ۱**۔ خبر مشتق ہو۔/ **نمبر ۲**۔ مبتدأ و خبر دونوں اسم ظاہر ہوں۔/ **نمبر ۳**۔ خبر میں ایسی ضمیر ہو جو مبتداء کی طرف راجع ہو۔/ **نمبر ٤**۔ خبر فعیل بمعنی مفعول نہ ہو جیسے: ''جریح'' بمعنی ''مجروح'' اور ''قتیل'' بمعنی ''مقتول''۔/ **نمبر ٥**۔ خبر ایسی نہ ہو جس میں مؤنث و مذکر برابر ہوں۔/ **نمبر ٦**۔ خبر ایسا اسم تفضیل نہ ہو جو مِنْ کے ساتھ مستعمل ہو۔ پس ''اَلْکَلِمۃُ لَفظٌ'' میں شرط اول مفقود ہے کیونکہ لفظ مصدر مشتق منہ ہے مشتق نہیں لہذا موافقت ضروری نہیں۔

سوال:۔ فقدان شرط کی وجہ سے موافقت اگر چہ لازم نہ رہی مگر ممتنع بھی تو نہ ہوئی پس موافقت و عدم موافقت دونوں مساوی ہیں تو ''لَفظٌ'' کہنا ''لَفظَۃٌ'' نہ کہنا ترجیح بلا مرجح ہے؟

جواب:۔ ''لَفظٌ'' کہنے کا مرجح موجود ہے وہ یہ کہ ''لَفظٌ'' بنسبتِ ''لَفظَۃٌ'' مختصر ہے اور اختصار اولیٰ ہوتا ہے تطویل سے

کیونکہ خَیْرُ الْکَلامِ ماقَلَّ وَدَلَّ وَلایُمِلّ۔

درس نمبر۱۲

قولہ وُضِعَ

فـائـده :۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب بھی کسی لفظ کی تشریح مطلوب ہوتو اسکے مشتق منہ یعنی مصدر کی تحقیق کی جاتی ہے تا کہ لفظ کی تفصیلی معرفت حاصل ہوتو ''وُضِعَ''، فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے جسکا مصدر ''وَضْعٌ'' ہے۔''وضع''لغت میں (نہادن) رکھنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں تَخْصِیصُ شَیْئٍ بِشَیْئٍ مَتٰی اُطْلِقَ اَوْ اُحِسَّ الشَّیْئُ الْاَوَّلُ فُهِمَ مِنْهُ الشَّیْئُ الثَّانِی ۔(یعنی ایک شیٔ کو دوسری شیٔ کے ساتھ اس طرح خاص کر دینا کہ جب شیٔ اول کا اطلاق ہو یا وہ محسوس ہوتو اس سے دوسری شیٔ سمجھی جائے)۔

سوال :۔''تَخْصِیصُ شَیْئٍ بِشَیْئٍ'' سے کیا مراد ہے؟اگر شیٔ اول سے مراد لفظ اور ثانی سے مراد معنی ہے تو معنی ہوگا''تَخْصِیصُ لَفْظٍ بِالْمَعْنٰی'' تو وضع کی تعریف سے لفظ مشترک (یعنی وہ لفظ جس کے کئی معانی ہوں) خارج ہو جاتا ہے کیونکہ لفظ مشترک ایک معنی کے ساتھ خاص نہیں ہوتا۔اور اگر شیٔ اول سے معنی اور ثانی سے لفظ مراد ہوتو معنی ہوگا''تَخْصِیصُ الْمَعْنٰی بِاللَّفْظِ''۔تو اس سے مرادفات (وہ متعدد الفاظ جن کا معنی ایک ہو) خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ مرادفات میں معنی ایک لفظ کے ساتھ خاص نہیں ہوتا بلکہ ایک معنی کیلئے کئی الفاظ موضوع ہوتے ہیں؟

جواب :۔ یہاں''تَخْصِیص ''مخصوص کرنے کے معنی میں مستعمل نہیں بلکہ''تَخْصِیص ''بمعنی **جعل ای جعل اللفظ لمعنی** یا بمعنی **وجدان ای وجدان اللفظ لمعنی** ہے اس لئے اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

سوال :۔وَضع کی مذکورہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے حروف نکل گئے اسلئے کہ حرف کا اطلاق کرنے سے اسکا معنی سمجھ میں نہیں آتا تا وقتیکہ اسکے ساتھ ایک اور کلمہ نہ ملالیا جائے جبکہ وضع کی تعریف میں آپ نے کہا کہ ایک شی کے اطلاق کرنے سے دوسری شی سمجھ میں آئے؟

جواب :۔ وَضع کی مذکورہ تعریف میں اطلاق سے اطلاق صحیح مراد ہے اور اطلاقِ صحیح سے مراد یہ ہے کہ حرف ضم ضمیمہ کے ساتھ مل کر مستعمل ہو کیونکہ حرف کا اطلاق دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر صحیح نہیں۔مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اس جواب کے مطابق اطلاقِ مطلق کو بلاضرورت اطلاق صحیح کی قید کے ساتھ مقید کرنا لازم آتا ہے۔لہذا بہتر جواب یہ ہے کہ اطلاق سے مراد وہ اطلاق ہے جو اہل لسان کے محاورات میں بیانِ مقاصد کیلئے مستعمل ہو اور حرف اہل لسان کے محاورات میں بغیر ضمِ ضمیمہ کے مستعمل نہیں۔

سوال :۔وضع کی تعریف سے اطلاق ثانی خارج ہوا کیونکہ فہم معنی تو اطلاق اول سے ہوتا ہے جیسے:''جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ'' میں کہ''زید'' کے معنی کا فہم تو''زَیْدٌ''اول سے ہو چکا ہے تو''زَیْدٌ'' ثانی سے معنی کا فہم نہیں ہوتا ہے ورنہ تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آتی ہے؟

جواب :فہم سے مراد التفات اور توجہ ہے ظاہر ہے کہ،زید،ثانی سے التفات اور توجہ حاصل ہو جاتا ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ التفات بھی تو،زیدٌ،اول سے حاصل ہو چکا ہے؟

جواب:۔لتفات سے التفاتِ جدید مراد ہے سابق نہیں۔

سوال:۔''اَوْاُحِس'' میں ''اَوْ'' تشکیک کیلئے ہے اور تعریف مقامِ تشکیک نہیں بلکہ مقامِ یقین ہے لہذا ''اَوْ'' کا استعمال تعریف میں درست نہیں؟

جواب:۔اَوْ دو قسم پر ہے (۱) تشکیکیہ۔(۲) تنویعیہ جو بیانِ انواع کے لئے ہو۔ یہاں، اَوْ،معرّف کی انواع بیان کرنے کے لئے ہے برائے تشکیک نہیں۔ پس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ وضع دو قسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔وضع الفاظ جسکی طرف ''متٰی اُطلق'' سے اشارہ کیا۔/**نمبر ۲**۔وضع غیر الفاظ جیسے: دوالِ اربعہ جسکی طرف ''اَوْاُحِسّ'' سے اشارہ کیا۔

درس نمبر ۱۳

قوله لِمَعنیً۔

معنیٰ ''عنی یعنی'' سے قصد کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اور اصطلاحی معنی میں تین قول ہیں/نمبر ۱۔ بمعنی مقصود فقط۔/نمبر ۲۔اَلْمَقْصُوْدُ بِالشَّیْ۔/نمبر ۳۔اَلْمَقْصُوْدُ بِاللَّفْظِ۔ اول اعم مطلق ہے ثالث اخص مطلق ہے ثانی متوسط ہے وَخَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔

سوال:۔معنی کونسا صیغہ ہے؟ اگر اسم مفعول کا صیغہ ہے تو یہ وزن اسم مفعول کا نہیں۔ اور اگر مصدر میمی ہے تو اس وقت عبارت کا معنی مقصود کے موافق نہ ہوگا کیونکہ اس وقت معنی ہوگا ''کلمہ وہ لفظ ہے جو نفس قصد کے لئے وضع کیا گیا ہو'' جبکہ عبارت کا مقصودی معنی یہ ہے 'کلمہ وہ لفظ ہے جو مقصود متکلم کے لئے وضع کیا گیا ہو'۔ اور اگر ظرف کا صیغہ ہے تو بھی عبارت کا معنی مقصود کے موافق نہ ہوگا کیونکہ بصورتِ ظرف معنی ہوگا ''کلمہ وہ لفظ ہے جو مکانِ قصد کے لئے وضع کیا گیا ہو'۔ ظاہر ہے کہ یہ معنی بھی مقصود کے موافق نہیں؟

جواب:۔تینوں صحیح ہیں اسم مفعول ہونا تو اسلئے صحیح ہے کہ یہ اصل میں ''مَعْنُوْیٌ'' بروزنِ ''مَفْعُوْلٌ'' تھا جو کہ اسم مفعول کا وزن ہے واو کو یاء کر کے یاء میں مدغم کر دیا نون کا ضمہ بمناسبتِ یاء کسرہ سے تبدیل کیا تو ''مَعْنِیٌّ'' ہوا پھر خلاف القیاس کسرہ بفتحہ تبدیل ہوا ایک یاء حذف ہوگئی دوسری بمناسبت فتحہ الف سے تبدیل ہوگئی ''مَعْنٰی'' بن گیا۔ اور اگر مصدر میمی یا ظرف کا صیغہ ہو تو بمعنی اسم مفعول کے ہے لہذا اعتراض نہ ہوگا۔

سوال: ۔''وُضِعَ'' کے بعد 'معنی'' کا ذکر مستدرک ہے کیونکہ مفہومِ 'وُضِعَ'' میں معنی موجود ہے کیونکہ وضع کا معنی ہے جعل اللفظ لمعنی؟

جواب:۔''وُضِعَ'' میں تجرید کی گئی ہے 'وضع ''اسوقت فقط ''تَخصِیصُ شیٔ'' کے معنی میں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جہاں لفظ کا کل معنی موضوع لہ مراد لینا متعذر ہو تو وہاں لفظ میں تجرید واجب ہوتی ہے جیسے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیلاً﴾ میں ''اَسْرٰی'' رات کے چلنے کو کہتے ہیں جب اسکے بعد 'لَیلاً'' لایا تو ''اَسْرٰی'' کے معنی میں تجرید کیا اب ''اَسْرٰی''

بمعنی صرف چلنا۔

سوال:۔وُضِعَ کے مفہوم میں ''لَفظٌ'' کا معنی بھی موجود ہے لہذا ''وضع'' کے بعد ''لَفظٌ'' کا لانا مستدرک ہے؟

جواب:۔ ''وُضِعَ''میں دوسری تجرید بھی ہوئی ہے اب ''وُضِعَ''کا معنی صرف تخصیص ہے۔

سوال:۔پھر''لَفظٌ''اور''مَعنًی'' کے ذکر کا فائدہ کیا ہے جس سے ہم وُضِعَ میں تجرید کرنے پر مجبور ہوئے؟

جواب:۔فائدہ یہ ہے کہ تعریف میں جنس اور فصل ضروری ہیں تو ''لَفظٌ'' بمنزلہ جنس کے ہے اس میں تمام الفاظ داخل ہیں اور اجناس میں اصل تصریح ہے اسلئے ''لَفظٌ'' کی تصریح کی۔''وُضِعَ'' فصل اول ہے اس سے الفاظِ مہملہ خارج ہوئے۔اور ''لِمَعنًی'' فصل ثانی ہے (یعنی قیدِ مخرجہ ہے اور قیودِ مخرجہ میں اصل تصریح ہے اسلئے '' معنی'' کی تصریح کی) جس سے حروفِ ہجاء (یعنی ا، ب، ت، ث وغیرہ) خارج ہوئے کیونکہ حروفِ ہجاء ترکیب کیلئے وضع ہوئے ہیں نہ کہ معنی کیلئے۔

سوال:۔کلمہ کی تعریف سے وہ کلمات خارج ہوئے جو الفاظ کیلئے وضع ہوئے ہیں معنی کیلئے نہیں جیسے: لفظ اسم، زید، عمرو، بکر وغیرہ کیلئے اور لفظِ فعل ''ضَرَبَ، خَرَجَ'' وغیرہ کیلئے اور لفظِ حرف ''مِنْ، عَنْ'' وغیرہ کیلئے وضع ہوئے ہیں معنی کیلئے نہیں؟

جواب:۔معنی سے مراد جس کے ساتھ قصدِ متکلم متعلق ہو خواہ وہ معانی ہوں یا الفاظ ہوں لہذا مذکورہ کلمات کلمہ کی تعریف سے خارج نہیں۔

درس نمبر ۱٤

قولہ مُفرَدٌ۔

مفرَدٌ اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی واحد۔اور اصطلاح میں مفرد وہ لفظ ہے جسکے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کرنے کا قصد نہ کیا گیا ہو۔مفرد کئی معانی میں مستعمل ہے۔/ **نمبر ۱**۔جو تثنیہ وجمع کے مقابلے میں ہو۔/ **نمبر ۲**۔جو مضاف وشبہ مضاف کے مقابلے میں ہو۔/ **نمبر ۳**۔جو جملہ کے مقابلے میں ہو۔/ **نمبر ٤**۔وہ لفظ جس کے جزء سے معنی کے جزء پر دلالت کا قصد نہ کیا گیا ہو۔یہاں یہ چوتھا معنی مراد ہے۔

فائدہ:۔اعراب کے اعتبار سے ''مُفرَدٌ'' میں تین وجوہ جائز ہیں یعنی رفع، نصب، جر۔بصورتِ رفع ''لَفظٌ'' کیلئے صفت ہوگا اور بصورتِ نصب ''وُضِعَ'' کی ضمیر سے حال ہوگا یا ''لِمَعنیً'' سے حال ہوگا۔اور بصورتِ جر ''لِمَعنیً'' کیلئے صفت ہوگا۔

سوال:۔ ''مُفرد، لِمَعنیً'' سے حال نہیں بن سکتا کیونکہ حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول کی حالت بیان کرے اور ''لِمَعنًی'' نہ فاعل ہے اور نہ مفعول۔اسلئے ''مفرد'' کا اسکے لئے حال بننا صحیح نہیں ہے؟

جواب:۔مفعول دو قسم پر ہے۔/ **نمبر ۱**۔مفعول بالذات۔/ **نمبر ۲**۔مفعول بالواسطہ۔تو ''لِمَعنیً'' اگرچہ مفعول بالذات نہیں مگر مفعول بالواسطہ ہے یعنی بواسطہ حرفِ جر مفعول ہے۔

سوال:۔ ''مُفرَدٌ'' جب ''وضع'' کی ضمیر سے حال ہو تو منصوب ہوگا تو اس صورت میں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مفرد منصوب متون کے

آخر میں الف لکھا جاتا ہے جبکہ یہاں الف نہیں؟

جواب:۔منصوب کے آخر میں الف لکھنے کیلئے چھ شرائط ہیں۔/ **نمبر ۱**۔نصب یقینی ہو احتمالی نہ ہو۔/ **نمبر ۲**۔کلمہ منصوبہ مضاف نہ ہو ۔/ **نمبر ۳**۔کلمہ منصوبہ معرف باللام نہ ہو۔/ **نمبر ٤**۔کلمہ منصوبہ غیر منصرف نہ ہو۔/ **نمبر ٥**۔کلمہ منصوبہ کے آخر میں تاء تانیث مدورہ نہ ہو۔/ **نمبر ٦**۔کلمہ منصوبہ کے آخر میں ایسا الف مقصورہ نہ ہو جو یاء سے منقلب ہو۔پس ''مُفْرَدٌ'' میں چونکہ شرط اول مفقود ہے اسلئے الف نہیں لکھا ہے۔

سوال:۔''مُفْرَدٌ''کو''لِمَعْنیً'' کے لئے صفت بنانا درست نہیں کیونکہ اس سے یہ توہم پیدا ہوتا ہے کہ لفظ قبل الوضع متصف بالافراد ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ افراد وترکیب وضع کے بعد ہیں)۔اور یہ توہم ایک قاعدہ کی بناء پر پیدا ہوتا ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل یا شبہ فعل کی نسبت کسی شئ کی طرف بالوقوع ہو یعنی فعل یا شبہ فعل کسی شئ پر واقع ہو اور وہ شئ مقید بالقید ہو تو یہ شئ فعل یا شبہ فعل کی نسبت سے پہلے اس قید کے ساتھ مقیّد ہوگی مثلاً ''ضَرَبْتُ زیداً قَائِماً'' میں ''ضرب'' کی نسبت زید کی طرف بالوقوع ہے اور زید قیام کی قید کے ساتھ مقیّد ہے تو لازم ہے کہ زید نسبتِ ضرب سے پہلے قیدِ قیام کے ساتھ مقید ہو۔لہٰذا مذکورہ بالا عبارت میں وضع کی نسبت معنی کی طرف بالوقوع ہے اور معنی اِفراد کی قید کے ساتھ مقیّد ہے تو لازماً معنی قیدِ افراد کے ساتھ وضع سے پہلے مقید گا حالانکہ افراد اور ترکیب وضع کے بعد ہیں نہ کہ وضع سے پہلے؟

جواب:۔آپ کا اعتراض بجا ہے مگر ہم نے معنی کو مفرد باعتبار مایؤل الیہ کہا ہے جیسا کہ ''مَنْ قَتَلَ قَتِیلاً فَلَہ سَلَبُہ''(جس نے کسی کافر کو قتل کیا اس کافر کا سامان اسی کے لئے ہوگا) میں کافر کو قتیل باعتبارِ مایؤل الیہ کہا ہے۔

درس نمبر 15

سوال:۔کلمہ کی تعریف کا حاصل یہ کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو وضع ہو معنی مفرد کیلئے (یعنی جزءِ لفظ دال نہ ہو جزءِ معنی پر) تو اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ یہ تعریف جامع نہیں اسلئے کہ ''اَلرَّجُل،قَائِمَةٌ ''اور ''بَصْرِیٌّ'' کلمہ کی تعریف سے خارج ہوگئے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا جزءِ لفظ دال ہے جزءِ معنی پر یوں کہ الف لام الگ اور ''رَجلٌ'' الگ معنی پر دلالت کرتا ہے۔اسی طرح''قَائِمَةٌ'' میں ''قائم''اور تاء ،اور ''بَصْرِیٌّ'' میں ''بصرہ''اور یاء نسبتی الگ الگ معانی پر دلالت کرتے ہیں حالانکہ ان میں سے ہر ایک کلمہ واحدہ ہے کیونکہ ان تینوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک اعراب دیا گیا ہے یوں نہیں کہ الف لام کو الگ اعراب دیا گیا ہو اور ''رجل'' کو الگ؟

جواب:۔''الرّجل'' وغیرہ اگر کلمہ کی تعریف سے نکل جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ حقیقۃً بھی ایک کلمہ نہیں ،باقی جہاں تک وحدۃِ اعراب ہے تو یہ وحدتِ کلمہ کو مستلزم نہیں بلکہ شدۃ امتزاج کی وجہ سے دونوں کو ایک اعراب دیا گیا ہے۔

سوال:۔کلمہ کی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں کیونکہ ''عبداللہ''(بوقتِ علمیت) پر یہ تعریف صادق ہے اس لئے کہ 'عبداللہ'' بھی معنی مفرد کے لئے وضع ہے اس کا جزء لفظ دال نہیں جزء معنی پر حالانکہ ''عبداللہ''ایک کلمہ نہیں دو کلمے ہیں تعددِ اعراب کی وجہ سے، کیونکہ عبد کا

الگ اعراب ہےاور لفظ اللہ کا الگ؟

جواب:۔کلمہ کی تعریف اگر لفظِ "عبداللہ" (جبکہ یہ کسی کا علم ہو) پرصادق آئے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ایک کلمہ ہے اس لئے کہ جزءِ لفظ دال نہیں جزءِ معنی پر۔رہا تعددِ اعراب تو یہ وضع سابق کی وجہ سے ہے کیونکہ اعلام میں باعتبار اعراب کے وضع سابق معتبر ہے اور وضع سابق میں "عَبْدُاللّٰه" مرکب ہے "عبد" اور لفظِ "اللّٰه" سے۔

سوال:۔نحاۃ چونکہ الفاظ سے بحث کرتے ہیں تو مناسب تھا کہ "اَلرَّجُل" وغیرہ کو کلمہ میں داخل کردیتے کیونکہ یہ لفظاً مفرد اور معنیً مرکب ہیں۔اور "عَبْدُاللّٰه" کو خارج کردیتے کیونکہ "عبداللّٰه" لفظاً مرکب اور معنیً مفرد ہے؟

جواب:۔اسکے اُلٹ کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نحو میں رعایتِ معنویہ بالکلیہ متروک نہیں کیونکہ نحو میں الفاظِ موضوعہ للمعنی سے بحث کی جاتی ہے نہ کہ مطلق الفاظ سے لہٰذا معنی کی رعایت کرتے ہوئے "عبداللّٰه" کو کلمہ میں شامل مانا اور، الرّجل، وغیرہ کو خارج۔

سوال :۔کافیہ مفصّل سے ماُخوذ ہے،صاحبِ مفصّل نے کلمہ کی یوں تعریف کی ہے "اَلْكَلِمَةُ لَفْظَةٌ دَالَّةٌ الخ" یعنی تعریف میں دلالت کا بھی اعتبار کیا ہے تو صاحبِ کافیہ نے تعریف میں دلالت کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔صاحب کافیہ نے تعریف میں وضع کا ذکر کیا ہے اور وضع دلالت کو مستلزم ہے اسلئے دلالت کا مستقل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

سوال :۔اس طرح تو صاحبِ مفصّل نے تعریف میں دلالت کا ذکر کیا ہے تو پھر ذکرِ وضع کی ضرورت نہ تھی کیونکہ دلالت بھی تو وضع کو مستلزم ہے حالانکہ صاحبِ مفصّل نے وضع بھی ذکر کیا ہے؟

جواب:۔دلالت وضع کو مستلزم نہیں کیونکہ دلالتِ عقلی وطبعی میں دلالت ہے مگر وضع نہیں۔

درس نمبر ۱۶

وَهِيَ اِسْمٌ وَفِعلٌ وَحَرفٌ

ترجمہ :۔اور وہ (کلمہ) اسم ہے اور فعل ہے اور حرف ہے۔

مصنفؒ کلمہ کی تعریف سے فارغ ہوگئے تو کلمہ کی تقسیم کو شروع فرمایا کیونکہ ہر شئی کیلئے دو وجود ہوتے ہیں۔/**نمبر ۱**۔وجودِ ذہنی۔/**نمبر ۲**۔وجودِ خارجی۔اول تعریف سے حاصل ہوتا ہے ثانی تقسیم سے۔مصنفؒ نے دونوں جمع کئے ہیں تاکہ کلمہ ذہناً وخارجاً معلوم ہوجائے۔پس فرمایا کہ کلمہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے تقسیم ہے اقسام ثلاثہ کی طرف جو کہ اسم،فعل اور حرف ہیں۔

فائدہ نمبر ۱ :۔اسم کے مادہ میں اختلاف ہے کوفیین کہتے ہیں کہ اسم اصل میں "وِسْمٌ" بمعنی علامت تھا پھر واو کو ہمزہ سے تبدیل کردیا تو "اِسْمٌ" ہوا۔پس اسم کو اسم اسلئے کہتے ہیں کہ اسم بھی اپنے معنی پر علامت ہوتا ہے۔اور بصریین کہتے ہیں کہ اسم اصل میں "سِمْوٌ" بمعنی بلندی تھا اسی سے "السَّمَاء" بھی ہے۔بصریین کا مذہب راجح ہے کیونکہ کسی اسم کی اصل معلوم کرنے کیلئے اسکو تصغیر یا جمع کی طرف لوٹایا

جاتا ہےاوراسم کی تصغیر''سُمَیٌّ''اورجمع ''اَسْمَاء'' آتی ہےتو اگراسم کی اصل ''وِسْمٌ''ہوتا تو تصغیر''وُسَیْمٌ''اورجمع ''اَوْسَام'' آتی۔

''سِمْوٌ'' بمعنی بلندی تو اسم بھی فعل اور حرف سے بلند ہے بایں وجہ کہ اسم مسند ومسند الیہ دونوں واقع ہوتا ہے جبکہ فعل صرف مسند ہوتا ہےاور حرف نہ مسند واقع ہوتا ہےاور نہ مسند الیہ۔فعل لغت میں حدث کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں فعل وہ ہے جو اسم وحرف کے مقابل ہو(جس میں حدث نسبت الی الزمان اور نسبت الی الفاعل پائی جائے)۔

فائدہ نمبر ۲ :۔حرف لغت میں طرف کو کہا جاتا ہے جیسے:''جَلَسْتُ حَرْفَ الْوَادِی اَی طَرَفَ الْوَادِی'' ۔پس حرف کو اس لئے حرف کہا جاتا ہے کہ یہ کلام کی طرف میں واقع ہوتا ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ حرف تو کبھی وسط کلام میں بھی واقع ہوجاتا ہے جیسے :''سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَی الْکُوفَةِ''میں''مِن''اور''اِلٰی''وسط کلام میں واقع ہیں اور حروف ہیں؟

جواب:۔طرف سے مراد جانب مقابل للاسم والفعل ہے نہ یہ کہ اول یا آخر میں ذکر ہو۔اور مقابل سے مراد اسم وفعل کا کلام میں عمدہ واقع ہونا ہے یعنی مسند ومسند الیہ اور حرف کا غیر عمدہ واقع ہونا ہے۔

سوال :۔مبتدأ اور خبر میں مطابقت امر حسن ہے مگر یہاں مطابقت نہیں پائی جاتی کیونکہ مبتدأ (یعنی ھی) مؤنث ہےاور خبر(یعنی اِسْمٌ وَفِعلٌ وَحَرفٌ) مذکر ہے۔/**نمبر ۲**۔ھی مبتدأ ہے جس کی خبر یا تو فقط ''اِسْمٌ''ہوگی اور یا''اِسْمٌ وفِعلٌ وحَرفٌ'' کا مجموعہ۔پہلی صورت میں حمل الخاص علی العام لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں اور دوسری صورت میں حمل المتعدد علی الواحد لازم آتا ہے یہ بھی جائز نہیں؟

جواب:۔ھی مبتدأ ہے اسکی خبر''مُنقَسِمَةٌ''مقدر ہے۔''اِسْمٌ وَفِعلٌ وَحَرفٌ''خبر نہیں لہذا مذکورہ بالا دونوں سوال وارد نہ ہونگے۔

سوال:۔یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ''ھی'' کی خبر''مُنقَسِمة'' ہے؟

جواب :۔کلمہ کی تعریف مکمل ہوگئی جس کے بعد تقسیم کی باری ہےاور''اِسْمٌ وفِعلٌ وَحَرفٌ'' کلمہ کی اقسام ہیں،اسی سے معلوم ہوا کہ خبر''منقسمة'' ہے۔

سوال:۔پھر''اِسْمٌ وَفِعلٌ وَحَرفٌ'' کیوں مرفوع ہیں انکو مجرور ہونا چاہئے کیونکہ تقدیری عبارت اس طرح ہے وَھِیَ مُنقَسِمَةٌ اِلٰی اِسمٍ وَفِعلٍ وَحرفٍ؟

جواب:۔مبتدأ محذوف سے خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہیں تقدیری عبارت اس طرح ہے اَحَدُھا اِسْمٌ وَثَانِیھافِعلٌ وَثَالِثُھَاحَرفٌ۔

سوال:۔''ھی'' کا مرجع لفظ''الکلمة'' ہے یا مفہوم''الکلمه''۔اگر لفظ'' الکلمه'' ہے تو صحیح نہیں کیونکہ لفظ''الکلمه''اسم ہے تو انقسام الشئ اِلیٰ نَفسِه وَاِلٰی غَیرِہ لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں۔اور اگر مرجع مفہوم ہے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مفہوم مذکر ہے ھی ضمیر مؤنث ہے لہذا راجع ومرجع میں مطابقت نہیں رہے گی؟

جواب :۔اس سوال کے دو جواب ہیں۔/**نمبر ۱**۔ضمیر لفظ''کلمہ'' کی طرف راجع ہےاور تقسیم مفہوم کے اعتبار سے ہے ۔/**نمبر ۲**۔ضمیر مفہوم کی طرف راجع ہے مگر یہ تسلیم نہیں کہ مفہوم مذکر ہے بلکہ مفہوم لفظ کا تابع ہے اگر لفظ مذکر ہو تو مفہوم بھی مذکر ہوگا اور

اگر لفظ مونث ہو تو مفہوم بھی مؤنث ہوگا۔

درس نمبر ۱۷

لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ تَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِی نَفْسِهَا

ترجمہ:۔ (کلمہ ان تین اقسام میں منحصر ہے) اس لئے کہ یا دلالت کریگا وہ کلمہ ایسے معنی پر جواسکی ذات میں ہے۔

یہاں سے مصنفؒ کلمہ کے اقسام ثلاثہ میں منحصر ہونے کی وجہ حصر بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں! کلمہ یا تو ایسے معنی پر دلالت کرے گا جواس کی ذات میں ہے یا دلالت نہیں کرے گا، ثانی حرف ہے۔ اول یا تو تین زمانوں میں سے ایک کے ساتھ مقترن ہوگا یا نہ ہوگا، ثانی اسم ہے اول فعل ہے۔

سوال:۔ "لانّها" دلیل ہے یہ دلیل یا تو حصر کی ہے یا تقسیم کی۔ مگر دونوں صحیح نہیں کیونکہ حصر کا تو پہلے دعویٰ مذکور نہیں کہ یہ اسکے لئے دلیل ہو۔ اور تقسیم کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ تقسیم: "ضَمُّ قُیُوْدٍ مُخْتَلِفَةٍ اِلٰی أمرٍ مُشْتَرِکٍ" (امرِ مشترک کو مختلف قیود لگانے) کو کہتے ہیں جس کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں؟

جواب:۔ یہ حصر کی دلیل ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ حصر کا دعویٰ ماقبل میں مذکور نہیں تو جواب یہ ہے کہ دعویٰ عام ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر، یہاں مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "وَهِیَ مُنقَسِمَةٌ وَمُنْحَصِرَةٌ فِی ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ"۔ اور تقدیر "مُنْحَصِرَةٌ" کی دلیل یہ ہے کہ مصنفؒ نے پہلے تعریف پھر تقسیم کر لی اور تقسیم میں اکثر حصر ہوتا ہے جبکہ مصنفؒ نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے اور محل بیان میں سکوت بیان کا درجہ رکھتا ہے۔

سوال:۔ "لِاَنَّهَا" میں ھا ضمیر کلمہ کی طرف راجع ہے اور ،اَنّ، کا اسم ہے اور ،اَنْ تَدُلَّ، بتاویلِ مصدر ،اَنّ، کی خبر ہے اور ،اَنّ، کی خبر ،اَنّ، کے اسم پر محمول ہوتی ہے مگر یہاں حمل صحیح نہیں کیونکہ صرفِ وصف کا حمل صرفِ ذات پر آئیگا جو کہ درست نہیں؟

جواب:۔ جانبِ خبر میں لفظ "اِمَّامِن صِفَتِهَا" مقدر ہے تقدیری عبارت یوں ہے "اِمَّامِن صِفَتِهَا دَلَالَةٌ الخ" اس طرح خبر صرفِ وصف نہ رہی بلکہ اس میں ذات موجود ہے یعنی ھا ضمیر جو کہ "اَلْکَلِمَةُ" کی طرف راجع ہے۔ پھر "دَلَالَةٌ" یا تو ظرف (یعنی مِنْ صِفَتِهَا) کا فاعل ہے۔ اور یا مبتدأ ہے "مِنْ صِفَتِهَا" اسکی خبر مقدم ہے۔ مجموعہ جملہ ،اَنّ، کیلئے خبر ہے۔

سوال:۔ "فِی نَفْسِهَا" میں "ھاء" ضمیر سے کلمہ مراد ہے تو سوال یہ ہے کہ فی ظرفیت کیلئے آتی ہے اسکا مدخول ظرف ہوتا ہے جیسے: "اَلْمَاءُ فِی الْکُوْزِ" میں "اَلْکُوْز" "فِی" کا مدخول ہے اور ظرف ہے۔ پھر ظرف دو قسم پر ہے۔ (۱) ظرفِ زمان۔ (۲) ظرفِ مکان۔ حال یہ ہے کہ کلمہ نہ ظرفِ زمان ہے اور نہ ظرفِ مکان ہے؟

جواب:۔ ظرف دو قسم پر ہے۔ / **نمبر ۱**۔ ظرفِ حقیقی۔ / **نمبر ۲**۔ ظرفِ تشبیہی۔ پس کلمہ اگرچہ ظرف حقیقی نہیں مگر ظرفِ تشبیہی ہے یوں کہ جس طرح کہ ظرف اپنے مظروف پر مشتمل ہوتا ہے اس میں استقرار مظروف کے لئے شیٔ آخر کو محتاج نہیں ہوتا اسی طرح کلمہ اسمیہ

وفعلیہ بھی اپنے معنی پر مشتمل ہوتا ہے اور اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج نہیں ہے۔

سوال:۔"فِي نَفْسِهَا" جار و مجرور کا متعلق کیا ہے؟

جواب:۔بعض کے نزدیک "اَنْ تَدُلَّ" ہے کیونکہ ظرف میں اصل ظرفِ لغو ہے اور "اَنْ تدُلَّ" متعلق بنانے کی صورت میں ظرفِ لغو ہی ہوگا۔ مگر یہ قول صحیح نہیں بلکہ یہ ظرف مستقر ہے متعلق "کَائِنٌ" مقدر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ "اَنْ تَدُلَّ" متعلق بنانے کی صورت میں "اَنْ تدُلَّ" کا صلہ "فی" ہوگا حالانکہ دلالت کا صلہ باء یا "علی" آتا ہے "فی" نہیں۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ، فی، کو، علی، یا باء کے معنی میں کرکے دلالت کا صلہ بنایا جائے اسلئے کہ حروفِ جارہ بعض بعض کی جگہ میں استعمال ہوتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ اس طرح کرنے میں ارتکابِ مجاز فی التعریف لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں۔

درس نمبر ۱۸

اَوْلاَالثَّانِي الْحَرفُ وَالْاَوَّلُ اِمَّاَنْ يَقْتَرِنَ بِاَحَدِالْاَزْمِنَةِ الثَّلاثَةِ اَوْ لَاالثَّانِي الْاِسْم وَالْاَوَّلُ الْفِعْلُ

ترجمہ:۔ یا (کلمہ) دلالت نہیں کریگا (ایسے معنی پر جو اسکی ذات میں ہے) ثانی حرف ہے۔ اور اول (جو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کی ذات میں ہے) یا تو وہ معنی ملا ہوا ہوگا تین زمانوں میں سے ایک زمانہ کے ساتھ یا نہیں ثانی اسم ہے اور اول فعل ہے۔

اس عبارت سے مصنفؒ نے وجہ حصر کی تکمیل فرمائی ہے جیسا کہ ہم گذشتہ درس میں بیان کر چکے۔

سوال:۔کلمہ کی تقسیم کے مقام پر مصنفؒ نے سب سے پہلے اسم پھر فعل پھر حرف کو ذکر کیا تھا جبکہ یہاں وجہ حصر بیان کرتے ہوئے حرف کو سب سے پہلے ذکر کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔مصنفؒ نے مقامِ تقسیم میں وجود کا لحاظ کیا ہے یعنی مقامِ تقسیم میں اسم کو مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ اسم میں استقلال موجود ہے عدم استقلال معدوم ہے اور وجود کو عدم پر شرف حاصل ہے لہذا اس شرافت کی وجہ سے اسم کو مقدم کیا ہے۔ اور مقامِ حصر میں عدم کا لحاظ کیا ہے یعنی چونکہ حرف میں استقلال معدوم ہے اور ممکنات میں عدم وجود سے مقدم ہوتا ہے اسلئے حرف کو مقدم ذکر کیا۔

سوال:۔"اَوْلَا" کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔/ **نمبر ۱**۔"لَاتَدُلّ عَلٰی مَعْنًی مُطْلَقاً" یعنی جو مطلقاً معنی پر دلالت نہ کرے /**نمبر ۲**۔"لاتَدُلّ عَلٰی مَعْنًی فِي نَفْسِهَا بَلْ تَدُلّ عَلٰی مَعْنًی فِي غَيْرِهَا" یعنی معنی پر تو دلالت کرتا ہے مگر ایسے معنی پر دلالت نہیں جو اس کی ذات میں ہے۔ یہاں کونسا معنی مراد ہے؟

جواب:۔ثانی مراد ہے کیونکہ اول مراد ہونے کی صورت میں الفاظِ مہملہ حرف کی تعریف میں داخل ہوجاتے ہیں جیسے: "دَيْز" کیونکہ لفظِ مہمل بھی اپنے معنی پر مطلقاً دلالت نہیں کرتا۔

سوال:۔"اَلثَّانِي" اور "الاوّل" صفات ہیں انکا موصوف اگر "اَلْکَلِمَةُ" ہو تو موصوف وصفت میں مطابقت فی التانیث والتذکیر نہیں؟

جواب:۔"اَلثَّانِي" اور "الاوّل" کا موصوف "اَلْقِسْمُ" ہے اَیْ اَلْقِسْمُ الثَّانِي الْحَرفُ، والقسم الاوّل الخ۔ "اَلْکَلِمَةُ"

موصوف نہیں۔

سوال:۔"یَقتَرِنَ" کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے اگر "اَلْاَوَّل"کی طرف راجع ہے تو صحیح نہیں کیونکہ اقتران معنی کی صفت بنتا ہے لفظ کی نہیں۔اور "الاوّل" سے کلمہ مراد ہے جو کہ لفظ ہے۔اور اگر معنی کی طرف راجع ہے تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے کیونکہ معنی ماقبل میں مذکور نہیں؟

جواب:۔ضمیر معنی کی طرف راجع ہے اور اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا کیونکہ ذکرِ مرجع دو قسم پر ہے۔حقیقتاً و حکماً۔تو معنی اگرچہ حقیقۃً ذکر نہیں حکماً ذکر ہے یوں کہ "اَلْاَوّلُ" سے مراد مدلول "اَلْاَوَّل" ہے اور مدلول معنی ہی ہے۔

فائدہ:۔"اَلْاَوّلُ اِمّااَنْ یقتَرِنَ" میں وہی اعتراض و جواب ہے جو ل "اِنّھا اِمّااَنْ تدُلَّ" میں تھا۔

درس نمبر ۱۹

سوال:۔وجہ حصر بیان کرتے ہوئے مصنفؒ نے فرمایا "اِمّــااَنْ یَقْتَـرِنَ الـخ" اس سے فعل کی تعریف کی طرف اشارہ ہے مگر فعل کی یہ تعریف نہ جامع ہے اور نہ مانع ہے۔جامع اسلئے نہیں کہ افعالِ منسلخہ عن الزمان خارج ہو گئے کیونکہ وہ افعال ہونے کے باوجود مقترن بالزمان نہیں جیسے:"کاد،عسٰی،نِعْمَ،بئس"۔اور مانع اسلئے نہیں کہ اسماءِ افعال داخل ہو گئے کیونکہ وہ مقترن بالزمان ہیں مگر فعل نہیں؟

جواب:۔اقتران سے مراد اصل وضع میں اقتران ہے اور افعالِ منسلخہ عن الزمان اصل وضع میں مقترن بالزمان ہیں لہذا یہ فعل سے خارج نہیں۔اور اسماءِ افعال اصل وضع میں مقترن بالزمان نہیں لہذا یہ فعل میں داخل نہیں۔

سوال:۔مصادر فعل کی تعریف میں داخل ہو گئے کیونکہ مصادر بھی کسی نہ کسی زمانہ کے ساتھ مقترن ہیں؟

جواب:۔اقتران دو قسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔اقتران فی الفہم۔/**نمبر ۲**۔اقتران فی التحقیق۔اقتران فی الفہم یہ ہے کہ جس طرح لفظ سے معنی سمجھ میں آئے اسی طرح زمانہ بھی سمجھ میں آئے بایں طور کہ وہ معنی کا جزء بن رہا ہو۔اور اقتران فی التحقیق کا معنی یہ ہے کہ جب لفظ سے معنی سمجھ میں آئے تو اسکے ساتھ زمانہ سمجھ میں نہ آئے یعنی زمانہ معنی کا جزء نہ بنے بلکہ وجودِ خارجی اور تحقیق کے اعتبار سے تین زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن ہو۔پس فعل کی تعریف میں جو اقتران ذکر ہے اس سے مراد اقتران فی الفہم ہے جبکہ مصادر کے معنی میں اقتران فی التحقیق ہے فی الفہم نہیں۔

سوال:۔"زیدٌضاربٌ اَمْس" میں "ضاربٌ" زمانہ ماضی کے ساتھ مقترن ہے مگر فعل نہیں، اسم ہے؟

جواب:۔مراد یہ ہے کہ اقتران بالزمان خود لفظ سے مفہوم ہو اَمرِ خارجی سے مفہوم نہ ہو،مثال مذکور میں اقتران بالزمان اَمرِ خارجی یعنی لفظ،اَمْسِ، سے مفہوم ہے نہ کہ،ضاربٌ، کے اپنے مفہوم سے۔

سوال:۔لفظِ "ماضی،مضارع،اَمْسِ،غداً" پر فعل کی تعریف صادق ہے حالانکہ یہ افعال نہیں اسماء ہیں؟

جواب:۔فعل وہ ہے جس کا مادہ حدث پر اور ہیئت زمانہ پر دلالت کرے۔الفاظِ مذکورہ ہیئت سے زمانہ پر دلالت نہیں کرتے بلکہ مادہ سے دلالت کرتے ہیں لہذا ان پر فعل کی تعریف صادق نہیں۔

سوال:۔تعریف جامع نہیں کیونکہ فعل مضارع خارج ہو گیا اسلئے کہ فعل مضارع ایک زمانہ پر نہیں بلکہ دو زمانوں پر دلالت کرتا ہے یعنی حال واستقبال پر جبکہ فعل کی تعریف میں ایک زمانے کی قید ہے؟

جواب:۔اقتران باحد الازمنۃ سے مراد یہ ہے کہ کم از کم ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہو۔

درس نمبر ۲۰

وَقَدْ عُلِمَ بِذالِکَ حَدُّ کُلِ وَاحِدٍ مِنهَا

ترجمہ:۔اور معلوم ہوا اس سے ہر ایک کی تعریف ان تینوں میں سے۔

مصنفؒ نے اپنی اس عبارت میں تنبیہ فرمائی ہے کہ گذشتہ وجہ حصر میں غور کرنے سے اسم، فعل اور حرف میں سے ہر ایک کی تعریف بھی معلوم ہوتی ہے۔

سوال:۔"وَقَدْ عُلِمَ الخ" کا واو یا تو عاطفہ ہوگا یا حالیہ اور یا مستانفہ، مگر تینوں صحیح نہیں۔عاطفہ ہونا تو اس لئے صحیح نہیں کہ معطوف علیہ موجود نہیں۔اور حالیہ ہونا اس لئے صحیح نہیں کہ ذو الحال مذکور نہیں۔اور مستانفہ ہونا اسلئے صحیح نہیں کہ ماقبل میں سوال نہیں کہ یہ اسکا جواب ہو؟

جواب:۔تینوں صحیح ہیں اگر عاطفہ ہو تو معطوف علیہ مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "قد تبَیَّنَ بِوجهِ الحَصرِ اِنحصارُ الکلمةِ فِی الاَقْسَامِ الثَّلاثَةِ وَقَدْ عُلِمَ بِذالکَ حَدُّ کُلِ وَاحِدٍ مِنهَا"۔اور اگر حالیہ ہو تو ذو الحال مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "اَفادَ وَجهُ الحَصرِ اِنحِصارَ الکلمةِ فِی الاَقْسَامِ الثَّلاثَةِ وقَدْ عُلِمَ بذالکَ الخ"۔اور اگر مستانفہ ہو تو سوال مقدر ہے تقدیری عبارت ہے "عُلِمَ بِوَجهِ الحَصرِ اِنحِصارُ الکَلِمَةِ فِی الاَقْسَامِ الثَّلاثَةِ فَهَلْ عُلِمَ بِذالِکَ حَدُّ کُلِ واحِدٍ مِنهَا؟ وَقَدْ عُلِمَ بِذالِکَ الخ"۔

سوال:۔کیا وجہ ہے کہ مصنفؒ نے اقسام ثلاثہ میں سے ہر ایک کی تعریف کی طرف پہلے دلیل حصر میں اشارہ کیا پھر "وَقَدْ عُلِمَ" سے ہر ایک کی تعریف پر تنبیہ کی پھر آگے جاکر "اَلاِسْمُ مادَلَّ الخ" وغیرہ عبارات سے ہر ایک کی تعریف کی تصریح کی تو گویا مصنفؒ نے اقسامِ ثلاثہ میں سے ہر ایک کی متعدد تعریفیں کی ہیں تو کیوں ایک تعریف پر اکتفاء نہیں کیا؟

جواب:۔اللہ جل شانہ مصنفؒ کو جزاء خیر دے کہ انہوں نے اپنے اس اسلوب سے طلباء کے ذہنوں کے مختلف المراتب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ طلباء تین طرح کے ہوتے ہیں۔ذکی، متوسط اور غبی۔تو دلیل حصر میں اقسام ثلاثہ کی تعریفات کی طرف اشارہ کیا جس سے ذکی طلباء اقسامِ ثلاثہ میں سے ہر ایک کی تعریف سمجھ گئے اور جو طلباء متوسط الذہن ہیں ان کیلئے "وَقَدْ عُلِمَ الخ" سے تنبیہ فرمائی۔اور غبی طلباء کا لحاظ کرتے ہوئے مصنفؒ نے ہر ایک قسم کی تعریف علیحدہ بیان کردی۔

سوال:۔"ذَالِکَ" سے بعید کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے دلیل حصر تو قریب ہے پس "ذالک" کے بجائے "هذا" سے اشارہ کرنا چاہئے تھا؟

جواب:۔ برائے عظمت قریب کی طرف اسم اشارہ بعید سے اشارہ کیا جیسے:﴿ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْهِ﴾ میں ہے۔

فائدہ:۔ حد کا لغوی معنی منع ہے اور اصطلاح مناطقہ میں ''تَعْرِیْفُ الشَّیْ بِالذَّاتِیَاتِ'' (کسی شیٔ کی بالذاتیات تعریف کرنے) کو حد کہا جاتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ شیٔ کی ذاتیات وجودی ہوتی ہیں اور اسم کی تعریف میں عدم اقتران ہے جو کہ عدمی ہے۔ اسی طرح حرف کی تعریف میں عدم اقتران وعدم استقلال ہے جو کہ عدمی ہیں تو یہ ذاتیات تو نہ ہوئیں پھر یہ حد کیسے ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ حد سے اہل منطق کی اصطلاح مراد نہیں بلکہ نحاۃ کی اصطلاح مراد ہے۔ نحاۃ کے نزدیک حد جامع مانع تعریف سے عبارت ہے پھر عام ہے کہ امور ایجابیہ کے ساتھ ہو یا سلبیہ کے ساتھ۔

درس نمبر ۲۱

اَلْکَلَامُ مَاتَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ بِالْإِسْنَادِ

ترجمہ:۔ کلام وہ لفظ ہے جو متضمن ہو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ۔

علم نحو کے موضوع کے دو اُجزا ٔ ہیں (۱) کلمہ۔ (۲) کلام۔ مصنفؒ جزء اول کی تعریف، تقسیم اور وجہ حصر سے فارغ ہوگئے۔ اب جزء ثانی یعنی کلام کی تعریف بیان فرمارہے ہیں۔ کلام لغت میں ''مَـایـتـکـلـمُ بِـهِ'' (جس کے ساتھ تکلم کیا جائے) کو کہا جاتا ہے۔ اور اصطلاح نحاۃ میں ''مَـاتَـضَـمَّـنَ کَـلِـمتـیـنِ بـالاِسـنـاد'' کو کہا جاتا ہے یعنی کلام وہ لفظ ہے جو اپنی اجتماعی ہیئت کے اعتبار سے کلمتین کو متضمن ہو۔ پھر عام ہے کہ حقیقتاً دو کلمے ہوں یا حکماً۔ لفظاً ہوں یا تقدیراً۔ تعریفِ کلام میں لفظِ '' ما'' جنس ہے مہملات، مرکباتِ کلامیہ وغیر کلامیہ سب کو شامل ہے اور ''تَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ'' فصل ہے جس سے مہملات اور مفردات خارج ہوئے اور ''بِالْإِسْنَادِ'' فصلِ ثانی ہے جس سے مرکبات غیر کلامیہ جیسے: ''غُلَامُ زَیْدٍ وَرَجُلٌ فَاضِلٌ'' خارج ہوئے۔

سوال:۔ جب کلام موضوع کا دوسرا جزء ہے تو مناسب تھا کہ واوِ حرفِ عطف کے ذریعہ جزء اول پر عطف کر کے ذکر کرتے یوں کہتے ''وَالْکَلَامُ مَاتَضَمَّنَ الخ''؟

جواب:۔ حرفِ عطف ذکر نہ کرنے میں استقلال کی طرف اشارہ ہے کہ کلام مستقل جزء ہے تابع نہیں۔ جبکہ حرفِ عطف ذکر کرنے کی صورت میں کلام معطوف بنتا اور معطوف تابع، معطوف علیہ متبوع ہوتا ہے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ کلام، کلمہ کا تابع ہے حالانکہ کلام مستقل اور اصل ہے تابع نہیں۔

سوال:۔ تعریف میں لفظ ،ما، سے اگر اسم مراد ہے تو صحیح نہیں کیونکہ اسم مفرد ہے اور کلام مرکب ہے۔ اور اگر ،ما، سے لفظ مراد ہے تو پھر لفظ ''نَعَم'' کلام میں داخل ہوجائیگا کیونکہ ''نَعَم'' بھی کلمتین کو متضمن ہے اس طرح کہ مثلاً جب کوئی سائل کہے'' اَقَامَ زَیْدٌ'' ؟ مجیب کہے ''نَعَم'' تو لفظِ ''نَعَم''، ''قَامَ'' اور'' زَیْدٌ'' کو متضمن ہے حالانکہ ''نَعَم'' حرف ہے کلام نہیں۔ اور اگر ''ما'' سے مراد کلمہ ہے تو پھر تعریف الکلام ''بِجُزْئِهٖ'' لازم آتی ہے کیونکہ کلمہ کلام کا جزء ہے۔ اور اگر ،ما، سے مراد کلام ہے تو اخذ المحد ودفی الحد لازم آتا ہے۔ اور اگر ،ما، سے

مراد شی ہے تو اس کاغذ یا دیوار پر کلام کی تعریف صادق آتی ہے جس پر دو کلمے منقوش ہوں حالانکہ وہ کلام نہیں؟

جواب:۔ ''ما'' سے مراد لفظ ہے اور ''نعم'' پر تعریفِ کلام صادق نہیں کیونکہ ''نعم کلمتین'' کو متضمن نہیں بلکہ کلمتین کا قائم مقام ہے۔

سوال:۔ کلام وہ ہے جو کلمتین کو متضمِّن ہو تو ''زیدٌقَائِمٌ'' اگر متضمِّن ہے تو متضمَّن نہیں اور اگر متضمَّن ہے تو متضمِّن نہیں؟

جواب:۔ ''زیدٌقائمٌ'' کی ہیئت اجتماعیہ متضمِّن ہے اور کلمتین میں سے ہر ایک متضمَّن ہے۔

سوال:۔ ''زَیدٌقَائِمٌ اَبُوہ، زیدٌ قَامَ اَبُوہ'' اور ''زَیدٌاَبُوہ قَائِمٌ'' یہ تراکیب کلمتین کو نہیں بلکہ کلمات کو متضمِّن ہیں لہذا ان تراکیب پر کلام کی تعریف صادق نہیں حالانکہ یہ کلام ہیں؟

جواب:۔ کلمتین عام ہیں حقیقۃً ہوں یا حکماً (کلمہ حکمی وہ ہے جس کی جگہ میں اسمِ حقیقی رکھنا صحیح ہو) امثلہ مذکورہ میں حکماً کلمتین ہیں اس طرح کہ انہیں تعبیر کیا جا سکتا ہے ''زیدٌقَائِمُ الْاَب'' سے ساتھ۔

سوال:۔ ''زَیدٌقَائِمُ الاب'' بھی تو کلمتین نہیں بلکہ تین کلمات ہیں؟

جواب:۔ ''زیدٌقائمُ الاب'' میں ''الاب'' مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ مضاف کیلئے قید ہوتا ہے اور قید مقید سے خارج ہوتی ہے لہذا کلام صرف ''زیدٌ'' اور ''قائمٌ'' سے بنا ہے۔

درس نمبر ۲۲

سوال:۔ ''اِنْ جاءَ نِی زَیدٌفاَکْرَمْتُه'' کلام ہے مگر تعریفِ کلام اس پر صادق نہیں کیونکہ یہ کلمتین کو متضمن نہیں بلکہ جملتین کو متضمن ہے؟

جواب:۔ ہم نے کلمتین میں تعمیم کی تھی کہ حقیقۃً کلمتین ہوں یا حکماً۔ ترکیبِ مذکور میں حکماً کلمتین ہیں کیونکہ کلام درحقیقت جزاء ہے شرط اس حکم کیلئے قید ہے جو جزاء میں ہے اور قید حکم سے خارج ہوتی ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''اَکْرَمْتُه لِمَجِیْئِه''۔

سوال:۔ ''اِضْرِبْ'' کلام ہے مگر کلمتین کو متضمن نہیں بلکہ کلمہ واحدہ ہے؟

جواب:۔ کلمتین میں ہم نے تعمیم کی تھی کہ خواہ لفظاً ہوں یا تقدیراً۔ ''اِضْرِب'' میں تقدیراً کلمتین ہیں کیونکہ ''اَنتَ'' ضمیر اس میں مستتر ہے۔

سوال:۔ مصنفؒ نے ''ماتَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ'' کہہ کر ''فقط'' کی قید نہیں لگائی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''ضَرَبْتُ زَیْداًقَائِماً'' کا مجموعہ کلام ہے کیونکہ مجموعہ کلمتین کو متضمِّن ہے۔ جبکہ صاحبِ مفصّل کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ کلام صرف، ضَرَبْتُ، ہے باقی متعلقات کلام سے خارج ہیں۔ یہ اس لئے کہ صاحبِ مفصّل نے یوں تعریف کی ہے ''اَلْکَلامُ هُوَالْمرکَبُ مِنَ الْکَلِمَتَیْنِ الخ'' چونکہ صاحبِ مفصّل کی تعریف میں مبتدأ وخبر دونوں معرفہ ہیں اور درمیان میں ضمیر فصل ہے جو کہ انحصار المسند الیہ فی المسند کے لئے مفید ہے جس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ کلام صرف دو کلمات سے بنتا ہے اور بس۔ تو مصنفؒ نے صاحبِ مفصل سے اختلاف کیوں کیا ہے؟

جواب:۔ مصنفؒ کی تعریف میں بھی قید ''فقط'' مراد ہے۔ یا یوں جواب دیا جائے کہ فعل بمع متعلقات کلمہ واحدہ ہے اور فاعل دوسرا کلمہ ہے لہذا صاحبِ مفصّل کے نزدیک بھی مجموعہ کلام ہے۔

سوال:۔کیاوجہ ہے کہمصنفؒ نے کلمہ اور کلام کی تعریف تو کر لی مگر جملہ کی تعریف نہیں کی؟

جواب:۔صاحبِ مفصل وصاحبِ لباب کے نزدیک کلام اور جملہ مترادف ہیں لہذا تعریفِ کلام کے بعد جملہ کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں۔

سوال:۔جواب سوال کے مطابق نہیں کیونکہ اعتراض تو مصنفؒ پر ہے صاحبِ مفصل وصاحبِ لباب پر تو نہیں؟

جواب:۔مصنفؒ کے کلام سے بھی ترادف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مصنفؒ نے مطلق اسناد ذکر کی ہے ''مَقْصُوْدٌ لِذَاتِه'' کی قید نہیں لگائی ہے۔

سوال:۔جملہ اور کلام میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔صاحبِ مفصل وصاحبِ لباب کے نزدیک جملہ اور کلام میں ترادف ہے اور مصنفؒ کے کلام سے بھی ترادف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مصنفؒ نے تعریفِ کلام میں اسناد کو'' مَقْصُوْدٌ لِذَاتِه'' کی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا۔بعض حضرات ان دونوں میں فرق کرتے ہیں اس طرح کہ جملہ عام مطلق ہے جس میں اسناد ہو خواہ ''مَقْصُوْدٌ لِذَاتِه'' ہو یا نہ ہو۔اور کلام خاص مطلق ہے جس میں اسناد ''مَقْصُوْدٌ لِذَاتِه'' ہو۔پس ان کے مسلک کے مطابق جملہ کا اطلاق اس جملہ خبریہ پر صحیح ہوگا جو خبر یا صفت یا شرط یا جزاء یا حال یا صلہ واقع ہو مگر کلام کا اطلاق اس پر صحیح نہیں جیسے: ''زَيْدٌ اَبُوْه قَائِم'' میں ''اَبُوْه قَائِمٌ'' جملہ خبریہ ہے اسکو جملہ کہنا صحیح ہے مگر کلام کہنا صحیح نہیں کیونکہ اسمیں اسناد ''مَقْصُوْدٌ لِذَاتِه'' نہیں بلکہ یہ اسناد اس اسناد کیلئے وسیلہ ہے جو مقصود لذاتہ ہے (زیدٌ، اور، ابوہ قائم، کے درمیان جو اسناد ہے وہ مقصود لذاتہ ہے)۔اسی طرح ''جَاءَ نِی رَجلٌ قَامَ اَبُوْه'' میں ''قَامَ اَبُوْه'' صفت واقع ہے۔اور ''جَاءَ نِی الَّذِی قَامَ اَبُوْه'' میں ''قَامَ اَبُوْه'' صلہ واقع ہے لہذا ان کو جملہ کہیں گے کلام نہیں۔

درس نمبر ۲۳

وَلَايَتَأتّٰى ذَالِکَ اِلَّافِی اسْمَیْنِ اَوْاِسْمٍ وَفِعْلٍ

ترجمہ:۔اور وہ کلام حاصل نہیں ہوتا مگر دو اسموں یا ایک اسم اور ایک فعل کے ضمن میں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے جس کلام کی ہم نے تعریف کی اس کے حصول کے دو موقع ہیں ایک یہ ہے کہ دو اسموں سے بنے جن میں سے ایک اسم مسند ہو اور دوسرا مسند الیہ ہو۔دوسرا موقع یہ کہ ایک اسم اور ایک فعل سے بنے جن میں سے اسم مسند الیہ ہو اور فعل مسند ہو۔وجہ یہ ہے کہ کلام میں اسناد کا پایا جانا ضروری ہے اور اسناد کے لئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے اور مسند و مسند الیہ دو اسموں میں یا ایک اسم اور ایک فعل میں پائے جاسکتے ہیں۔

سوال:۔اِتیان کی نسبت ذوی الارواح کی طرف ہوتی ہے آپ نے کلام کے بارے میں کہا ''وَلَايَتَأتّٰى ذالک'' اور کلام غیر ذی روح ہے لہذا یہ نسبت درست نہیں؟

جواب:۔''لَايَتَأتّٰى'' بمعنی ''لَايَحْصُل'' ہے وَهٰذَامِن قَبِيلِ ذِكْرِالْمَلزُومِ وَيُرَادُمِنْه اللَّازِم کیونکہ اتیان کے لئے حصول لازم ہے۔

سوال :۔کلمہ کی تقسیم کے وقت مصنفؒ نے اداۃِ حصر نہیں لائے صرف یوں کہا: ''وَهِيَ اِسْمٌ وَفِعلٌ وَحَرْفٌ''۔اور کلام کی تقسیم کے وقت اداۃِ حصر یعنی الا وغیرہ لائے وجہ فرق کیا ہے؟

جواب :۔کلمہ میں چونکہ ان تین اقسام کے علاوہ مزید احتمالاتِ عقلیہ نہیں تھے اسلئے اداۃِ حصر نہیں لائے جبکہ کلام میں اور بھی احتمالات عقلیہ ہیں اسلئے یہاں اداۃِ حصر لائے۔کلام میں احتمالات عقلیہ چھ ہیں جن کو شاعر نے اس شعر میں جمع کیا ہے۔

شعر :۔اسم اسم،فعل فعل،حرف حرف::اسم فعل،اسم حرف،فعل حرف

ان چھ احتمالات میں سے کلام صرف دو سے یعنی اسم،اسم اور اسم،فعل سے بنتا ہے باقی سے نہیں۔اسلئے مصنفؒ اداۃِ حصر لائے کہ بس کلام ان دو ہی سے بنتا ہے باقی سے نہیں۔اور ان دو سے کلام بننے کی وجہ یہ ہے کہ کلام کیلئے مسند ومسند الیہ دونوں کا ہونا ضروری ہے اور یہ دونوں اسم،اسم اور اسم،فعل سے حاصل ہو سکتے ہیں باقی سے نہیں کیونکہ اسم مسند ومسند الیہ دونوں ہوسکتا ہے فعل صرف مسند ہوسکتا ہے اور حرف نہ مسند ہوسکتا ہے اور نہ مسند الیہ ہوسکتا ہے۔پس فعل،فعل اور فعل،حرف کی صورت میں مسند ہے مسند الیہ نہیں اور حرف،حرف کی صورت میں نہ مسند ہے اور نہ مسند الیہ۔اور اسم وحرف کی صورت میں اگر اسم مسند ہو تو مسند الیہ نہیں اور اگر اسم مسند الیہ ہو تو مسند نہیں۔

سوال :۔''فی'' ظرف کیلئے آتا ہے تو یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عبارت مذکورہ ظرفیۃ الشیٔ لنفسہ پر مشتمل ہے کیونکہ ''ذالک'' سے کلام مراد ہے تو مطلب یہ ہوا کہ کلام حاصل نہیں ہوتا مگر دو اسموں یا یک اسم اور ایک فعل میں حالانکہ کلام بھی تو یہی دو اسم یا اسم وفعل ہے تو یہ ظرفیۃ الشیٔ لنفسہ ہے؟

جواب :۔یہاں ظرفیۃ الخاص للعام ہے جو اکثر ہوتا رہتا ہے اب مطلب یہ ہوگا: کلام جو کہ عام ہے حاصل نہیں ہوتا ہے مگر اس خاص کے ضمن میں۔یعنی دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل کے ضمن میں۔اور اگر ''فی'' کو بمعنیٰ ''مِنْ'' لیا جائے تو سرے سے اعتراض ہی وارد نہ ہوگا۔

سوال :۔''یَا زَیْدُ'' کلام ہے حرف اور اسم سے مرکب ہے اسم واسم یا اسم وفعل سے مرکب نہیں جبکہ آپ کہتے ہیں کہ اسم وحرف سے مرکب کلام نہیں؟

جواب :۔یاء حرفِ ندا ''اَدْعُوْ'' فعل کے قائم مقام ہے ''اَدْعُو'' فعل ہے حرف نہیں۔لہذا یہ کلام فعل واسم سے مرکب ہے حرف واسم سے نہیں۔

سوال :۔''غُلامُ زَیْدٍ'' دو اسموں سے مرکب ہے مگر کلام نہیں؟

جواب :۔دو اسموں سے مراد یہ ہے کہ ایک مسند ہو دوسرا مسند الیہ ہو''غُلامُ زَیْد'' میں غلام مضاف،زید مضاف الیہ ہے۔مسند ومسند الیہ نہیں۔

☆ ☆ ☆

درس نمبر ۲۴

اَلْاِسْمُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِی نَفْسِہٖ غَیْرُ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَۃِ الثَّلَاثَۃِ

ترجمہ:۔اسم وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو اسکی ذات میں موجود ہو مقترن نہ ہو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ۔

مصنفؒ جب موضوع کے جزء ثانی (یعنی کلام) کے بیان سے فارغ ہو گئے تو موضوع کے جزء اول کی اقسام کی تعریفوں، ان کے انواع اور متعلقات کے بیان کو شروع فرمایا۔ پس اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس کے ساتھ نہ سمجھا جائے۔ تعریف میں، مادلّ، سے مراد کلمہ ہے اور یہ بمنزلہ جنس کے تمام کلمات کو شامل ہے اور ''فی نفسھا'' فصل اول ہے اس سے حرف خارج ہو گیا۔ اور ''غیر مقترن'' فصل ثانی ہے اس سے فعل خارج ہو جاتا ہے۔

سوال:۔مصنفؒ نے اقسام کلمہ کی بحث کو اقسامِ کلام کی بحث سے کیوں مقدم کیا ہے؟

جواب:۔کلمہ کی اقسام بھی زیادہ ہیں اور احکام بھی زیادہ ہیں اسلئے پہلے کلمہ کی اقسام بیان کرتے ہیں۔ نیز کلمہ مفرد ہے اور کلام مرکب ہے تو مفرد میں اگر خفاء ہو تو یہ مرکب کی خفاء کو مستلزم ہے اور مفرد میں اگر وضوح ہو تو یہ مرکب کے وضوح کو مستلزم ہے اسلئے پہلے کلمہ کی اقسام بیان کرتے ہیں۔

فائدہ:۔لفظ ''ما'' اسمیہ ہے اور، ما، اسمیہ کی بھی چند قسمیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔استفہامیہ۔ اس سے غیر ذوی العقول کے متعلق سوال کیا جاتا ہے جیسے: مَاعِنْدَکَ؟ (تمہارے پاس کیا ہے)۔ اور ذوی العقول کی صفات کے متعلق بھی سوال کیا جاتا ہے جیسے: مَازَیْدٌ؟ کے جواب میں ''عاقلٌ'' یا ''اَحمقٌ'' کہا جائے گا۔ اور جب اس پر حرف جارہ داخل ہو تو الف محذوف ہو جاتا ہے اور فتحہ میم پر باقی رہتا ہے جیسے بِمَ، یا، عَلَامَ۔ اور کبھی میم کو ساکن کر دیا جاتا ہے۔/**نمبر ۲**۔موصولہ، جیسے: ﴿مَاعِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَاعِنْدَاللّٰہِ بَاقٍ اَیْ الَّذِیْ عِنْدَکُمْ ینفدالخ﴾۔/**نمبر ۳**۔شرطیہ، جیسے: ''مَاتَفْعَلْ اَفْعَلْ''۔/**نمبر ٤**۔برائے تعجب جیسے: ''مَااَحْسَنَ زَیْدًا''۔/**نمبر ۵**۔جو فعل کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہو جاتا ہے جیسے: ''بَلَغَنِیْ مَاصَنَعْتَ اَیْ صُنْعُکَ''۔/**نمبر ٦**۔موصوفہ نکرہ، جس کیلئے صفت لازم ہے جیسے: ''مَرَرْتُ بِمَامُعْجِبٍ لَکَ اَیْ بِشَیْءٍ مُعْجِبٍ لَکَ''۔/**نمبر ۷**۔ابھامیہ، جیسے: ''اَعْطِنِیْ کِتَابًامَا'' یعنی کوئی کتاب مجھے دیدو۔

''ما'' کی مذکورہ بالا اقسام میں سے یہاں صرف دو صورتیں صحیح ہیں یعنی، ما، کا موصولہ یا موصوفہ ہونا صحیح ہے۔ موصولہ ہونے کی صورت میں ''الاسم'' معرّف اور ''مَادَلَّ عَلٰی مَعْنًی الخ'' معرّف ہو گا یہ اس لئے کہ معرّف میں اصل معرفہ ہونا ہے اور ''ما'' موصولہ معرفہ ہے۔ اور ''ما'' موصوفہ ہونے کی صورت میں ''الاسم'' مبتدأ اور ''مادلّ الخ'' خبر ہو گا یہ اسلئے کہ خبر میں اصل تنکیر ہے اور ''ما'' موصوفہ نکرہ ہے۔

سوال:۔''ما'' سے مراد شی ہو گی یا لفظ یا اسم یا کلمہ۔ مگر کوئی بھی صحیح نہیں۔ شی مراد لینا اسلئے صحیح نہیں کہ دوالِ اربعہ اسم کی تعریف میں داخل ہو جائینگے۔ اور اسم مراد لینا اسلئے صحیح نہیں کہ اَخذ المحد ود فی الحد لازم آتا ہے۔ اور لفظ مراد لینا اسلئے صحیح نہیں کہ اسم کی تعریف میں مرکبات

داخل ہو جائینگے جیسے: ''زیدٌقائمٌ'' کیونکہ یہ ''لَفظٌ دَلّ عَلی مَعنًی الخ'' ہے۔اور کلمہ مراد لینا اسلئے صحیح نہیں کہ راجع ومرجع میں مطابقت نہیں رہے گی اسلئے کہ ''دلّ'' کی ضمیر کلمہ کی طرف راجع ہوگی حالانکہ کلمہ مؤنث اور ''دلّ'' کی ضمیر مذکر ہے؟

جواب:۔کلمہ مراد ہے اور تذکیر ضمیر لفظِ ''ما'' کے اعتبار سے ہے نہ کہ کلمہ کے اعتبار سے۔

فائدہ:۔دوال اربعہ عقود، خطوط، نصب اور اشارات ہیں۔عقود، انگلیوں کے جوڑوں پر گنتی کرنا۔خطوط، ریت میں راستے کے نشان کو ظاہر کرنے کے لئے کھود کر لکیریں بنائی جاتی ہیں۔نصب، پہاڑی راستوں میں رہنمائی کے لئے پتھروں کے نشانات کو کہتے ہیں ۔اشارات، ہاں یا نہیں کے لئے سر کے ہلانے کو کہتے ہیں۔

درس نمبر ۲۵

قولہ اَلِاسْمُ مادَلّ عَلی مَعنیً فِی نَفْسِہٖ

سوال:۔''فِیْ نَفْسِہٖ'' کی ضمیر ماقبل کی طرف راجع ہے ماقبل میں تین چیزیں ذکر ہیں اسم، کلمہ اور معنی۔اسم کی طرف راجع کرنے کی صورت میں پانچ خرابیاں لازم آتی ہیں۔/**نمبر ۱**۔اَخذ المحد ود فی الحد لازم آتا ہے۔/**نمبر ۲**۔تفصیل اجمال کے موافق نہ ہوگی کیونکہ اجمال میں ''لِاَنّھا''کی ضمیر کلمہ کی طرف راجع ہے۔/**نمبر ۳**۔صاحبِ مفصل کی مخالفت لازم آئیگی کیونکہ انہوں نے ضمیر ''معنی'' کی طرف راجع کی ہے۔/**نمبر ٤**۔اسم کا معنی کے لئے ظرف ہونا لازم آتا ہے حالانکہ اسم نہ ظرفِ زمان ہے اور نہ ظرفِ مکان ہے۔/**نمبر ۵**۔حرف کی تعریف صحیح نہ ہوگی اسلئے کہ جب اسم کی تعریف میں ''نفسہ'' کی ضمیر اسم کی طرف راجع ہے تو حرف کی تعریف میں حرف کی طرف راجع ہوگی۔حرف کی تعریف یوں ہوگی ''اَلْحَرفُ مَادَلّ عَلی مَعنًی فِی غَیرِہٖ ایْ غَیرِ الْحَرف'' اور حال یہ ہے کہ حرف اپنے معنی پر دلالت نہیں کرتا تو معنی فی غیرہ پر کیسا دلالت کریگا۔

اور ''نَفْسِہٖ'' کی ضمیر کلمہ کی طرف راجع کرنے کی صورت میں تین خرابیاں لازم آتی ہیں۔/**نمبر ۱**۔''نَفْسِہٖ'' کی ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی۔/**نمبر ۲**۔صاحبِ مفصل کی مخالفت لازم آتی ہے۔/**نمبر ۳**۔کلمہ کا معنی کے لئے ظرف ہونا لازم آتا ہے۔

اور ''نَفْسِہٖ'' کی ضمیر معنی کی طرف راجع کرنے کی صورت میں دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔/**نمبر ۱**۔تفصیل میں ضمیر کا مرجع اجمال کے موافق نہ ہوگا۔/**نمبر ۲**۔ظرفیۃ الشی لنفسہ لازم آتی ہے۔اب سوال یہ ہے کہ ،نفسہ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

جواب:۔ضمیر کلمہ کی طرف راجع ہے۔اور تذکیر ضمیر، ما، موصولہ کے اعتبار سے ہے لہذا راجع ومرجع میں مطابقت پائی جاتی ہے۔اور صاحبِ مفصل کی مخالفت لازم نہیں آتی کیونکہ معنی کا نفس کلمہ میں ہونا اور معنی کا نفس معنی میں ہونا دونوں عبارت ہیں معنی کا مستقل بالمفہوم ہونے سے لہذا دونوں کا مآل ایک ہے۔اور کلمہ کا ظرف ہونا قبیح نہیں کیونکہ ظرف دو قسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔حقیقی۔/**نمبر ۲**۔تشبیہی۔کلمہ اگر چہ ظرفِ حقیقی نہیں تشبیہی ہے۔اور یا کہا جائے کہ ضمیر معنی کی طرف راجع ہے اور اجمال وتفصیل میں کوئی مخالفت نہیں کیونکہ دونوں مرجع کا مآل ایک ہے یعنی استقلال بالمفہومیۃ۔اور ظرفیۃ الشی لنفسہ لازم نہیں آتی کیونکہ یہ فی ظرفیہ نہیں اعتبار یہ ہے تو معنی ہوگا ''اَلِاسْمُ مَا

دَلّ عَلی مَعْنیً بِاعْتبَارِ ہٖ فِی نَفْسِہٖ" جیسے: "اَلدّارُ فِی نَفْسِھَا حُکْمُھَا کَذَا اَیْ بِاعتِبَارِ نَفْسِھَا حُکْمُھَا کَذَا"۔

سوال:۔اسم کی تعریف نہ جامع ہے اور نہ مانع ہے جامع اسلئے نہیں کہ اسماء افعال اسماء ہیں اور مقترن بالزمان ہیں لہذا ان پر اسم کی تعریف صادق نہیں ۔اور مانع اس لئے نہیں کہ افعالِ منسلخہ عن الزمان (افعالِ مدح وذم وافعالِ مقاربہ) افعال ہیں مگر مقترن بالزمان نہیں لہذا ان پر اسم کی تعریف صادق ہے؟

جواب:۔اعتبار اصل وضع کا ہے اسماء افعال اصل وضع میں مقترن بالزمان نہیں لہذا اسماء افعال سب کے سب اسم کی تعریف میں داخل ہیں اسلئے تعریفِ اسم جامع ہے۔اور افعالِ منسلخہ عن الزمان اصل وضع میں مقترن بالزمان ہیں لہذا تعریف مانع بھی ہے۔

سوال:۔فعل مضارع تین زمانوں میں سے ایک زمانہ کے ساتھ مقترن نہیں بلکہ دو زمانوں کے ساتھ مقترن ہے لہذا اسم کی تعریف اس پر صادق ہے کہ ایک زمانہ کے ساتھ مقترن نہیں حالانکہ فعل مضارع اسم نہیں ہے؟

جواب:۔مضارع دو زمانوں کے ساتھ مقترن نہیں بلکہ دو میں سے ایک کے ساتھ مقترن ہے کیونکہ مضارع زمانہ حال میں علی سبیل الحقیقۃ استعمال ہوتا ہے اور استقبال میں علی سبیل المجاز استعمال ہوتا ہے۔ یا اس کے برعکس ہے لہذا دو زمانوں کے ساتھ مقترن شمار نہ ہوگا۔ اور اگر اشتراک فی الزمانین تسلیم کیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ زمانین کے ضمن میں زمانہ واحدہ بھی ہے لہذا مضارع کا مقترن بزمانہ واحدہ ہونا درست ہے اسلئے اسم کی تعریف اس پر صادق نہیں۔

درس نمبر ۲٦

وَمِنْ خَوّاصِہٖ دُخُوْلُ اللَّامِ

ترجمہ:۔اور اسم کے خواص میں سے دخول لام ہے۔

مصنفؒ حدِ اسم سے فارغ ہو گئے تو اب چاہتے ہیں کہ بعض خواص اسم کو بیان کریں تا کہ خواص کے ذریعہ اسم کی آچھی طرح معرفت حاصل ہو کیونکہ اسم کیلئے دو وجود ہیں۔/**نمبر ۱**۔وجود ذہنی۔/**نمبر ۲**۔وجود خارجی۔دونوں میں سے اول تعریف سے معلوم ہوتا ہے اور ثانی خواص سے اس لئے تعریف کے بعد خواص کو ذکر فرمایا ہے۔

اسم کے خواص کی وجہ حصر:۔خواص اسم یا تو اُمر لفظی ہونگے یا معنوی۔اگر لفظی ہیں تو کلمہ کے شروع میں ہوگا یا آخر میں اول الف لام ہے۔ثانی پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو نفسِ حرکت ہوگی یا تابع حرکت۔اول جر ہے ثانی تنوین ہے۔اور اگر اُمر معنوی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو مرکب تام کے ضمن میں ہوگا یا غیر تام کے ضمن میں اول اسناد ہے ثانی اضافت ہے۔

سوال:۔مصنفؒ نے "وَمِنْ خَوّاصِہٖ" میں "خواص" جمع کثرت کا صیغہ استعمال کیا ہے جس کا اطلاق دس یا دس سے اوپر پر ہوتا ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ خواصِ اسم زیادہ ہیں۔مگر پھر تفصیل میں اسم کے صرف پانچ خاصے ذکر کئے ہیں۔تو تفصیل اجمال کے موافق نہیں ہوئی؟

جواب:۔جمع کثرت کا صیغہ لانے سے مصنفؒ یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ نفس الامر میں خواصِ اسم زیادہ ہیں۔البتہ اختصار کے پیش نظر صرف پانچ اعظم خواص کوذکر فرمایا ہے۔

فائدہ:۔"خاصۃالشیٔ مَایُوْجَدُفِیْہِ وَلَایُوْجَدُفِی غَیرِہٖ" (کسی شیٔ کا خاصہ وہ ہے جو اس شیٔ میں پایا جائے اسکے غیر میں نہ پایاجائے) کوکہا جاتا ہے۔خاصہ دوقسم پر ہے۔شاملہ،غیر شاملہ۔خاصہ شاملہ وہ ہے جومختص بہ کے تمام افراد میں پایا جائے جیسے: کتابت بالقوہ انسان کیلئے۔اور خاصہ غیر شاملہ وہ ہے جومختص بہ کے تمام افراد میں نہ پایاجائے جیسے: کتابت بالفعل انسان کیلئے۔

سوال:۔"خاصۃالشیٔ مَایُوْجَدُفِیْہِ وَلَایُوْجَدُفِی غَیرِہٖ" کو کہا جاتا ہے حالانکہ لام خاصہ اسم ہے پھر بھی غیر یعنی فعل اُمر میں پایا جاتا ہے؟

جواب:۔لام اُمر اسم کا خاصہ نہیں۔اسم کا خاصہ لام تعریفی ہے لام تعریفی اسم کے غیر میں نہیں پایا جاتا۔

سوال:۔مصنفؒ کو"دُخُولُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ"کہنا چاہئے تھا کیونکہ اسم پر دونوں داخل ہوتے ہیں؟

جواب:۔آلۂ تعریف میں اختلاف ہے سیبویہ صرف لامِ ساکن کو آلۂ تعریف قرار دیتے ہیں کیونکہ تعریف کی ضد تنکیر ہےاور اداۃِ تنکیر ایک حرف یعنی تنوین ہے تو اداۃِ تعریف بھی ایک حرف یعنی لام ہوگا۔پھر شروع میں ہمزہ بڑھاتے ہیں تاکہ ابتدأبالسکون لازم نہ آئے۔ خلیل الف اور لام دونوں کو آلۂ تعریف سمجھتے ہیں کیونکہ تعریف تشکیک کی ضد ہے جس کیلئے دوحرف آتے ہیں یعنی :ھلْ۔تو تعریف کیلئے بھی دوحرف ہونگے یعنی :اَلْ۔اور مبرد صرف ہمزہ کو آلۂ تعریف قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہمزہ جیسے استفہام کیلئے آتا ہے تعریف کیلئے بھی آتا ہے۔پھر ہمزہ کے ساتھ لام کو بڑھادیا جاتا ہے تاکہ ہمزۂ استفہام وتعریف میں فرق ہو۔تو مصنفؒ نے"دُخُــوْلُ اللَّامِ" کہہ کر اشارہ کیا کہ مختار مذہب سیبویہ کا ہے۔

سوال:۔جس طرح کہ لام آلۂ تعریف ہے میم بھی ہے جیسے نبی ﷺ کا قول ہے:"لَیْسَ مِنَ امبرِ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ" یعنی"لَیْسَ مِنَ الْبِرِ الصِیَامُ فِی السَّفَرِ" (سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں) تو مصنفؒ نے میم کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔اسلئے کہ میم آلۂ تعریف ہونے میں مشہور نہیں۔نبی ﷺ نے صرف ایک بدّو کو اس کی زبان میں جواب دینے کے لئے کہا تھا۔

سوال:۔الف لام تعریفی خاصہ اسم کیوں ہے؟

جواب:۔اسلئے کہ الف لام کی وضع معنی مستقل کی تعیین کیلئے ہوئی ہے تاکہ اس پر مدخولِ الف لام دلالت کرے اور معنی مستقل بالمفہومیۃ پر اسم دلالت کرتا ہے حرف معنی مستقل بالمفہومیۃ پر دلالت نہیں کرتا۔فعل اگر چہ معنی مستقل بالمفہومیۃ پر دلالت کرتا ہے مگر فعل کے معنی مطابقی میں استقلال نہیں بلکہ معنی تضمنی میں ہے جبکہ یہاں معنی مطابقی میں استقلال مراد ہے اسلئے الف لام فعل اور حرف پر داخل نہیں ہوتا۔یا یہ جواب دیا جائے کہ الف لام تعیین ذات کیلئے وضع ہے جبکہ فعل اور حرف ذات پر دلالت نہیں کرتے۔

درس نمبر ۲۷

(۱) وَالْجَرِ (۲) وَالتَّنْوِیْنِ

ترجمہ:۔اور (اسم کے خواص میں سے) جر،اور تنوین کا داخل ہونا ہے۔

(۱) اسم کے معظم خواص میں سے دوسرا خاصہ دخول جر ہے یعنی جس لفظ پر جر داخل ہو وہ اسم ہوگا فعل یا حرف نہیں ہوگا۔

سوال:۔جر کیوں اسم کا خاصہ ہے؟

جواب:۔جر حروفِ جارہ کی وجہ سے آتا ہے یعنی جر حرفِ جر کا اثر ہے حرفِ جر اسم کا خاصہ ہے تو جر بھی اسم کا خاصہ ہوگا تا کہ اثر کا بغیر مؤثر کے ہونا لازم نہ آئے۔

سوال:۔حرفِ جر کیوں اسم کا خاصہ ہے؟

جواب:۔حرفِ جر اس لئے وضع ہوا ہے تا کہ فعل یا شبہ فعل کا معنی اپنے مدخول تک پہنچائے اور حرف نہ مفضی واقع ہوتا ہے اور نہ مفضی الیہ اور فعل مفضی واقع ہوتا ہے مفضی الیہ نہیں لہذا مفضی الیہ اسم ہی ہوگا اسلئے حرفِ جر اسم کا خاصہ ہے فعل اور حرف پر داخل نہیں ہوتا۔

سوال:۔آپ نے کہا کہ جر،حرفِ جر کا اثر ہے حالانکہ ''غلامُ زیدٍ'' میں زید پر جر ہے مگر حرفِ جر نہیں۔اسی طرح اضافتِ لفظیہ میں بھی مضاف الیہ پر جر ہوتا ہے مگر حرفِ جر نہیں (اضافتِ لفظیہ وہ ہے کہ صفت کا صیغہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے: ضاربُ زیدٍ)؟

جواب:۔حرفِ جر عام ہے ملفوظ ہو یا مقدر۔اضافتِ لفظیہ اور مذکورہ بالا مثال میں حرفِ جر مقدر ہے اصل میں ''ضاربٌ لزیدٍ'' اور ''غُلامٌ لّزیدٍ'' ہے۔

(۲) **قوله** وَالتَّنْوِیْنِ۔اسم کے معظم خواص میں سے تیسرا خاصہ تنوین ہے یعنی جس لفظ پر تنوین داخل ہو وہ اسم ہوگا فعل یا حرف نہیں ہوگا۔

فائدہ:۔تنوین لغت میں ''جعلُ الشّئِ ذانُون'' (کسی شئ کو نون دینا) اور اصطلاح میں ''هُوَنُونٌ تَتْبعُ حرکةَ آخِرِالْکَلِمَةِ لالِتَاکِیْدِالْفعل'' (وہ ساکن نون جو آخر کلمہ کی حرکت کے تابع ہو فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو) کو کہتے ہیں۔پھر تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔تمکن،عوض،تنکیر،مقابلہ اور ترنم،کمافی شعر الشاعر۔

شعر:۔تنوین پنج قسم است اے یار من بگیر:: اوّل تمکن است عوض ثالث تنکیر
دیگر مقابلہ است ترنم برادرم:: این پنج یاد کن کہ شوی شاہ بے نظیر۔

سوال:۔مصنفؒ نے ''والتنوین'' مطلق ذکر کیا ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تنوین کی تمام اقسام اسم کے ساتھ خاص ہیں حالانکہ تنوین ترنم اسم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ فعل اور حرف میں بھی پائی جاتی ہے کمافی شعر الشاعر۔**شعر**:۔اَقِلِّ اللّومَ عاذِلَ وَالْعِتَابَنْ:: وَقُوْلِی اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْاَصَابَنْ (اے عاذلہ تو ملامت کو اور عتاب کو کم کر اگر میں صواب کو پہنچوں تو تو یہ کہہ دو کہ وہ صواب کو پہنچا)

مذکورہ شعر میں ''اَصابَ'' فعل کا جونون ہے یہ تنوین ترنم ہے جونون سے بدل دیا گیا ہے۔اسی طرح ''کـانَ قَدِ'' میں ''قد'' حرف پر تنوین ترنم داخل ہے؟

جواب:۔ چونکہ تنوین کی چار اقسام اسم کے ساتھ خاص ہیں پس لِلاَکثرِ حُکمُ الُکل کی بناء پر ''والتنوین'' مطلق کہا ہے یہ درست ہے کہ تنوین ترنم اسم کا خاصہ نہیں۔

سوال:۔تنوینات اربعہ کیوں اسم کا خاصہ ہیں؟

جواب :۔اسلئے کہ تنوین تمکن اپنے مدخول کے انصراف کیلئے آتی ہے اور انصراف وعدم انصراف اسم میں پائے جاتے ہیں لہذا تنوین تمکن اسم کا خاصہ ہے۔اور تنوینِ تنکیر اپنے مدخول کی نکارت کیلئے آتی ہے اور نکارت اسم میں پائی جاتی ہے اس لئے تنوین تنکیر اسم کا خاصہ ہے۔اور تنوین عوض مضاف الیہ کے عوض میں مضاف پر آتی ہے جیسے:''یَومَئِذٍ'' (دراصل ''یَومَ اِذ کَانَ کَذَا'' تھا یوم،اذ کی طرف مضاف ہے اور''اِذ'' مابعد جملہ کی طرف مضاف ہے پھر مضاف الیہ کو حذف کیا عوض میں مضاف پر تنوین داخل کی)اور اضافت اسم میں پائی جاتی ہے فعل اور حرف کسی شئ کی طرف مضاف نہیں ہوتے کہ جس کے حذف کی صورت میں عوض میں فعل یا حرف پر تنوین آئے اسلئے تنوین عوض اسم کا خاصہ ہے۔اور تنوین مقابلہ جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں جمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے اور افراد،تثنیہ وجمع اسم میں پائے جاتے ہیں فعل اور حرف میں نہیں لہذا تنوین مقابلہ اسم کا خاصہ ہے۔

سوال:۔تثنیہ وجمع تو فعل میں بھی پائے جاتے ہیں جیسے:''ضَرَبَا''اور''ضَرَبُوا''؟

جواب:۔''ضَرَبَا''اور''ضَرَبُوا'' کا تثنیہ وجمع ہونا بلحاظ فاعل ہے خود فعل تثنیہ وجمع نہیں۔

درس نمبر ۲۸

(۱)وَالاِضَافَۃِ(۲)وَالاِسنَادُاِلَیہِ

ترجمہ:۔اور(اسم کے خواص میں سے)مضاف ہونا ہے،اور مسند الیہ ہونا ہے۔

(۱)اسم کے معظم خواص میں سے چوتھا خاصہ مضاف یا مضاف الیہ ہونا ہے یعنی جو لفظ مضاف یا مضاف الیہ ہو وہ اسم ہوگا فعل یا حرف نہیں ہوگا۔

سوال :۔''وَالاِضَافَۃُ وَالاِسنَادُاِلَیہِ'' کا عطف یا تو ''دخول'' پر ہوگا یا''اللام'' پر۔دونوں صحیح نہیں۔کیونکہ ''دخول'' پر عطف کرنے کی صورت میں معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان فصل بالاجنبی (یعنی اَللّام) لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔اور''اللام'' پر عطف کرنے کی صورت میں معنی میں فساد آئیگا کیونکہ اس وقت معنی ہوگا''دُخُولُ الاِضَافَۃِ وَدُخُولُ الاِسنَادِاِلَیہ'' اور دخول ولحوق کا معنی ہے شئ کا اول میں لانا یا آخر میں ملحق کرنا جبکہ اضافت اور اسناد الیہ دخول کے قابل نہیں کیونکہ یہ دو امر معنوی ہیں؟

جواب:۔''دُخُول'' پر عطف ہے فصل بالاجنبی نہیں کیونکہ''اَللّام،دُخُول'' کا مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ شئ کے متعلقات سے ہے

اور متعلق شی اجنبی نہیں۔لہذا معطوف و معطوف علیہ میں فصل بالاجنبی نہیں۔

سوال:۔اضافت سے مراد مضاف اور مضاف الیہ ہونا ہے تو سوال یہ ہے کہ مضاف و مضاف الیہ ہونا کیوں اسم کا خاصہ ہے؟

جواب:۔اسلئے کہ اضافت سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔لفظی،معنوی۔لفظی اسطرح کہ بوقتِ اضافت مضاف کی تنوین اور قائم مقام تنوین حذف ہو جاتی ہے یہ تخفیفِ لفظی ہے۔اور معنوی اسطرح کہ اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو مضاف میں تخصیص آتی ہے اور اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو مضاف معرفہ ہو جاتا ہے اور یہ تینوں یعنی تخفیف،تخصیص اور تعریف اسم کے ساتھ خاص ہیں اسلئے اضافت بھی اسم کا خاصہ ہے۔اور مضاف الیہ ہونا اس لئے اسم کا خاصہ ہے کہ مضاف،مضاف الیہ کو جر دیتا ہے اور جر اسم کا خاصہ ہے لہذا مضاف الیہ ہونا بھی اسم کا خاصہ ہے۔

سوال:۔مَرَرْتُ بِزَيْدٍ میں مَرَرْتُ فعل ہے اور مضاف ہے جبکہ آپ کہتے ہیں کہ مضاف ہونا اسم کا خاصہ ہے؟

جواب:۔وہ اضافت اسم کا خاصہ ہے جو بتقدیر حرفِ جر ہو مثالِ مذکور میں حرفِ جر مذکور ہے مقدر نہیں۔

سوال:۔﴿يومَ يَنْفَعُ الصّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ میں ''ینفع'' مضاف الیہ ہے اور فعل ہے حالانکہ مضاف الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے؟

جواب:۔یہ ماؤل بتاویل ''يَوْمَ نَفْعُ الصّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ'' ہے لہذا ینفع تاویلاً اسم ہے فعل نہیں۔

(۴) **قولہ وَالْإِسْنَادُ إِلَيْهِ**. اسم کے معظم خواص میں سے پانچواں خاصہ مسند الیہ ہونا ہے یعنی جو لفظ مسند الیہ ہو وہ اسم ہوگا فعل یا حرف نہیں ہوگا۔

سوال:۔مسند الیہ ہونا کیوں اسم کا خاصہ ہے؟

جواب:۔مسند الیہ میں استقلال لازمی ہے حرف میں استقلال نہیں اور فعل میں اگرچہ استقلال ہے مگر فعل کو واضع نے اسلئے وضع کیا ہے کہ ہمیشہ مسند رہے پس اگر فعل مسند الیہ ہو تو وضع واضع کی مخالفت لازم آئیگی اسلئے مسند الیہ ہونا صرف اسم کا خاصہ ہے۔

سوال:۔﴿وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ آمِنُوْا﴾ میں ''آمِنُوْا'' فعل ہے اور مسند الیہ ہے جبکہ آپ کہتے ہیں کہ مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے؟

جواب:۔یہ ماؤل بتاویل ''وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ لَفْظُ آمِنُوْا'' ہے۔

درس نمبر۲۹

(۱) وهو مُعْرَبٌ وَمَبْنِيٌّ

ترجمہ:۔اور وہ اسم (جس کی مصنفؒ نے ماقبل میں تعریف کی،دو قسم پر ہے) معرب ہے اور مبنی ہے۔

(۱) مصنفؒ تعریف و خواص اسم سے فارغ ہو گئے تو تقسیم اسم کو شروع فرمایا کیونکہ تعریف اور خواص کی طرح تقسیم سے بھی مقسم کی وضاحت اور انکشاف ہوتا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسم دو قسم پر ہے،معرب اور مبنی۔

وجہ حصر۔اسم دو حال سے خالی نہیں یا تو غیر کے ساتھ مرکب ہوگا یا نہیں۔اگر نہیں تو یہ مبنی ہے جیسے: اسماء معدودہ زید،عمرو،بکر

وغیرہ۔اور اگر مرکب ہو پھر دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہوگا یا غیر عامل کیساتھ۔اگر غیر عامل کے ساتھ مرکب ہو تو یہ بھی مبنی ہوگا۔اور اگر عامل کے ساتھ مرکب ہو تو یہ پھر دو حال سے خالی نہ ہوگا یا مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہوگا یا نہیں۔اگر مشابہ ہو تو یہ بھی مبنی ہے اور اگر مشابہ نہیں تو یہ ایک قسم معرب ہے۔

سوال:۔اسم کی تقسیم معرب ومبنی کی طرف صحیح نہیں کیونکہ مقسم عام اور قسم خاص ہوتی ہے یہاں معرب قسم ہے مگر اسم سے عام ہے اسلئے کہ معرب اسم بھی ہوتا ہے اور فعل بھی جیسے :فعل مضارع؟

جواب:۔یہاں معرب سے اسم معرب مراد ہے مطلق معرب نہیں بایں وجہ کہ ''اَلمعرَب'' کا الف لام عھدی ہے معہود اسم ہے لہذا اب قسم مقسم سے عام نہ ہوئی۔

سوال:۔معرب کو معرب اور مبنی کو مبنی کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔معرب ''اَعْرَبَ الرَّجلُ عَنْ حُجَّةٍ اَیْ اَظْهَرَها'' سے مأخوذ ہے۔اور معرب ظرف کا صیغہ ہے بمعنی جائے اظہار۔تو اصطلاحی معرب کو معرب اسلئے کہتے ہیں کہ وہ معانی مقتضیہ للاعراب (یعنی فاعلیت ،مفعولیت اور اضافت) کو ظاہر کرنے کا محل ہے۔اور یا معرب عرب سے ہے بمعنی فساد۔کہا جاتا ہے ''عَرِبَتْ مِعْدَتُه اِذَافَسَدَتْ''۔پس جب اس سے باب افعال بنایا تو ہمزہ سلبِ مأخذ کا لائے تو معنی ہوا عدم فساد۔تو معرب اصطلاحی میں بھی التباس کا فساد معدوم ہے اسلئے اسکو معرب کہتے ہیں۔اور مبنی بناء سے ہے اور بناء لغت میں عدم تغیر واستحکام کو کہا جاتا ہے۔تو مبنی میں بھی تغیر معدوم استحکام موجود ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا۔

سوال:۔معرب کو مبنی پر کیوں مقدم کیا ہے؟

جواب:۔معرب مبنی سے اشرف ہے کیونکہ تکلم سے غرض یہ ہوتی ہے کہ مخاطب کو فاعل ومفعول اور مضاف الیہ کا علم حاصل ہو۔اور اس غرض کا حصول معرب میں علامات کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ معرب میں فاعلیت ،مفعولیت اور اضافت پر دلالت کرنے والی علامات رفع ،نصب اور جر آتی ہیں۔بخلاف مبنی کہ اس پر علامات نہیں آتیں اور جس چیز میں حصول غرض زیادہ ظاہر ہو وہ اشرف ہوتی ہے، اور جو چیز اشرف ہو وہ احق بالتقدیم ہوتی ہے۔

درس نمبر ۳۰

(۱) فَالْمعْرَبُ الْمُرکبُ الَّذِیْ لَمْ یُشْبِهُ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ

ترجمہ:۔پس معرب ایسا اسم مرکب ہے جو مشابہ نہ ہو مبنی الاصل کے ساتھ۔

(۱) فاء تفصیلیہ ہے مصنفؒ اسم کو تقسیم کرنے کے بعد اب یہاں سے اقسام کی تفصیل شروع فرماتے ہیں۔چنانچہ سب سے پہلے معرب کی تعریف کی ہے کہ معرب وہ اسم مرکب ہے جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔

فائدہ:۔مشابہت ،مجانست ،مماثلت ،مشاکلت اور مناسبت ، یہ پانچ قریب المعنی الفاظ ہیں ان میں فرق یہ ہے کہ کیفیت یعنی وصفِ

خاص میں دو چیزوں کے اشتراک کو مشابہت کہا جاتا ہے جیسے: رجل شجاع اور اسد وصفِ شجاعت میں مشترک ہیں۔ اور جنس میں دو چیزوں کے اشتراک کو مجانست کہا جاتا ہے جیسے: انسان اور بقر حیوانیت میں مشترک ہیں۔ نوع میں دو چیزوں کے اشتراک کو مماثلت کہتے ہیں جیسے: زید و بکر انسانیت میں مشترک ہیں۔ شکل میں دو چیزوں کے اشتراک کو مشاکلت کہا جاتا ہے جیسے: شیر کی تصویر اور شیر، شکل میں مشترک ہیں۔ مناسبت عام ہے مذکورہ چاروں قسم کے اشتراک میں سے ہر ایک کو مناسبت کہتے ہیں۔

سوال:۔ اسماء اشارات مشار الیہ کے محتاج ہیں۔ موصولات صلہ کے محتاج ہیں۔ اور مضمرات مرجع کے محتاج ہیں۔ پس محتاج ہونے میں یہ مبنی الاصل (حرف) کے مشابہ ہیں لہذا یہ مبنی ہیں ان کے علاوہ باقی تمام اسماء میں احتیاج کی صفت نہیں لہذا مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہونے سے خارج ہو گئے حالانکہ ان تین اقسام کے علاوہ بہت سارے اسماء مبنی ہیں؟

جواب:۔ مشابہت سے مراد مناسبت ہے اور مذکورہ تین اقسام کے علاوہ دیگر مبنی اسماء کی بھی مبنی الاصل کے ساتھ مناسبت ہے لہذا مبنی ہونے سے خارج نہیں۔

سوال:۔ مناسبت مشابہت کا مجازی معنی ہے تو معرب کی تعریف میں مشابہت کا مجازی معنی مراد لینا **اَخْذُ الْمَجَازِ فِی التَّعْرِیْفِ** ہے جو کہ ناجائز ہے؟

جواب:۔ **اَخْذُ الْمَجَازِ فِی التَّعْرِیْفِ** وہاں ناجائز ہے جہاں مجازی معنی کا کوئی قرینہ نہ ہو یہاں قرینہ موجود ہے کہ مشابہت بمعنی مناسبت ہے وہ یہ کہ مبنی کی تعریف میں مصنفؒ نے فرمایا ہے "اَلْمَبنِی مَانَاسَبَ مَبْنِیَ الْاَصلِ"۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ دو متقابلین میں سے اگر ایک متقابل میں کوئی قید وجوداً معتبر ہو تو دوسرے متقابل میں وہی قید عدماً معتبر ہوگی۔ پس مبنی میں مناسبت وجوداً معتبر ہے تو معرب میں عدماً معتبر ہوگی لہذا معرب کی تعریف میں مشابہت بمعنی مناسبت معتبر ہے۔

سوال:۔ غیر منصرف مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اس طرح کہ جیسے: فعل ماضی محتاج ہے فاعل اور مشتق منہ کا اسی طرح غیر منصرف بھی سببین کا محتاج ہے تو اس مشابہت کی وجہ سے غیر منصرف بھی مبنی ہونا چاہئے؟

جواب:۔ مشابہت سے وہ مشابہت مراد ہے جو منع اعراب میں مؤثر ہو غیر منصرف کی مشابہت ضعیف ہے منع اعراب میں مؤثر نہیں۔ غیر منصرف میں صرف اتنی قوۃ ہے کہ جر اور تنوین کو روک دے۔

سوال:۔ مصنفؒ نے معرب کی تعریف پہلے اور اعراب کی تعریف بعد میں کی ہے حالانکہ معرب مشتق اور اعراب مشتق منہ ہے اور مشتق منہ اصل ہوتا ہے لہذا معاملہ برعکس ہونا چاہئے تھا یعنی اعراب کی تعریف کو مقدم کرنا چاہئے تھا؟

جواب:۔ معرب محل ہے اور اعراب حال ہے اور عقلاً محل حال سے مقدم ہوتا ہے تو مصنفؒ نے ذکراً بھی محل کو مقدم کیا تاکہ عقل اور ذکر میں مطابقت ہو۔

درس نمبر ۳۱

سوال:۔ "فَالْمُعْرَبُ الْمُرَكَّبُ الخ" میں "المعرب" صفت ہے اسکا موصوف کیا ہے؟

جواب:۔ چونکہ یہاں اسم کی بحث جاری ہے، لہذا "اَلْمُعرَب" کا موصوف "الاسم" ہے۔

سوال:۔ "ضَرَبَ زیدٌ" میں "ضَرَبَ" مرکب مع الغیر ہے اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہیں (کیونکہ خود مبنی الاصل ہے) لہذا معرب ہونا چاہئے۔ حالانکہ "ضرب" معرب نہیں؟

جواب:۔ "المرکب" سے پہلے "اَلْاِسم" موصوف مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "فَالْمُعْرَبُ الْاِسْمُ الْمُرَكَّبُ الَّذِیْ الخ" یعنی معرب وہ اسم ہے جو مرکب مع الغیر ہو اور مبنی الاصل کیساتھ مشابہ نہ ہو۔ مثال مذکور میں "ضَرَبَ" اسم نہیں کہ مرکب مع الغیر ہو کر عدم مشابہت کی وجہ سے معرب ہو۔

سوال:۔ معرب کی تعریف میں "المرکب" لانا صحیح نہیں کیونکہ معرب اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ کی قسم ہے اور کلمہ میں افراد ملحوظ ہے تو اسم اور معرب میں بھی افراد ملحوظ ہوگا اور افراد ترکیب کے منافی ہے؟

جواب:۔ مرکب کے دو معنی ہیں۔ /**نمبر ۱**۔ لغوی معنی یعنی "مَضْمُوْم مَع الْغیر" (کہ ایک چیز دوسری چیز سے ملی ہوئی ہو)۔ /**نمبر ۲**۔ اصطلاحی معنی یعنی "مَجْموعُ الْمَضْمُومَینِ" (دو چیزوں کا مجموعہ) یہاں معنی اول یعنی "مضموم مع الغیر" مراد ہے جو کہ افراد کے منافی نہیں۔

سوال:۔ کافیہ علامہ زمخشریؒ کی "مفصل" سے ماٴخوذ ہے، علامہ زمخشریؒ نے معرب کی تعریف میں ترکیب کا ذکر نہیں کیا ہے یعنی یوں نہیں کہا ہے کہ "المعرب المرکّب الّذی الخ" تو صاحبِ کافیہ نے کیوں ترکیب کا ذکر کیا ہے؟

جواب: ۔صاحبِ مفصل کے نزدیک کسی اسم کے معرب ہونے کیلئے صلاحیت اعراب کافی ہے بالفعل اعراب شرط نہیں۔ اور صلاحیت بغیر ترکیب کے بھی ممکن ہے۔ لہذا تعریف میں "المرکّب" لفظ بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ صاحبِ کافیہ کے نزدیک بالفعل اعراب شرط ہے، اور بالفعل اعراب ترکیب کے بغیر ممکن نہیں اس لئے تعریف میں لفظ "المرکّب" بڑھا دیا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے اسماء معدودہ صاحبِ مفصل کے نزدیک معرب ہیں اور صاحبِ کافیہ کے نزدیک مبنی ہیں۔

سوال:۔ جمہور نے معرب کی یوں تعریف کی ہے "مَا اِختلف آخِرُہ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامل" مصنفؒ نے اس سے عدول کر کے "اَلْمُعْرَبُ الْمرکّبُ الَّذِیْ الخ" کہا ہے وجہ عدول کیا ہے؟

جواب:۔ جمہور کی تعریف سے تقدم الشئ علی نفسہ لازم آتا ہے اس طرح کہ اختلاف آخر معرب کی غرض ہے۔ اور غرضِ شئ، شئ کے بعد ہوتی ہے لہذا اختلافِ آخر معرب کے بعد ہوگا اسی اختلافِ آخر کو اگر تعریف قرار دیا جائے تو یہ معرب سے مقدم ہوگا کیونکہ تعریف معرّف سے مقدم ہوتی ہے یہی تقدم الشئ علی نفسہ ہے جو کہ ناجائز ہے۔

نیز جمہور کی تعریف جامع نہیں کیونکہ ان اسماء معدودہ کو شامل نہیں جو ابتداءً عامل کے ساتھ مرکب ہو جائیں کیونکہ یہ معرب ہیں مگر ان میں اختلاف اعراب نہیں بلکہ حدوثِ اعراب ہے۔

درس نمبر ۳۲

(۱) وَحُکْمُه اَنْ یَخْتَلِفَ آخِرُه بِاخْتِلافِ الْعَوَامِلِ لَفْظاً اَوْ تَقْدِیْراً

ترجمہ :۔اور اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ مختلف ہوتا ہے اسکا آخر عوامل کے اختلاف سے، خواہ لفظاً یا تقدیراً۔

(۱) مصنف تعریفِ معرب سے فارغ ہو گئے تو اب حکم معرب کو بیان فرماتے ہیں۔ کہ معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے خواہ وہ تبدیلی لفظی ہو جیسے: ''جاء نی زیدٌ، ورأیت زیداً، ومررت بزیدٍ'' خواہ وہ تبدیلی تقدیری ہو جیسے :''جاء نی فتیً ورأیت فتیً ومررت بفتیً'' ان مثالوں میں تبدیلی تقدیری اسلئے کہ 'فتیً'' میں لفظی کوئی تغیر نہیں آیا ہے۔

سوال :۔حکم کی اضافت معرب کی طرف صحیح نہیں اسلئے کہ متبادر اضافت سے استغراق ہے پس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ معرب کے تمام احکام ''اَنْ یَخْتَلِفَ آخِرُہ الخ'' ہیں حالانکہ معرب کے اور بھی احکام ہیں مثلاً جب اسماء معدودہ ابتداءً اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو جائیں تو ان کا حکم حدوث اعراب ہے اختلافِ اعراب نہیں؟

جواب:۔''حکمه'' کی اضافت استغراقی نہیں بلکہ عہدی ہے مراد بعض معہود احکام ہیں۔

سوال :۔حکم کی اضافت ضمیر معرب کی طرف صحیح نہیں کیونکہ حکم منطقیوں کے نزدیک ''اسناد أمرِ الی أمرِ آخر'' کو کہتے ہیں، اور اہلِ شرع کے نزدیک ''خطابُ اللّٰهِ تعالیٰ اِلیٰ الْمُکَلَّفِیْنَ'' کو کہتے ہیں۔تو اگر حکم سے مراد ''اسناد أمرِ الی أمرِ آخر'' ہے تو صحیح نہیں کیونکہ اسناد تو مرکب میں ہوتی ہے اور معرب مرکب نہیں کیونکہ معرب اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ کی قسم ہے اور کلمہ کے مفہوم میں افراد ملحوظ ہے تو معرب میں بھی افراد ملحوظ ہوگا۔اور اگر حکم سے مراد ''خطابُ اللّٰهِ تعالیٰ اِلیٰ الْمُکَلَّفِیْنَ'' ہو تو بھی حکم کی اضافت معرب کی طرف صحیح نہیں اسلئے کہ اللہ کے خطاب کا اہل تو ذوی العقول ہیں جبکہ معرب ذوی العقول میں سے نہیں؟

سوال :۔''جَاءَ نِی زَیْدٌ، رَأَیْتُ زیداً، مَرَرْتُ بزَیْدٍ'' میں ''زید' معرب ہے مگر اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہیں بدلا ہے بلکہ تینوں حالتوں میں زید کا آخری حرف دال ہی ہے؟

جواب:۔اختلافِ آخر عام ہے خواہ ذاتاً ہو یا صفةً۔مثال مذکور میں اختلافِ صفتی ہے ذاتی نہیں۔اختلافِ ذاتی وہ ہے جس میں معرب (جسکا اعراب بالحرف ہو) کا آخری حرف دوسرے حرف سے بدلے اور اختلافِ صفتی وہ ہے جس میں معرب (جسکا اعراب بالحرکت ہو) کا آخری حرکت دوسری حرکت سے بدلے۔

سوال :۔اختلاف ذاتی منقوض ہے تثنیہ وجمع کے ساتھ کیونکہ تثنیہ وجمع معرب ہیں لیکن حالتِ نصب وجر میں ان کا آخر یکساں رہتا ہے مختلف نہیں ہوتا۔اور اختلافِ صفتی منقوض ہے غیر منصرف کے ساتھ کیونکہ غیر منصرف حالتِ نصب وجر میں یکساں مفتوح رہتا ہے؟

جواب:۔اختلاف ذاتی وصفتی دونوں عام ہیں خواہ حقیقتاً ہوں یا حکماً پس مذکورہ بالا دونوں مقامات میں اختلاف اگرچہ حقیقۃً نہیں مگر حکماً ہے۔تثنیہ وجمع میں یاء عاملِ جار کے بعد حقیقۃً علامت جر ہے اور عامل ناصب کے بعد حکماً علامتِ نصب ہے۔اور غیر منصرف میں فتحہ عاملِ ناصب کے بعد حقیقۃً علامتِ نصب ہے اور عاملِ جار کے بعد حکماً علامتِ جر ہے۔اختلافِ حقیقی یہ ہے کہ معرب کا آخر تینوں حالتوں میں مختلف رہے بعض بعض کے تابع نہ ہوں اور حکمی یہ ہے کہ تینوں حالتوں میں اعراب نہ بدلے بلکہ بعض حالات بعض کے تابع ہوں۔

درس نمبر ۳۳

قوله وَحُکْمُه اَنْ یَخْتَلِفَ آخِرُه۔

سوال:۔اختلافِ آخر معرب کا حکم نہیں کیونکہ اختلاف آخر جس طرح کہ معرب میں پایا جاتا ہے اسی طرح مبنی میں بھی پایا جاتا ہے جیسے سائل کہے "اَجَاءَ زیدٌ" مجیب کہے: "مَنُ" اسی طرح "اَرأیتَ زیداً" کے جواب میں "مَنَ" اور "مَرَرْتُ بِزَیْدٍ" کے جواب میں "مَنِ" کہے۔تو دیکھیں "مَنُ" مبنی ہے پھر بھی اختلاف عوامل سے اسکا آخر بدل رہا ہے؟

جواب:۔اختلاف عوامل سے مراد یہ ہے کہ عوامل معرب پر داخل ہوں جبکہ مذکورہ مثال میں عوامل "مَنُ" پر داخل نہیں۔کیونکہ "مَنُ" کا آخر دالِ زید کی حرکت کی موافقت میں بدلا ہے اور دالِ زید کی حرکت "مَنُ" پر داخل عوامل میں سے نہیں بلکہ زید سائل کے کلام میں ہے اور "مَنُ" مجیب کے کلام میں۔

سوال:۔"اِنّ زیداً مضرُوبٌ، اِنّی ضَرَبْتُ زَیْداً، اور اِنّی ضَارِبٌ زَیْداً" میں اختلاف عوامل ہے کیونکہ مثال اول میں عامل حرف ہے اور ثانی میں فعل ہے ثالث میں اسم ہے مگر پھر بھی زید کا آخر (باوجود معرب ہونے کے) نہیں بدلا؟

جواب:۔اختلافِ عوامل سے مراد اختلاف فی العمل ہے اُمثلہ مذکورہ میں عوامل کا ذاتی اختلاف تو ہے مگر عملی اختلاف نہیں کیونکہ تینوں عوامل ایک جیسا عمل کر رہے ہیں۔

سوال:۔"عَوَامِل، عَامِلٌ" کی جمع ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ "فَاعِلٌ" کی جمع "فَوَاعِل" کے وزن پر نہیں آتی؟

جواب:۔یہ صحیح ہے کہ "عَوَامِل، عَامِلٌ" کی جمع ہے کیونکہ "فاعل" صفتی کی جمع بے شک "فَوَاعِل" کے وزن پر نہیں آتی۔مگر "فَاعِل" اسمی کی جمع "فَوَاعِل" کے وزن پر آتی ہے۔اور عامل اب صفت نہیں بلکہ نحویوں کے نزدیک اب یہ ایک نوع کا نام ہے اس لئے یہ فاعل اسمی ہے اور اسکی جمع "عوامل" کے وزن پر آنی درست ہے۔

سوال:۔"عوامل" جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ کم از کم تین عوامل کے دخول سے معرب کا آخر بدلتا ہے حالانکہ ایسا نہیں؟

جواب:۔"عوامل" جمع تو ضرور ہے مگر اس پر الف لام جنسی داخل ہے اور الف لام جنسی جمع کی جمعیت کو ختم کر دیتا ہے اسکا اطلاق پھر مفرد اور جمع سب پر یکساں ہوتا ہے۔

سوال:۔ ''لفظاًاو تقدِیراً'' بناء برمفعول مطلق منصوب ہیں۔تو سوال یہ ہے کہ مفعول مطلق پر ماقبل فعل مشتمل ہوتا ہے جبکہ ''لفظاًاو تقدِیراً'' پر ماقبل فعل یعنی ''اَنْ یختلفَ'' مشتمل نہیں؟

جواب:۔مضاف مقدر ہے اصل میں مفعول مطلق وہی مضاف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''اَنْ یَختَلِفَ آخرہ اِختِلافَ لَفظٍ اَواِختِلاف تقدِیرٍ'' پھر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اسکے قائم مقام کر دیا اور مضاف والا اعراب مضاف الیہ کو دے دیا۔

درس نمبر۳۴

(۱) اَلْاِعْرَابُ مَااخْتَلَفَ آخِرُہ بِہ لِیَدُلَّ عَلی الْمَعانِیْ الْمُعْتَوِرَۃِ عَلَیْہِ .

ترجمہ:۔اعراب وہ حرکات وحروف ہیں جن سے معرب کا آخر بدلتا ہے تا کہ یہ اختلاف ایسے معانی پر دلالت کرے جو اس معرب پر پے درپے آنے والے ہیں۔

(۱) مصنفؒ معرب کی تعریف اور حکم کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اعراب کی تعریف کوشروع فرمایا۔اعراب لغت میں بمعنی ظاہر کرنے کے ہیں۔یہاں اعراب سے مراد وہ حروف یا حرکات ہیں جن کی وجہ سے معرب کا آخر بدلتا ہے تا کہ اعراب کا یہ اختلاف ایسے معانی (یعنی فاعلیت ،مفعولیت اور اضافت) پر دلالت کرے جو معرب پر پے در پے آتے ہیں۔

سوال:۔تعریفِ اعراب مانع عن دخول غیر نہیں کیونکہ معرب کا آخر جس طرح کہ اعرب سے بدلتا ہے اسی طرح عامل اور معنی مقتضی للا عراب سے بھی مختلف ہوتا ہے؟

جواب:۔تعریف میں لفظ ''مـــا'' عبارت ہے حرکت اور حرف سے یعنی اعراب وہ حرکت یا حرف ہے الخ اور عامل اور معنی مقتضی للا عراب حرکات یا حروف نہیں۔مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اب بھی تعریف اعراب حروف عاملہ پر صادق ہے کہ وہ ایسے حروف ہیں جن کی وجہ سے معرب کا آخر بدلتا ہے۔پس بہتر جواب یہ ہے کہ لفظِ ''ما'' سے شئ مراد ہے اور عامل ومعنی مقتضی للا عراب پر تعریف صادق نہیں کیونکہ آگے لفظ ''بـــہ'' میں باءسببیہ ہے اور سبب سے مراد سببِ قریب ہے۔حروف عاملہ سبب بعید ہیں،معنی مقتضی للا عراب سبب متوسط ہے اور حروف وحرکاتِ اعرابیہ اسباب قریبہ ہیں جیسے:'' جَاءَ نِی زَیْدٌ '' میں زید کے آخر کے اختلاف کیلئے ''جاء'' عامل سببِ بعید ہے اور معنی مقتضی للا عراب یعنی فاعلیت سببِ متوسط ہے اور اعراب سببِ قریب ہے۔تو سبب سے سببِ قریب مراد ہونے کی وجہ سے عامل اور معنی مقتضی للا عراب پر تعریف صادق نہیں۔

سوال:۔مصنفؒ کا قول:''لِیَدُلَّ عَلی الْمَعَانِی الخ'' یا تو تعریف کا حصہ ہوگا یا نہیں۔اگر حصہ ہے تو ضروری ہے کہ کسی شی سے احتراز کیلئے ہو کیونکہ تعریفات میں ماخوذ قیودات احترازی ہوتی ہیں۔اور اگر تعریف کا حصہ نہیں تو پھر یہاں اسکا ذکر مستدرک ہے؟

جواب:۔''لِیَدُلَّ علی المعانی الخ''تعریف کا حصہ نہیں کیونکہ خود مصنفؒ نے امالی کافیہ میں لکھا ہے ''لَیْسَ ھٰذَامِن تَمَامِ الْحَدِ'' اس صورت میں ''لِیدلَّ'' ظرف مستقر ہے ''وُضِعَ'' مقدر (جو فحوی کلام سے مفہوم ہوتا ہے) کے ساتھ متعلق ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہوگا

تعریف کا حصہ نہ ہوگا تقدیری عبارت ہوگی ''لِمَ وُضِعَ الْاِعْرَابُ؟ وُضِعَ الاِعْرَابُ لِیَدُلَّ الخ''۔

مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ ایک تو یہ عبارت متصل باتعریف ہے لہذا یہ تعریف کا حصہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ''لِیَدُلَّ'' ظرفِ مستقر ہے جبکہ اصل ظروف میں ظرف لغو ہے۔ لہذا صحیح جواب یہ ہے کہ ''لِیَدُلَّ الخ'' تعریف کا حصہ ہے اور تعریفات میں مأخوذ تمام قیودات احترازی نہیں ہوتیں بلکہ کبھی دیگر فوائد کیلئے بھی ہوتی ہیں۔ یہاں اس قید کو ذکر کرنے کا فائدہ مختلف اعراب وضع کرنے کے فائدے پر متنبہ کرنا ہے گویا سائل نے سوال کیا ''مَاالفَائِدَةُ فِی اخْتِلافِ وَضْعِ الْاِعْرَابِ؟ فَقَالَ الْمُصَنِّفؒ لِیَدُلَّ الخ'' اس صورت میں ''لِیَدُلَّ'' ظرف لغو ہے ''اِخْتَلَفَ آخِرُہ'' کے ساتھ متعلق ہے

باقی مصنفؒ نے جوامالی کافیہ میں فرمایا ہے کہ ''لَیْسَ هٰذامِنْ تَمَامِ الْحَدِ'' اس سے بھی مراد یہ ہے کہ جامعیت و مانعیت کے اعتبار سے یہ حد کا حصہ نہیں بلکہ فائدہ اُخریٰ کیلئے ہے۔

فائدہ:۔ اعراب کے بارے میں اختلاف ہے متقدمین کے نزدیک اعراب نفس اختلاف سے عبارت ہے کیونکہ اعراب بناء کی ضد ہے اور بناء عبارت ہے عدمِ اختلاف سے تو اعراب اختلاف سے عبارت ہوگا۔ اور متأخرین کے نزدیک اعراب ما بہ الاختلاف (یعنی حروف وحرکات) سے عبارت ہے کیونکہ اعراب فاعلیت ومفعولیت وغیرہ کی علامت ہے اور علامت میں اصل یہ ہے کہ محقق وموجود ہو اور محقق وموجود ما بہ الاختلاف ہے نہ کہ نفس اختلاف۔ مختار مذہب ثانی ہے کیونکہ نفسِ اختلاف کو اعراب قرار دینے کی صورت میں بعض اسماء معربہ کا وجود بدون الاعراب لازم آئیگا جیسے اسماء معدودہ جب اپنے عامل کے ساتھ ابتداءً مرکب ہوں تو وہ معرب ہیں مگر اختلاف نہیں کیونکہ اختلاف تو ایک حرکت کا دوسرے کے ساتھ تبدیل ہونے کو کہتے ہیں جو کہ یہاں نہیں۔

قولہ لِیَدُلَّ عَلَی الْمَعَانِی الْمُعْتَوِرَةِالخ

سوال:۔ ''اِعْتِوَار'' کا معنیٰ ''اَخذ جماعةٍ شیئاًواحداًبعدالواحدِلابالاجتماع'' (کسی جماعت کا کوئی چیز اٹھانا یکے بعد دیگرے نہ کہ علی سبیل الاجتماع) اور اَخذ متعدی بنفسہ ہے لہذا ''اَلْمُعْتَوِرَة اِیَّاہ'' کہنا چاہئے تھا صلہ میں ''علی'' لانا صحیح نہیں؟

جواب:۔ شارح ہندی نے جواب دیا ہے کہ فعل متعدی سے اگر مجہول یا اسم مفعول کا صیغہ بنایا جائے تو وہ لازمی ہوجاتا ہے متعدی نہیں رہتا۔ اور ''اَلْمُعْتَوَرَة'' اسم مفعول کا صیغہ ہے لہذا یہ لازمی ہے متعدی نہیں۔ مگر قابلِ اعتماد جواب یہ ہے کہ ''اَلْمُعْتَوِرَة'' اسم فاعل کا صیغہ ہے ''وُرُوْد'' کے معنی کو متضمن ہے اور ''وُرُوْد'' لازمی ہے لہذا اصلہ میں ''علی'' لانا صحیح ہے۔ متضمِن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک فعل یا شبہ فعل کا دوسرے فعل یا شبہ فعل میں اعتبار کیا جائے جس فعل کا دوسرے میں اعتبار کیا جائے اسکو متضمَّن اور جس میں دوسرے کا اعتبار کیا جائے اسکو متضمِّن کہا جاتا ہے جیسے ''اِعْتِوَار'' میں ''وُرُوْد'' کا اعتبار کیا ہے۔ تو ''اِعْتِوَار'' متضمِّن اور ''وُرُوْد'' متضمَّن ہے۔

درس نمبر ۳۵

(۱)وَاَنْوَاعُه رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجرٌ (۲)فَالرَّفْعُ عَلَمُ الْفَاعِلِیَّةِ(۳)وَالنَّصْبُ عَلَمُ الْمفعُوْلِیَّةِ(٤)وَالْجَرُ عَلَمُ الْاِضَافَةِ

ترجمہ:۔اور اعراب کی اقسام رفع ،نصب اور جر ہیں پس رفع علامت ہے فاعل ہونے کی ۔اور نصب علامت ہے مفعول ہونے کی اور جر علامت ہے اضافت کی ۔

(۱) مصنفؒ تعریفِ اعراب سے فارغ ہوگئے تو انواع اعراب کو شروع فرمایا کہ اعراب کی انواع تین ہیں یعنی رفع ،نصب اور جر۔(۲)رفع اسم کے فاعل ہونے کی علامت ہے خواہ وہ فاعل حقیقۃً ہو یا حکماً۔فاعل حقیقی تو ظاہر ہے۔فاعل حکمی مبتدأ ،خبر،اسم کان ،خبرلا ءِ نفی جنس اور اسم ماولامشبہ بہ لیس کو کہتے ہیں۔(۳)نصب اسم کے مفعول ہونے کی علامت ہے خواہ حقیقۃً مفعول ہو یا حکماً۔حقیقۃً مفعول تو آپ جانتے ہیں حکماً مفعول وہ ہے جسکے ساتھ فعل کا تعلق ہو بعد تَـكْـمِـيْـلِه بِالْفَاعِلِ ،جیسے: حال تمیز وغیرہ۔(٤)جر مضاف الیہ ہونے کی علامت ہے،مضاف الیہ عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً۔حکماً مضاف الیہ مجرور بحرف الجار کو کہتے ہیں۔

رفع ،نصب اور جر کا اطلاق حرکات وحروفِ اعرابیہ دونوں پر ہوتا ہے۔ضمہ ،فتحہ اور کسرہ کا اطلاق حرکاتِ بنائیہ پر ہوتا ہے اور کبھی ان کا اطلاق حرکاتِ اعرابیہ پر بھی ہوتا ہے۔ضم ،فتح اور کسر حرکات بنائیہ کے ساتھ خاص ہیں۔جب رفع ،نصب اور جر کا اطلاق حرکات وحروف دونوں پر ہوتا ہے تو رفع علامتِ فاعلیۃ اور نصب علامتِ مفعولیت اور جر علامتِ اضافت ہونے میں تعمیم ہے خواہ بصورتِ حرکت ہو جیسے:''جاء زیدٌ،ورأیتُ زیداً،وَمَرَرْتُ بِزَیدٍ''یا بصورتِ حرف ہو جیسے:''جَاءَ اَبُوکَ،رَأیتُ اَبَاکَ،مَرَرْتُ بِاَبِیکَ''۔

سوال:۔انواع اعراب کو تین میں منحصر سمجھنا صحیح نہیں کیونکہ اعراب کی چوتھی قسم (جزم) بھی ہے؟

جواب:۔انواع کی اضافت اعراب کی طرف عہدی ہے مراد اسم کے اعراب کی انواع ہیں اور جزم فعل مضارع کے اعراب کی انواع میں سے ہے۔

سوال:۔''اَنْوَاعُه'' مبتدأ ہے''رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجرٌ'' خبر ہے تو اگر عطف مقدم ہے(یعنی یہ تینوں معطوف،معطوف علیہ ملکر پھر خبر ہو)تو مجموعہ ایک خبر ہوگی پس چاہئے کہ اعراب جزءِ واحد پر جاری ہو کیونکہ اعراب کا مقتضی (یعنی خبر واقع ہونا)ایک ہے حالانکہ اعراب جزء واحد پر نہیں تینوں پر جاری ہے۔اور اگر ربط مقدم ہے تو انحصار العام فی الخاص لازم آتا ہے یعنی مطلب یہ ہوگا کہ انواع اعراب رفع ہے حالانکہ انواع اعراب رفع ،نصب اور جر تینوں ہیں صرف رفع نہیں؟

جواب:۔شارح ہندی نے کہا ہے کہ خبر''رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجرٌ''نہیں بلکہ خبر مقدر ہے:اَیْ اَنْوَاعُه ثَلٰثَةٌ'' پھر''رفعٌ''وغیرہ میں سے ہر ایک کیلئے الگ مبتدأ مقدر ہے تقدیری عبارت ہے''احدھا رفعٌ وثانیھا نصبٌ وثالثھا جرٌ''۔مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اسمیں حذفِ ارکانِ کلام لازم آتا ہے۔پس صحیح جواب یہ ہے کہ عطف مقدم ہے اور عطف جب ربط پر مقدم ہو تو اخبارِ متعددہ بمنزلہ خبر واحد کے ہوتے ہیں۔اور اعراب ایک جزء پر جاری نہیں کیا وجہ یہ ہے کہ تینوں اَجزا صالح للاعراب ہیں اگر کسی ایک کو اعراب دینگے تو ترجیح بلا مرجح

لازم آئیگی۔

سوال:۔اختصار کا تقاضا تو یہ تھا کہ "فَالرَفعُ عَلَمُ الفَاعِلِیۃِ" کے بجائے "فَالرّفعُ عَلَمُ الفاعِلِ" کہتے؟

جواب:۔اگر فاعلیۃ کے ساتھ یاء اور تاء نہ ملاتے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا کہ رفع ذاتِ فاعل کی علامت ہے حالانکہ رفع وصفِ فاعلیۃ کی علامت ہے ذاتِ فاعل کی نہیں کیونکہ "جاءَ زَیدٌ، وَرَأیتُ زَیداً" دونوں میں ذات ایک ہی ہے مگر دوسری صورت میں رفع نہیں۔

سوال:۔عبارت میں تغیر نکتہ سے خالی نہیں ہوتا تو یہاں کیا نکتہ ہے کہ فاعلیۃ ومفعولیۃ کے ساتھ یاءِ مصدریہ کا الحاق کیا ہے اور اضافت کے ساتھ نہیں کیا ہے؟

جواب:۔اضافت خود بنفسہا مصدر ہے لہذا الحاقِ یاءِ مصدریہ کو محتاج نہیں۔اور فاعل ومفعول چونکہ خود مصدر نہیں اور ان میں مصدری معنی بغیر یاءِ مصدریہ کے حاصل نہیں ہوسکتا اسلئے انکے ساتھ یاءِ مصدریہ کا الحاق کیا ہے۔

سوال:۔رفع فاعل،نصب مفعول اور جر مضاف الیہ کی علامت کیوں ہے؟

جواب:۔ رفع ثقیل فاعل قلیل ہے کیونکہ ایک نوع ہے اور نصب خفیف مفاعیل کثیر ہیں لہذا قلیل کو ثقیل دیا اور کثیر کو خفیف دیا تاکہ توازن برابر رہے جر رہ گیا تو مضاف الیہ کو جر دیا۔

درس نمبر ۳٦

(۱)وَالعَامِلُ مَابِہٖ یَتَقَوّمُ مَعنی مُقتَضِی لِلاِعرابِ(۲)فَالمُفرَدُ المُنصَرِفُ وَالجَمعُ المُکَسَّرُ المُنصَرِفُ بِالضَّمَۃِ رفعاًوَالفَتحَۃِ نَصباًوَالکَسرَۃِ جراً

ترجمہ:۔اور عامل وہ ہے جسکی وجہ سے ایسا معنی حاصل ہوتا ہے جو اعراب کا تقاضا کرتا ہے،پس مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف کو اعراب دیا جاتا ہے ضمہ کے ساتھ حالتِ رفعی میں اور فتحہ کے ساتھ حالتِ نصبی میں اور کسرہ کے ساتھ حالتِ جری میں۔

(۱) مصنفؒ اعراب کی تعریف اور انواع اعراب کے بیان سے فارغ ہوگئے تو عامل کی تعریف کو شروع فرمایا۔چنانچہ فرمایا "وَالعَامِلُ مَابِہِ الخ "یعنی عامل وہ ہے جس کی وجہ سے ایسا معنی حاصل ہوتا ہے جو اعراب کا تقاضا کرتا ہے۔معنی مقتضی للاعراب سے فاعلیت،مفعولیت اور اضافت مراد ہے۔پس "جاءَ زَیدٌ" میں "جاء" عامل ہے کیونکہ "زید" میں فاعلیت کا معنی "جاء" سے حاصل ہوا ہے جو مقتضی للاعراب ہے یعنی "زید" میں رفع کا مقتضی ہے۔اور "رَأیتُ زیداً" میں "رأیت" عامل ہے کیونکہ "زیداً" میں مفعولیت کا معنی اسی سے حاصل ہوا ہے جو "زیداً" کے منصوب ہونے کا مقتضی ہے۔اور "مَرَرتُ بِزَیدٍ" میں باء جارہ عامل ہے کیونکہ "زید" میں اضافت کا معنی اسی سے حاصل ہوا ہے جو "زید" کے مجرور ہونے کا مقتضی ہے۔

سوال:۔اعراب کی تعریف میں "مَااختَلَفَ" فعل کے بعد "بِہٖ" جار ومجرور لایا ہے اور عامل کی تعریف میں "بِہٖ" جار مجرور کو فعل سے مقدم لایا ہے کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ اعراب کی تعریف میں حصر مطلوب نہیں کیونکہ معرب کے آخر کا اختلاف جس طرح کہ اعراب سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح عامل اور معنی مقتضی للاعراب سے بھی حاصل ہوتا ہے اور عامل کی تعریف میں حصر مطلوب ہے کیونکہ معنی مقتضی للاعراب صرف عامل ہی سے حاصل ہوتا ہے پس عامل کی تعریف میں فعل پر جار مجرور کی تقدیم سے اسی حصر کی طرف اشارہ ہے۔

سوال:۔ ''یَتَقَوَّمُ'' بمعنی قیام ہے، اور قیام ذوی الاجسام کی صفت ہے حالانکہ معنی ذی جسم نہیں؟

جواب:۔ ''یَتَقَوَّمُ'' بمعنی ''یَحْصُلُ'' ہے **وھذامن قبیل ذکرالملزوم وارادۃ اللازم**۔

(۲) مصنفؒ اعراب کی تعریف اور اعراب کو رفع، نصب، جر کی طرف تقسیم کرنے سے فارغ ہوگئے تو اعراب کی ایک اور تقسیم (باعتبار الحرکات والحروف) کو محل اعراب کے ضمن میں شروع فرمایا۔ اس اعتبار سے اعراب کی چھ قسمیں ہیں، وجہ حصر اس طرح ہے کہ اعراب یا تو بالحرکت ہوگا یا بالحرف۔ اول میں یا تو تینوں حرکتیں ہوں گی یا نہیں۔ اگر تینوں حرکتیں ہیں تو یہ پہلی قسم ہے اور اگر تینوں حرکتیں نہیں تو پھر یا تو فتحہ کسرہ کا تابع ہوگا یہ دوسری قسم ہے، یا اسکا عکس ہوگا یہ تیسری قسم ہے۔ اور اعراب بالحرف میں یا تو تینوں حروف ہونگے یا نہیں۔ اگر تینوں حروف ہیں تو یہ چوتھی قسم ہے اور اگر تینوں حروف نہیں تو پھر حالتِ رفع یا تو الف کے ساتھ ہوگی تو یہ پانچویں قسم ہے، یا واو کے ساتھ، تو یہ چھٹی قسم ہے۔ یہ کل چھ اقسام ہیں جن کو مصنفؒ نے بالترتیب بیان کیا ہے۔

''**فَالْمُفْرَدُالْمُنْصَرِفُ الخ**'' میں اقسامِ ستہ میں سے پہلی قسم کا بیان ہے۔ کہ مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف کو حالتِ رفعی میں ضمہ، حالتِ نصبی میں فتحہ اور حالتِ جری میں کسرہ دیا جائے گا جیسے'' **جاء زیدٌورجالٌ، رأیت زیداًورجالاً، مررت بزیدٍورجالٍ**''۔

سوال:۔ ''فَالْمُفْرَدُ'' کی قید سے مضاف خارج ہو جاتا ہے کیونکہ مفرد مضاف کا مقابل ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو اعراب مفرد کا بیان کیا جائیگا مضاف کا یہ اعراب نہیں ہوگا حالانکہ ''جَاءَ عَبْدُاللّٰہ، رَأَیْتُ عَبْدَاللّٰہ، مَرَرْتُ بِعَبْدِاللّٰہ' میں 'عَبْدُاللّٰہ'' مضاف ہے پھر بھی اسکو مفرد کا اعراب دیا گیا ہے؟

جواب:۔ مفرد چار چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے۔/ **نمبر ۱**۔ مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلے میں جیسا کہ لائے نفی جنس کی بحث میں آیگا/ **نمبر ۲**۔ مرکب کے مقابلہ میں جیسا کہ شروع کتاب میں کلمہ کی بحث میں گذرا۔/ **نمبر ۳**۔ جملہ شبہ جملہ کے مقابلہ میں **کَمَافِی بَحْثِ التَّمِیْزِ**۔/ **نمبر ٤**۔ تثنیہ و جمع کے مقابلہ میں جیسا کہ یہاں 'فالمفردالمنصرف'' میں اسی معنی میں مستعمل ہے۔ تو یہاں مفرد کی قید سے مضاف سے احتراز نہیں بلکہ تثنیہ و جمع سے احتراز ہے۔

قولہ والجمع المکسر الخ

سوال:۔ جمع کی صفت مکسر لانا صحیح نہیں کیونکہ تکسیر تو مفرد کی بناء میں ہوتی ہے نہ کہ جمع کی بناء میں؟

جواب:۔ صفت دو قسم پر ہے۔/ **نمبر ۱**۔ صفت بحالہ۔/ **نمبر ۲**۔ صفت بحال متعلقہ۔ صفت بحالہ وہ ہے جس میں کوئی لفظ بنفسہ شئی

کی صفت واقع ہو جیسے ''زَیدٌ العالمُ''میں ''اَلْعَالِمُ،زَیدٌ'' کی صفت ہے۔اور صفت بحال متعلقہ وہ ہے جس میں کوئی لفظ بنفسہ شی کی صفت نہ ہو بلکہ شی کے متعلقات میں سے کسی کی صفت ہو جیسے ''زَیدٌعَالِمٌ اَبُوْہ''میں ''عالمٌ''صفت ہے ''زید''کے متعلق یعنی ''اَبُوْہ'' کی۔''اَلْمُکَسّر''صفت بحالہ نہیں بلکہ صفت بحال متعلقہ ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''اَلْجَمْعُ الْمُکَسّر بِنَاءُ مُفْرَدِہ''۔

سوال:۔متون میں اختصار مطلوب ہے تو ''بِالضَّمَۃِ رَفعاًوَ الْفَتْحَۃِ نَصْباًالخ''کے بجائے ''بِالضَّمَۃِ وَالْفَتْحَۃِ وَالْکَسْرَۃِ''کہتے؟

جواب:۔ضمہ،فتحہ اور کسرہ کا غالب استعمال حرکات بنائیہ میں ہوتا ہے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف مبنی ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔

درس نمبر ۳۷

قولہ بالضمۃ رفعاًالخ

سوال:۔ مذکورہ بالا عبارت میں ''رَفْعاً،نَصْباً،جَراً''منصوب ہونے کی تین وجوہ ہوسکتی ہیں۔/**نمبر ۱**۔بناء برظرفیت /**نمبر ۲**۔بناء برمصدریت۔/**نمبر ۳**۔بناء برحالیت۔مگر نصب بناء برظرفیت صحیح نہیں کیونکہ ظرف یا زمان ہوتا ہے یا مکان۔جبکہ ''رَفْعاً،نَصْباً،جَراً''نہ زمان ہیں اور نہ مکان؟اسی طرح نصب بناء برمصدریت بھی صحیح نہیں کیونکہ نصب بناء برمصدریت کیلئے شرط یہ ہے کہ ماقبل فعل اس پر مشتمل ہو از قبیل اشتمال الکل علی الجزء یہاں ایسا نہیں کیونکہ ماقبل فعل یعنی ''یُعْرَبَان''،''رَفْعاً،نصباًوَجراً''پر مشتمل نہیں؟اسی طرح نصب بناء برحالیت بھی صحیح نہیں کیونکہ حال،ذوالحال پر حمل ہوتا ہے یہاں ''رفعاً،نصباًاور جراً''،''یُعْرَبَانِ''کی ضمیر پر حمل نہیں ہوسکتے کیونکہ ''رَفْعاً''وغیرہ صرفِ اوصاف ہیں اور ''یُعربانِ''کی ضمیر ذات ہے اور صرفِ وصف کا حمل ذات پر صحیح نہیں؟

جواب:۔نصب بناء برظرفیت صحیح ہے کیونکہ یہاں مضاف مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''یُعْرَبَانِ بِالضَّمَۃِ حَالَۃَ رَفْعٍ وَالْفَتْحَۃِ حَالَۃَ نَصْبٍ وَالْکَسْرَۃِ حَالَۃَ جَرٍ'' پھر مضاف حذف ہوا اور مضاف الیہ اس کے قائم مقام ہوا اور مضاف کا نام اور اعراب مضاف الیہ پر جاری ہوا۔اسی طرح نصب بناء برمصدریت بھی صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں بھی مضاف مقدر ہے تقدیری عبارت اسطرح ہے ''یُعْرَبَانِ بِالضَمَۃِ اِعرَابَ رَفْعٍ وَبِالْفَتْحَۃِ اِعْرَابَ نَصْبٍ وَبِالْکَسْرَۃِ اِعرابَجَرٍ''پھر مضاف حذف ہوا اور مضاف الیہ اس کے قائم مقام ہوا اور مضاف کا نام اور اعراب مضاف الیہ پر جاری ہوا۔اور نصب بناء برحالیت بھی صحیح ہے کیونکہ یہ مصادر بمعنی مفعول کے ہیں ''اَیْ بِالضَّمَۃِ مَرْفُوْعَینِ وَالْفَتْحَۃِ مَنْصُوبَینِ الخ''لہذا یہ صرف وصف نہیں۔

سوال:۔اسم کی ان دو اقسام کو یہ اعراب کیوں دیا گیا ہے؟

جواب:۔اسم کی یہ دو اقسام اصل ہیں اور اعراب کی یہ قسم بھی اصل ہے تو اصل کو اصل اعراب دیا۔باقی ان دو اقسام کی اصلیت کی وجہ یہ ہے کہ مفرد بنسبتِ تثنیہ وجمع اور منصرف بنسبتِ غیر منصرف اصل ہے۔اور جمع مکسر بنسبتِ جمع سالم اصل ہے۔اور اعراب کی یہ قسم دو وجہ سے اصل ہے۔/**نمبر ۱**۔یہ اعراب بالحرکت ہے اور اعراب بالحرکت اعراب بالحرف سے اصل ہے کیونکہ اعراب علامات ہیں اور

علامات میں اصل یہ ہے کہ خارجی اور عارضی ہو اور یہ دوصفات اعراب بالحرکت میں پائی جاتی ہیں۔/**نمبر ۲**۔ دوسری وجہ اصلیت یہ ہے کہ یہ اعراب احوالِ ثلثہ میں مختلف ہیں بعض بعض کے تابع نہیں اور اعراب میں اصل یہی ہے کہ بعض بعض کے تابع نہ ہوں۔

(۱) جمع المؤنث السالم بالضمة والكسرة

ترجمہ:۔ جمع مؤنث سالم کو اعراب دیا جاتا ہے ضمہ کے ساتھ حالتِ رفعی میں اور کسرہ کے ساتھ حالتِ نصبی وجری میں۔

(۱) یہاں سے مصنفؒ اقسام ستہ میں سے دوسری قسم کو بیان فرماتے ہیں کہ جمع مونث سالم کو حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ اعراب دیا جاتا ہے اور حالتِ نصبی وجری میں کسرہ کے ساتھ، جیسے:'' **جاء مسلماتٌ، رأيت مسلماتٍ، مررت بمسلماتٍ**''۔

سوال:۔ آپکا یہ قاعدہ (جمع مؤنث سالم کے اعراب کا قاعدہ) نہ مانع ہے اور نہ جامع۔ مانع اسلئے نہیں کہ ''مَرْفُوعَات، مَنْصُوبَات اور مَجْرُوْرات'' جمع مؤنث سالم نہیں بلکہ جمع مذکر سالم ہیں کیونکہ یہ ''مَرْفوعٌ، مَنْصُوبٌ، مَجْرُوْرٌ'' کی جموع ہیں پھر بھی انکو جمع مؤنث والا اعراب دیا گیا ہے۔ اور جامع اسلئے نہیں کہ ''اَرْضُوْن، سِنُوْن'' جمع مؤنث سالم ہیں کیونکہ انکے مفرد مؤنث ہیں لیکن انکو جمع مؤنث والا اعراب نہیں دیا گیا ہے؟

جواب:۔ نحاۃ کے نزدیک جمع مؤنث وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو لہذا ''مَرْفوعَات، مَنْصُوبَات اور مَجْرُوْرات'' بایں معنی جمع مؤنث ہیں اسلئے ان کو جمع مؤنث والا اعراب دیا ہے۔ اور ''اَرْضُوْن، سِنُوْن'' جمع مؤنث بایں معنی نہیں اسلئے انکو جمع مؤنث والا اعراب نہیں دیا ہے۔

سوال:۔ جمع مؤنث سالم کو یہ اعراب کیوں دیا گیا ہے؟

جواب:۔ جمع مذکر اصل ہے اسمیں نصب، جر کا تابع ہے تو جمع مؤنث سالم جو کہ فرع ہے جمع مذکر سالم کی اس میں بھی ہم نے نصب جر کا تابع کیا تاکہ مزیۃ الفرع علی الاصل نہ آئے۔

سوال:۔ اصل کو تو اعراب بالحرف دیا گیا ہے جو فرع ہے اور فرع کو اعراب بالحرکۃ دیا گیا ہے جو کہ اصل ہے یہی تو مزیۃ الفرع علی الاصل ہے؟

جواب:۔ جمع مؤنث سالم کے آخر میں ایسا حرف نہیں جو صالح للاعراب بالحرف ہو اسلئے ہم نے اعراب بالحرکۃ دیا۔ یا یوں جواب دیا جائے کہ اعراب بالحرکۃ مفردات میں اصل ہے اور جموع میں اعراب بالحرف اصل ہے۔

درس نمبر ۳۸

(۱)غَیْرُالْمُنْصَرِفِ بِالضَّمَۃِ وَالْفَتْحَۃِ(۲)اَخُوکَ وَاَبُوکَ وَحَمُوکِ وَھَنُوکَ وَفُوکَ وَذُومَالٍ مَضَافَۃًاِلٰی غَیْرِیَاءِ الْمُتَکَلِّمِ بِالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْیَاءِ

ترجمہ :۔غیر منصرف کواعراب دیا جاتا ہے ضمہ کے ساتھ حالت رفعی میں،اور فتحہ کے ساتھ حالت نصبی وجری میں،اخوک وابوک الخ ان چھ اسماء کواس حال میں کہ یہ مضاف ہوں یاء متکلم کے علاوہ کی طرف،حالتِ رفعی میں واو کے ساتھ اور نصبی وجری میں یاء کے ساتھ اعراب دیا جاتا ہے۔

(۱) یہاں سے مصنفؒ اقسام ستہ میں سے تیسری قسم کو بیان فرماتے ہیں کہ غیر منصرف حالتِ رفعی میں مضموم اور حالتِ نصبی وجری میں مفتوح ہوتا ہے جیسے:''جاء احمدُ،رأیت احمدَ،مررت باحمدَ''۔

سوال:۔غیر منصرف کو یہ اعراب کیوں دیا گیا ہے؟

جواب :۔غیر منصرف فعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے فعل فاعل اور مشتق منہ کا محتاج ہے اسی طرح غیر منصرف سببین کا محتاج ہے۔ اور فعل پر جر نہیں آتا تو غیر منصرف پر بھی جر نہیں آئیگا۔غیر منصرف کی حالت جری حالتِ نصبی کی تابع ہے۔

(۲) یہاں سے مصنفؒ اقسام ستہ میں سے چوتھی قسم کو بیان فرماتے ہیں کہ اسماء ستہ مکبرہ کو حالتِ رفعی میں واو کے ساتھ اعراب دیا جاتا ہے اور حالتِ نصبی میں الف کے ساتھ اور حالتِ جری میں یاء کے ساتھ اعراب دیا جاتا ہے جیسے:'' جاء ابوک،رأیت اباک،مررت بابیک''۔

سوال :۔عبارت میں تغیر نکتہ سے خالی نہیں ہوتا یہاں مصنفؒ کی عبارت میں تغیر پایا جاتا ہے وہ یہ کہ''حَمُوکِ'' کا کاف مکسور ہے جبکہ باقی اسماء کا کاف مفتوح ہے۔تو یہاں کیا نکتہ ہے؟

جواب:۔''حَمٌ'' عورت کا وہ رشتہ دار ہے جو خاوند کی جانب سے ہو۔لہٰذا یہ عورت کے ساتھ خاص ہے اس لئے اسکا کاف مکسور ہے۔

فائدہ :۔''اَخُوکَ،اَبُوکَ،حَمُوکِ،ھَنُوکَ'' یہ چار اسماء ناقص واوی ہیں۔''ھنٌ'' عورۃ غلیظہ صفات ذمیمہ اور افعالِ قبیحہ سے عبارت ہے۔''فُوکَ'' اجوف واوی ہے اس کی اصل''فَوْہٌ'' ہے کیونکہ اسکی جمع''اَفْواہٌ'' ہے۔ہاء کو غیر قیاسی طور پر حذف کیا''فَوٌ'' رہ گیا واو کو میم کے ساتھ بدل دیا کیونکہ دونوں شفوی ہیں اگر میم کے ساتھ تبدیل نہ کرتے تو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف کے ساتھ تبدیل ہو جاتا آخر میں تنوین ہے التقاء ساکنین کی وجہ سے الف بھی حذف ہو جاتا تو کلمہ صرف ایک حرف یعنی (ف) پر مشتمل رہ جاتا جو کہ ناجائز ہے۔اور جب اسکو مضاف کیا جاتا ہے تو تنوین حذف ہو جاتی ہے اور لفظ اپنی اصل کی طرف لوٹ آتا ہے اور میم واو ہو جاتا ہے کیونکہ اب نہ التقاء ساکنین رہا نہ خطرۂ حذف۔اور واو کے ماقبل کو واو کی مناسبت سے ضمہ دیا جاتا ہے۔''ذُوْ'' لفیف مقرون ہے اصل میں''ذَوَوٌ'' تھا تخفیفاً آخری واو کو حذف کیا''ذَوٌ'' بن گیا کثرتِ استعمال کی وجہ سے مزید تخفیف کیلئے واو کو ساکن کیا کثرتِ حذف کے عوض میں ذال کو

حرکتِ قویہ یعنی ضمہ دیا ''ذُوْ'' ہوا۔

سوال: ۔اسماء ستہ مکبرہ میں سے اول پانچ کو ضمیر کی طرف مضاف کیا ہے تو ''ذُوْ'' کو اسم ظاہر کی طرف کیوں مضاف کیا ہے؟

جواب: ۔''ذُوْ'' اسلئے وضع ہوا ہے تاکہ یہ وسیلہ ہو کسی شئ کو اسم جنس کے ساتھ متصف کرنے کیلئے لہذا '' ذُوْ'' صرف اسم جنس کی طرف مضاف ہوتا ہے۔اور ضمیر اسم جنس نہیں اسلئے ''ذُوْ'' ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔

سوال: ۔''مضافةً'' اسماء ستہ سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہیں مگر سوال یہ ہے کہ حال تو وہ ہے، جو فاعل یا مفعول کی حالت بیان کرے، اور یہ اسماء نہ فاعل ہیں اور نہ مفعول؟

جواب: ۔یہ اسماء فعل مقدر یعنی ''یُعرَب'' کے نائب فاعل ہیں تقدیری عبارت اس طرح ہے ''یُعْرَبُ اَخُوکَ وَاَبُوکَ الخ''۔

درس نمبر ۳۹

قوله مضافةً الی غیریاء المتکلم الخ

فائدہ: ۔''مضافةً'' کی قید اسلئے لگائی کہ اگر یہ اسماء مضاف نہ ہوں تو پھر ان کا یہ اعراب نہیں بلکہ انکا اعراب حرکات ثلثہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: ''جاء ابٌ، رأیت اباً، مررت بابٍالخ ''۔اور ''الی غیریاء المتکلم '' کی قید اسلئے لگائی کہ اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو بھی ان کا یہ اعراب نہیں۔ بلکہ اس صورت میں انکا اعراب بحرکاتِ ثلاثہ اور تقدیری ہوتا ہے جیسے: ''جائنی اخی، رأیت اخی، مررت باخی الخ ''۔

سوال: ۔ان اسماء کا حالت تثنیہ، جمع اور تصغیر میں تو یہ اعراب نہیں جو آپ نے بیان کیا؟

جواب: ۔ان اسماء کا یہ اعراب جس طرح کہ قیدِ اضافت کے ساتھ مقید ہے اسی طرح ''مُوَحَّدَةً وَمُکَبَّرَةً'' کی قید کے ساتھ بھی مقید ہے یعنی ان اسماء کا یہ اعراب مشروط ہے کہ یہ تثنیہ، جمع اور مصغر نہ ہوں۔ پس اگر یہ اسماء تثنیہ، جمع ہوں یا مصغر ہوں تو ان کے لئے یہ اعراب نہیں ہوگا۔ عبارت میں یہ دو قید مراد ہیں مصنفؒ نے مثالوں پر اکتفاء کرتے ہوئے ان کو مستقل ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ یہ دو قید مثالوں سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔

سوال: ۔قید اضافت کو کیوں ذکر کیا ہے اسمیں بھی مثالوں پر اکتفاء کرتے؟

جواب: ۔یہ اسماء موجودہ صورت میں کاف خطاب کی طرف مضاف ہیں تو یہ وہم ہوتا کہ یہ اعراب ان اسماء کو صرف اس صورت میں ملتا ہے کہ جب یہ کاف خطاب کی طرف مضاف ہوں حالانکہ ایسا نہیں۔ لہذا اس وہم کو دور کرنے کیلئے مصنفؒ نے قید اضافت کی تصریح کی۔

سوال: ۔اسماء ستہ مکبرہ مفرد ہیں اور مفردات کا اعراب بالحرکت ہوتا ہے تو آپ نے انکو اعراب بالحرف کیوں دیا؟

جواب: ۔چونکہ تثنیہ وجمع کا اعراب بالحرف تھا اسلئے مناسب سمجھا گیا کہ بعض احاد کو بھی اعراب بالحرف دیا جائے تاکہ احاد اور تثنیہ، جمع میں شدۃ منافرت ووحشت نہ رہے۔ دفع تنافر کیلئے چھ اسماء کو اس لئے اختیار کیا ہیکہ تثنیہ کی بھی تین حالتیں ہیں اور جمع کی بھی۔ تو کل چھ

حالتیں ہوئیں ہر ایک کے مقابلے میں ایک اسم کو اختیار کیا۔

سوال: ۔ان چھ اسماء کو کیوں اختیار کیا ان کے علاوہ دیگر چھ اسماء کو اختیار کرتے؟

جواب: ۔یہ چھ اسماء دو وجہ سے تثنیہ وجمع کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔/**نمبر ۱**۔جس طرح کہ تثنیہ وجمع کے آخر میں اعراب بالحرف کے لئے حرف صالح موجود ہے اسی طرح ان کے آخر میں بھی اعراب حرفی کے لئے حرف صالح موجود ہے۔/**نمبر ۲**۔جس طرح کہ تثنیہ وجمع سے تعدد مفہوم ہوتا ہے اسی طرح ان اسماء سے بھی معنیٰ تعدد مفہوم ہوتا ہے۔

درس نمبر ۴۰

(۱) اَلْمُثَنّٰی وَ کِلا مُضَافاً اِلٰی مُضْمَرٍ وَ اِثْنَانِ وَ اِثْنَتَانِ بِالْاَلِفِ وَ الْیَاءِ

ترجمہ: ۔مثنّٰی اور ''کلا'' جب یہ ''کلا'' ضمیر کی طرف مضاف ہو اور ''اثنان و اثنتان'' کو اعراب دیا جاتا ہے حالت رفعی میں الف کے ساتھ اور حالتِ نصبی وجری میں یاء کے ساتھ۔

(۱) مصنفؒ یہاں اقسامِ ستہ میں سے پانچویں قسم کو بیان فرماتے ہیں۔کہ تثنیہ اور لفظِ ''کلا'' بشرطیکہ یہ ''کلا'' ضمیر کی طرف مضاف ہو، اور لفظِ ''اثنان و اثنتان'' کو حالتِ رفعی میں الف کے ساتھ اعراب دیا جاتا ہے اور حالتِ نصبی وجری میں یاء کے ساتھ جیسے ''**جاء رجلان و کلاھما واثنان واثنتان**،رأیت رجلَین و کلَیھما واثنَین واثنتَین،مررت برجلَین و کلَیھما واثنَین واثنتَین''۔

سوال: ۔''المثنّٰی'' سے یا تو لفظِ ''المثنیٰ'' مراد ہوگا یا جس پر لفظِ ''المثنیٰ'' صادق ہے یعنی تثنیہ مراد ہوگا۔اگر لفظ ''المثنّٰی'' مراد ہے تو لفظِ ''المثنیٰ'' کا تو یہ اعراب نہیں جو آپ نے بیان کیا بلکہ لفظِ ''المثنیٰ'' کا اعراب بحرکات ثلثہ تقدیری ہے۔اور اگر ''المثنیٰ'' سے مراد وہ لفظ مراد ہے جس پر لفظِ ''المثنیٰ'' صادق ہے تو پھر ''کِلا وَاِثْنَانِ وَاِثْنَتَان'' کا ذکر مستدرک ہے کیونکہ یہ ''**ماصدق علیھا المثنّٰی**'' میں داخل ہیں؟

جواب: ۔مراد وہ لفظ ہے جس پر لفظِ ''اَلْمُثَنّٰی'' ہے۔اور ''کِلا وَاِثْنَانِ وَاِثْنَتَان'' افرادِ ''المثنیٰ'' میں سے نہیں کیونکہ ان کا معنی اگرچہ تثنیہ کا ہے مگر ان کیلئے من لفظہ مفرد نہیں حالانکہ تثنیہ وہ ہے جس کیلئے من لفظہ مفرد ہو لہٰذا یہ ملحقاتِ ''مثنّٰی'' میں سے ہیں ''مثنّٰی'' نہیں۔

سوال: ۔''مُضَافاً'' حال ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ حال جب معطوف ومعطوف علیہ کے بعد واقع ہو تو یہ معطوف ومعطوف علیہ دونوں کیلئے حال واقع ہوتا ہے پس جب ''مضافاً'' دونوں سے حال ہوگا تو مطلب یہ ہوگا کہ ''مثنّٰی'' اور ''کلا'' دونوں کا یہ مذکورہ اعراب اضافت کی شرط کے ساتھ مشروط ہے، اگر مضاف نہ ہوں تو پھر یہ اعراب نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ مثنّٰی کے مذکورہ بالا اعراب کیلئے اضافت شرط نہیں بلکہ اضافت صرف ''کلا و کلتا'' کیلئے شرط ہے؟

جواب: ۔آپکا ذکر کردہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اکثر یہ ہے لہذا ''مُضَافاً'' صرف ''کِلَا'' سے حال ہے مثنٰی سے نہیں۔

سوال: ۔''کلا'' کا مذکورہ بالا اعراب قیدِ اضافت کے ساتھ کیوں مقیّد ہے؟

جواب: ۔''کِلَا'' کی دو حیثیتیں ہیں باعتبار لفظ مفرد اور باعتبار معنٰی تثنیہ ہے۔ باعتبار لفظ مفرد اس لئے ہے کہ اس کے لئے مفرد من لفظہ نہیں۔ اور باعتبار معنٰی تثنیہ اسلئے ہے کہ اسکا معنٰی تثنیہ ہے۔ تو لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ اعراب بالحرکۃ ہو اور معنٰی کا تقاضا یہ ہے کہ اعراب بالحرف ہو، ہم نے دونوں جانب کی رعایت کی اسطرح کہ جب ''کلا'' اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو جو کہ اصل ہے تو اسمیں جانبِ لفظ کی رعایت کی جو کہ اصل ہے لہذا اعراب بالحرکت دیا جو کہ اصل ہے۔ اور جب ضمیر کی طرف مضاف ہو جو کہ فرع ہے تو جانبِ معنٰی کی رعایت کی جو کہ فرع ہے لہذا اعراب بالحرف دیا جو کہ فرع ہے۔

سوال: ۔مصنفؒ نے ''کِلَا'' کا ذکر کیا تو ''کِلْتَا'' کا ذکر کیوں نہیں کیا حالانکہ ''کلتا'' کا بھی وہی اعراب ہے جو ''کلا'' کا ہے؟

جواب: ۔''کلا'' اصل ہے اور ''کلتا'' فرع ہے وَذِکْرُ الْاَصْلِ یُغْنِی عَنْ ذِکْرِ الْفَرْعِ ۔

درس نمبر ٤١

(۱) جَمْعُ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ وَاُلُوْ وَعِشْرُوْنَ وَاَخَوَاتُهَا بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ

ترجمہ: ۔جمع مذکر سالم اور لفظِ ''اُلُو'' اور لفظ ''عِشْرُوْنَ'' اور اس کے ہم مثل کو اعراب دیا جاتا ہے حالتِ رفعی میں واو کے ساتھ اور حالتِ نصبی وجری میں یاء کے ساتھ۔

(۱) مصنفؒ یہاں اقسامِ ستہ میں سے آخری قسم کو بیان فرماتے ہیں۔ کہ جمع مذکر سالم اور لفظِ ''اُلُو'' اور ''عشرون'' اور اس کے ہم مثل دیگر اعداد کو حالتِ رفعی میں واو کے ساتھ اعراب دیا جاتا ہے اور حالتِ نصبی وجری میں یاء کے ساتھ۔ جیسے: ''جاءنی مسلمون والومالٍ وعشرون رجلاً، رأیت مسلمین واُولی مالٍ وعشرین رجلاً، مررت بمسلمین واُولی مالٍ وعشرین رجلاً''۔

سوال: ۔جمع مذکر سالم سے لفظ جمع مذکر سالم مراد ہے یا جس پر جمع مذکر سالم صادق ہے۔ اول تو مراد نہیں کیونکہ لفظِ جمع کا یہ اعراب نہیں جو آپ نے بیان کیا۔ اور اگر ثانی مراد ہے تو پھر ''اُلُو'' اور ''عِشْرُوْنَ'' کا ذکر مستدرک ہے کیونکہ یہ جمع مذکر سالم میں داخل ہیں؟

جواب: ۔مراد وہ افراد ہیں جن پر جمع مذکر سالم صادق ہے۔ باقی لفظِ ''اُلُو'' اور ''عِشْرُوْن'' افرادِ جمع مذکر سالم میں سے نہیں کیونکہ ان کیلئے ان کے لفظ سے مفرد نہیں، معنیً اگرچہ جمع ہیں۔ ہاں یہ ملحقات جمع میں سے ہیں اسلئے ان کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیا گیا ہے۔

سوال: ۔''عِشْرُوْن'' کیلئے تو ''عَشَرَة'' مفرد من لفظہ ہے پھر یہ کہنا کیسا صحیح ہوگا کہ ''عشرون'' کے لئے مفرد من لفظہ نہیں؟

جواب: ۔''عِشْرُوْنَ، عَشَرَة'' کی جمع نہیں اسلئے کہ کم از کم مفرد کی تین مقادیر کے مجموعہ پر جمع کا اطلاق ہوتا ہے جبکہ ''عشرة'' کی تین مقادیر پر ''عشرون'' کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ اگر ہم تین، رتبہ ''عَشَرَة'' کو جمع کرلیں تو ''ثَلٰثُوْنَ'' ہو جائیگا جس پر ''عِشْرُوْن'' کا اطلاق

نہیں ہوسکتا۔ نیز جمع معین عدد پر دلالت نہیں کرتی جبکہ ''عشـــــرون''ایک معین عدد (یعنی اُنیس سے اوپر اور اکیس سے کم) پر دلالت کرتا ہے۔

سوال:۔ ''مرفوعات، منصوبات، مجرورات'' جمع مذکر سالم ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا مفرد مذکر ہے مگر ان کو آپ نے جمع مذکر سالم کا مذکورہ بالا اعراب نہیں دیا۔ اور ''ســــنون، و، ارضــون'' جمع مذکر نہیں بلکہ جمع مؤنث ہیں مگر آپ نے ان کو جمع مذکر سالم والا اعراب دیا ہے؟

جواب:۔ جمع مذکر سالم سے اصطلاحی جمع مذکر سالم مراد ہے اور اصطلاحی جمع مذکر سالم وہ ہے جو واو اور نون کے ساتھ جمع ہو خواہ مفرد اسکا مذکر ہو جیسے: ''مُسْلِمُوْن'' جمع ''مُسْلِمٌ'' یا مؤنث ہو جیسے: ''سِنُوْن'' جمع ''سنةٌ''۔ پس ''مرفوعات'' وغیرہ بایں معنی جمع مذکر نہیں اسلئے جمع مذکر والا اعراب نہیں دیا گیا ہے۔

سوال:۔ تثنیہ و جمع کو اعراب بالحرف کیوں دیا گیا ہے؟

جواب:۔ اعراب بالحرف اعراب بالحرکۃ کی فرع ہے اور تثنیہ و جمع مفرد کی فرع ہیں۔ تو اصل کو اصل اعراب دیا اور فرع کو فرع اعراب دیا تاکہ تناسب قائم ہو۔

سوال:۔ تثنیہ و جمع کا اعراب خلاف الاصل ہے کیونکہ تثنیہ کا رفع بالالف ہے اور دونوں کا نصب بالیاء ہے حالانکہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ تثنیہ کا رفع بالواو ہو اور دونوں کا نصب بالالف ہو؟

جواب:۔ حروف اعرابیہ تین ہیں واو، الف اور یاء۔ اور تثنیہ و جمع میں سے ہر ایک کی تین حالتیں ہیں۔ کل حالتیں چھ ہیں۔ تو اگر ہم تینوں اعراب تثنیہ کو دیں تو جمع بلا اعراب رہ جائیگی اور اگر تینوں جمع کو دیں تو تثنیہ بلا اعراب رہ جائیگا۔ لہذا ہم نے تقسیم اس طرح کی کہ الف تثنیہ کو حالت رفعی میں دیا بایں مناسبت کہ افعال کے تثنیہ میں الف ضمیر مرفوع ہے جیسے: ''ضَرَبَا'' اور ''یَضْرِبَان'' اور واو جمع کو حالت رفعی میں دیا بایں مناسبت کہ افعال کی جمع میں واو ضمیر مرفوع ہے جیسے: ''ضَرَبُوا'' اور ''یَضْرِبُونَ'' اور یاء تثنیہ و جمع دونوں کو حالت جری میں دی اور حالتِ نصبی کو جری پر حمل کیا۔ باقی حالتِ جری میں تثنیہ و جمع کا التباس یوں دفع کیا گیا ہے کہ تثنیہ میں یاء ماقبل مفتوح اور جمع میں یاء ماقبل مکسور ہے۔

درس نمبر ۴۲

(۱) اَلتَّقْدِیرُ فِیمَا تَعَذَّرَ کَعَصاً وَغُلَامِیْ مُطْلَقاً

ترجمہ: ۔اعراب تقدیری اس اسم میں ہوتا ہے جس میں لفظی متعذر ہو جیسے: ''عَصاً'' اور ''غُلَامِیْ'' میں مطلقاً (یعنی تینوں حالتوں میں)۔

(۱) مصنفؒ حرکات اور حروف کی طرف تقسیم اعراب سے فارغ ہو گئے تو اعراب کی ایک اور تقسیم کو شروع فرمایا جو ظہور اعراب و عدم ظہور کے اعتبار سے ہے۔ اس تقسیم کے لحاظ سے اعراب کی دو قسمیں بنتی ہیں (۱) تقدیری (۲) لفظی۔ پھر دو صورتوں میں اعراب تقدیری ہے۔/**نمبر ۱**۔ جہاں اعراب لفظی متعذر ہو۔/**نمبر ۲**۔ جہاں اعراب لفظی متعذر تو نہ ہو البتہ ثقیل ہو۔ ان دو صورتوں کے علاوہ باقی سارے اعراب لفظی ہیں۔ پس ''التقدیر'' سے مصنفؒ اعراب تقدیری کی پہلی صورت بیان فرماتے ہیں۔ اعراب تقدیری کے بیان کو اختصار کے پیش نظر مقدم کیا ہے کیونکہ تقدیری کے دو موقعوں کو بیان کرنے کے بعد مصنفؒ فرماتے ہیں ''وَاللَّفْظِیُّ فِیمَا عَدَاہُ'' کہ ان دو موقعوں کے سوا باقی تمام اعراب لفظی ہیں۔

سوال: ۔آپ کے کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر وہاں ہوگی جہاں ظہور متعذر ہو حالانکہ ''وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ'' میں لفظ ''اھل'' مقدر ہے ای وَاسْئَلْ اَھْلَ الْقَرْیَۃَ، مگر لفظ ''اھل'' کا ظہور متعذر نہیں؟

جواب: ۔''اَلتَّقْدِیر'' میں الف لام عہدی ہے مراد تقدیر اعراب ہے لہذا مذکورہ بالا اعتراض درست نہیں کیونکہ یہ مطلق تقدیر کی مثال ہے اور ہم بحث تقدیر اعراب سے کر رہے ہیں۔ اور یا الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے ''اَیْ تَقْدِیرُ الْاِعْرَابِ فِیمَا تَعَذَّرَ''۔

سوال: ۔کلمہ ''ما'' عام ہے بمعنی شی تو معنی یہ ہوگا کہ تقدیری اعراب اس شی میں ہوگی جس میں لفظی اعراب متعذر ہو۔ تو ماضی کا اعراب متعذر ہے لہذا ماضی کا اعراب بھی تقدیری ہونا چاہئے حالانکہ ماضی مبنی ہے جس کا اعراب محلی ہے تقدیری نہیں؟

جواب: ۔''مَا'' سے شی نہیں بلکہ اسم معرب مراد ہے کیونکہ بحث اسم معرب کی چلی آرہی ہے تو معنی ہوگا ''تقدیری اعراب اس اسم معرب میں ہوگا جس میں ظہور اعراب متعذر ہو'' لہذا یہ عبارت ماضی کو شامل نہیں۔

فائدہ: ۔''عَصاً'' سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مکسورہ ہو خواہ موجود ہو جیسے: ''اَلْعَصَا'' یا التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوا ہو جیسے: ''عَصاً''۔ اور اس پر اعراب اسلئے متعذر ہے کہ الف وضعاً ساکن ہے اعراب قبول نہیں کرتا۔ اور ''غُلَامِی'' سے جمع مذکر سالم کے علاوہ ہر وہ اسم مراد ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔ اور ''غُلَامِیْ'' کا اعراب اسلئے تقدیری ہے کہ اس کے آخر میں یاء ہے، یاء چاہتی ہے کہ ماقبل مکسور ہو لہذا دوسرا اعراب نہیں آسکتا۔ اور ''مطلقاً'' کا معنی یہ ہے کہ ان کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگا۔

سوال: ۔مصنفؒ نے ''مطلقاً'' کی قید کیوں لگائی ہے؟

جواب: ۔اس سے بعض مذاہب پر رد کرنا مقصود ہے کیونکہ ''غُلَامِی'' کے اعراب میں تین مذاہب ہیں۔/**نمبر ۱**۔ احوال ثلثہ میں ''غُلَامِی'' کا اعراب تقدیری ہے۔/**نمبر ۲**۔ حالت نصبی و رفعی میں تقدیری ہے اور حالت جری میں لفظی ہے، یہ لوگ ''غلامی'' کے جر

کوحالتِ جری میں اعرابی قرار دیتے ہیں۔ /**نمبر۳۔**''**غلامی**''مبنی ہے۔تو مصنفؒ نے آخری دو مذاہب پر رد کرتے ہوئے کہا کہ''غُلامِی'' کا اعراب احوال ثلٰثہ میں تقدیری ہے۔

درس نمبر ۴۳

(۱)اَواسْتُثْقِلَ کَقَاضٍ رَفْعاًوَجَراًوَنَحومُسْلِمِیّ رَفْعاً(۲)وَاللَّفْظِی فِیْمَاعَدَاہ

ترجمہ:۔یا(اعراب تقدیری وہاں ہوگا جہاں)اعراب لفظی ثقیل ہو جیسے:''قَاضٍ'' حالت رفع وجر میں،یا جیسے:''مُسْلِمِیّ'' حالت رفع میں۔اور لفظی اعراب ان دومقامات(تعذراورثقل کے دومقامات)کےعلاوہ میں ہے۔

(۱) یہاں سے مصنفؒ اعراب تقدیری کی دوسری صورت کو بیان فرماتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ یا اعراب تقدیری ہر اس اسم میں ہوگا جو قابل اعراب تو ہو مگر ظہور اعراب فی اللفظ زبان پر ثقیل ہو جیسے: وہ اسم متمکن جسکے آخر میں یاء ہو اور اس سے ماقبل کسرہ ہو، پھر خواہ یاء التقاء ساکنین کی وجہ سے ساقط ہو جیسے:''قَاضٍ'' یا ثابت ہو جیسے:''اَلْقَاضِی''۔اس جیسی مثالوں میں حالت رفعی وجری میں اعراب تقدیری ہوگا کیونکہ رفع اور جر ثقیل اور یاء ضعیف ہے ضعیف حرف ثقیل اعراب کو برداشت نہیں کرسکتا۔اور حالت نصبی میں اعراب لفظی ہوگا کیونکہ نصب خفیف ہے اور ضعیف حرف خفیف حرکت کو برداشت کرسکتا ہے۔اور لفظی اعراب ان دومقامات(تعذر اور ثقل کے دو مقامات)کے علاوہ میں ہے۔

سوال:۔''عَصاً''اور''قَاضٍ''میں اعراب قبل الاعلال تقدیری ہے یا بعد الاعلال۔اگر قبل الاعلال تقدیری ہے تو دونوں میں تقدیر اعراب ثقل کی بناء پر ہونی چاہئے۔کیونکہ''عَصاً''قبل الاعلال''عَصَوٌ''تھا یہاں واو پر اعراب متعذر نہیں بلکہ ثقیل ہے لہذا''عَصا'' تعذر کی مثال نہیں بلکہ ثقل کی مثال ہے۔اور اگر بعد الاعلال اعراب تقدیری ہے تو دونوں میں تقدیر''تعذُر'' کی بناء پر ہونی چاہئے کیونکہ''قاضٍ''میں یاء ملفوظ نہیں تو جس طرح کہ''عَصاً''پر اعراب متعذر ہے اسی طرح''قاضٍ''پر بھی متعذر ہے۔پھر ایک کو تعذر دوسرے کو ثقل کی مثال کیسا قرار دیا ہے؟

جواب:۔اعتراض آپ کا بجا ہے مگر مراد ہماری یہ ہے کہ''عَصاً''پر بعد الاعلال اعراب متعذر ہے اور''قاضٍ''پر قبل الاعلال۔

سوال:۔''نَحومُسْلِمِیّ''عطف ہے''قاضٍ''پر تقدیری عبارت اس طرح ہے''کَنَحومُسْلِمِیّ''تو کاف کے بعد لفظ''نحو'' مستدرک ہے اسلئے کہ کاف اور''نحو''دونوں کا معنی ایک ہے؟

جواب:۔''مُسْلِمِیّ''صرف''قاضٍ''پر عطف نہیں بلکہ''کَقَاضٍ''کے مجموعہ پر عطف ہے۔لہذا''نحو مسلمیّ''کے ساتھ کاف مقدر نہ ہوگا اس لئے استدراک لازم نہیں آتا۔

سوال:۔متون مبنی بر اختصار ہوتے ہیں لہذا''مُسْلِمِیّ''کو''قَاضٍ''پر عطف کرتے لفظ''نحو''کی ضرورت نہ رہتی؟

جواب:۔لفظ''نَحو''بڑھانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اعراب کی یہ نوع''قَاضٍ''والی نوع سے مختلف ہے اس طرح

کہ ''قاض'' میں اعراب تقدیری بالحرکت ہے اور ''مسلمیّ'' میں اعراب تقدیری بالحرف ہے۔

فائدہ:۔ کبھی اعراب حرفی تینوں حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے جیسے: ''جَاءَ اَبُوالْقَوْمِ، رَأیْتُ اَبَاالْقَوْمِ، مَرَرْتُ بِابِی الْقَوْمِ'' کیونکہ جب التقاء ساکنین کی وجہ سے اعرابی حروف (واو، الف، یاء) تلفظ سے (نہ کتابت سے) ساقط ہوگئے تو اعراب لفظاً باقی نہ رہا بلکہ تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگیا۔ مصنفؒ نے اس صورت کو بوجہ قلت چھوڑ دیا ہے۔

سوال:۔ ''فِیْماعَدَاہ'' میں ''عداہ'' کی ضمیر مفرد ہے اور ماقبل میں دو چیزیں ذکر ہیں یعنی تعذر اور ثقل۔ تو راجع ومرجع میں مطابقت نہیں؟

جواب:۔ دونوں مأوّل بِالْمَذْکُوْر ہیں اَیْ ماعَدَاالْمَذْکُوْرِ فِیْماقَبْل۔

درس نمبر ٤٤

(۱) غَیْرُالْمُنْصَرِفِ مافِیْہِ عِلَّتَانِ مِنْ تِسْعَۃٍ اَوْوَاحِدَۃٌ مِنْہاتَقُوْمُ مَقَامَھُما (۲) وَھِیَ شعر: عَدلٌ وَوَصفٌ وَتَانِیثٌ وَمَعْرِفَۃٌ:: ثُمّ جَمْعٌ ثُمّ تَرْکِیبٌ وَالنّوْنُ زَائِدۃمِن قَبلِھاالِفٌ:: وَوَزْنُ الفعلِ وَھٰذاالْقَوْلُ تَقْرِیْبٌ.

ترجمہ:۔ غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں دو علتیں ہو نو علتوں میں سے یا ایسا ایک ہو ان نو میں سے جو دو کے قائم مقام ہو اور اسباب تسعہ اس شعر میں ہیں: عدل، وصف، تانیث، معرفہ اور عجمہ پھر جمع پھر ترکیب اور نون جس سے پہلے الف زائد ہو اور وزنِ فعل اور یہ قول صحت کے زیادہ قریب ہے۔

(۱) مصنفؒ نے بیان اعراب کے دوران غیر منصرف کا ذکر کیا تھا مگر غیر منصرف کی تعریف نہیں کی تھی اسلیئے یہاں تعریفِ غیر منصرف کو شروع فرمایا۔ کہ غیر منصرف وہ اسم معرب ہے جس میں نو علتوں میں سے دو علتیں پائی جائیں یا ایک علت دو کے قائم مقام پائی جائے۔ (۲) وہ نو علتیں یہ ہیں: عدل، وصف تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف نو مزید تین اور وزن فعل۔ اور چونکہ غیر منصرف کے افراد منصرف سے کم ہیں تو غیر منصرف کی معرفت سے منصرف کی معرفت بھی حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ شی اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اس لئے مصنفؒ نے غیر منصرف کی تعریف پر اکتفاء کرلیا۔

سوال:۔ تعریف میں کلمہ ''ما'' عام ہے بمعنی شی، یعنی غیر منصرف وہ شی ہے جس میں دو سبب یا ایک دو کے قائم مقام پایا جائے۔ مذکورہ تعریف ''ضَرَبَتْ'' پر صادق ہے کیونکہ ''ضَرَبَتْ'' ایسی شی ہے جس میں دو علتیں یعنی تانیث اور وصف (یعنی ضرب) موجود ہیں۔ مگر پھر بھی غیر منصرف نہیں؟

جواب:۔ تعریف میں کلمہ ''ما'' سے مراد اسم ہے شی نہیں کیونکہ بحث اسم کی جاری ہے اور ''ضَرَبَتْ'' فعل ہے لہذا ''ضربت'' پر غیر منصرف کی تعریف صادق نہیں۔

سوال:۔ ''قَائِمَۃٌ'' میں دو علتیں موجود ہیں یعنی تانیث اور وصفیت، پھر بھی غیر منصرف نہیں؟ اسی طرح ''نُوحٌ'' اور ''لُوطٌ'' میں دو مؤثر علتیں موجود ہیں یعنی عجمہ اور علمیت مگر یہ بھی غیر منصرف نہیں؟

جواب: ۔دوعلتوں سے ایسی دوعلتیں مراد ہیں جومنع صرف میں مؤثر ہوں اور شرائط تاثیر بھی ان میں پائی جائیں جبکہ تانیث بغیر علمیت کے مؤثر نہیں۔اور''نوحؑ ولوطؑ ''میں شرائط موجود نہیں۔کیونکہ عجمہ کیلئے شرط یہ ہے کہ متحرک الاوسط ہو یا تین حرفوں سے زیادہ پر مشتمل ہو۔''نوحؑ''اور''لوطؑ''میں یہ شرائط نہیں۔

سوال: ۔''وھِیَ شعر'' میں''ھِی''مبتدا راجع بسوئے علل تسعہ،اور''عَدلٌ وَوَصفٌ الخ''خبر ہے تو اگر ربط مقدم ہے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ اس وقت مطلب ہوگا علل تسعہ عدل ہے حالانکہ یہ انحصار العام فی الخاص ہے جو جائز نہیں۔اور اگر عطف مقدم ہے تو شئی واحد من حیث اللفظ پر اخبار متعددہ کا حمل لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں؟

جواب: ۔"ھی"مبتدأ ہے"مَجمُوعُ مافِی هٰذَینِ البیتَین"خبر ہے۔"عَدلٌ وَوَصفٌ الخ"خبر نہیں"ھی" کے لئے بلکہ اس کیلئے مستقل مبتدأ مقدر ہے تقدیری عبارت ہے"وَذَالِکَ الْمَجمُوعُ عَدلٌ وَوَصفٌ الخ"لہذا جب''عَدلٌ وَوَصفٌ'' خبر نہیں تو اعتراض بھی نہ ہوگا۔

سوال: ۔مذکورہ بالا شعر میں پانچ علتوں کے بعد"ثمّ جَمعٌ ثمّ تَرکِیب" کہا ہے۔اور"ثمّ"تراخی کیلئے آتا ہے تو معنی یہ ہوا کہ ان پانچ کی علیت ان دو سے مقدم ہے یہ دو بعد میں ہیں حالانکہ ایسا نہیں؟

جواب: ۔"ثمّ" یہاں تراخی کیلئے نہیں صرف محافظت وزن کیلئے ہے کیونکہ بصورت واو مصرعہ ثانیہ میں نقص آئیگا۔

درس نمبر ٤٥

قوله والنون زائدة من قبلها الف الخ

سوال: ۔"زَائِدَةٌ" یا تو"اَلنّونُ" کی صفت ہوکر مرفوع ہے، یا''اَلنّونُ'' سے حال ہوکر منصوب ہے مگر دونوں صحیح نہیں۔صفت بننا تو اسلئے صحیح نہیں کہ موصوف وصفت میں مطابقت نہیں رہے گی کیونکہ "اَلنّونُ" معرفہ ہے اور''زَائِدَةٌ'' نکرہ ہے۔اور حال بننا اس لئے صحیح نہیں کہ حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول کی حالت بیان کرے،جبکہ''النون'' نہ فاعل ہے اور نہ مفعول؟

جواب: ۔شارح ہندی نے جواب دیا ہے کہ''زَائِدةٌ''،''اَلنّونُ'' کی صفت بن کر مرفوع ہے۔اور''اَلنّون''کا الف لام زائد ہے کیونکہ باقی اسباب نکرہ ذکر ہیں تو"النون"بھی نکرہ ہوگا لہذا موصوف اور صفت میں موافقت پائی گئی۔مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ لام کو زائد قرار دینا خلاف ظاہر ہے۔لہذا صحیح جواب یہ ہے کہ "اَلنّونُ"سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔اور"اَلنّونُ"اگر چہ فی اللفظ خبر ہے مگر یہ فعل معنوی یعنی''تَمنعُ'' کے لئے فاعل ہے جو مذکورہ شعر سے پہلے شاعر کے ایک اور شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔وہ شعر یہ ہے۔مَوَانِعُ الصَّرف تِسعٌ کُلّمَا اجتَمَعَت :: ثِنتَانِ مِنهَا فَمَا لِلصَّرفِ تَصوِیبٌ.

لہذا تقدیری عبارت اس طرح ہوگی''تَمنعُ النّونُ الصّرفَ حَالَ کَونِهَا زَائِدَةً''۔

فائدہ: ۔''مِنْ قَبلِهَا الف'' کی ترکیب میں صاحبِ غایۃ التحقیق کے دو قول ہیں۔/**نمبر ۱** ۔''مِنْ قِبلها'' جار مجرور''ثَابِت'' کے

متعلق ہے اور ''الف''، ''ثابتٌ'' کا فاعل ہوگا۔ شارح جامیؒ فرماتے ہیں یہ صحیح نہیں کیونکہ اس وقت تقدیری عبارت اسطرح ہوگی ''اَلنّونُ حَال کَونِهازَائِدةً مِنْ قَبلِهَاالفٌ'' جس سے صرف نون کی زیادتی ثابت ہوتی ہے حالانکہ الف اور نون دونوں زائد ہیں۔/**نمبر ۲**۔ ''الفٌ'' مبتدأ مؤخر اور ''مِنْ قَبلِهَا'' خبر مقدم ہو۔ اس وقت بھی صرف نون کی زیادتی ثابت ہوتی ہے، لہذا یہ بھی غلط ہے۔

شارح جامیؒ کے نزدیک صحیح ترکیب یوں ہے کہ ''الف''، ''زائدة'' کا فاعل ہے، اور ''من قبلها''، ''زائدة'' کا متعلق ہے۔ یہ ترکیب صحیح ہے کیونکہ اس وقت الف کی زیادتی تو صراحۃً ثابت ہوتی ہے، اور نون کی زیادتی ایک قاعدے کے تحت ثابت ہوتی ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی لفظ کسی اسم سے حال واقع ہو جائے اور حال کا فاعل ذوالحال سے مغایر ہو تو ایسی ترکیب ذوالحال اور فاعل حال کے درمیان معنی وصفی میں اشتراک کا فائدہ دیتی ہے جیسے: ''جَاءَ نِی زَیدٌرَاکِبًامِن قَبلِه اَخُوه''، ''رَاکِبًا'' حال ''زیدٌ'' ذوالحال ہے اور ''اخـــوه'' حال کا فاعل ہے، ذوالحال اور فاعل حال ایک دوسرے کے مغایر ہیں تو یہ ترکیب حال وذوالحال کا معنی وصفی (یعنی رکوب) میں اشتراک کا فائدہ دیتی ہے یعنی ''زید'' اور ''اخوہ'' وصف رکوب میں مشترک ہیں۔ اسی طرح ''اَلنّونُ زَائِدةٌ مِنْ قَبلِهَااَلفٌ'' بھی ہے۔ اس طرح ''النون'' اور الف دونوں کی زیادتی ثابت ہو جائیگی ہے۔

فائدہ:۔ ''وهٰذَاالْقَوْلُ تَقرِیبٌ'' کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔/**نمبر ۱**۔ یہ قول قریب الی الحفظ ہے کیونکہ یہ نظم ہے اور نظم حفظ کے لحاظ سے نثر سے اسہل ہوتی ہے۔/**نمبر ۲**۔ یہ قول قریب الی الحق ہے کیونکہ بعض نحاۃ اسباب منع صرف دو قرار دیتے ہیں اور بعض گیارہ کے قائل ہیں مگر قریب الی الحق یہ ہے کہ اسبابِ منع صرف نو ہیں۔/**نمبر ۳**۔ یہ قول تقریبی یعنی مجاز ہے تحقیقی نہیں کہ اُمورِ تسعہ میں سے ہر ایک علت ہے کیونکہ منع صرف میں مؤثر دو علتوں کا مجموعہ ہے ہر ایک کو علت کہنا قول مجازی ہے۔

(۱)قوله مثل عمر واحمر وطلحة وزینب وابراهیم ومساجد ومعدیکرب وعمران واحمد

ترجمه:۔ جیسے: عمر، طلحہ، زینب، ابراہیم، مساجد، معدیکرب، عمران اور احمد۔

(۱) مصنفؒ علل تسعہ کے بیان سے فارغ ہو گئے تو مذکورہ بالا دو بیتوں میں ذکر شدہ علل کی ترتیب وار مثالیں پیش فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''عمر'' عدل اور علمیت کی مثال ہے۔ ''احمر'' وزن فعل اور وصف کی مثال ہے۔ ''طلحه'' تانیث لفظی اور علمیت کی مثال ہے۔ ''زینب'' تانیث معنوی اور علمیت کی مثال ہے۔ ''ابراهیم'' عجمہ وعلمیت کی مثال ہے۔ ''مساجد'' منتہی الجموع کی مثال ہے۔ ''معدیکرب'' ترکیب اور علمیت کی مثال ہے۔ ''عمران'' الف ونون مزیدتین اور علمیت کی مثال ہے۔ ''احمد'' وزن فعل اور علمیت کی مثال ہے۔

سوال:۔ اگر ''طلحہ'' تانیث کی اور ''زینب'' معرفہ کی مثال ہو پھر تو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اور اگر ''طلحه'' تانیث لفظی اور ''زینب'' تانیث معنوی کی مثال ہو تو پھر اعتراض ہوگا کہ معرفہ کی مثال کیوں ذکر نہیں کی؟

جواب:۔ مذکورہ بالا مثالوں میں سے ہر وہ مثال جس میں علمیت شرط ہے وہ معرفہ کی بھی مثال ہے اسلئے معرفہ کیلئے مستقل مثال ذکر نہیں کی۔

درس نمبر ٤٦

(۱) وَحُكْمُه اَنْ لَا كَسْرَةَ وَلَاتَنْوِيْنَ (۲) وَيَجُوْزُ صَرْفُه لِلضَّرُوْرَةِ اَوْلِلتَّنَاسُبِ مِثْلُ سَلَاسِلًا وَّاَغْلَالًا

ترجمہ:۔اور غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے ،اور جائز ہے غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کردینا ضرورت کی وجہ سے یا غیر کی مناسبت کی وجہ سے جیسے: ''سَلَاسِلًا'' بمناسبت ''اَغْلَالًا''۔

(۱) مصنفؒ تعریفِ غیر منصرف اور علل وأمثلہ کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اب حکمِ غیر منصرف کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے کیونکہ غیر منصرف فعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے لہٰذا غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آئیں گے جیسے: ''جاء احمدُ، رأیت احمدَ، مررت باحمدَ''۔(۲) غیر منصرف کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے منصرف کے حکم میں کردینا جائز ہے جیسا کہ اس کی مثال آگے آئے گی۔اسی طرح غیر منصرف کو اپنے ساتھ والے اسم کی مناسبت سے منصرف کے حکم میں کردینا جائز ہے جیسا کہ ''سلاسلاً واغلالاً'' میں ''اغلالاً'' کی مناسبت سے ''سلاسلاً'' کو منصرف کے حکم میں کردیا ہے۔

سوال:۔حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف صحیح نہیں اسلئے کہ حکم کا معنی ہے ''نسبة امر الی امر آخر ایجاباً او سلباً'' اور یہ معنی مرکب میں پایا جاتا ہے غیر منصرف مرکب نہیں کیونکہ غیر منصرف اسم کی قسم ہے اسم میں افراد ملحوظ ہے تو غیر منصرف میں بھی افراد ملحوظ ہوگا۔اور اگر حکم سے وہ معنی مرادلیں جو فقہاء نے لیا ہے یعنی ''خِطَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَى الْمُكَلَّفِيْن'' تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ حکم ذوی العقول کو ہوتا ہے غیر منصرف ذوالعقول میں سے نہیں؟

جواب:۔حکم سے یہ دونوں معنی مراد نہیں بلکہ حکم کا لغوی معنی مراد ہے یعنیاً ثرِ مرتب کیونکہ نحاۃ کے نزدیک حکم بمعنی اَثر ہے،تو مطلب یہ ہوا کہ غیر منصرف پر مرتب ہونے والا اثر یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔

سوال:۔غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین کیوں نہیں آتی؟

جواب:۔فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی لہٰذا غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آئے گی کیونکہ غیر منصرف فعل کا مشابہ ہے اسطرح کہ غیر منصرف کی ہر علت میں فرعیت پائی جاتی ہے اور جب کسی اسم میں دو علتیں پائی جائیں تو اس میں دو فرعیتیں پائی جائیں گی جس کی وجہ سے یہ اسم فعل کے مشابہ ہوجائیگا کیونکہ فعل میں بھی دو فرعیتیں یعنی احتیاج الی الفاعل اور اشتقاق من المصدر پائی جاتی ہیں۔

قوله ويجوز صرفه الخ

سوال:۔غیر منصرف کا انصراف بوقتِ ضرورت واجب ہے اور بوقتِ مناسبت جائز ہے تو آپ نے دونوں پر'' يَجُوْزُ'' کا حکم کیسے لگایا ہے؟

جواب:۔''يَجُوْزُ'' بمعنی ''اِمْكَانُ الْعَامِ الْمُقَيَّدِ بِجَانِبِ الْوُجُوْد'' ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اسکو غیر منصرف پڑھنا ضروری نہیں۔رہا

انصراف تو وہ یا تو ضروری اور واجب ہوگا جیسے ضرورتِ شعری کی صورت میں اور یا ضروری وواجب نہ ہوگا جیسے مناسبت کی صورت میں لہذا ''یَجُوْز'' واجب اور جائز دونوں کو شامل ہے۔

فائدہ:۔امکان دوقسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔امکان خاص۔/**نمبر ۲**۔امکان عام۔امکان خاص وہ ہے جس میں سلبِ ضرورت من الجانبین ہو یعنی نہ جانبِ وجود ضروری ہو اور نہ جانبِ عدم ضروری ہو جیسے ممکنات۔اور امکان عام وہ ہے جس میں سلبِ ضرورت از جانب واحد ہو یعنی ایک جانب تو ضروری نہ ہو اور جانب ثانی عام ہو ضروری ہو یا نہ ہو۔

پھر امکان عام دوقسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔''اِمْكَانُ الْعَامِ الْمُقَيَّدُ بِجَانِبِ الْوُجُود'' اس میں جانب عدم ضروری نہیں۔رہی جانب وجود تو وہ یا ضروری ہوگی جیسے واجب یا وہ بھی ضروری نہ ہوگی جیسے ممکن۔/**نمبر ۲**۔''اِمْكَانُ الْعَامُ الْمُقَيَّدُ بِجَانِبِ الْعَدَم'' میں شی کا وجود ضروری نہیں۔رہا عدم تو وہ یا تو ضروری ہوگا جیسے ممتنع کہ اسکا عدم ضروری ہے، یا غیر ضروری ہوگا جیسے ممکن کہ اسکا عدم ضروری نہیں۔امکانِ عام کو امکان عام اسلئے کہتے ہیں کہ یہ وجوب وجواز دونوں کو شامل ہے بخلاف امکان خاص کے کہ وہ صرف عدم وجوب کو شامل ہے۔

سوال:۔غیر منصرف وہ ہے جس میں دو علتیں یا ایک قائم مقام دو کے پائی جائے تو ضرورت یا تناسب کی وجہ سے علتین تو زائل نہیں ہوتیں پھر ضرورت یا تناسب کی وجہ سے لفظ کیسے منصرف ہوگا؟

جواب:۔مراد یہ ہے کہ غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر کے اس پر کسرہ اور تنوین داخل کرنا نہ یہ کہ لفظ کو حقیقۃً منصرف بنانا۔یا ''صَرْفُه'' کا معنی لغوی مراد ہے یعنی ''تغییر ای يَجُوْزُ تَغْيِيرُه لِلضَّرُوْرَةِ'' اور ''صَرْفُه'' کی ضمیر حکم کی طرف راجع ہے۔

درس نمبر ۴۷

قوله ويجوز صرفه للضرورة الخ

فائدہ:۔جس ضرورت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کیا جاتا ہے وہ ضرورت دوقسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔ضرورت لوزن الشعر۔/**نمبر ۲**۔ضرورت لرعاية القافية۔ایک مصرعہ کو دوسرے کے ساتھ عددِ حروف میں برابر کر دینا وزن شعری ہے اور ایک مصرعہ کے آخری حرف کو دوسرے مصرعہ کے آخری حرف کے ساتھ حرکت میں برابر کر دینا قافیہ ہے۔

پھر وزنِ شعری کی ضرورت دوقسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔انکسار سے بچنے کی ضرورت۔/**نمبر ۲**۔انزحاف سے بچنے کی ضرورت۔علماء عروض کے ہاں اشعار کے جو مخصوص اوزان ہیں ان کے ٹوٹ جانے کو انکسار کہتے ہیں اور شعر کا سلاست وفصاحت سے نکلنے کو انزحاف کہتے ہیں۔انکسار سے بچنے کی مثال حضرت فاطمہؓ کا پیغمبر ﷺ کے مرثیہ میں درج ذیل شعر ہے:

شعر:۔صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّها :: صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

یہاں ''مَصَائِب''، جمع منتہی الجموع کا صیغہ ہے اسلئے غیر منصرف ہے اب اگر ''مَصَائِبٌ'' پر ہم تنوین نہ پڑھیں تو وزن میں انکسار لازم

آتا ہے اسطرح کہ مصرعہ ھذا کے حروف مصرعہ ثانی سے کم ہو جائیں گے اور انکسار سے بچنا ضروری ہے لہذا اس ضرورت کی بناء پر ہم نے ''مصائبٌ'' کو منصرف کے حکم میں کرلیا اور اس پر تنوین جاری کر دی۔

اور انزحاف سے بچنے کی مثال حضرت امام شافعیؒ کا حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مدح میں درج ذیل شعر ہے:

شعر:۔ اَعِدْذِکْرَنُعْمَانٍ لَنَااِنّ ذِکْرَہ :: هُوَالْمِسْکُ مَاکَرَّرْتَہ یَتَضَوَّعُ

یہاں لفظ ''نُعْمَان'' الف ونون مزیدتین اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے، لیکن اگر ہم ''نُعْمَانٍ'' پر تنوین نہ پڑھیں تو انزحاف کی خرابی لازم آتی ہے اسلئے ''نعمان'' کو منصرف کے حکم میں کرلیا اور اس پر تنوین جاری کر دی۔

سوال:۔ ''انزحاف'' سے بچنا تو ضروری نہیں پھر اسکو ''لِلضَّرُوْرَۃ'' میں کیسے شامل کیا ہے؟

جواب:۔ شعراء کے نزدیک ممکن الاحتراز انزحاف سے بچنا ضروری ہے۔

اور ضرورتِ قافیہ کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دینے کی مثال شعرٌ لِشَاعِرٍ فِی مَدْحِ النبیؐ۔

شعر:۔ سلامٌ عَلٰی خَیرِالْاَنَامِ وَسَیِّدٍ :: حَبِیبِ اِلٰهِ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدِ

بَشِیرٍنَذِیرٍهَاشِمِیٍّ مُکَرَّمٍ :: عَطُوْفٍ رَؤُفٍ مَنْ یَسَمّٰی بِاَحْمَدِ

مذکورہ شعر میں ''بِـاَحـمـدِ'' وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے مگر ضرورتِ قافیہ کی وجہ سے حکماً منصرف ہے اسلئے کہ ماقبل کے مصرعوں میں حرف روی (آخری حرف) مکسور ہے لہذا ''بِاَحمدِ'' کے دال کو بھی کسرہ دیا۔

اور کبھی غیر منصرف کو منصرف کی مناسبت سے منصرف کے حکم میں کر دیا جاتا ہے اسلئے کہ تناسب نحاۃ کے نزدیک اَمرِ مہم ہے اگرچہ حدِ ضرورت کو نہیں پہنچتا جیسے: ''سَلَاسِلاً وَاَغْلَالاً'' میں ''سَلَاسِلَا'' جمع منتھی الجموع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے، اور ''اَغْلَالًا'' منصرف ہے تو ''سَلَاسِلاً'' کو ''اَغْلَالاً'' کی مناسبت کی وجہ سے منصرف کے حکم میں کر دیا ہے اور اس پر تنوین جاری کر دی ہے۔

''سَلَاسِلاً''، ''سلسلۃ'' کی جمع ہے بمعنی زنجیر اور ''اَغْلَالاً'' بمعنی ہتکڑی۔

سوال:۔ مثال میں صرف ''سَلَاسِلاً'' ذکر کرتے ''اَغْلَالاً'' کی ضرورت نہیں تھی؟

جواب:۔ ''سَلَاسِلاً'' وہ غیر منصرف ہے جسکو غیر کی وجہ سے منصرف کے حکم میں کر دیا ہے۔ اور ''اَغْلَالاً'' وہ منصرف ہے جسکی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیا ہے اسلئے ان دونوں کو ذکر کیا ہے۔

سوال:۔ کیا وجہ ہے کہ مصنفؒ نے ضرورت شعری کی مثال ذکر نہیں کی اور تناسب کی مثال ذکر کی ہے؟

جواب:۔ ضرورتِ شعری کی مثالیں کثیر ومشہور ہیں اسلئے ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور تناسب کی مثالیں قلیل وغیر مشہور ہیں اسلئے اس کو ذکر کیا۔

❁ ❁ ❁

درس نمبر ۴۸

(۱)وَمَایَقُوْم مَقَامَهُمَاالْجَمْعُ وَاَلِفَاالتَّانِيْثِ

ترجمہ:۔اوروہ سبب جودو کے قائم مقام ہوتا ہے وہ جمع اور تانیث کے دوالف ہیں۔

(۱) غیر منصرف کی تعریف میں فرمایا تھا''اَوْوَاحِدَةٌ مِنهَاتَقُوْمُ مَقَامَهمَا'' (یاغیر منصرف وہ ہے جس میں ایک سبب قائم مقام دو کے پایا جائے)مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ علل تسعہ میں سے کون کونسی علل ایسی ہیں جو دو کے قائم مقام ہوتی ہیں،تو اب یہاں سے مصنفؒ وہی علل بیان فرماتے ہیں جوایک قائم مقام دو کے ہے۔اوروہ دوسبب ہیں ایک جمع منتہی الجموع ہے دوسرا تانیث کے دوآلف ہیں۔

سوال:۔جمع منتہی الجموع دوعلتوں کا قائم مقام کیوں ہے؟

جواب:۔جمع منتہی الجموع میں جمعیت کی تکرار ہےاسلئے دوعلتوں کا قائم مقام ہے۔پھرتکرار جمعیت دوقسم پر ہے۔(۱)حقیقۃً (۲)حکماً ۔حقیقۃً تکراروہ ہے جس میں لفظ دومرتبہ جمع ہوا ہوجیسے:''اَکَالِیب''،جمع''اَکْلُب'' کی،اور''اَکْلُب''،جمع''کَلْب'' کی ہے۔اسی طرح''اَسَاوِر''،''اَسوِرَةٌ'' کی جمع ہے،''اسوِرَةٌ''،''سِوَارٌ'' کی جمع ہے۔اورحکماً تکراروہ ہے جس میں حقیقۃً تکرار جمعیت نہ ہوصرف تعدد ِحروف وحرکات وسکنات میں جمع منتہی الجموع کے موافق ہوجیسے:''مَسَاجِد''اور''مَصَابِيْح''۔

سوال:۔''الفاالتانیث'' دوعلتوں کے قائم مقام کیوں ہیں؟

جواب:۔جس لفظ میں الف تانیث ہووہ بمنزلہ تکرارتانیث کے ہے یوں کہ ایک تواس میں تانیث ہےاور دوسرااس لفظ کے لئے الفا التانیث کالزوم ہےاور یہ لزوم بمنزلہ تکرار کے ہے،یہی وجہ ہے کہ''حُبْلٰی'' کو''حُبل''اور''حمر آء'' کو''حُمْرٌ''نہیں پڑھا جاسکتا۔

سوال:۔تاءتانیث جب کسی علم کے ساتھ ملحق ہوجاتی ہےتو یہ تاءبھی اس علم کے ساتھ لازم ہوجاتی ہے پھرجدانہیں ہوتی جیسے''طلحة'' تو تاءتانیث بھی قائم مقام علتین ہونی چاہئے؟

جواب:۔لزومِ الفین وضعاً ہےاورلزومِ تاءعارضِ علمیۃ کی وجہ سے ہے،اورعارضی لزوم میں وضعی لزوم جیسی قوۃ نہیں ہوتی۔لہذا تاءقائم مقام علتین نہیں ہوسکتی۔

سوال:۔''وَمَايَقُوْمُ مَقَامَهمَا'' مبتدأ ہے''اَلْجَمْعُ''اور''اَلِفَاالتَّانِيْثِ'' خبر ہےتو معنی یہ ہوگا کہ''جمع''اور''الفاالتانیث'' کا مجموعہ علتین کا قائم مقام ہے حالانکہ ایسانہیں؟

جواب:۔عبارت مقدر ہےتقدیری عبارت اس طرح ہے''وَمَايَقُوْمُ مَقَامَهمَاعِلَّتَانِ اَحَدُهُمَاالْجَمْعُ وَثَانِيهمَاكُل وَاحِدٍمِن اَلِفَى التَّانِيْث''۔

☆ ☆ ☆

درس نمبر۴۹

(۱)فَالْعَدْلُ خُرُوْجُهٗ عَنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ تَحْقِيْقًا كَثُلٰثَ وَمَثْلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ اَوْتَقْدِيْرًا كَعُمَرَ وَمِثْلِ بَابِ قَطَامِ فِيْ تَمِيْمٍ

ترجمہ:۔پس عدل اسم کا نکلنا ہے اصلی صیغہ سے یہ خروج تحقیقی ہو جیسے ''ثلٰث،مثلث،اُخر،جُمَعُ''یا خروج تقدیری ہو جیسے:''عمر''اورمثل باب قطام بنوتمیم کی لغت میں (غیر منصرف ہے)۔

(۱) مصنفؒ اسباب منع صرف کے اجمالی بیان سے فارغ ہو گئے تو اب تفصیل کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں کہ عدل وہ اسم ہے جو اپنے اصلی وزن سے بغیر کسی صرفی قاعدہ وقانون کے تحقیقاً یا تقدیراً نکالا گیا ہو۔تحقیقاً کی مثال ''ثلاث ومثلث'' ہے کیونکہ یہ اصل میں''ثلاثة ثلاثة''ہے،اور تقدیراً کی مثال ''عمر'' ہے کیونکہ ''عمر''کو''عامر''سے معدول فرض کرلیا گیا ہے۔اور باب قطام بنوتمیم کی لغت میں غیر منصرف ہے اس میں عدل تقدیری کا اعتبار اپنے نظائر پر حمل کرنے کے لئے کیا گیا ہے ویسے یہ بنوتمیم کی لغت کے مطابق علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

مذکورہ بالا عدل کی اصطلاحی تعریف ہے۔لغت میں عدل پانچ معانی میں مستعمل ہے۔/**نمبر ۱**۔بمعنی میلان اگر اسکے صلہ میں''الی''واقع ہو جیسے:''فلانٌ عدلَ الیه ای مالَ الیه''۔/**نمبر ۲**۔بمعنی اعراض اگر صلہ میں''عن''واقع ہو جیسے:''فلانٌ عَدَلَ عَنْهُ اَیْ اَعْرَضَ عَنْهُ''۔/**نمبر ۳**۔بمعنی صَرف وتغیر اگر صلہ میں''فی''واقع ہو جیسے:''فلانٌ عَدَلَ فیه ای صَرَّفَ فِیْه''۔/**نمبر ۴**۔بمعنی بُعد اگر صلہ میں''من''واقع ہو جیسے:''عدلَ الجمل من البعیر ای بَعُدَ''۔/**نمبر ۵**۔بمعنی استواء اگر صلہ میں لفظ''بین''واقع ہو جیسے:''عَدَلَ الْاَمِیْرُ بَیْنَ ذَا وَ كَذَا اَیْ اسْتَوٰی''۔یہاں عدل بمعنی صرف وتغیر ہے کیونکہ یہ معنی اصطلاحی معنی کے مناسب ہے کیونکہ عدل میں بھی اسم میں صیغہ اصلیہ سے تغیر پایا جاتا ہے۔

سوال:۔ عدل متکلم کی صفت ہے کیونکہ عدل بمعنی''بیرون آوردن''اور خروج لفظ کی صفت ہے کیونکہ خروج بمعنی''بیرون آمدن''ہے۔لہٰذا مذکورہ بالا عبارت میں خروج کا حمل عدل پر صحیح نہیں کیونکہ اس طرح ایک متبائن کی صفت کا حمل دوسرے متبائن کی صفت پر لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے؟

جواب:۔عدل مصدر مبنی للمفعول ہے پس''العدل خروجه بمعنیالْمَعْدُوْلُ خُرُوْجُهُ الخ''اور معدول لفظ کی صفت ہے۔

سوال:۔عدل متعدی ہے اور خروج لازمی ہے پس اس بناء پر متعدی کی تفسیر لازمی کے ساتھ کرنا لازم آئیگا جو کہ درست نہیں؟

جواب: ۔عدل بمعنی''کون الاسم معدولاً''ہے اور''کون''لازمی ہے لہٰذا یہ لازمی کے ساتھ لازمی کی تفسیر ہے متعدی کی نہیں اسلئے جائز ہے۔

سوال:۔''خروجه''کی ضمیر یا تو عدل کی طرف راجع ہو گی یا اسم کی طرف راجع ہو گی پہلی صورت میں اُخذ المحد ودفی الحد لازم آتا ہے اور دوسری صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے؟

جواب :۔ضمیر اسم کی طرف راجع ہے اور اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا کیونکہ ذکر عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً۔ یہاں اسم حکماً ذکر ہے کیونکہ بحث اسم کی جاری ہے۔

سوال :۔اسم مادہ اور صورت سے عبارت ہے اسی طرح صیغہ بھی مادہ اور صورت سے عبارت ہے تو مذکورہ بالا عبارت میں صیغہ سے اسم کا خروج ہو رہا ہے اور یہ ''خُرُوْجُ الْکُلِ عَنِ الْکُل'' ہے جو جائز نہیں اسلئے کہ خروج پہلے دخول چاہتا ہے اور کل، کل میں داخل نہیں فَکَیْفَ یَخْرُجُ عَنْہُ؟

جواب:۔ یہاں اسم سے مادہ اور صیغہ سے صورت مراد ہے۔لہذا ''خروج الکل عن الکل'' لازم نہیں آتا۔

سوال:۔مذکورہ تاویل کے بعد تو ''خُرُوْجُ الْجز ءِ عنِ الْجزء'' لازم آتا ہے وَھُوَ ایضاًبَاطِلٌ؟

جواب:۔''خروج الجزء عن الجزء'' اس وقت باطل ہے جبکہ مخرج عنہ مخرج پر مشتمل نہ ہو۔ یہاں صورت (جو کہ مخرج عنہ ہے) مادہ (جو کہ مخرج ہے) پر مشتمل ہے تو جس طرح کہ ''خروج الجزء عن الکل'' درست ہے اسی طرح جزء مشتمِل سے بھی خروج ہوسکتا ہے۔

درس نمبر ۵۰

قوله فَالْعَدْلُ خُرُوْجُہ‘عن صَیْغَتِہِ الخ

سوال:۔عدل کی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں کیونکہ مشتقات پر صادق ہے اسلئے کہ مشتقات بھی مشتق منہ سے نکالے گئے ہیں؟

جواب :۔معدول ومعدول عنہ لفظاً مغایر ہوتے ہیں اور معنیٰ دونوں میں اتحاد ہوتا ہے بخلاف مشتقات کے کہ وہ لفظاً بھی مغایر ہوتے ہیں اور معنیً بھی۔

سوال :۔تعریف مانع عن دخول غیر نہیں اسلئے کہ اسماء محذوفۃ الاعجاز یعنی ''یَدٌ، دمٌ'' وغیرہ پر تعریف صادق ہے کیونکہ یہ اصل میں ''یَدَیٌ ودَمَوٌ'' تھے اصل اور مخرج لفظاً ایک دوسرے کے مغایر ہیں مگر معنیً متحد ہیں؟

جواب :۔عدل میں یہ بھی شرط ہے کہ لفظ کا اصل مادہ برقرار رہے جبکہ ''یدٌ و دمٌ'' کے مادہ میں تغیر آیا ہے۔

سوال:۔تعریف عدل مانع عن دخول غیر نہیں اسلئے کہ وہ الفاظ پر صادق ہے جن میں صرفی قواعد کے تحت تغیر آیا ہو جن کو مغایرات قیاسیہ کہتے ہیں جیسے ''مَرْمِیٌّ، مرمُوْیٌ'' سے معدول ہے اور معدول ومعدول عنہ کا معنیٰ ایک ہے اور مادہ میں بھی تغیر نہیں آیا ہے؟

جواب :۔عدل میں صیغہ اولیٰ تو قاعدہ وقانون کے موافق ہوتا ہے اور صیغہ ثانیہ قانون وقاعدہ کے موافق نہیں ہوتا، جبکہ مغایرات قیاسیہ میں صیغہ اولیٰ وثانیہ دونوں قانون وقاعدہ کے موافق ہوتے ہیں لہذا مغایرات قیاسیہ پر عدل کی تعریف صادق نہیں۔

سوال :۔عدل کی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں اسلئے کہ جموع شاذہ جیسے: ''اَقْوُس'' اور ''اَنیب'' پر تعریف صادق آرہی ہے اسلئے کہ ''اَقوُس'' جمع ''قَوْس'' اور ''انیب'' جمع ''نَاب'' ہے۔ قیاس کا تقاضا وزن ''فُعْل'' اور ''فِعَل'' (جبکہ اجوف واوی ہو یا یائی ہو) میں یہ ہے

کہ ان کی جمع ''اَفْـعَـال'' کے وزن پر ہو جیسے: ''مَـوت'' سے ''اموات'' اور ''قَـوم'' سے ''اقوام''۔ مگر ''قَـوس'' اور ''نَـاب'' کی جمع ''اَفْـعَـال'' کے وزن پر نہیں بلکہ ''اَقْـوُس'' اور ''اَنْـیُـب'' یعنی ''اَفْـعُـل'' کے وزن پر ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ''اَقْـوَاس وانیـاب'' سے معدول ہیں ''اَقْـوُس'' اور ''اَنْـیُـب'' کی طرف۔ حالانکہ ان کے عدل کا کوئی قائل نہیں باوجودیکہ ان میں عدل کی شرائط موجود ہیں؟

جواب: ۔ یہ ہمیں تسلیم نہیں کہ ''اَقْـوُس واَنْـیُـب''، ''اقواس وانیاب'' سے معدول ہیں بلکہ ''اَقوس'' اور ''انیب'' ابتداءً ''قَوْس'' اور ''ناب'' سے خلاف القیاس جمع بن گئے ہیں اسی لئے تو انکو جموع شاذہ کہتے ہیں۔

فائدہ: ۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا اعتراضات وجوابات کی کوئی ضرورت نہیں اسلئے کہ بعض منطقیوں کے نزدیک تعریف بالاعم جائز ہے جبکہ مقصود بعض ماعداہ سے تمیز ہو جمیع ماعداہ سے تمیز مقصود نہ ہو جیسے انسان کی تعریف حیوان سے جائز ہے جب انسان کو صرف نباتات سے تمیز دینا مقصود ہو تمام ماسوا الْاِنْسَان سے تمیز دینا مقصود نہ ہو۔ اسی طرح عدل کو بھی باقی اسبابِ منع صرف سے تمیز دینا مقصود ہے اور یہ تمیز عدل کو خروج سے حاصل ہوگئی کیونکہ باقی اسبابِ منع صرف میں خروج نہیں تو مشتقات اور جموع شاذہ وغیرہ کے دخول میں کوئی قباحت نہیں۔

مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اگر مقصود صرف باقی علل سے تمیز ہوتی تو پھر قید ''الاصلیۃ'' کی حاجت نہ رہتی۔ نیز عدل اور باقی اسباب کے بیان سے مقصود تمیز المنصرف عن غیر المنصرف ہے اور یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا مگر تمام ماعداہ کے خروج سے کیونکہ اگر مشتقات اور مغایرات قیاسیہ عدل میں داخل رہے تو ان کی صفات عدل اور وصفیۃ کی وجہ سے غیر منصرف ہو جائینگی حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں۔ اسی طرح مغایرات شاذہ اور اسماء محذوفۃ الاعجاز بوقت علمیت عدل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہوتے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں۔

درس نمبر ۵۱

قولہ تحقیقاً کثلٰث الخ

سوال: ۔ ''تَـحْـقِـیْـقـاً'' اور ''تَـقْـدِیْـراً'' مفعول مطلق مقدر کیلئے صفت ہونے کی بناء پر منصوب ہیں تقدیری عبارت اس طرح ہے ''فَالْعَدْلُ خُرُوْجُه .... خُرُوْجاً تَحْقِیْقِیاً اَوْ تَقْدِیْرِیاً''۔ مگر سوال یہ ہے کہ مفعول مطلق وہ ہے جس پر ماقبل فعل مشتمل ہوتا ہے یہاں تو ماقبل میں فعل نہیں بلکہ ''خُرُوْجُہٗ'' مصدر ہے لہذا ''خُرُوْجاً'' کا مفعول مطلق ہونا صحیح نہیں؟

جواب: ۔ مصدر بوقت عمل ایسے فعل کے معنی میں ہوتا ہے جس پر ''اَنْ'' مصدریہ داخل ہو تو ''خُـرُوْجُـہٗ'' بمعنی ''اَنْ یَـخْـرُجَ'' ہے لہذا ''خروجاً'' کا مفعول مطلق ہونا صحیح ہے۔

فائدہ: ۔ عدل تحقیقی وتقدیری میں عام نحاۃ اور محققین کا اختلاف ہے۔ عام نحاۃ کہتے ہیں عدل تحقیقی وہ ہے جس میں معدول عنہ کے وجود پر منع صرف کے علاوہ خارجی دلیل موجود ہو اور معدول کے خروج پر بھی منع صرف کے علاوہ خارجی دلیل موجود ہو، یوں یہ خروج محقق ہے

اصلِ محقق سے۔ اور عدل تقدیری وہ ہے جس میں نہ معدول عنہ کے وجود پر منع صرف کے علاوہ خارجی دلیل ہو اور نہ معدول کے خروج پر منع صرف کے علاوہ خارجی دلیل ہو یوں یہ خروج اعتباری ہے اصل اعتباری سے۔ اور محققین کہتے ہیں کہ عدل تحقیقی وہ ہے جس میں صرف معدول عنہ کے وجود پر منع صرف کے علاوہ خارجی دلیل ہو یوں یہ خروج اعتباری ہے اصل محقق سے۔ اور عدل تقدیری وہ ہے جس میں نہ معدول عنہ کے وجود پر منع صرف کے علاوہ خارجی دلیل ہو اور نہ معدول کے خروج پر منع صرف کے علاوہ دلیل ہو، صرف فرض کیا گیا ہو کہ یہ لفظ معدول ہے فلاں مفروض معدول عنہ سے، یوں یہ خروج اعتباری ہے اصل اعتباری سے۔

عام نحاۃ کے تین دلائل ہیں۔ **/نمبر ۱**۔ ''تَحْقِیقاً اَوْ تَقْدِیراً''، ''خُرُوج'' کی صفات ہیں تو اس وقت یہی معنی بنے گا کہ عدل تحقیقی میں خروج تحقیقی ہے اور عدل تقدیری میں خروج تقدیری ہے۔ **/نمبر ۲**۔ عدل تحقیقی کا خروج بھی اگر اعتباری ہو جیسا کہ عدل تقدیری کا خروج اعتباری ہے تو پھر عدل تحقیقی و تقدیری میں تقابل نہیں رہیگا حالانکہ یہ دونوں ایک مقسم کی اقسام ہیں ان میں تقابل ضروری ہے۔ **/نمبر ۳**۔ عدل تحقیقی وہ ہے جس میں اصل کے وجود پر دلیل موجود ہو اور وجودِ اصل پر دلیل وجودِ فرع پر دلیل ہے اور فرع کے وجود پر دلیل بعینہ خروج پر دلیل ہے تو خروج بھی تحقیقی ہوا۔

محققین کی ایک دلیل ہے وہ یہ ہے کہ عدل اسبابِ ضروریہ اعتباریہ میں سے ہے اسلئے کہ عدل علت اور منع صرف معلول ہے اور علم بالمعلول مقدم ہوتا ہے علم بالعلۃ سے، لہذا پہلے ہم کسی لفظ کو غیر منصرف پاتے ہیں اور اسمیں ایک سبب تو موجود ہوتا ہے اور دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ سوائے عدل کے دوسرا سبب منع صرف کیلئے صالح نہیں پاتے لہذا دوسرا سبب عدل قرار دیتے ہیں اب اگر خروج تحقیقی ہو تو پھر عدل اسبابِ اعتباریہ میں سے نہ ہوگا۔

محققین عام نحاۃ کے دلائل کا جواب دیتے ہیں پہلی دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ''تَحْقِیقاً اَوْ تَقْدِیراً'' صفت بحال متعلقہ ہے نہ کہ بحالہ، تقدیری عبارت اس طرح ہے ''تَحْقِیقاً اَصْلُهُ اَوْ تَقْدِیراً اَصْلُهُ''۔ دوسری دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ عدل تحقیقی میں معدول عنہ محقق اور عدل تقدیری میں معدول عنہ اعتباری ہوتا ہے اور یہی فرق تقابل کیلئے کافی ہے۔ تیسری دلیل کا یوں جواب دیتے ہیں کہ یہ تو تسلیم ہے کہ وجودِ اصل پر دلیل وجودِ فرع پر دلیل ہے ولیکن یہ تسلیم نہیں کہ فرع کے وجود پر دلیل بعینہ خروج پر دلیل ہے اسلئے کہ کبھی ہم اصل اور فرع پاتے ہیں مگر اس اصل سے خروج کا اعتبار نہیں کیا جاتا جیسے: ''اَقْوُس و اَنْیُب'' میں۔

درس نمبر ۵۲

قولہ تحقیقاً کَثُلٰث وَمَثْلَث الخ ''ثُلٰث وَمَثْلَث'' عدل تحقیقی کی مثال ہے کیونکہ ان کی اصل پر منع صرف کے علاوہ دلیل موجود ہے وہ اسطرح کہ ''ثلٰث و مثلث'' کا معنی تین تین مکرر ہے اور تکرار معنی تکرارِ لفظ پر دلالت کرتا ہے مگر ''ثلٰث و مثلث'' مکرر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ مکرر یعنی ''ثلثة ثلثة'' سے معدول ہے۔ پس ''ثلٰث و مثلث'' عدل تحقیقی اور وصفیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

سوال:۔ تثنیہ و جمع کا معنی بھی مکرر ہے تو ان کو بھی کسی لفظ مکرر سے معدول سمجھنا چاہئے؟

جواب:۔ تثنیہ وجمع میں تکرار نہیں کیونکہ تثنیہ کا مفہوم ہے ''مجموع المرکب من المفرد ومثلہ'' (مفرد اور مفرد کے ایک مثل سے مرکب مجموعہ)۔اور جمع کا مفہوم ہے ''مَجْمُوْعُ الْمرَکب مِنَ الْمفرَدِ وَالْاَکْثَرِ الْمماثِلِ لَہ'' (مفرد اور مفرد سے زائد مماثل سے مرکب مجموعہ) تو ان کے معانی متعدد الاجزاء ہیں نہ یہ کہ مکرر ہیں۔

فائدہ:۔ ''اُحَادُمَوْحَدُ، ثُنَامَثْنیٰ، رُبَاعِ مَرْبَع'' میں ''ثلٰث ومثلث'' کی طرح عدل تحقیقی ہے ''رُبَاعِ مَرْبَع'' تک میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ان کے بارے میں سماع موجود ہے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿مَثْنیٰ وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ﴾، ان کے بعد ''عُشَارُ وَمَعْشَر'' تک میں اختلاف ہے۔قول صحیح کے مطابق ''عشار ومعشر'' تک میں عدل تحقیقی ہے۔

سوال:۔منع صرف کا سبب بننے کیلئے وصفیت اصلی معتبر ہے نہ کہ عارضی اور وصفیت ''ثلٰث ومثلث'' میں عارضی ہے کیونکہ معدول عنہ یعنی ''ثلاثۃ ثلاثۃ'' میں وصفیت عارضی ہے اسلئے کہ ''ثلثۃ ثلثۃ'' اصل میں ایک معین عدد کیلئے وضع ہوا ہے۔لہٰذا وصفی معنی میں اس کا استعمال عارضی ہے؟

جواب:۔معدول عنہ یعنی ''ثلثۃ ثلثۃ'' میں بے شک وصفیت عارضی ہے،مگر معدول یعنی ''ثلٰث ومثلث'' میں وصفیت اصلی ہے کیونکہ عدل بمنزلہ وضع ثانی کے ہے اور جس میں وضعی وصفیت ہو وہ اصلی ہے۔

قولہ واُخَرُالخ ''اُخر'' عدلِ تحقیقی کی دوسری مثال ہے ''اُخَر'' غیر منصرف ہے مگر اسبابِ منع صرف میں سے صرف وصفیت اسمیں موجود ہے جبکہ منع صرف کیلئے دو اسباب یا ایک قائم مقام دو کے ہونا ضروری ہے۔تو ہم نے منع صرف کے اسباب میں ایک اور تلاش کیا عدل تحقیقی کے سواء کوئی دوسرا سبب ''اُخَر'' کیلئے صالح نہیں پایا۔اور عدل تحقیقی وہ ہے جس میں معدول عنہ کے وجود پر منع صرف کے علاوہ کوئی خارجی دلیل ہو۔''اُخَرُ'' کے معدول عنہ پر خارجی دلیل اس طرح ہے کہ ''اُخَرُ''، ''اُخریٰ'' کی جمع ہے اور ''اُخریٰ''، ''آخر'' کی مؤنث ہے۔''آخَرُ'' اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل میں قاعدہ یہ ہے کہ مستعمل بمِنْ یا بالف لام یا باضافت ہوتا ہے مگر ''اُخَرْ'' ان تین طرق میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مستعمل نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ''اُخَرُ'' معدول ہے ''الآخَرُ'' سے یا ''آخَرُمِن'' سے۔

واضح رہے کہ ''اُخَر'' اضافت کی صورت سے معدول نہیں ہوسکتا کیونکہ اسم جب اضافت سے منقطع ہو جائے تو مضاف پر تنوین داخل ہوتی ہے یا مبنی برضمہ ہو جاتا ہے یا اسکی اضافت مثل اضافۃ الاولیٰ واجب ہوتی ہے جیسے: ''حِیْنَئِذٍ'' (تنوین کی مثال ہے) اور ''قبلُ'' (مبنی برضمہ کی مثال ہے) اور ''یاتَیمُ تَیمَ عَدِیّ'' (اضافت مثل اضافتِ اولیٰ کی مثال ہے)۔اور ''اُخَرُ'' میں نہ تنوین ہے اور نہ مبنی برضمہ ہے اور نہ مضاف باضافت مثل اضافۃ الاولیٰ ہے معلوم ہوا کہ اضافت سے معدول نہیں۔

سوال:۔ ''اُخر'' کا عدول نہ ''الآخَرُ'' سے صحیح ہے اور نہ ''آخَرُمِن'' سے۔''الآخَرُ'' سے اسلئے صحیح نہیں کہ ''الآخَرُ'' معرفہ ہے تو واجب ہے کہ ''اُخَرُ'' بھی معرفہ ہو کیونکہ معدول معدول عنہ کے معنی کو متضمن ہوتا ہے لہٰذا ''اُخر'' کا کسی نکرے کے لئے صفت واقع ہونا درست نہیں ہونا چاہئے، حالانکہ ''اُخر'' ﴿فَعِدَّةٌ مِنْ اَیَّامٍ اُخَر﴾ میں ''ایام'' کی صفت نکرہ واقع ہے۔اور ''آخرمِنْ'' سے اسلئے معدول نہیں

کہ ''اُخر'' جمع ہے اور ''آخر مِن'' مفرد ہے حالانکہ معدول ومعدول عنہ میں افراد، تثنیہ، جمع میں اتحاد ضروری ہے؟

جواب :۔ دونوں صحیح ہیں۔ پہلی صورت اس لئے صحیح ہے کہ معدول کا معدول عنہ کے اصلی معنی کو متضمن ہونا شرط ہے نہ کہ عارضی معنی کو اور تعریف وتنکیر وغیرہ عارضی معانی ہیں۔ اور دوسری صورت اس لئے صحیح ہے کہ ''اُخر'' اور ''آخر مِن'' میں مطابقت موجود ہے کیونکہ اسم تفضیل مستعمل بمِن میں افراد، تثنیہ اور جمع برابر ہیں۔

درس نمبر ۵۳

قولہ وجُمَعُ الخ ''جُمَعُ'' عدلِ تحقیقی کی تیسری مثال ہے ''جُمَعُ'' غیر منصرف ہے مگر اسباب منع صرف میں سے صرف وصفیت اس میں موجود ہے جبکہ منع صرف کیلئے دو اسباب یا ایک قائم مقام دو کے ضروری ہے۔ تو ہم نے منع صرف کے اسباب میں سے ایک اور تلاش کیا عدلِ تحقیقی کے سوا کوئی دوسرا سبب ''جُمَعُ'' کیلئے صالح نہیں پایا۔ عدل تحقیقی وہ ہے جس میں معدول عنہ کے وجود پر منع صرف کے علاوہ کوئی خارجی دلیل موجود ہو۔ اور ''جُمَعُ'' کے معدول عنہ پر خارجی دلیل یوں ہے کہ ''جُمَعُ'' جمع ہے ''جَمْعَاءُ'' کی اور ''جَمْعاء'' مونث ہے ''اَجْمَعُ'' کی۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ ''فَعْلاءُ، اَفْعَلُ'' کا وزن اگر صفت میں پایا جائے تو اسکی جمع ''فُعْلٌ'' کے وزن پر آتی ہے جیسے: ''حَمْراءُ، اَحْمر'' کی جمع ''حُمْرٌ'' آتی ہے، اور اگر ''فَعْلاءُ، اَفْعَلُ'' کا وزن اسم میں پایا جائے تو اسکی جمع ''فعالی'' یا ''فَعْلاوات'' کے وزن پر آتی ہے جیسے: ''صَحْراء'' کی جمع ''صحاریٰ'' یا ''صَحْرَاوَات'' آتی ہے۔

تو ہم نے ''جُمَعُ'' (جو کہ ''جمعاء، اجمع'' کی جمع ہے) کو ان اوزان میں سے کسی ایک پر نہیں پایا معلوم ہوا کہ ''جُمَعُ'' اگر صفتی ہے تو ''جُمْعٌ'' سے معدول ہے اور اگر اسمی ہے تو ''جماعیٰ'' یا ''جَمْعَاوَات'' سے معدول ہے۔

سوال :۔ ''جُمَعُ'' اگر ''جُمْعٌ'' سے منقول ہے پھر تو ٹھیک ہے کہ دو سبب یعنی وصف اور عدل تحقیقی اس میں موجود ہیں۔ اور اگر ''جماعیٰ'' یا ''جمعاوات'' سے منقول ہے پھر غیر منصرف نہیں رہیگا کیونکہ یہ اوزان اسم کے ہیں وصف کے نہیں، اس لئے اس وقت وصفیت اس میں نہیں صرف ایک سبب یعنی عدل اس میں موجود ہے جو کہ اکیلا منع صرف کیلئے کافی نہیں؟

جواب :۔ اصل وضع ''اَفْعَل، فَعْلاء'' کی صفت کیلئے ہے، اسمی معنی میں عارضی طور پر مستعمل ہے، اور عارضی استعمال کا اعتبار نہیں، لہذا وصف اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف ہے

قولہ کَعُمَر :۔ ''عمر'' اور ''زفر'' عدل تقدیری کی مثالیں ہیں اسطرح کہ کلام عرب میں نحاۃ نے ان دو کو غیر منصرف پایا اور غیر منصرف کیلئے دو علتیں یا ایک قائم مقام دو کا ہونا ضروری ہے مگر ان میں صرف ایک علت یعنی علمیت ہے جو اکیلا منع صرف کیلئے کافی نہیں۔ عدل کے علاوہ کوئی اور سبب غیر صالح تھا لہذا نحاۃ نے عدل تقدیری کا اعتبار کیا اور فرض کیا کہ ''عمر وزفر''، ''عامر وزافر'' سے معدول ہیں۔

قولہ وَمِثل بَابِ قَطَامِ فِی تَمِیم ۔ مثل باب قطام سے مراد ہر وہ اسم ہے جو فعال کے وزن پر ہو اعیانِ مؤنثہ کا علم ہو اور

اسکے آخر میں راء نہ ہو تو اس میں عدل تقدیری معتبر ہے اور باب قطام میں عدل کا اعتبار اس کو اپنے نظائر (مثل حضار و تمار) پر حمل کرنے کے لئے کیا ہے یعنی ''حضار'' وغیرہ میں عدل کا اعتبار کیا ہے تو ''قطام'' میں بھی عدل کا اعتبار کیا۔ اگر چہ اس میں عدل کو احتیاج نہیں کیونکہ اس میں عدل کے سوا سببین یعنی علمیت اور تانیث متحقق ہیں۔

فائدہ :۔ فَعَال کا وزن چار معانی میں مستعمل ہے۔/ **نمبر ۱**۔ وزن فعال بمعنی اُمر جیسے: ''نَزَال و تَرَاک'' بمعنی ''اُنْزِلْ و اُتْرُکْ'' ۔/ **نمبر ۲**۔ وزنِ فعال بمعنی صفت جیسے: ''فَسَاق'' بمعنی ''فَاسِقَة''۔/ **نمبر ۳**۔ وزن فعال بمعنی مصدر جیسے: ''فَجَار'' بمعنی ''اَلْفَجرَة'' یا ''اَلْفُجُوْر''۔/ **نمبر ٤**۔ وزن فعال جو کسی مؤنث کا عَلَم ہو جیسے: ''حضار، قَطَام''۔ اول تین قسم باتفاق اہلِ حجاز و بنو تمیم مبنی ہیں۔ اول اسلئے کہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہے اور ثانی و ثالث اسلئے مبنی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک فعال اُمری کے ساتھ مشابہ ہے وزن اور عدل میں کیونکہ ''فجار، الفجرة'' یا ''الفجور'' سے معدول ہے اور ''فساق، فاسقة'' سے معدول ہے ۔قسم رابع دو قسم پر ہے۔/ **نمبر ۱**۔ ذوات الراء۔/ **نمبر ۲**۔ غیر ذوات الراء۔ ذوات الراء اہل حجاز و اکثر بنو تمیم کے نزدیک مبنی ہے۔ غیر ذوات الراء اہل حجاز کے نزدیک مبنی اور بنو تمیم کے نزدیک علمیت اور تانیث کی وجہ سے معرب غیر منصرف ہے۔

فائدہ: ۔ لفظ ''مثل'' بڑھانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ''قطام'' میں عدل کا اعتبار مغایر ہے ''عمر'' میں عدل کا اعتبار کرنے سے کیونکہ ''عمر'' میں عدل کا اعتبار سبب منع الصرف کی تحصیل کے لئے ہے اور ''قطام'' میں عدل کا اعتبار ''قطام'' کو اپنے نظائر پر حمل کرنے کے لئے ہے۔

درس نمبر ٥٤

(۱) اَلْوَصْفُ شَرطُهُ اَنْ یَکُوْنَ فِی الْاَصْلِ فَلَاتَضُرُّهُ الْغَلَبَةُ فَلِذَالِکَ صُرِّفَ اَرْبَع فِی مَرَرْتُ بِنِسوَةٍ اَرْبعٍ وَامْتَنَعَ اَسْوَدُوَ اَرْقَمُ لِلْحَیةِ وَاَدْهَمُ لِلْقَیدِوَضَعُفَ مَنْعُ اَفْعٰی لِلْحَیَةِ وَاَجْدَلُ لِلصَّقَرِوَاُخَیَلُ لِلطَّائِرِ

ترجمہ :۔ وصف کے سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ اصل وضع میں وصف ہو، پس مضر نہیں وصف اصلی کے لئے اسمیت کا غلبہ، پس اسی لئے منصرف ہے ''اربع'' ''مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ'' میں، اور غیر منصرف ہیں سانپ کے نام ''اَسْوَدواَرْقَم'' اور بیڑی کا نام ''ادھم''، اور ضعیف ہے عدم انصراف ''افعٰی'' کا جو ایک سانپ کا نام ہے، اور ''اجدل'' کا جو شکرے کا نام ہے اور ''اُخَیَل'' کا جو ایک پرندے کا نام ہے۔

مصنفؒ تفصیل عدل سے فارغ ہو گئے تو علل تسعہ میں سے دوسری علت وصف کے بیان کو شروع فرمایا۔ وصف لغت میں تعریف کے معنی میں آتا ہے اور اصطلاح میں ''کون الاسم دالاعلی ذاتٍ مبهمةٍ مأخوذةٍمع بعض صفاتِها'' (وصف اسم کا ایسی ذاتِ مبہمہ پر دال ہونے کا نام ہے جو اپنی بعض صفات کے ساتھ معتبر ہو) کو کہتے ہیں۔ وصف کے سبب منع صرف بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں وصف ہو یعنی وصفیت اس کو عارض نہ ہو، لہٰذا اگر وصف اصلی ہو اور اس پر اسمی معنی غالب آجائے تو وصف

کے سببِ منع صرف بننے کے لئے یہ مضر نہ ہوگا۔

پس جب سبب منع صرف بننے کے لئے وصفِ اصلی ہونا شرط ہے تو ''مررت بنسوة اربع '' میں ''اربع '' غیر منصرف نہ ہوگا کیونکہ ''اربع '' میں وصفیت عارضی ہے۔ ''اسود'' (بمعنی سیاہ سانپ) ''ارقم '' (بمعنی چت کبرا سانپ) اور ''ادھم'' (بمعنی سیاہ بیڑی) تینوں غیر منصرف ہیں اسلئے کہ ان میں وصفیت اصلی ہے لہذا غلبہ اسمی ان کے لئے مضر نہیں۔ ''افعی'' بمعنی خبث ''اجدل '' بمعنی قوت، ''اخیل '' بمعنی تل، ان تین اسماء کا عدم انصراف ضعیف ہے اسلئے کہ یہ یقینی نہیں کہ یہ اسماء اصل وضع میں وصف تھے بلکہ ایک تو ہم ہے کہ یہ اصل وضع میں وصف تھے۔

فائدہ:۔ وصف دو قسم پر ہے (۱) اصلی (۲) عارضی۔ اصلی وہ ہے جو وصفی معنی کیلئے وضع ہوا ہو جیسے: ''اَحْمَرُ'' اس ذات کیلئے وضع ہوا ہے جس میں حمرۃ ہو۔ عارضی وہ ہے جس کی وضع تو اسمی معنی کیلئے ہوئی ہو مگر بوجہ استعمال اسکو وصفیت عارض ہو جیسے: ''اربع'' کہ عدد معین یعنی تین سے اوپر اور پانچ سے نیچے کیلئے وضع ہوا ہے اور یہ اسمی معنی ہے مگر جب یہ معدود کیلئے صفت واقع ہو جائے تو اس وقت معدود سے ذات متصف بذالک العدد مراد ہوتی ہے، پس ''مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ'' بمعنی ''مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ مَوْصُوفَةٍ بِصِفَةِ الْاَرْبَعِيَةِ'' ہوگا۔ واضح رہے کہ منع صرف کا سبب وصفِ اصلی بن سکتا ہے اصلی ہونے کی وجہ سے، نہ کہ عارضی، عارضی ہونے کی وجہ سے۔

سوال:۔ جب اصل بمقابلہ وصف ذکر ہو تو اصل سے موصوف مراد ہوتا ہے لہذا ''اَلْوَصْفُ شَرْطُهُ اَنْ يَكُونَ فِي الْاَصْلِ'' کا معنی ''اَلْوَصْفُ شَرْطُهُ اَنْ يَكُونَ فِي الْمَوْصُوفِ'' ہوگا اور یہ معنی صفت عارضی میں بھی پایا جاتا ہے تو چاہئے کہ وصف عارضی بھی منع صرف کا سبب بنے؟

جواب:۔ اصل سے موصوف مراد نہیں بلکہ اصل سے وضع مراد ہے یعنی وصف کے لئے شرط یہ ہے کہ وضعاً وصف ہو۔

قولہ فلاتضرہ الغلبة الخ یعنی اگر وصفیت اصلی پر اسمیت غالب آجائے تو بایں معنی مضر نہیں کہ وصف کو سببِ منع صرف سے خارج کردے بلکہ اب بھی منع صرف کا سبب ہوگا ہاں اتنا ضرور ہے کہ اغلبہ اسمی اسکی عمومیت ختم کر کے بعض افراد کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔

سوال: ۔آپ کہتے ہیں کہ غلبہ اسمی وصف اصلی کیلئے مضر نہیں تو یہ تسلیم نہیں۔ اسلئے کہ اگر ''اسود'' کسی رجل ابیض کا نام رکھا جائے تو پھر یہ غلبہ اسمی کی وجہ سے وصفیت اور وزن فعل کی وجہ سے منع صرف کا سبب نہیں گا بلکہ علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے منع صرف کا سبب ہوگا؟

جواب:۔ غلبہ اسمی سے مراد وصف کا اپنے بعض افراد کے ساتھ خاص ہونا ہے اور رجل ابیض ''اسود'' کے افراد میں سے نہیں۔

سوال: ۔ جب قاعدہ یہ ہے کہ غلبہ اسمی وصفیت اصلی کیلئے مضر نہیں تو ''افعی'' (بمعنی خبث) پر اسمیت کا غلبہ آیا ہے کیونکہ سانپ کا نام بن گیا ہے مگر چونکہ اسمیں وصفیت اصلی ہے لہذا غیر منصرف ہونا چاہئے۔ اسی طرح ''اجدل'' (بمعنی قوۃ) پر اسمیت کا غلبہ آیا ہے کیونکہ شکرے کا نام بن گیا ہے مگر چونکہ اس میں بھی وصفیت اصلی ہے لہذا یہ بھی غیر منصرف ہونا چاہئے۔ اسی طرح ''اخیل'' (بمعنی تل) ہے کیونکہ اس پر بھی اسمیت کا غلبہ آیا ہے مگر وصفیت اصلی ہونے کی وجہ سے اسکو بھی غیر منصرف ہونا چاہئے حالانکہ یہ تینوں غیر منصرف نہیں؟

جواب:۔مصنفؒ نے ''وَضَعُفَ مَنْعُ اَفْعیٰ الخ'' سے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ ان تین اسماء کا عدم انصراف ضعیف ہے اسلئے کہ یہ یقینی نہیں کہ یہ اسماء اصل وضع میں وصف تھے بلکہ ایک تو ہم ہے کہ یہ اصل وضع میں وصف تھے۔

سوال:۔جس طرح کہ انکا وصف اصلی ہونا متیقن نہیں اسی طرح وصف عارضی ہونا بھی یقینی نہیں لہذا انکا انصراف وعدم انصراف برابر ہے تو آپ نے انصراف کو کیوں ترجیح دی ہے؟

جواب:۔انصراف اسم میں اصل ہے کیونکہ انصراف کسی سبب کا محتاج نہیں، اس لئے اسے منصرف قرار دیا جبکہ عدم انصراف سببین کا محتاج ہے۔

درس نمبر 55

(۱)اَلتَّانِيْثُ بِالتَّاءِ شَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ(۲)وَالْمَعْنَوِيَةُ كَذَالِكَ،وَشَرْطُ تَحَتُّمِ تَأْثِيرِهِ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلٰثَةِ اَوْتَحَرُّكُ الْاَوْسَطِ اَوِالْعُجْمَةُ،فَهِنْدٌيَجُوزُصَرفُه وَزَيْنَبُ،وَسقَرُوَمَاهُ وَجُوْرُمُمْتَنِعٌ(۳)فَاِنْ سُمِّيَ بِهِ مُذَكَّرٌفَشَرْطُهُ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلٰثَةِ،فَقَدَمٌ مُنصرِفٌ،وَعَقْرَبُ مُمْتَنِعٌ ۔

ترجمہ:۔تانیث بالتاء کے سبب بننے کی شرط علمیت ہے،اور تانیث معنوی بھی اسی طرح ہے(یعنی معنوی کی بھی شرط علمیت ہے)اور تانیث معنوی کے وجوبی تاثیر کیلئے شرط تین حرف سے زائد ہونا ہے یا درمیانی حرف کا متحرک ہونا ہے یا عجمی ہونا ہے،پس''ھِنْدٌ'' کا انصراف جائز ہے،اور''زَیْنَبُ،سَقَر،مَاہُ وجُوْرُ''،غیر منصرف ہیں،پس اگر تانیث معنوی کے ساتھ مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اسکی شرط تین حرف سے زائد ہونا ہے،پس''قَدَمٌ''،منصرف ہے اور''عَقْرَبُ''غیر منصرف ہے۔

(۱) مصنفؒ تفصیل وصف سے فارغ ہو گئے تو علل تسعہ میں سے تیسری علت تانیث کے بیان کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں کہ تانیث لفظی کے منع صرف کے لئے سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ علم ہو۔تانیث لفظی کیلئے علمیت اسلئے شرط ہے کہ علَم بقدر الامکان تغیر سے محفوظ ہوتا ہے اور اسلئے بھی کہ علمیت وضع ثانی ہے اور جس حرف پر کلمہ کی وضع ہو جائے وہ کلمہ سے بقدر الامکان جدا نہیں ہوتا تو تانیث لازم ہو کر زائل ہونے سے محفوظ ہو جاتی ہے۔تانیث لفظی کو''تانیث بالتاء''کہہ کر اس طرف اشارہ کیا کہ اگر تانیث بالف ممدودہ یا بالف مکسورہ ہو تو اس کے لئے علمیت شرط نہیں وہ دو سببوں کے قائم مقام ہے۔

سوال:۔''تَانِيْثُ بِالتّاء'' سے مراد تانیث لفظی ہے اور صرف تانیث لفظی کو''تانیث بالتاء''کہنا صحیح نہیں کیونکہ معنوی میں بھی تاء ہے؟

جواب:۔تانیث لفظی کو''تانیث بالتاء''اسلئے کہتے ہیں کہ اس میں تاء لفظوں میں موجود ہوتی ہے اور معنوی میں تاء لفظوں میں نہیں ہوتی۔

(۲) تانیث معنوی کے لئے بھی علمیت شرط ہے البتہ اس کی وجوبی تاثیر کے لئے شرط یہ ہے کہ تین اُمور میں سے ایک اَمر موجود ہو یعنی یا تو لفظ تین حروف سے زائد پر مشتمل ہو جیسے:''زَیْنَب''یا اگر تین حروف سے زائد پر مشتمل نہ ہو تو متحرک الاوسط ہو جیسے:''سَقَر''(جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے)۔اور اگر متحرک الاوسط بھی نہ ہو تو عجمہ ہو جیسے:''ماہ وجور''(دو قلعوں کے نام ہیں)۔یہ

شرط اسلئے ہے کہ اگران تین امور میں سے کوئی ایک نہ ہوتو لفظ میں انتہائی خفت آئیگی جو کہ سببین کے ثقل کے منافی ہے۔پس ''ھند'' کا انصراف وعدم انصراف دونوں جائز ہیں۔انصراف تو اسلئے جائز ہے کہ تانیث معنوی کی وجوبی تاثیر کی تین شرطوں میں سے کوئی شرط اس میں موجود نہیں۔اور عدم انصراف اسلئے جائز ہے کہ منع صرف کے دو اسباب یعنی تانیث معنوی اور علمیت اسمیں موجود ہیں۔

سوال:۔تانیث معنوی کی تشبیہ تانیث لفظی کے ساتھ صحیح نہیں یعنی یہ کہنا کہ تانیث معنوی بھی لفظی کی طرح ہے صحیح نہیں اسلئے کہ لفظی میں تاء ظاہر اور معنوی میں مقدر ہوتی ہے؟

جواب:۔تشبیہ علمیت شرط ہونے میں ہے نہ کہ تاء میں۔

سوال:۔پھر تو برائے اختصار یوں کہنا چاہئے تھا کہ ''اَلتَّانِیْثُ لَفْظِیًّا کَانَ اَوْ مَعْنَوِیًّا شَرْطُهُ الْعَلَمِیَّةُ''؟

جواب:۔ایک فرق کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ لفظی میں وجوبِ منع صرف کے لئے علمیت شرط ہے اور معنوی میں جوازِ منع صرف کے لئے علمیت شرط ہے،معنوی میں وجوب منع صرف کے لئے تین امور میں سے ایک کا ہونا شرط ہے صرف علمیت کافی نہیں،اسلئے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا۔

(۳) تانیث معنوی کے ساتھ اگر کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اسکی تانیث زائل ہو جاتی ہے زوالِ تانیث سے جو نقصان آیا اسکی جبیرہ کیلئے زیادۃ علی الثلٰثہ شرط ہے۔تحرک الاوسط اور عجمہ کافی نہیں۔زیادۃ علی الثلٰثہ میں حرف رابع قائم مقام تانیث ہوتا ہے لہذا '' قَــــــــدَمٌ''، مؤنث معنوی ہے اگر یہ کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو غیر منصرف نہ ہوگا کیونکہ شرط (زیادۃ علی الثلٰثہ) موجود نہیں اور ''عَقْرَبُ''(مؤنث معنوی) اگر کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو وجودِ شرط (یعنی الزیادۃ علی الثلٰثہ) کی وجہ سے غیر منصرف رہے گا۔

سوال:۔آپ نے کہا کہ تین حروف سے زائد پر مشتمل ہونے کی صورت میں حرف رابع تانیث کے قائم مقام ہوتا ہے اسکی کیا دلیل ہے کہ حرف رابع قائم مقام تانیث ہے؟

جواب:۔عام قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی لفظ کی تانیث واصل معلوم کرنا ہوتی ہے تو اسکو مصغر بناتے ہیں پس جب لفظِ ''قدمٌ'' کی تصغیر کی گئی تو تصغیر کے قاعدہ کے مطابق اسمیں تاء تانیث ظاہر ہوگئی ''قَدَمٌ'' کی تصغیر ''قُدَیْمَۃٌ'' ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ لفظ ''قدمٌ'' مؤنث معنوی ہے،اور لفظِ ''قدمٌ'' میں کوئی حرف قائم مقام تانیث نہیں۔بخلاف ''عقرب'' کے کہ اسکی تصغیر ''عُقَیْرِب'' بلا اظہار تاء ہے جس سے معلوم ہوا کہ حرف رابع قائم مقام تاء ہے۔

درس نمبر 56

(۱) اَلْمَعْرِفَةُ شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً (۲) اَلْعُجمَةُ شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً فِي الْعُجْمَةِ،وَتَحَرُّكُ الْاَوْسَطِ اَوِ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ،فَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ،وَشَتَرُوَابْرَاهِيْمُ مُمْتَنِعٌ

ترجمہ:۔معرفہ اسکی شرط (سبب منع صرف بننے کے لئے) یہ ہے کہ علَم ہو،عجمہ اسکی (پہلی) شرط (سبب منع صرف بننے کے لئے) یہ

ہے کہ علم ہو لغتِ عجم میں، اور (دوسری شرط یہ کہ) درمیانی حرف متحرک ہو یا تین حروف سے زائد ہو، پس ''نوحٌ'' منصرف ہے اور ''شَتَرُ وَاِبْرَاھِیم'' غیر منصرف ہیں۔

(۱) مصنفؒ تانیث کی تفصیل سے فارغ ہوگئے تو علل تسعہ میں سے چوتھی اور پانچویں علت یعنی معرفہ اور عجمہ کے بیان کو شروع فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ معرفہ کا منع صرف کے لئے سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ علم ہو۔ معارف کل چھ ہیں۔ اسماء اشارات، موصولات، مضمرات، معرف باللام، معرفہ بالاضافۃ اور اعلام۔ اول تین مبنی ہیں، چوتھا اور پانچواں غیر منصرف کو منصرف بنا دیتے ہیں۔ تو منع صرف کی سببیت کیلئے معرفہ کی اقسام میں سے صرف علَم رہ گیا لہذا معرفہ سے وہ معرفہ مراد ہے جو علَم ہو۔

سوال:۔ ''اَنْ تَکُوْنَ عَلَمِیَّۃً'' میں تکرارِ ''کون'' ہے اس طرح کہ ''اَنْ'' مصدریہ ''تکون'' کو بمعنی ''کون'' کے کردیتا ہے اور ''علمیۃ'' میں یاء مصدری ہے جو اپنے ملحوق بہ کو ''کون'' محذوف کی خبر بنا دیتی ہے تقدیری عبارت اسطرح ہوگی ''شَرْطُھَا کَوْنُھَا کَوْنُھَا عَلَماً''؟

جواب:۔ ''عَلَمِیَّۃً'' میں یاء نسبتی ہے مصدری نہیں تقدیری عبارت اس طرح ہے ''شَرْطُھَا اَنْ تَکُوْنَ مَنْسُوْبَۃً اِلَی الْعَلَم''۔

(۲) عجمہ لغت میں لکنت و زبان بندی کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ''مَا وَضَعَہٗ غَیْرُ الْعَرَبِ'' (جس کو غیر عربوں نے وضع کیا ہو) کو کہتے ہیں۔ عجمہ کا منع صرف کے لئے سبب بننے کی دو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ عجمہ لغتِ عجمی میں علم ہو پھر نقل ہوا ہو عربی کی طرف۔ دوسری شرط دو اجزاء پر مشتمل ہے دونوں میں سے منع صرف کیلئے کسی ایک کا وجود ضروری ہے، وہ یہ کہ یا لفظ متحرک الاوسط ہو یا زائد علی الثلاثہ ہو۔ اگر ان دو شرطوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو عجمہ ساکن الاوسط ثلاثی ہو جائیگا جو اپنی خفت کی وجہ سے سببیتِ منع صرف کی صلاحیت نہیں رکھے گا۔ پس ''نُـــوحٌ'' منصرف ہے اسلئے کہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے شرط ثانی کے دو اجزاء میں سے کوئی ایک بھی اس میں موجود نہیں۔ اور ''شَتَرُ'' (ایک قلعہ کا نام ہے) اور ''ابراھیم'' میں شرائط موجود ہیں اسلئے غیر منصرف ہیں۔ ''شَتَرُ'' میں تحرّک الاوسط اور ''ابراھیم'' میں زائد علی الثلاثہ والی شرط پائی جاتی ہے۔

سوال:۔ تاثیر عجمہ کی پہلی شرط یہ کہ عجمہ لغت عجمی میں علَم ہو پھر نقل ہوا ہو عربی کی طرف، تو اس کا مطلب یہ کہ اگر لغتِ عجمی میں علَم نہ ہو اور عربی کی طرف منقول ہو تو یہ عجمہ منع صرف میں مؤثر نہ ہوگا حالانکہ میں بتا تا ہوں ایک لفظ لغتِ عجم میں علَم نہیں مگر عربی کی طرف منقول ہونے کے بعد اسکو منع صرف میں مؤثر قرار دیا گیا ہے جیسے ''قالون'' لغت عجم میں مطلق جیّد کو کہتے ہیں علَم نہیں، مگر عربی کی طرف منتقل ہونے کے بعد علَم بن گیا ہے مشہور امامِ قرأۃ نافع مدنیؒ نے اپنے راوی ابو عیسٰی کا نام بوجہ جودۃِ قرأۃ ''قَالُوْن'' رکھا، اب یہ غیر منصرف ہے؟

جواب:۔ لغتِ عجم میں علم ہونا عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً۔ حقیقۃً جیسے: ''اِبْرَاھِیْمُ'' اور حکماً جیسے: ''قَالُوْن''۔ ''قالون'' حکماً علَم فی العجمہ اسلئے ہے کہ اسکو عربوں نے عربی کی طرف بغیر کسی تغیر کے نقل کیا ہے اور اس پر تنوین اور لام داخل نہیں کیا تو گویا یہ عجم میں بھی علم تھا کیونکہ شرطیتِ علم سے غرض یہ ہے کہ لفظِ عجمی میں تغیر نہ آئے اور یہ مقصد اس میں حاصل ہوگیا۔

اور اگر لغت عجمی میں علم نہ ہو اور عربوں نے بعد از نقل اس میں تصرف بھی کیا ہو تو پھر یہ غیر منصرف نہیں رہیگا کیونکہ یہ اب نہ حقیقۃً

علم رہانہ حکماً جیسے: ''لجام'' لغتِ عجم میں اسم جنس ہے اصل میں لگام تھا عربوں نے اسمیں یہ تصرف کیا کہ گاف کو جیم سے تبدیل کیا لہذا یہ اب نہ حقیقۃً علم فی العجمہ ہے اور نہ حکماً اسلئے غیر منصرف بھی نہیں ہے۔

سوال: ۔تانیث معنوی میں شرائط معدوم ہونے کی صورت میں کہا تھا ''فَھِنْدٌ یَجُوزُ صَرْفُه'' یعنی عدم شرط کی صورت میں انصراف وعدم انصراف دونوں جائز ہیں۔اور عجمہ میں شرائط مفقود ہونے کی صورت میں آپ صرف انصراف کو جائز سمجھتے ہیں وجہ فرق کیا ہے؟

جواب: ۔تانیث معنوی اور عجمہ دونوں اُمر معنوی ہیں ظاہری علامت ان میں نہیں اسلئے ان دو کیلئے مذکورہ شرائط ہیں مگر تانیث میں عجمہ کی بنسبت ایک گنا قوۃ ہے کیونکہ تانیث کی تاء کبھی ظاہر بھی ہو جاتی ہے جیسے حالت تصغیر میں، پس اس قوۃ کی بناء پر تانیث میں عدم شرائط کی صورت میں تانیث معنوی کا اعتبار کر کے عدم انصراف کو جائز قرار دیا ہے۔اور عجمہ میں چونکہ یہ قوت مفقود ہے کیونکہ عجمہ میں کبھی بھی علامت عجمہ ظاہر نہیں ہوتی اسلئے عدم شرائط کی صورت میں عجمہ کا اعتبار نہیں کیا جائیگا اسلئے عدم انصراف جائز نہیں۔

سوال: ۔پہلی شرط علمیت ہے تو تفریع بھی پہلے اسی شرط پر کرتے مگر آپ نے پہلے ''فَنُوحٌ مُنْصَرِفٌ'' کہہ کر تحرک الاوسط والی شرطِ ثانی پر تفریع کی ہے، وجہ کیا ہے؟

جواب: ۔مقصود تفریع نہیں تنبیہ ہے کہ بعض حضرات ''نوحٌ'' کو غیر منصرف سمجھتے ہیں۔تو مصنفؒ نے تنبیہ کی کہ ''نوحٌ'' منصرف ہے غیر منصرف نہیں اگر مصنفؒ کا مقصود تفریع کرنا ہوتا تو پہلے شرط کی وجودی مثالیں ''شَتَرُ وإبْرَاهِيمُ'' لاتے بعد میں شرط کی عدمی مثال ''نُوحٌ'' لاتے کیونکہ وجودی تفریع کا تقدم اولیٰ ہے۔

فائدہ: ۔کلام اللہ شریف میں جتنے انبیاء علیہم السلام کے نام مذکور ہیں ان میں سے صرف چھ منصرف ہیں باقی سارے غیر منصرف ہیں کسی فارسی شاعر نے انکو یوں بیان کیا ہے۔

شعر: ۔گرہمی خواہی کہ یابی نام ہر پیغمبری::: تا کدام است نزد نحوی منصرف لا ینصرف

صالح، ہود، محمدؐ، باشعیب، نوح، لوط::: این ہمہ دان منصرف دیگر ہمہ لا ینصرف۔

درس نمبر۵۷

(۱) اَلْجَمْعُ شَرْطُهُ صِيغَةُ مُنْتَهَى الْجُمُوعِ بِغَيْرِ هَاءٍ كَمَسَاجِدَ وَمَصَابِيحَ, وَاَمَّا فَرَازِنَةٌ فَمُنْصَرِفٌ

ترجمہ: ۔جمع کی شرط یہ ہے کہ صیغہ منتہی الجموع ہو بغیر ھاء کے جیسے ''مَسَاجِدُ وَمَصَابِيحُ''، اور بہرحال ''فَرَازِنَةٌ'' پس وہ منصرف ہے۔

(۱) مصنفؒ معرفہ اور عجمہ کی تفصیل سے فارغ ہو گئے تو علل تسعہ میں سے چھٹی علت یعنی جمع کے بیان کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں کہ جمع کا منع صرف کے لئے سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ صیغہ منتہی الجموع بغیر ہاء کے ہو۔صیغہ منتہی الجموع سے مراد یہ ہے کہ صیغہ کا اول وثانی حرف مفتوح ہو، ثالث الف ہو، الف کے بعد اگر دو حرف ہوں تو دونوں متحرک اول مکسور ہو جیسے ''مَسَاجِدُ'' اور اگر الف کے بعد تین حرف ہوں تو درمیانی حرف ساکن ہو جیسے ''مَصَابِيحُ''۔نیز اسکو منتہی الجموع اسلئے کہا جاتا ہے کہ اسکی جمعیت تکسیر کے لحاظ سے انتہاء کو

پہنچ گئی۔ ہے مزید وزن تکسیر پر جمع نہیں ہوسکتی۔ ہاں جمع سالم کے وزن پر جمع ہوسکتی ہے جیسے''اَیامِنُ''اور''صَواحِبُ'' کی جمع ''اَیامِنِین'' اور''صَواحِبات'' آتی ہے۔ منتہی الجموع ہونے کی شرط اسلئے لگائی ہے تاکہ صیغہ کسی حد تک تغیر سے محفوظ ہو۔

اور یہ شرط کہ''جمع منتہی الجموع بغیر ھاء ہو'' اس لئے لگائی کہ اگر کہیں صیغہ منتہی الجموع مع الھاء ہو تو یہ مفردات کا وزن ہے جس کی وجہ سے قوۃ جمعیت میں فتور پڑ جاتا ہے اس لئے وہ منع صرف کا سبب نہیں بن سکتا جیسے:''فَـــرازِنَۃٌ'' بروزنِ''کَــــراھِیَۃٌ''۔ پس ''فرازنۃٌ'' میں شرط مفقود ہے اس لئے منصرف ہے، کیونکہ اس کے آخر میں ایسی''تاء'' ہے جو بوقتِ وقف''ہاء'' بن جاتی ہے۔

سوال:۔ آپ نے کہا کہ جمع کیلئے شرط یہ ہے کہ صیغہ منتہی الجموع ہو حالانکہ جمع بغیر مذکورہ شرط کے بھی پائی جاتی ہے جیسے:''رِجالٌ''؟

جواب:۔ صیغہ منتہی الجموع ذات جمع کیلئے شرط نہیں بلکہ منع صرف میں تاثیر اور سببین کے قائم مقام ہونے کیلئے شرط ہے۔

سوال:۔ آپ نے''بِغَیْرِھاءٍ'' کی قید لگائی ہے کہ جمع کے آخر میں''ہاء'' نہ ہو اس شرط کے مطابق''فَوارِہ'' منصرف ہونا چاہئے کیونکہ اس کے آخر میں ھاء ہے۔ اور''فَـــرازِنَۃٌ'' غیر منصرف ہونا چاہئے کیونکہ اسکے آخر میں ھاء نہیں، حالانکہ معاملہ اسکے برعکس ہے یعنی ''فوارہ'' غیر منصرف ہے اور''فرازنۃٌ'' منصرف ہے؟

جواب:۔ ''ھاء'' سے مراد وہ''ھاء'' ہے جو بوقتِ وقف تاء تانیث سے منقلب ہو تو''فَوارِہُ'' کی''ھاء'' اصلی ہے تاء تانیث سے منقلب نہیں اسلئے اسکو بغیر ھاء سمجھتے ہوئے غیر منصرف قرار دیا ہے۔ اور''فــرازنۃٌ'' کی''تاء'' بوقتِ وقف''ھاء'' سے تبدیل ہو جاتی ہے اسلئے یہ منتہی الجموع مع الھاء ہے لہذا غیر منصرف نہ ہوگا۔ یا یوں کہو کہ''ھاء'' سے مراد تاء تانیث ہے باعتبار مایؤل الیہ اسے''ھاء'' کہا ہے۔

سوال:۔ ''بِغَیْرِیاءِ النِّسْبَۃِ'' کی قید بھی لگاتے کیونکہ''مَدائِنِیّ'' جمع کا وزن ہے مگر یاء نسبتی کی وجہ سے منصرف ہے؟

جواب:۔ ''مـدائنیّ'' جمع نہیں کیونکہ یاء نسبتی جسکے ساتھ لگ جاتی ہے وہ محض مفرد ہوتا ہے، لہذا''مـدائنیّ'' یاء نسبی کی وجہ سے منصرف نہیں بلکہ شروع ہی سے غیر منصرف نہیں ہے۔

سوال:۔ ''فَرازِنَۃٌ'' مبتدأ اور''مـنـصـرفٌ'' خبر ہے، مبتدأ و خبر میں تانیث و تذکیر کے لحاظ سے موافقت نہیں کیونکہ اول مونث اور ثانی مذکر ہے؟

جواب:۔ مبتدأ اور خبر میں موافقت کے لئے شرط یہ ہے کہ خبر مشتق ہو اور''مـنـصـرف'' اب عَلَم بن گیا ہے، عَلَم بمنزلہ جامد کے ہے لہذا خبر مشتق نہ ہونے کی وجہ سے موافقت ضروری نہیں۔

درس نمبر ۵۸

(۱) وَحَضاجِرُ عَلَماً لِلضَّبُعِ غَیْرُ مُنْصَرِفٍ لِاَنَّہٗ مَنْقُولٌ عَنِ الْجَمْعِ (۲) وَسَراوِیْلُ اِذَا لَمْ یُصْرَفْ وَھُوَ الْاَکْثَرُ فَقَدْ قِیْلَ اَعْجَمِیٌّ حُمِلَ عَلٰی مَوَازِنِہٖ وَقِیْلَ عَرَبِیٌّ جَمْعُ سِرْوَالَۃٍ تَقْدِیْراً وَاِذَا صُرِفَ فَلَا اِشْکَالَ

ترجمہ:۔ اور''حضاجر''اس حال میں کہ عَلَم ہو ھنڈرا کا تو غیر منصرف ہے، کیونکہ منقول عن الجمع ہے، اور''سراویل''جب کہ

غیر منصرف ہو اور یہی استعمال میں اکثر ہے، تو بعض نے کہا ہے عجمی ہے حمل کیا گیا ہے اپنے ہم وزن جمع منتہی الجموع پر، اور بعض نے کہا ہے عربی ہے "سِرْوَالَۃٌ" کی جمع ہے فرضاً، اور جب منصرف پڑھا جائے تو کوئی اشکال نہیں۔

قولہ وَحَضَاجِرُ عَلَماً الخ یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے مصنفؒ نے جمعیت کو منع صرف کا سبب اور صیغہ منتہی الجموع کو شرط قرار دیا تھا۔ اور "حَضَاجِرُ" وزنِ منتہی الجموع پر تو ہے مگر جمع نہیں بلکہ ھنڈرا کا عَلَم جنس ہے، واحد اور کثیر سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ تو اصل سبب یعنی جمعیت مفقود ہے صرف وزن منتہی الجموع کی وجہ سے "حضاجر" غیر منصرف کیسے ہوگا؟

جواب:۔ "حَضَاجِرُ" میں دو احتمال ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ ھنڈرا کا علم جنس ہے۔/ **نمبر ۲**۔ "حِضْجَر" بمعنی عظیم البطن کی جمع ہے۔ تو اگر واقعی یہ "حِضَجَر" کی جمع ہو پھر تو کوئی اشکال نہیں، کیونکہ اس وقت سبب اور شرط دونوں موجود ہیں۔ اور اگر یہ ھنڈرا کا عَلَم جنس ہو، پھر بے شک مذکورہ بالا اعتراض واقع ہوگا۔ جس کا ہم جواب دیتے ہیں کہ "حضاجر" اصل میں "حضجر" کی جمع ہے، پھر جمعیت سے عَلَم جنس کی طرف منقول ہوا، لہذا یہ جمعیتِ اصلی کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمع دو قسم پر ہے: اصلی اور حالی۔ منع صرف کیلئے جمع حالی شرط نہیں بلکہ جمع اصلی کافی ہے۔

سوال:۔ جب جمع میں جمعیت اصلی معتبر ہے پھر تو یوں کہنا چاہئے تھا کہ: "اَلْجَمْعُ شَرْطُهُ صِيغَةُ مُنْتَهىٰ الْجُمُوْعِ وَاَنْ يَكُونَ فِي الْاَصْلِ" جیسا کہ وصف میں کہا تھا "شَرْطُهُ اَنْ يَكُونَ فِي الْاَصْلِ"؟

جواب:۔ پھر وہم پیدا ہوتا کہ وصف کی طرح جمع بھی اصلی وعارضی ہے، حالانکہ جمع میں عارضی ہونا متصور نہیں۔

سوال:۔ "حضاجر" کے غیر منصرف ہونے کا سبب جمعیت نہیں بلکہ علمیت اور تانیث معنوی ہے، کیونکہ "حضاجر" مادہ ھنڈرا کا عَلَم ہے لہذا جمعیت اصلیہ کا اعتبار کرنے کی حاجت نہیں؟

جواب:۔ "حضاجر" جنس ھنڈرا کا عَلَم ہے، اور جنس میں تانیث وتذکیر برابر ہیں لہذا اسے مونث قرار دینا درست نہیں۔ اور اس کی علمیت بھی معتبر نہیں ورنہ تو بعد از تنکیر منصرف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں، لہذا جمعیت کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

(۲) قولہ وَسَرَاوِيْلُ اِذَالَمْ الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ "سراویل" اسم جنس ہے، جسکا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر ہوتا ہے، لہذا یہ نہ فی الحال جمع ہے اور نہ منقول عن الجمع ہے، مگر پھر بھی غیر منصرف ہے؟

جواب:۔ "سراویل" کے انصراف وعدم انصراف میں اختلاف ہے، بعض اسکو منصرف پڑھتے ہیں اس وقت تو کوئی اعتراض نہیں۔ اور بعض اسکو غیر منصرف پڑھتے ہیں، اور اسکا اکثر استعمال بھی عدم انصراف میں ہے، اس وقت اس پر مذکورہ بالا اعتراض ہوتا ہے۔ جسکے جواب دینے میں نحاۃ مختلف ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ عجمی ہے نہ فی الحال جمع ہے اور نہ فی الاصل، عربی میں اس کے ہم وزن "اَنَاعِيْم" اور "مَصَابِيْحُ" ہیں، اسکو عربی ہموزنوں پر حمل کر کے غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ یہ عربی لفظ ہے جب اسکو غیر منصرف پایا تو فرض کیا کہ یہ "سِرْوَالَۃٌ" کی جمع ہے اور "سروالۃ" پاجامہ کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ لہذا جب

''سراویل'' کو ''سروالۃ'' کی جمع فرض کرلیا تو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

سوال :۔''سراویل'' کو جن بعض حضرات نے منصرف کہا ہے ان کے مذہب کے مطابق ''مَصَابِیْحُ''، ''سِرَاوِیْلُ'' کے ہموزن ہونے کی وجہ سے منصرف ہونا چاہئے جیسا کہ ''فرازنۃ''، ''کراھیۃ'' کے ہموزن ہونے کی وجہ سے منصرف ہے؟

جواب :۔جمع منتہی الجموع کا ہموزن اگر عربی ہو تو اس وقت جمع منتہی الجموع کو منصرف پڑھا جائیگا، اور اگر اس کا ہموزن عجمی ہو تو عجمی کے ہموزن ہونے کی وجہ سے جمع منتہی الجموع کو منصرف نہیں پڑھا جائیگا۔''سراویل'' چونکہ عجمی ہے اسلئے اسکے ہموزن ہونے کی وجہ سے ''مصابیح'' کو منصرف نہیں پڑھیں گے۔اور جن حضرات کے نزدیک ''سراویل'' عربی لفظ ہے ان کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جمع منتہی الجموع ان مفردات کے ہموزن ہونے کی وجہ سے منصرف ہوتا ہے جن مفردات کا وزن نادر نہ ہو۔جبکہ مفرد کا ''سراویل'' کے وزن پر ہونا نادر ہے۔

س نمبر ۵۹

(۱)وَنَحْوُ جَوَارٍ رَفْعاً وَجَرّاً کَقَاضٍ، (۲) اَلتَّرْکِیْبُ شَرْطُهُ الْعَلَمِیَّةُ، وَاَنْ لَایَکُوْنَ بِاِضَافَةٍ وَلَا اِسْنَادٍ مِثْلُ بَعْلَبَکَّ

ترجمہ:۔اور ''جَوَارٍ'' جیسی مثالیں س حالت رفعی وجری میں ''قَاضٍ'' کی طرح ہیں، ترکیب اسکی شرط علم ہونا ہے اور یہ کہ یہ ترکیب اضافی واسنادی نہ ہو جیسے: ''بَعْلَبَکَّ''۔

(۱) ''حضاجر'' وغیرہ میں وزن تو جمع کا تھا مگر جمعیت نہیں تھی مصنفؒ آگے ایسے لفظ کو بیان فرماتے ہیں جس میں جمعیت ہے مگر وزن جمع نہیں یعنی ''جوارٍ''۔''جوارٍ'' سے مراد ہر وہ جمع منقوص ہے بروزنِ ''فواعل'' ہو خواہ ناقص واوی ہو یا یائی، جیسے: ''اَلْجَوَارِي، الدَّوَاعِي، الْمَعَانِي'' حالت رفعی وجری میں باعتبار حذف یاء و دخول تنوین ''قاضٍ'' کی طرح ہے، جیسے: ''جَاءَ تْنِي جَوَارٍ وَمَرَرْتُ بِجَوَارٍ''۔

سوال:۔''جَوَارٍ'' جمع ہے اور ''قَاضٍ'' مفرد ہے لہذا ''جوارٍ'' کو ''قاضٍ'' کا مشابہ قرار دینا صحیح نہیں؟

جواب:۔''جوارٍ'' صورتمیں ''قاض'' کے مشابہ ہے یعنی حذفِ یاء اور دخول تنوین میں آپس میں مشابہت رکھتے ہیں۔

فائدہ:۔''جوارِ'' حالت نصب میں یاء مفتوحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا، اس صورت میں بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ صیغہ منتہی الجموع کے وزن پر ہے۔اور حالت رفعی وجری میں تین مذاہب ہیں:/ **نمبر ۱**۔مطلقاً منصرف ہے خواہ قبل الاعلال ہو یا بعد الاعلال، کیونکہ اعلال کا تعلق کلمہ کے جوہر سے ہے، اور عدم انصراف کلمہ کے احوال میں سے ایک حال ہے لہذا اعلال مقدم ہے عدم انصراف سے۔اور بعد الاعلال وزن منتہی الجموع نہیں اسلئے منصرف ہے تو ''جَاءَ تْنِي جَوَارٍ'' اصل میں ''جَاءَ تْنِي جَوَارِيُ'' ہے، پھر ضمہ بوجہ ثقل ساقط ہوا، اور یاء بوجہ التقاء ساکنین ساقط ہوئی تو ''جوار'' بن گیا۔

سوال:۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلال انصراف سے بھی مقدم ہے کیونکہ انصراف بھی احوال کلمہ میں سے ہے؟

جواب :۔اگر اعلال سے قبل کلمہ ہم منصرف نہ سمجھیں تو کلمہ نہ منصرف ہوگا اور نہ غیر منصرف اور یہ ارتفاع النقیضین ہے جو کہ جائز نہیں لہذا انصراف اعلال سے مقدم ہے مگر عدم انصراف مقدم نہیں۔

/**نمبر۲** ۔دوسرا مذہب یہ ہے کہ ''جوار'' مطلقاً غیر منصرف ہے خواہ قبل الاعلال ہو یا بعد الاعلال۔قبل الاعلال تو صیغہ منتہیٰ الجموع کے وزن پر ہے اسلئے غیر منصرف ہے،اور بعد الاعلال المحذوف کالملفوظ ہے لہذا دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہے۔بے شک اس پر تنوین داخل ہوتی ہے مگر یہ تنوین اعرابی نہیں بلکہ عوضی ہے،جو ممتنع نہیں۔

/**نمبر۳**۔تیسرا مذہب یہ ہے کہ ''جوار قبل الاعلال منصرف اور بعد الاعلال غیر منصرف ہے۔قبل الاعلال اسلئے منصرف ہے کہ عدم انصراف سے اعلال مقدم ہے تو جب تک کہ اعلال نہ ہو اس وقت تک منصرف رہیگا۔اور بعد الاعلال المحذوف کالملفوظ ہے تو صیغہ منتہیٰ الجموع برقرار سمجھا جائیگا لہذا غیر منصرف ہوگا۔

(۲) مصنفؒ بحث جمع سے فارغ ہوگئے تو علل تسعہ میں سے ساتویں علت یعنی بحث ترکیب کو شروع فرمایا۔چنانچہ فرمایا:''اَلتَّرکِیبُ شَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ الخ ''۔تاثیر ترکیب کیلئے دو قسم کی شرطیں ہیں۔/**نمبر۱**۔وجودی۔/**نمبر۲**۔عدمی۔وجودی شرط یہ ہے کہ علم ہو۔علمیت اسلئے شرط ہے کہ مرکب عَلَم بننے کے بعد زوالِ ترکیب سے محفوظ ہو جاتا ہے پس ترکیب میں قوۃ پیدا ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے وہ منع صرف میں مؤثر ہو جاتی ہے۔اور عدمی شرط یہ ہے کہ نہ ترکیب اضافی ہو اور نہ اسنادی ہو کیونکہ ترکیب اضافی مضاف کو منصرف کر دیتی ہے یا منصرف کے حکم میں کر دیتی ہے،اور مرکب اسنادی اگر کسی کا عَلَم ہو تو وہ مبنی ہوتا ہے،اسلئے ترکیب اضافی و اسنادی عدم انصراف کے منافی ہیں،لہذا تاثیر ترکیب کیلئے یہ شرط ہے کہ نہ مرکب اضافی ہو اور نہ اسنادی،جیسے:''**بعلبک**''۔''**بعل**''بُت او ر''**بک**'' صاحبِ بُت کا نام ہے،اب یہ اس شہر کا نام بن گیا جس میں بُت اور صاحبِ بُت تھا۔اس قسم کی ترکیب کو مرکب امتزاجی کہتے ہیں۔

سوال :۔ترکیب تو لفظِ مرکب میں پائی جاتی ہے اور عدم انصراف معرب غیر منصرف میں پایا جاتا ہے جو کہ مفردات کے قبیل سے ہے تو پھر ترکیب غیر منصرف میں کیسے پائی جائیگی؟

جواب :۔ترکیب سے مراد دو یا زیادہ کلمات کا بسبب علمیت کے ایک ہونا ہے اور اس طرح کی ترکیب علمیت کے بعد مفردات میں شمار ہوتی ہے اس پر ترکیب کا اطلاق باعتبار اصل کے ہے۔

سوال:۔مرکب اضافی و اسنادی کی طرح مرکب تعدادی و مرکب صوتی،جیسے:''خَمْسَةَ عَشَر''اور''سِيبَوَيْه'' کی بھی نفی کرتے؟

جواب:۔یہ دو مبنی ہیں اور مبنیات میں مذکور ہیں انکے خروج کیلئے وہاں کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔

درس نمبر ۶۰

(۱) اَلالفُ وَالنّونُ اِنْ کَانَتَافِی اِسْمٍ فَشَرْطُهُ الْعَلَمِیَّةُ کَعِمْرَانَ (۲) اَوْصِفَةٍ فَانْتِفَاءُ فَعْلانَةٍ، وَقِیلَ وُجُوْدُ فَعْلٰی (۳) وَمِنْ ثَمَّ اُخْتُلِفَ فِی رَحْمٰنَ (٤) دُوْنَ سَکْرَانَ وَنَدْمَانِ.

ترجمہ:۔ الف اور نون اگر اسم میں ہوں تو اسکی شرط علَم ہونا ہے جیسے "عِمْرَان" یا دونوں صفت میں ہوں تو اسکی شرط وزنِ "فَعْلانَۃٌ" کا نہ ہونا ہے، اور کہا گیا ہے کہ "فَعْلٰی" کا پایا جانا ہے، اور اسی وجہ سے اختلاف کیا گیا ہے "رَحْمٰن" میں، نہ کہ "سَکْرَان" اور "نَدْ مَان" میں۔

(۱) مصنفؒ ترکیب کی بحث سے فارغ ہو گئے تو علل تسعہ میں سے آٹھویں علت یعنی الف نون مزید تان کی بحث کو شروع فرمایا۔ چنانچہ فرمایا "الالف والنون ان کانتافی اسم الخ "۔ الف ونون اگر اسم میں ہوں تو سببِ منع صرف بننے کے لئے علم ہونا شرط ہے تا کہ الفِ التانیث کے ساتھ الف ونون کی مشابہت متحقق ہو جائے اسلئے کہ علمیت کی وجہ سے زیادۃِ الف ونون یا امتناع دخولِ تاء لازم ہو جاتی ہے، جیسے: "عمران"۔

سوال:۔ "اِنْ کَانَتَا" میں تثنیہ کی ضمیر الف ونون کی طرف راجع ہے، اور "شَرْطُهُ" میں مفرد کی ضمیر الف ونون کی طرف راجع ہے وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ الف ونون کی دوحیثیتیں ہیں: حیثیتِ ذات، حیثیت سببیت۔ تو بحیثیت ذات یہ دو ہیں اسلئے ان کی طرف تثنیہ کی ضمیر راجع کی ہے اور بحیثیت سببیت دونوں ایک ہیں اسلئے ان کی طرف مفرد کی ضمیر راجع کی ہے۔

(۲) اور اگر الف ونون صفت میں ہوں تو پھر شرط میں اختلاف ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کی مونث "فعلانۃ" کے وزن پر نہ ہو، اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی مونث "فعلیٰ" کے وزن پر ہو۔ انتفاء "فعلانۃ" کی شرط اسلئے لگائی تا کہ یہ لفظ الفِ التانیث کے ساتھ عدم دخول تاء میں مشابہ ہو جائے کیونکہ اگر لفظ کی مؤنث "فعلانۃ" کے وزن پر ہو، تو تاء کے دخول کی وجہ سے الفِ التانیث کے ساتھ مشابہ نہیں رہیگا لہذا منصرف ہوگا۔

سوال:۔ "اَوْصِفَةٍ" کا عطف "اِنْ کَانَتَافِی اِسْمٍ" پر صحیح نہیں کیونکہ صفت بھی تو اسم ہے فعل نہیں، تو معطوف ومعطوف علیہ ایک ہو گئے حالانکہ معطوف ومعطوف علیہ مغایر ہوتے ہیں؟

جواب:۔ اسم سے مراد اسم جامد ہے جو صفت مشتق کا مقابل ہے نہ وہ اسم جو فعل وحرف کا مقابل ہے، اور صفت سے مشتق مراد ہے لہذا معطوف ومعطوف علیہ میں مغایرت ثابت ہوگئی۔

سوال:۔ "انتفاء فعلانۃ" کی جو شرط لگائی ہے اس میں وزنِ "فَعلانۃ" سے بفتح الفاء مراد ہے یا بضم الفاء۔ اگر اول مراد ہے تو "عُرْیان" غیر منصرف ہونا چاہئے کیونکہ اسکی مؤنث بضم الفاء ہے بفتح الفاء نہیں۔ اور اگر ثانی مراد ہے تو پھر "ندمان" غیر منصرف ہونا

چاہئے کیونکہ اسکی مؤنث ''فعلانۃ'' بفتح الفاء ہے بضم الفاء نہیں؟

جواب:۔ ''انتفاء فعلانۃ'' سے مراد یہ ہے کہ جس کے آخر میں تاء نہ ہوخواہ بفتح الفاء ہو یا بضم الفاء ہو لہذا ''عُرْیانٌ'' اور ''نَدمَانٌ'' دونوں منصرف ہیں کیونکہ دونوں کی مؤنث کے آخر میں تاء ہے۔

(۳) الف نون صفتی کیلئے شرط انتفاء فعلانۃ ہے، یا وجود فعلیٰ۔اس میں اختلاف ہے کمامر۔اس اختلاف پر تفریع کرتے ہوئے مصنفؒ نے فرمایا ''ومِنْ ثَمّ اِختلفَ الخ'' کہ مذکورہ بالا اختلاف کی وجہ سے لفظ ''رَحْمٰن'' میں فریقین کا اختلاف ہے کیونکہ یہ اللہ کی خاص صفت ہے اس کیلئے نہ ''فعلانۃ'' کے وزن پر مؤنث ہے اور نہ ''فعلیٰ'' کے وزن پر۔لہذا فریق اول کے نزدیک غیر منصرف ہے کیونکہ اس کیلئے مؤنث نہیں، لہذا انتفاءِ فعلانۃ پایا گیا۔اور فریق ثانی کے نزدیک منصرف ہے کیونکہ اسکی مؤنث نہیں تو وجودِ فعلیٰ بھی نہیں۔

(٤) باقی ''سکران'' اور ''ندمان'' میں کوئی اختلاف نہیں ''سکران'' بالاتفاق غیر منصرف ہے، فریق اول کے نزدیک تو اس لئے کہ اسکی مؤنث ''فعلانۃ'' نہیں، اور فریق ثانی کے نزدیک اسلئے کہ اسکی مؤنث ''سکریٰ'' بروزنِ ''فعلیٰ'' موجود ہے۔اور ''ندمان'' فریقین کے نزدیک منصرف ہے۔فریق اول کے نزدیک اسلئے کہ اسکی مؤنث ''ندمانۃ'' بروزن ''فعلانۃ'' ہے، اور فریق ثانی کے نزدیک اسلئے کہ اسکی مؤنث ''فعلیٰ'' کے وزن پر نہیں۔''نَدْمَانٌ'' اگر بمعنیٰ ''نَدِیْم، نادمۃ'' سے مشتق ہو تو بالاتفاق منصرف ہے کمامر۔اور اگر بمعنیٰ نادم ''ندم'' سے مشتق ہو تو بالاتفاق غیر منصرف ہے اسلئے کہ اس صورت میں اسکی مؤنث ''نَدْمیٰ'' ہے نہ کہ ''نَدْمَانَۃٌ''۔

فائدہ:۔ الف نون کے بارے میں اختلاف ہے بعض انکو زیادۃ کی وجہ سے منع صرف کا سبب سمجھتے ہیں، اور بعض الفی التانیث کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے منع صرف کا سبب سمجھتے ہیں کہ جس طرح کہ الفی التانیث تاء قبول نہیں کرتے اسی طرح الف ونون بھی تاء قبول نہیں کرتے۔قولِ ثانی راجح ہے اسلئے کہ ''ندمان'' باوجود الف ونون مزیدتین کے تاء کی قبولیت کی وجہ سے منصرف ہے۔

درس نمبر۱٦

(۱) وَزْنُ الْفِعْلِ شَرْطُهُ اَنْ یَخْتَصّ بِهٖ کَشَمّرَ وَضُرِبَ (۲) اَوْیَکُوْنُ فِی اَوّلِهٖ زِیَادَةٌ کَزِیَادَتِهٖ غَیْرُقَابِلٍ لِلتّاءِ (۳) وَمِنْ ثَمّ اِمْتَنَعَ اَحْمَرُ، وَانْصَرَفَ یَعْمَلٌ.

ترجمہ:۔ وزن فعل اسکی شرط یہ ہے کہ فعل ہی کے ساتھ خاص ہو جیسے: ''شَمّرَ'' اور ''ضُرِبَ'' یا اسکے شروع میں فعل جیسی زیادتی ہو اور تاء کو قبول کرنے والا نہ ہو، اور اسی وجہ سے ''أحْمَر'' غیر منصرف ہے، اور ''یَعْمَلٌ'' منصرف ہے۔

(۱) مصنفؒ الف نون کی بحث سے فارغ ہو گئے تو علل تسعہ میں نویں علت یعنی وزن فعل کی بحث کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں وزن فعل کا منع صرف کے لئے سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو یعنی اسم ایسے وزن پر ہو جو اوزان فعل سے شمار کیا جاتا ہو، یہ شرط اس لئے لگائی کہ اس وقت یہ وزن اسم میں خلاف عادت پائے جانے کی وجہ سے ثقیل ہوگا اس طرح وہ منع صرف میں موثر ہوگا، جیسے: ''شَمّرَ وضُرِبَ''۔''شَمّرَ، تَشْمِیْر'' سے ہے دامن پیچیدن کو کہتے ہیں پھر نقل ہو کر حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا نام

بن گیا، تو بوجہ علمیت ووزن فعل کے غیر منصرف ہے۔ اور ''ضُــــرِبَ'' جب کسی کا نام رکھ دیا جائے تو علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

''شـمّـر'' ابواب مزید کی مثال ہے، اور ''ضُـرِبَ'' مجرد کی۔ مجرد میں مجہول کا وزن اسلئے اختیار کیا ہے کہ فعل مجرد معلوم کا وزن فعل کا خاصہ نہیں اسماء میں بھی پایا جاتا ہے، جیسے: ''سحر، شجر، بقر'' وغیرہ، تو یہ منصرف ہیں غیر منصرف نہیں۔

(۲) اور اگر وزن فعل، فعل کے ساتھ مخصوص نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ فعل کے حروف اَتَین میں سے کوئی ایک اس کے اول میں ہو، اور تاء کو بھی قبول نہ کرے۔ عدم قبولیت تاء کی شرط اسلئے لگائی کیونکہ یہ تاء متحرک ہوتی ہے اور تاء متحرکہ اسم کے خواص میں سے ہے۔ جس سے جہت اسمیت قوی اور جہت مشابہت بالفعل کمزور ہو جاتی ہے۔

(۳) ''وَمِنْ ثَمَّ الخ'' سے شرط ثانی پر تفریع ہے، کہ ''أحـمـر'' کی ابتداء میں حروف اَتَین میں سے ایک حرف زائد ہے، نیز غیر قابل للتاء بھی ہے کیونکہ اس کی مؤنث ''حـــمـــراء'' بالالف ہے بالتاء نہیں، لہذا وجود شرطین کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے۔ اور ''یَعْمَلٌ'' کی ابتداء میں اگرچہ حروف اَتَین میں سے ایک حرف زائد ہے مگر قابل للتاء ہونے کی وجہ سے منصرف ہے۔ اور قابل للتاء اسلئے ہے کہ ''ناقةٌ یَعْمَلَةٌ'' قوی اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔

سوال: ۔ وزن فعل کو اسباب منع صرف میں سے شمار کرنا درست نہیں اسلئے کہ وزن فعل تو فعل میں پایا جاتا ہے اسم کے منع صرف کا سبب کس طرح بنے گا؟

جواب: ۔ وزن فعل سے مراد اسم کا ایسے وزن پر ہونا جو وزن فعل کے اوزان میں سے شمار ہو لہذا اسم میں پائے جانے کی وجہ سے اسم کے منع صرف کا سبب ہے۔

سوال: ۔ وزن فعل اسم میں پایا جائیگا یا نہیں۔ اگر نہیں تو یہ منع صرف کا سبب نہیں بن سکتا۔ اور اگر اسم میں پایا جائے تو پھر یہ فعل کا خاصہ نہیں رہیگا کیونکہ کسی شئی کا خاصہ وہ ہے جو اس میں پایا جائے اور اسکے غیر میں نہ پایا جائے؟

جواب: ۔ مطلب یہ ہے کہ وزن فعل ابتداءً اور باعتبار وجود کے فعل میں پایا جائے اس بناء پر یہ فعل کا خاصہ ہے۔ اور باعتبار نقل وبقاء اسم میں پایا جائے اس بناء پر یہ اسم کے منع صرف کا سبب ہے۔

سوال: ۔ ''فِي اَوَّلِهِ'' میں ''ھاء'' ضمیر وزن فعل کی طرف راجع ہے حالانکہ ''اوّل'' کی اضافت وزنِ فعل کی طرف صحیح نہیں اسلئے کہ وزنِ فعل ایک مصدری معنی ہے جس کیلئے اوّل وآخر نہیں ہوتا؟

جواب: ۔ ضمیر وزن فعل کی طرف راجع ہے لیکن وزن فعل سے مراد ''مَاكَانَ عَلَى وَزْنِ الْفِعْلِ'' ہے، اور ''ماكان على وزن الفعل'' لفظ ہے، جسکے لئے اول وآخر ہے لہذا اس کی طرف اول کی اضافت درست ہے۔

سوال: ۔ آپ نے شرط لگائی کہ وزن فعل قابل للتاء نہ ہو حالانکہ ''اربع'' قابل للتاء ہے جیسے: ''اَرْبَـعـةُ رِجَـالٍ'' ۔ پس شرط مذکور

مفقود ہونے کے باوجود اگر ''اربع'' کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔

جواب:۔ تاء قبول نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ تاء قیاسی قبول نہ کرے، باقی تاء غیر قیاسی مانع نہیں۔ اور ''اربعة رجال'' میں تاء غیر قیاسی ہے کیونکہ تاء اس عدد کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جو عدد معدود مذکر کے لئے ہو۔ اور قیاسی کی قید مصنفؒ نے بوجہ ظہور کے ذکر نہیں کی۔

سوال:۔ ''اَسْوَد'' کی مؤنث ''اَسْوَدَةٌ'' ہے لہٰذا اس کی تاء قیاس کے مطابق ہے کیونکہ مؤنث سانپ کو ''اسودة'' کہا جاتا ہے تو قیاسی تاء قبول کرنے کی وجہ سے منصرف ہونا چاہئے، حالانکہ ''اسود'' وصفیت اور وزنِ فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے؟

جواب:۔ تاء سے مراد ایسی تاء ہے جو اسم کو اس جہت سے ملحق ہو جس جہت سے اسم غیر منصرف ہے، اور ''اسود'' کا غیر منصرف ہونا وصفیت اصلیہ کی وجہ سے ہے۔ اور لحوقِ تاء غلبہ اسمی کی وجہ سے ہے جو کہ عارضی ہے۔

درس نمبر ۲۶

(۱) وَمَافِيْهِ عَلَمِيَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ اذانُكِّرَ صُرِفَ، (۲) لِمَاتَبَيَّنَ مِن اَنَّهَالاتُجَامِعُ مُؤثِرَةً اِلاّمَاهِيَ شَرطٌ فِيهِ، الاّالْعَدْلَ وَوَزْنَ الْفِعلِ (۳) وَهمَا مُتَضَادَّانِ، فَلاَيَكُوْنُ مَعَهَا اِلاّاَحَدُهمَا

ترجمه:۔ اور جن اسباب میں علمیت مؤثر ہے جب وہ نکرہ کرلیا جائے تو منصرف ہوجائیگا، جیسا کہ ظاہر ہو چکا ہے کہ علمیت کسی سبب کے ساتھ جمع نہیں ہوتی ہے مؤثر ہو کر مگر ان کے ساتھ جن میں وہ شرط ہے، بجز عدل و وزن فعل، کے، اور عدل و وزن فعل دونوں متضاد ہیں پس نہ پایا جائیگا علمیت کے ساتھ مگر ان دو میں ایک۔

(۱) مصنفؒ علل کی بحث سے فارغ ہو گئے تو ان چیزوں کی بحث کو شروع فرمایا جو علل کے اثر کو زائل کرتی ہیں۔ فرماتے ہیں: علمیت جن اسباب میں مؤثر ہے نکرہ بنانے کے بعد وہ منصرف ہوجائے گا غیر منصرف نہیں رہیگا۔ پھر علم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اگر عَلَم سے مراد عَلَمِ شخص ہے تو نکرہ بنانے کی صورت یہ ہے کہ عَلَم سے وصفِ مشہور مراد لیا جائے، جیسے: ''لِكُلِّ فِرْعَوْنَ مُوْسٰى اىْ لِكُلِّ مُبْطِلٍ مُحِقٌّ''۔ یعنی فرعون اور موسیٰ سے ان کا وصفِ مشہور مبطل اور محق مراد ہے۔ اور اگر مراد عَلَم جنس ہے تو نکرہ بنانے کی صورت یہ ہے کہ اس نام کی جماعت میں سے ایک فردِ غیر معین مراد لیا جائے، جیسے: ''هٰذازيدٌورأيتُ زَيْداً آخر''، پس یہاں زید نام کے بہت سے آدمیوں میں سے لاعلی التعین ایک فرد مراد ہے، اسلئے کہ ''آخــر'' اسکی صفت واقع ہے اور نکرہ ہے تو زید بھی نکرہ ہوگا ورنہ موصوف وصفت میں مطابقت نہیں رہے گی۔

(۲) **قوله لما تبيّن الخ** یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ اسباب منع صرف کے بیان کے وقت یہ بات التزاماً معلوم ہوگئی کہ علمیت غیر منصرف میں بطورِ شرط چار مقامات (تانیث بالتاء لفظاً ومعنیً، عجمہ، ترکیب، اور الف نون زائدتان) مٰیں پائی جاتی ہے ان چار کے سوا باقی اسباب میں علمیت بطور شرط تو نہیں پائی جاتی ہے البتہ عدل اور وزن فعل میں بطورِ سبب پائی جاتی ہے۔

عدل و وزن فعل کی بھی بعض مثالوں میں علمیت سبب ہے بعض میں نہیں جیسے عدل کے ''ثـــلـــث'' اور وزنِ فعل کے

''أحمر'' میں علمیت سبب نہیں۔اور عدل کے ''عمر'' اور وزن فعل کے ''شمّر'' میں علمیت سبب ہے۔لہذا ان صورتوں میں چونکہ علمیت بطور شرط یا بطور سبب نہیں پائی جاتی ہے اسلئے ان صورتوں میں اگر غیر منصرف کو نکرہ بنایا گیا تو بھی غیر منصرف رہے گا۔

سوال:۔اگر دو چیزوں کے درمیان حرف عطف ہو تو ان دونوں کا ایک مستثنیٰ منہ سے استثناء جائز ہے کیونکہ اس صورت میں معطوف، معطوف علیہ کے مقام میں آجاتا ہے تو مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ میں فصل بالاجنبی لازم نہیں آتا لہذا یہ صورت جائز ہے۔لیکن یہ جائز نہیں کہ دو چیزوں کو ایک مستثنیٰ منہ سے بغیر حرفِ عطف کے مستثنیٰ کردے، کیونکہ مستثنیٰ ثانی اور مستثنیٰ منہ کے درمیان مستثنیٰ اوّل فاصل اجنبی پایا جاتا ہے جو کہ جائز نہیں۔جبکہ مذکورہ بالا عبارت میں یہ دوسری صورت پائی جاتی ہے؟

جواب:۔عبارت میں جس طرح کہ مستثنیٰ دو ہیں مستثنیٰ منہ بھی دو ہیں، یوں کہ مستثنیٰ اول کیلئے مستثنیٰ منہ مجموعہ اسباب ہیں اور مستثنیٰ ثانی کیلئے مجموعہ اسباب مستثنیٰ منہ نہیں بلکہ مستثنیٰ اول کے بعد جتنے اسباب رہ جاتے ہیں ان سے استثناء ہے اور وہ چار (یعنی وصف، جمع، عدل اور وزن فعل) ہیں لہذا مستثنیٰ ثانی ان چار سے عدل و وزن فعل کو مستثنیٰ کرتا ہے۔

(۳) قولہ وھما متضادان، یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ اگر ایک اسم میں عدل، وزن فعل اور علمیت تینوں جمع ہوں تو زوالِ علمیت یعنی نکرہ بنانے کے بعد بھی دو اسباب موجود ہیں لہذا زوالِ علمیت کے بعد بھی غیر منصرف ہی رہنا چاہئے؟ جواب یہ ہے کہ عدل اور وزنِ فعل آپس میں ضد ہیں ایک اسم میں جمع ہو ہی نہیں سکتے، اسلئے کہ عدل کے اوزان بحسب الاستقراء چھ ہیں اور وہ سب غیر قیاسی ہیں جبکہ وزن فعل کے اوزان قیاسی ہیں۔عدل کے اوزان کسی شاعر نے اس شعر میں جمع کئے ہیں

شعر:۔اوزان عدل شش بود اے صاحبِ کمال:: فَعْلِ فَعَلُ فُعَالَ فُعَلُ مَفْعَلَ فَعَالِ

از ہر یک مثال بگویم ترا اے عزیز:::اَمسِ سَحَرُ ثُلٰثَ عُمَرُ مَثْلَثَ نَزَالِ

پس جب یہ ثابت ہوا کہ عدل اور وزن فعل میں تضاد ہے تو علمیت ان دونوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی بلکہ دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جمع ہوگی۔

سوال:۔عدل اور وزن فعل کا تضاد تسلیم نہیں اسلئے کہ ''اِصْمِتُ'' (بکسر تین) جنگل کا نام ہے اس میں وزن فعل بھی ہے اور عدل بھی، اسلئے کہ یہ ''صَمَتَ یَصْمُتُ'' کا اَمر ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ''اُصْمُتُ'' (بضمتین) ہو مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ ''اُصْمُتُ'' (بضمتین) سے منقول ہے، لہذا ''اِصْمِتُ'' میں وزن فعل اور عدل دونوں موجود ہیں؟

جواب:۔یہ اَمر غیر محقق ہے کہ ''اِصْمِتُ''، ''صَمَتَ یَصْمُت'' کا اَمر ہے، بلکہ ہوسکتا ہے کہ ''صَمَتَ یَصْمِتُ'' (باب ضرب) کا اَمر ہو۔نیز صرف وجودِ اصل محقق اعتبار عدل کیلئے کافی نہیں جب تک کہ منع صرف اسکا مقتضی نہ ہو۔اور ''اِصْمِت'' میں علمیت اور تانیث دو سبب موجود ہیں لہذا ''اِصْمِت'' کا عدم انصراف عدل کا مقتضی نہیں۔

درس نمبر ۶۳

(۱) فَإذَا نُكِّرَ بَقِيَ بِلَا سَبَبٍ، أوْعَلٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ (۲) وَخَالَفَ سِيبَوَيْهِ الْأخْفَشَ فِي مِثْلِ أحْمَرَ إذَا نُكِّرَ اِعْتِبَارًا لِلصِّفَةِ الْأصْلِيَّةِ بَعْدَ التَّنْكِيرِ

ترجمہ:۔ پس جب (اسم غیر منصرف) نکرہ کرلیا جائے تو بلا سبب رہ جائیگا، یا ایک ہی سبب پر رہ جائیگا، اور مخالفت کی ہے سیبویہ نے اخفش کی ''أحمر'' جیسی مثالوں میں، (جبکہ وہ عَلَم ہو) جب وہ نکرہ کرلیا جائے، صفتِ اصلیہ کا اعتبار کرتے ہوئے نکرہ کرنے کے بعد۔

(۱) اسباب منع صرف کی کئی اقسام ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ جو علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتے جیسے وصف۔/ **نمبر ۲**۔ جو علمیت کے ساتھ جمع ہوتے ہیں مگر علمیت ان میں مؤثر نہیں ہوتی جیسے: ''جمع منتهى الجموع'' اور ''الفي التانيث'' ۔/ **نمبر ۳**۔ جو علمیت کے ساتھ جمع ہو کر علمیت ان میں مؤثر بھی ہو لیکن علمیت ان کیلئے شرط نہیں ہوتی جیسے: وزن فعل اور عدل ۔/ **نمبر ۴**۔ جو علمیت کے ساتھ جمع ہو کر علمیت مؤثر بھی ہو اور دوسرے سبب کیلئے علمیت شرط بھی ہو جیسے: تانیث بالتاء، عجمہ، ترکیب، الف ونون مزیدتان۔ چوتھی صورت میں اگر اسم کو نکرہ بنایا جائے تو اسم بلا سبب رہ جائیگا کیونکہ علمیت دوسرے سبب کیلئے شرط بھی ہے، تو جب شرط (علمیت) نہ رہی تو مشروط (دوسرا سبب) بھی نہیں رہیگا لہذا ایسا اسم منصرف ہو جائے گا۔ تیسری صورت میں اگر اسم کو نکرہ بنایا جائے تو دو سببوں میں سے ایک سبب رہ جائیگا، لہذا اس صورت میں بھی اسم غیر منصرف نہیں رہے گا۔

(۲) سیبویہ نے ''احمر'' جیسی مثالوں میں اخفش کی مخالفت کی ہے۔ ''مثل أحمر'' سے مراد وہ اسم ہے جس میں علمیت سے پہلے وصفیت ظاہر ہو اور اسباب منع صرف میں سے ایک اور سبب بھی اس میں موجود ہو، اس جیسے اسم میں علم بنانے کے بعد وصفیت ختم ہو جاتی ہے جیسے: ''أحمر'' اور ''سكران''۔ پس نکرہ بنانے کے بعد ''أحمر'' میں صرف وزن فعل، اور ''سكران'' میں الف نون مزیدتان رہ جاتے ہیں، اسلئے اخفش اسکو منصرف سمجھتے ہیں۔ اور سیبویہ فرماتے ہیں! چونکہ علمیت کے زوال کے بعد وصفیتِ اصلیہ کے اعتبار کرنے سے کوئی مانع نہیں رہتا اسلئے ''أحمر'' اور ''سكران'' میں وصفیت اصلیہ کا اعتبار کرتے ہوئے اسے غیر منصرف پڑھیں گے۔ اخفش کا مذہب قاعدہ کے موافق ہے اسلئے ''احمر'' اور ''سکران'' منصرف ہیں۔

فائدہ:۔ اخفش تین ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ استاد سیبویہ اسکی کنیت ابوالخطاب ہے۔/ **نمبر ۲**۔ شاگردِ سیبویہ اسکی کنیت ابوالحسن سعید بن سعد ہے۔/ **نمبر ۳**۔ معاصر سیبویہ اسکی کنیت ابوالحسن علی بن سلیمان ہے۔ یہاں اخفش سے شاگرد سیبویہ مراد ہے۔

سوال:۔ سیبویہ پر اعتراض ہے کہ جس طرح وصفیت کا اعتبار کرنے کیلئے کوئی مانع نہیں اسی طرح اعتبار کرنے کا کوئی باعث بھی تو نہیں پس اعتبار کرنے کی وجہ ترجیح کیا ہے؟

جواب:۔ باعث موجود ہے وہ یہ کہ ''اسود'' اور ''ارقم'' پر قیاس کرتے ہیں یوں کہ ان سے بھی غلبہ اسمی کی وجہ سے وصفیت زائل ہو گئی تھی مگر نکرہ بنانے کے بعد پھر وصفیت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

سوال:۔ یہ قیاس صحیح نہیں کیونکہ ''اسود'' اور ''ارقم'' سے غلبہ اسمی کی وجہ سے وصفیت بالکلیہ زائل نہیں ہوتی، اس لئے کہ ''اسود'' سیاہ سانپ، اور ''ارقم'' چت کبرے سانپ کو کہتے ہیں۔ جبکہ ''احمر'' سے وصفیت بالکلیہ زائل ہوجاتی ہے؟

جواب:۔ ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ ''احمر'' سے وصفیت بالکلیہ زائل ہوجاتی ہے کیونکہ یہ بھی تو جائز ہے کہ ''احمر'' ایسی ذات کا نام رکھ دیا جائے جس میں حمرۃ ہو۔ لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اَعلام منقولہ میں مقصودِ اہم معنی موضوع لہ لغۃً کا غیر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ زید وعمر معنی اصلی یعنی زیادۃ وعمارت سے خالی ہوتے ہیں۔

سوال:۔ جب اُخفش سے سیبویہ کا شاگرد مراد ہے تو مخالفت کی نسبت اخفش کی طرف مناسب نہیں کیونکہ یہ کہنا تو غیر مستحسن ہے کہ سیبویہ (استاد) نے اخفش (شاگرد) کی مخالفت کی ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ اُخفش نے سیبویہ کی مخالفت کی ہے؟

جواب:۔ مخالفت کی نسبت استاد کی طرف کرنا اگر چہ غیر مستحسن ہے مگر یہاں چونکہ شاگرد کا قول قاعدہ کے موافق ہے اور استاد کا قول موافق نہیں اسلئے مخالفت کی نسبت استاد کی طرف کی۔

سوال:۔ اس طرح کہنے میں کیا حرج ہے کہ ''خَالَفَ'' کا فاعل اخفش ہو، سیبویہ مفعول ہو، مگر احتراماً سیبویہ کو مقدم ذکر کیا ہو؟

جواب:۔ یہ صحیح نہیں اسلئے کہ آگے ''اِعْتِبَاراً'' بناء بر مفعول لہ بتقدیر لام منصوب ہے، اور تقدیر لام کیلئے شرط یہ ہے کہ مفعول لہ اور فعل کا فاعل ایک ہو۔ مذکورہ بالا عبارت میں ''اعتباراً'' کا فاعل سیبویہ ہے پس اگر فعل ''خالف'' کا فاعل اخفش کو قرار دیا جائے تو فعل اور مفعول لہ کا فاعل ایک نہیں رہیگا۔

درس نمبر ٦٤

(۱) وَلَا یَلْزَمُهُ بَابُ حَاتِمٍ لِمَا یَلْزَمُ مِنِ اعْتِبَارِ الْمُتَضَادَیْنِ فِی حُکْمٍ وَاحِدٍ، (۲) وَجَمِیْعُ الْبَابِ بِاللَّامِ وَالْإِضَافَةِ یَنْجَرُّ بِالْکَسْرِ

ترجمہ:۔ اور بابِ حاتم اس کو لازم نہیں آتا کیونکہ لازم آتا ہے دو متضاد چیزوں کا اعتبار کرنا ایک حکم میں، غیر منصرف کا تمام باب اس حال میں کہ متلبس باللام یا بالاضافت ہو کسرہ کے ساتھ جر دیا جاتا ہے۔

(۱) یہ عبارت اخفش کی طرف سے سیبویہ پر ایک اعتراض کا جواب ہے۔ اخفش کا اعتراض یہ ہے کہ جس طرح آپ نے ''احمر'' میں علمیت کے زوال کے بعد وصفیت کا اعتبار کیا ہے اسی طرح بابِ ''حاتم'' میں بھی وصف اصلی کا اعتبار کریں، اور وصفیت وعلمیت کی وجہ سے اسکو غیر منصرف قرار دیں؟۔ سیبویہ جواب دیتے ہیں کہ ''حاتم'' میں وصفیت کا اعتبار کرنے سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ''حاتم'' وصفیت وعلمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا، حالانکہ وصفیت وعلمیت آپس میں ضد ہیں، پس ایک ہی حکم (**وھو منع صرف لفظِ واحد**) میں متضادین کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں۔ بابِ حاتم سے مراد ہر وہ اسم ہے جو اصل وضع میں وصف ہو اور اب علم بن گیا ہو۔

(۲) قولہ وجمیع الباب الخ اب تک تنکیر کی وجہ سے بعض غیر منصرف اسماء کا منصرف کے حکم میں ہونے کا بیان تھا یہاں سے الف لام اور اضافت کی وجہ سے تمام غیر منصرف اسماء کا منصرف کے حکم میں ہونے کا بیان ہے۔ فرماتے ہیں باب غیر منصرف میں سے اگر کوئی اسم الف لام یا اضافت (یعنی غیر کی طرف مضاف ہونے) کے ساتھ متلبس ہوجائے تو اسے کسرہ کے ساتھ جر دیا جائے گا جیسے: ''مررت بالاحمدِ'' اور ''مررت باَحمدِ کم''۔ کسرہ کے ساتھ جر دینے کی وجہ یہ ہے کہ غیر منصرف میں بالاصالہ تنوین ممنوع ہے کسرہ تبعاً ممنوع ہے، پس جب فعل کے ساتھ مشابہت بوجہ الف لام واضافت کمزور ہوگئی تو کسرہ چونکہ تبعاً ممنوع تھا لہذا وہ اب ممنوع نہیں، ہاں تنوین اب بھی ممنوع ہے۔

سوال: ''بِالّلامِ'' میں باء سببیہ ہے اور باء سببیہ کا مدخول وصف ہوتا ہے جبکہ لام ذات ہے وصف نہیں؟

جواب: عبارت مقدر ہے ''اَیْ بِدُخُوْلِ اللّامِ'' اور ''دُخُوْل'' صفت ہے لہذا اس پر باء سببیہ کا دخول درست ہے۔

سوال: ''مَرَرْتُ بِالْحُبْلٰی'' اور ''مَرَرْتُ بِحُبْلٰکُمْ''، میں ''حبلی'' الف لام اور اضافت کے باوجود مکسور نہیں؟

جواب: کسرہ عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً، مذکورہ مثالوں میں کسرہ تقدیراً ہے۔

سوال: متن میں اختصار مطلوب ہے لہذا صرف ''یَنْجَرُّ'' کہنا چاہئے تھا کہ غیر منصرف کو الف لام اور اضافت کی وجہ سے جر دیا جاتا ہے؟

جواب: غیر منصرف تو الف لام اور اضافت کے بغیر بھی مجرور بالفتح ہوتا ہے لہذا غیر منصرف کا مجرور ہونا ممنوع نہیں کہ اسے ہم الف لام اور اضافت کی وجہ سے جائز قرار دیں۔ اسلئے ''ینجر'' کے ساتھ ''بالکسر'' کا اضافہ کر دیا کہ غیر منصرف کو الف لام اور اضافت کی وجہ سے کسرہ دیا جائے گا۔

سوال: پھر تو صرف ''یَنْکَسِرُ'' کہنا چاہئے تھا؟

جواب: ''یَنْکَسِر'' کا اطلاق حرکات بنائیہ پر ہوتا ہے یہاں مراد حرکات اعرابیہ ہیں۔

سوال: ''یَنْصَرِفُ'' کہتے تاکہ ان تکلفات کی ضرورت نہ رہتی؟

جواب: الف لام اور اضافت کے بعد غیر منصرف کے مجرور بالکسر ہونے میں اختلاف نہیں۔ انصراف میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک دخول لام واضافت کے بعد غیر منصرف مطلقاً منصرف ہوجاتا ہے خواہ سببین باقی ہوں یا نہ ہوں۔ سببین باقی نہ ہونے کی صورت میں تو انصراف ظاہر ہے۔ وجود سببین کی صورت میں اسلئے منصرف ہے کہ عدم انصراف مشابہتِ فعل کی وجہ سے تھا دخول لام واضافت کے بعد مشابہت کمزور ہونے کی وجہ سے منصرف ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک مطلقاً غیر منصرف ہوگا بقاء سببین کی صورت میں تو ظاہر ہے۔ عدم بقاء سببین کی صورت میں زوال سببین چونکہ عارضی ہے اسلئے اس کا اعتبار نہیں۔

درس نمبر ٦٥

(۱) اَلْمَرْفُوْعَاتُ هُوَمَااشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ

ترجمہ:۔ یہ مرفوعات کی بحث ہے مرفوعات وہ ہیں جو مشتمل ہوں فاعل ہونے کی علامت پر۔

(۱) مصنفؒ معرب کی تقسیم باعتبار انصراف وعدم انصراف سے فارغ ہو گئے تو معرب کی ایک اور تقسیم کو شروع فرمایا جو اقسامِ اعراب کے اعتبار سے ہے، اس اعتبار سے معرب کی تین قسمیں ہیں، مرفوع، منصوب اور مجرور۔ پھر ان تینوں میں سے مرفوع چونکہ عمدہ ہے کیونکہ مسند الیہ واقع ہوتا ہے اس لئے مصنفؒ نے مرفوع کی تعریف اور اقسام کو مقدم ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں! مرفوع وہ ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔ فاعل کی علامت تین چیزیں ہیں، ضمہ، واؤ اور الف۔۔ نیز علامت خواہ لفظاً ہو جیسے: ''جاء نی زیدٌ'' یا تقدیراً ہو جیسے: ''جاء نی موسیٰ'' یا محلاً ہو جیسے: ''جاء نی ھذا''۔

''اَلْمَرْفُوعَات'' میں اعراب کے اعتبار سے کئی وجوہ جائز ہیں۔/**نمبر ۱**۔ مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع ہے خبر اس کی محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''اَلْمَرفُوعَاتُ هٰذِهٖ''۔/**نمبر ۲**۔ مرفوع بناء بر مبتدا ہے اور مابعد والی عبارت اسکے لئے خبر ہے۔/**نمبر ۳**۔ مبتداء محذوف کے لئے خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے تقدیری عبارت ہے ''هٰذِهِ الْمَرْفُوْعَاتُ''۔/**نمبر ٤**۔ اسماء معدودہ کی طرح مبنی بر سکون ہے اسوقت یہ ماقبل و مابعد کے درمیان کلمہ فصل ہے **لَامَحَلَّ لَهَامِنَ الْاِعْرَابِ**۔

سوال:۔ ''المرفوعات'' یا تو ''مَرْفُوْعٌ'' کی جمع ہے یا ''مَرْفُوعَةٌ'' کی۔ مگر دونوں صحیح نہیں، اول اسلئے صحیح نہیں کہ ''مرفوع'' مذکر ہے جسکی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں آتی۔ اور ثانی اسلئے صحیح نہیں کہ الف اور تاء کے ساتھ اس مؤنث کی جمع آتی ہے جس کے مذکر کی جمع واواور نون کے ساتھ ہو اور ''مَرْفُوْعَةٌ'' کی جمع مذکر ''مَرْفُوْعُوْن'' (یعنی واو اور نون کے ساتھ) نہیں؟

جواب:۔ ''المرفوعات''، ''مرفوعٌ'' کی جمع ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ ''مرفوعٌ'' مذکر کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں آتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ''مرفوعٌ'' اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر غیر عاقل ہے اور مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آنا صحیح ہے، جیسے ''اَیَّامٍ مَعْدُوْدَاتٍ''، ''ایّام'' مذکر غیر عاقل ہے اسلئے اسکی صفت (یعنی معدود) کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آئی ہے۔

سوال:۔ ''ھو'' ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ اگر ''المرفوعات'' ہے تو راجع و مرجع میں مطابقت نہیں، اور اگر ''مرفوعٌ'' ہے تو ''مرفوعٌ'' ماقبل میں ذکر نہیں اسلئے اضمار قبل الذکر لازم آئیگا؟

جواب:۔ ''مَرْفُوْعٌ'' کی طرف راجع ہے، اور ''مرفوعٌ'' اگر چہ صراحۃً ذکر نہیں مگر ''مَرْفُوْعَات'' کے ضمن میں ذکر ہے، جیسے ﴿اِعْدِلُوْا هُوَاَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ میں ''ھو'' ضمیر اس عدل کی طرف راجع ہے جو ''اِعْدِلوا'' کے ضمن میں مذکور ہے۔

سوال:۔ جب ضمیر ''مرفوعٌ'' کی طرف راجع ہے اور ''مرفوعٌ'' فرد ہے تو فرد کی تعریف لازم آئیگی جو کہ جائز نہیں کیونکہ تعریف جنس کی ہوتی ہے فرد کی نہیں؟

جواب:۔ ''المرفوعات''جس طرح کہ فردِ مرفوع پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اس مرفوع پر بھی دلالت کرتا ہے جو کہ جنس ہے،تو یہ از قبیل دلالۃ الجمع علی الجنس ہے نہ کہ از قبیل دلالۃ الجمع علی الفرد۔پس ''ھــو''ضمیر اس مرفوع کی طرف راجع ہے جو کہ جنس ہے لہذا فرد کی تعریف لازم نہیں آتی۔

قوله هو ما اشتمل الخ

سوال: ۔لفظِ ما یا موصولہ ہوگا یا موصوفہ۔مگر دونوں صحیح نہیں کیونکہ''ما''موصولہ معرفہ ہوتا ہے یہاں''ما''مقام خبر میں واقع ہے تو مبتدأ وخبر دونوں معرفہ ہوئے اور جہاں مبتدأ وخبر دونوں معرفہ ہوں تو ان کے درمیان ضمیر فصل لائی جاتی ہے جو کہ یہاں نہیں۔نیز''ما اشتمل'' خبر ہے اور خبر میں اصل تنکیر ہے تو اگر''ما''موصولہ ہے تو خبر کی یہ اصالت نہیں رہے گی۔اور اگر''ما''موصوفہ بمعنی شی ہے تو تعریف مانع عن دخول غیر نہیں رہے گی اسلئے کہ اس وقت''قَـامَ زَیْـدٌ'' جیسی مثال میں دالِ''زیدٌ''مرفوعات میں داخل ہوگی حالانکہ''زیـد'' کی دال مرفوعات میں سے نہیں۔نیز فعل مضارع بھی داخل ہوگا کیونکہ وہ بھی رفع پر مشتمل ہے؟

جواب:۔''ما''موصوفہ ہے اور اسم نکرہ سے عبارت ہے تو''زیدٌ'' کی دال اور مضارع دونوں خارج ہوئے کیونکہ یہ دونوں اسم نہیں۔

درس نمبر ٦٦

(۱) فَمِنْهُ الْفَاعِلُ، وَهُوَ مَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهُ وَقُدِّمَ عَلَيْهِ عَلٰى جِهَةِ قِيَامِهِ بِهِ مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ

ترجمہ:۔پس (جنس مرفوع) میں سے فاعل ہے،اور فاعل وہ اسم ہے جسکی طرف اسناد کی جائے فعل یا شبہ فعل کی،اور وہ اس سے مقدم لایا جائے اس طور پر کہ وہ اس کے ساتھ قائم ہو جیسے:''قَامَ زَيْدٌ''اور''زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ''۔

(۱) مصنفؒ مرفوع کی تعریف سے فارغ ہوگئے تو مرفوع کی اقسام کی تفصیل کو شروع فرمایا۔مرفوع کی کل آٹھ قسمیں ہیں وجہ حصر اس طرح ہے کہ مرفوع کا عامل دو حال سے خالی نہیں،یا تو لفظی ہوگا یا معنوی۔اگر ثانی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو مرفوع مسند الیہ ہوگا یا مسند بہ،(۱) اول مبتداء ہے۔اور ثانی دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اسم ظاہر کو رفع دے گا یا نہیں،(۲) اول مبتداء قسم ثانی ہے ،(۳) ثانی خبر ہے۔

اور اگر مرفوع کا عامل لفظی ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا فعل وشبہ فعل ہوگا یا حرف ہوگا۔اگر فعل یا شبہ فعل ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا اسم کے ساتھ قائم ہوگا یا اسم پر واقع ہوگا،(۴) اول فاعل ہے،(۵) ثانی مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔اور اگر عامل حرف ہو تو مرفوع دو حال سے خالی نہیں یا مسند الیہ ہوگا یا مسند۔اگر مسند الیہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کلام موجب میں ہوگا جیسے(٦): لیــــس کے سوا دیگر افعال ناقصہ کا اسم،اور یا کلام غیر موجب میں ہوگا تو وہ(۷) لیــس اور ما ولا مشبہتین بلیس کا اسم ہے۔اور اگر مرفوع مسند ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں،(۸) اول حروف مشبہ بالفعل کی خبر ہے،ثانی لائے نفی جنس کی خبر ہے۔

مصنفؒ نے مرفوع کی آٹھ اقسام میں سب سے پہلے فاعل کی تعریف کی ہے کہ فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی

نسبت کی گئی ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم پر مقدم کیا گیا ہو اس طرح کہ یہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو، فعل کی مثال ''قام زیدٌ''، اور شبہ فعل کی مثال ''زیدٌ قائمٌ ابوہ'' ہے۔ پھر اس اعتبار سے اس میں تعمیم ہے کہ خواہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم سے صادر ہو، جیسے: ''قتل زیدٌ عمرواً'' یا صادر نہ ہو، جیسے: ''مات زیدٌ''۔ شبہ فعل وہ اسم ہے جو عمل میں فعل کی طرح ہو جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، مصدر، اسم تفضیل و اسم ظرف وغیرہ۔

سوال:۔ باقی مرفوعات سے فاعل کو کیوں مقدم لایا ہے؟

جواب:۔ فاعل جمہور نحاۃ کے نزدیک دو وجہ سے اصل ہے۔/ **نمبر ۱**۔ جملہ فعلیہ کا جزء ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں میں اصل ہے تو اسکا جزء بھی اصل ہوگا۔/ **نمبر ۲**۔ فاعل کا عامل قوی ہے اور عامل کا قوی ہونا معمول کی قوت پر دلالت کرتا ہے اسلئے تقدیم فاعل اولیٰ ہے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک مبتدأ دو وجہ سے دیگر مرفوعات سے اصل ہے۔/ **نمبر ۱**۔ مبتدأ ماھو الاصل پر قائم ہے جو کہ تقدیم ہے اسلئے کہ مبتدأ مسند الیہ ہے اور مسند الیہ میں اصل تقدیم ہے۔/ **نمبر ۲**۔ مبتدأ اسم جامد و مشتق دونوں کیلئے محکوم علیہ واقع ہوسکتا ہے اور فاعل صرف مشتق کیلئے محکوم علیہ بن سکتا ہے اسلئے ان کے نزدیک مبتدأ مقدم ہونا چاہئے۔

جمہور انکے دونوں دلائل کا جواب دیتے ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ فاعل میں بھی اصل تقدیم ہے صرف اسلئے مؤخر کر دیا ہے تاکہ مبتدأ کے ساتھ التباس نہ آئے۔ اور چونکہ فاعل کا عامل قوی ہے خواہ فاعل اپنے مقام پر ہو یا نہ ہو اسکا عامل اسمیں عمل کرسکتا ہے اسلئے فاعل کو مؤخر کر دیا جبکہ مبتدأ کا عامل ضعیف ہے مبتدأ کو اگر اپنے مقام سے ہٹایا جائے تو اسکا عامل اسمیں عمل نہیں کرسکتا۔

/ **نمبر ۲**۔ فاعل بھی مشتق و غیر مشتق دونوں کیلئے محکوم علیہ بن سکتا ہے جیسے افعال مدح میں مثلاً ''نِعْمَ الرجل'' میں ''الرجل'' فاعل ہے اور ''نِعْمَ'' جامد کا محکوم علیہ ہے۔

سوال:۔ ''مِنْہ'' کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے؟

جواب:۔ ''مرفوعٌ'' کی طرف راجع ہے جو کہ ''المرفوعات'' کے ضمن میں موجود ہے، یا ''مَا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِیَّۃ'' کی طرف راجع ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک کی طرف راجع کرنے کی صورت میں دو خوبیاں ہیں اور دو قباحتیں۔

''مرفوعٌ'' کی طرف راجع کرنے کی صورت میں دو خوبیاں یہ ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ ضمیر مقصود بالذات کی طرف راجع ہوگی۔/ **نمبر ۲**۔ ضمیر ''منہ'' اور ضمیر ''ھو'' کا مرجع ایک ہو جائیگا۔ اور دو قباحتیں یہ ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ ضمیر کا مرجع ضمنی ہوگا۔/ **نمبر ۲**۔ مرجع بعید ہوگا۔ اور ''ما اشتمل الخ'' کی طرف راجع کرنے کی صورت میں دو خوبیاں یہ ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ مرجع صریح ہوگا۔/ **نمبر ۲**۔ مرجع قریب ہوگا۔ اور دو قباحتیں یہ ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ ضمیر غیر مقصود کی طرف راجع ہوگی۔/ **نمبر ۲**۔ دونوں ضمیروں میں انتشار ہوگا اسلئے کہ ''ھو'' ضمیر ''مرفوعٌ'' کی طرف راجع ہے اور ''منہ'' کی ضمیر ''ما اشتمل الخ'' کی طرف راجع ہوگی۔

سوال:۔ ''قامَ زیدٌ و عمروٌ'' میں ''قامَ''، ''عمروٌ'' کی طرف مسند ہے لہٰذا فاعل کی تعریف ''عمرو'' پر صادق ہے مگر ''عمرو'' کو

فاعل نہیں کہا جاتا؟

جواب:۔اسناد سے مراد اسناد بالاصالہ ہے نہ بالتبع۔اور ''عمرو'' کی طرف ''قام'' کی اسناد بالتبع ہے اسلئے ''عمرو'' فاعل نہیں۔اسناد سے اسناد بالاصالہ مراد ہونے پر قرینہ موجود ہے کیونکہ بالتبع مرفوع مرفوعات میں اور بالتبع منصوب منصوبات میں اور بالتبع مجرور مجرورات میں داخل نہیں کیونکہ مابعد میں توابع کا مستقل ذکر قرینہ ہے کہ اسناد سے اسناد بالاصالہ مراد ہے۔

سوال:۔صاحبِ مفصل نے '' علی جهة قیامه به'' کی قید نہیں لگائی ہے کافیہ مفصل سے ماخوذ ہے تو صاحبِ کافیہ نے یہ قید کیوں لگائی ہے؟

جواب:۔صاحبِ کافیہ نے یہ قید اسلئے لگائی ہے تاکہ نائب فاعل، فاعل کی تعریف سے خارج ہو جائے کیونکہ نائب فاعل کے ساتھ فعل کا تعلق قیام کا نہیں بلکہ وقوع کا ہے۔اور صاحبِ مفصل نے نائب فاعل کے اخراج کا قصد نہیں کیا ہے۔

درس نمبر ۶۷

(۱) وَالْاَصْلُ اَنْ یَلِیَ الْفِعْلَ، (۲) فَلِذٰلِکَ جَازَ ضَرَبَ غُلامَهُ زَیدٌ وَامْتَنَعَ ضَرَبَ غُلامُهُ زَیْداً

ترجمہ:۔اور اصل یہ ہے کہ فاعل ملا ہوا ہو فعل کے ساتھ، اسی وجہ سے ''ضرب غلامَه زیدٌ'' جائز ہے، اور ''ضَرَبَ غُلامُه زَیْداً'' جائز نہیں۔

(۱) مصنفؒ فاعل کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو فاعل کے احکام کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں اصل یہ ہے کہ فاعل فعل کے ساتھ ملا ہوا ہو یہ شرط اسلئے لگائی کہ فاعل لفظاً بھی گویا فعل کا جزء ہے اور معنیً بھی اور شیٔ کا جزء شیٔ کے متصل ہوتا ہے۔جزئیت لفظی کی دلیل یہ ہے کہ ''ضَرَبْتُ'' کا لام کلمہ (یعنی باء) ساکن ہے اس پر حرکت جائز نہیں کیونکہ حرکت دینے سے توالی اربع حرکات کی خرابی لازم آتی ہے، تو اگر فاعل بمع فعل کلمہ واحدہ کی طرح نہ ہوتا تو لام کلمہ ساکن نہ ہوتا جیسے ''ضَرَبَکَ'' میں توالی اربع حرکات جائز ہے کیونکہ کاف مفعول ہے اور مفعول کالجزء نہیں۔اور جزئیت معنوی کی دلیل یہ ہے کہ فعل بغیر فاعل کے نہیں پایا جاتا۔

سوال:۔اصل بمعنی قاعدہ وقانون ہے اور قاعدہ وقانو کے خلاف جائز نہیں تو ''اَلْاَصْلُ اَنْ یَلِیَ الْفِعْلَ'' کا مطلب ہوگا کہ فاعل ضرور فعل کے ساتھ متصل ہوگا لہٰذا یہ ترکیب ''ضَرَبَکَ زیدٌ'' ناجائز ہونی چاہئے کیونکہ فعل اور فاعل کے درمیان کاف فاصل ہے حالانکہ یہ ترکیب ناجائز نہیں؟

جواب:۔اصل بمعنی قاعدہ نہیں بلکہ بمعنی راجح اور اولیٰ ہے۔

سوال:۔اس سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ فاعل کا فعل کے ساتھ اتصال اولیٰ ہے حالانکہ میں بتاتا ہوں کہ فاعل کا فعل کے ساتھ اتصال ممتنع ہے جیسے: ''ضَرَبَکَ زیدٌ'' میں ''زیدٌ'' کا اتصال فعل کے ساتھ ممتنع ہے؟

جواب:۔اتصال اس وقت اولیٰ ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو یہاں مانع موجود ہے کیونکہ اتصال فاعل کی صورت میں ضمیر متصل کا فعل سے

انفصال لازم آتا ہے جو جائز نہیں۔

سوال:۔فاعل کا اتصال جس طرح کہ فعل کے ساتھ اولیٰ ہے شبہ فعل کے ساتھ بھی اولیٰ ہے تو آپ نے صرف ''اَنْ یلی الفعل'' کیوں کہا؟

جواب:۔فعل سے مراد''مااسند الی الفاعل'' ہے، پھر خواہ فعل ہو یا شبہ فعل ہو وهذامن قبیل ذکرالخاص وارادة العام۔

سوال:۔معلوم ہوا کہ فعل اور فاعل کے درمیان فاصل کا آنا درست نہیں، لہذا یہ ترکیب ''قَامَ الرَّجُلُ'' درست نہیں ہونی چاہئے کیونکہ الف لام فعل اور فاعل کے درمیان فاصل ہے حالانکہ آپ اس کو درست سمجھتے ہیں؟

جواب:۔فعل اور فاعل کے درمیان ممنوع فاصل سے مراد یہ ہے کہ فعل کے معمولات میں سے کوئی فعل اور فاعل کے درمیان واقع نہ ہو الف لام فعل کے معمولات میں سے نہیں لہذا الف لام ممنوع فاصل نہیں۔

(۲) پس مذکورہ بالا قاعدہ سے معلوم ہوا کہ فاعل کا رتبہ فعل کے متصل بعد ہے لہذا ''ضَرَبَ غُلَامَهُ زیدٌ'' جیسی ترکیب جائز ہے کیونکہ ''غلامه'' کی ضمیر ''زید'' کی طرف راجع ہے ''زیدٌ'' اگرچہ لفظاً مؤخر ہے مگر ترکیب مذکور میں فاعل واقع ہونے کی وجہ سے رتبۃً ''ضَرَبَ'' کے متصل ہے، لہذا اضمار قبل الذکر مطلقاً نہیں بلکہ صرف لفظاً ہے اور صرف لفظاً اضمار قبل الذکر جائز ہے۔اور ''ضَرَبَ غُلامُه زیداً'' جیسی مثال مذکورہ قاعدے کی رو سے جائز نہیں کیونکہ ''غلامه'' کی ضمیر ''زیداً'' کی طرف راجع ہے، اور ''زیداً'' مفعول ہے لفظاً بھی مؤخر ہے رتبۃً بھی، تو اس صورت میں لفظاً بھی اضمار قبل الذکر ہے رتبۃً بھی لہذا یہ ناجائز ہے۔

فائدہ:۔جمہور نحاۃ کے نزدیک اضمار قبل الذکر جائز نہیں، اور اخفش وابن جنی کے نزدیک جائز ہے۔اخفش وابن جنی کی دلیل یہ شعر ہے

شعر:۔ جَزیٰ رَبُّه عَنِّی عَدِیَّ بْنَ حَاتِمٍ :: جَزَاءَ الْكِلَابِ الْعَاوِیَاتِ وَقَدْ فَعَلْ (عدی بن حاتم کا رب اسے میری طرف سے بھونکنے والے کتوں کی طرح سزا دے اور اس نے کر دیا یعنی سزا دیدی) مذکورہ شعر میں ''ربه'' کی ضمیر ''عدی ابن حاتم'' کی طرف راجع ہے اور عدی بن حاتم مؤخر لفظاً و رتبۃً ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اضما قبل الذکر جائز ہے۔

جمہور جواب دیتے ہیں کہ یہ ضرورت شعری کی وجہ سے ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔اور یوں بھی جواب دیتے ہیں کہ ''ربه'' کی ضمیر ماقبل فعل کے مصدر کی طرف راجع ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''جَزیٰ رَبُّ الجزیٰ عَنِّی عدِیَّ بنَ حَاتِمٍ''، لہذا ضمیر ''حاتم'' کی طرف راجع نہیں کہ اضمار قبل الذکر لازم آئے۔

درس نمبر ٦٨

(۱) وَاِذَاانْتَفَی الْاِعْرَابُ فِیْهِمَالَفظاً، وَالْقَرِیْنَةُ، اَوْکَانَ مُضمراً مُتَّصِلًا، اَوْوَقَعَ مَفْعُوْلُهُ بَعْدَالاَّ، اَوْمَعنَاهَاوَجَبَ تَقْدِیْمُهُ

ترجمہ:۔اور جب منتفی ہو جائے اعراب لفظی فاعل و مفعول دونوں میں، اور قرینہ بھی منتفی ہو جائے، یا فاعل ضمیر متصل ہو، یا واقع ہوا سکا مفعول الا کے بعد، یا الا کے معنی کے بعد تو فاعل کی تقدیم واجب ہے۔

(۱) مصنفؒ نے اپنے قول ''وَالاَصْلُ اَنْ یَلِیَ الْفِعْلَ'' میں یہ بتایا تھا کہ فاعل کیلئے اتصال بالفعل اولیٰ ہے جس سے ضمناً یہ

بھی مفہوم ہوتا ہے کہ عدم اتصال بھی جائز ہے۔مگر عوارض کی وجہ سے کبھی اتصال فاعل (یعنی تقدیم الفاعل علی المفعول) واجب ہو جاتا ہے۔اب یہاں سے مصنفؒ ان چند مقامات کو ذکر کرتے ہیں جن میں عوارض کی وجہ سے اتصال واجب ہوتا ہے یہ عوارض چار ہیں ۔/**نمبر ۱**۔فاعل ومفعول سے اعراب لفظی اور قرینہ (جو فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرے) دونوں منتفی ہو جائیں اس صورت میں تقدیم الفاعل علی المفعول واجب ہے، ورنہ فاعل ومفعول میں التباس لازم آئیگا، جیسے: ''**ضَرَبَ مُوسٰی عیسیٰ**'' میں اعراب لفظی اور قرینہ دونوں منتفی ہیں تو اگر فاعل کو مقدم نہ کیا جائے تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ فاعل موسیٰ ہے یا عیسیٰ۔

نمبر ۲۔دوسری جگہ جہاں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے وہ ہے جہاں فاعل ضمیر متصل بالفعل ہو، اسوقت تقدیم فاعل واجب ہے ورنہ تو بصورت تاخیر ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں، جیسے: '' **ضربتُ زیداً**''۔

/**نمبر ۳**۔تیسری جگہ جہاں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے وہ ہے جہاں مفعول ''الا'' کے بعد واقع ہو، جیسے: ''**ماضَرَبَ زیدٌالاعمروًا**'' اسوقت تقدیم فاعل واجب ہے ورنہ تو خلاف مقصود لازم آئیگا، اسلئے کہ مقصود زید کی ضاربیت کو عمرو کی مضروبیت میں منحصر کرنا ہے یعنی زید نے سوائے عمرو کے کسی اور کو نہیں مارا، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ عمرو کسی اور کا بھی مضروب ہو۔لیکن اگر فاعل کو مؤخر کردیں اور یوں کہیں ''**ماضَرَبَ عمروًاالازیدٌ**'' تو اس وقت عمرو کی مضروبیت زید کی ضاربیت میں منحصر ہو جائیگی اور معنی ہوگا کہ عمرو کو سوائے زید کے کسی نے نہیں مارا، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ زید نے کسی اور کو بھی مارا ہو۔اور اسکا خلاف مقصود ہونا ظاہر ہے۔

/**نمبر ٤**۔چوتھی جگہ جہاں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے وہ ہے جہاں مفعول ''الا'' کے معنی کے بعد واقع ہو، جیسے: ''**انما ضَرَبَ زیدٌعمروًا**'' اس وقت تقدیم فاعل واجب ہے ورنہ تو اس میں بھی تیسری صورت کی طرح خلاف مقصود لازم آئیگا ۔''انما''، ''الا'' کے معنی میں اسلئے ہے کہ دونوں حصر کا فائدہ دیتے ہیں۔اور معنی ''الا'' کے بعد ہونیسے مراد یہ ہے کہ جزء اخیر ہو کیونکہ اس صورت میں حصر جزء اخیر میں ہوتا ہے۔

سوال:۔مصنفؒ کا قول ''**اِذَاانتفٰی الْقَرِیْنَةُ**'' کافی تھا اعراب کی نفی کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ قرینہ اعراب کو بھی شامل ہے بایں وجہ کہ قرینہ اور اعراب دونوں ایسے امر کو کہتے ہیں جو فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دال ہو؟

جواب:۔قرینہ اعراب کو شامل نہیں کیونکہ اعراب فاعلیتِ فاعل ومفعولیتِ مفعول پر بالوضع دال ہیں اور قرینہ فاعلیتِ فاعل ومفعولیتِ مفعول پر دال ہے لیکن لا بالوضع اس طرح ان دونوں میں فرق ثابت ہوا لہذا ایک کی نفی دوسرے کی نفی شمار نہ ہوگی۔

سوال:۔''**فِیْهِمَا**'' کی ضمیر فاعل اور مفعول کی طرف راجع ہے، فاعل تو ماقبل میں ذکر ہے مگر مفعول ذکر نہیں لہذا عبارت میں اضمار قبل الذکر کی خرابی پائی جاتی ہے؟

جواب:۔ماقبل کی مثالوں کے ضمن میں مفعول بھی ذکر ہے اور مرجع کیلئے ذکر ضمنی بھی کافی ہے، اسلئے اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔

سوال:۔آپ نے کہا کہ فاعل اگر ضمیر متصل ہو تو فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے حالانکہ ''زیداً ضربتُ'' میں مفعول فاعل پر مقدم ہے؟

جواب:۔تقدیم فاعل علی المفعول کے وجوب کیلئے شرط یہ ہے کہ مفعول فعل پر مقدم نہ ہو، مثال مذکور میں مفعول فعل پر مقدم ہے۔

سوال :۔آپ نے کہا اگر مفعول ''اِلّا'' کے بعد واقع ہو تو تقدیم فاعل واجب ہے حالانکہ ''مَا ضَرَبَ اِلّا عَمرواً زَیدٌ'' میں تقدیم واجب نہیں؟

جواب:۔وجوبِ تقدیم کیلئے شرط یہ ہے کہ ''اِلّا'' فاعل اور مفعول کے درمیان واقع ہو، مثال مذکور میں ''اِلّا'' فاعل و مفعول کے درمیان واقع نہیں۔

درس نمبر٦٩

(۱)وَاِذَا اتّصَلَ بِهٖ ضَمِیرُ مَفعُولٍ، اَووَقَعَ بَعدَ اِلّا، اَومَعنَاهَا، اَواتّصَلَ بِهٖ مَفعُولُهٗ وَهُوَ غَیرُ مُتّصِلٍ، وَجَبَ تَاخِیرُهٗ، (۲)وَقَد یُحذَفُ الفِعلُ لِقِیَامِ قَرِینَةٍ جَوَازاً فِی مِثلِ زیدٌ لِمَن قَالَ مَن قَامَ **شعر**:۔ وَلیُبکَ یَزِیدُ ضَارِعٌ لِخُصُومَةٍ: وَمُختَبِطٌ مِمّا تُطِیحُ الطّوَائِحُ

ترجمہ:۔اور جب متصل ہو فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر، یا فاعل اِلّا کے بعد واقع ہو، یا اِلّا کے معنی کے بعد واقع ہو، یا مفعول ضمیر متصل ہو اور فاعل متصل نہ ہو، تو تاخیر فاعل واجب ہے، اور کبھی فعل حذف کر دیا جاتا ہے بوقت قیامِ قرینہ جوازاً زید جیسی مثال میں اس شخص کے جواب میں جو کہے ''من قام'' اور چاہئے کہ رویا جائے یزید اور روئے وہ شخص جو دشمن کی خصومت سے عاجز ہے اور روئے پریشان جس کے مال کو حوادث نے ہلاک کر رکھا ہو۔

(۱) مصنفؒ ان مواضع کے بیان سے فارغ ہو گئے جن میں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے تو اب ان مواضع کو بیان فرماتے ہیں جن میں فاعل کی تاخیر مفعول پر واجب ہے۔ چار مواقع میں فاعل کی تاخیر مفعول پر واجب ہے۔/**نمبر۱**۔جب فاعل کے ساتھ مفعول کی طرف راجع ہونے والی ضمیر متصل ہو، جیسے: ''ضَرَبَ زَیداً غُلامُهٗ'' اس وقت تاخیر فاعل واجب ہے ورنہ تو اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبۃً لازم آئیگا۔

/**نمبر۲**۔فاعل ''اِلّا'' کے بعد واقع ہو، جیسے: ''مَا ضَرَبَ عَمرواً اِلّا زیدٌ'' اس وقت تاخیر فاعل واجب ہے ورنہ تو حصرِ مطلوب کا انقلاب لازم آئیگا جسکی تفصیل گذشتہ سبق میں گذر چکی ہے۔/**نمبر۳**۔فاعل ''اِلّا'' کے معنی کے بعد واقع ہو، جیسے: ''اِنّمَا ضَرَبَ عَمرواً زَیدٌ'' اس وقت تاخیر فاعل واجب ہے ورنہ تو اس میں بھی حصر مطلوب کا انقلاب لازم آئیگا۔/**نمبر٤**۔مفعول فعل کے ساتھ ضمیر متصل ہو اور فاعل غیر متصل ہو، جیسے: '' ضَرَبَکَ زیدٌ'' اس وقت تاخیر فاعل واجب ہے ورنہ تو بصورت تقدیم فاعل، مفعول متصل نہیں رہیگا۔

(۲) مصنفؒ وجوبِ تقدیم و تاخیر فاعل کے بیان سے فارغ ہو گئے تو ایک اور فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی فاعل کو رفع دینے والا فعل قرینہ کے قائم ہونے کے وقت جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے کسی نے کہا ''مَن قَام'' اس کے جواب میں آپ

''زید'' کہیں، تو یہاں فعل جوازاً حذف ہے کیونکہ یہ اصل میں ''قام زیدٌ ''تھا، حذفِ فعل پر قرینہ سائل کے سوال میں فعل کا وجود ہے اور اَلْمَذْکُوْرُ فِی السَّوَالِ کَا لْمَعَادِفِی الْجَوَاب ہوتا ہے۔

مذکورہ شعر حذفِ فعل جوازاً کی دوسری مثال ہے گذشتہ مثال اور شعر میں مذکور مثال میں فرق یہ ہے کہ حذفِ فعل پر کبھی قرینہ سوال محقق ہوتا ہے جیسا کہ گذشتہ مثال میں ہے۔ اور کبھی قرینہ سوال مقدر ہوتا ہے جس کی مثال مذکورہ شعر ہے۔ شعر مذکور فعل کے جوازاً محذوف ہونے کی مثال اس طرح بنتا ہے کہ ''لِیُبْکَ''، فعل مضارع مجہول ہو اور ''یـزیـد'' نائب فاعل ہو معنی ہوگا، چاہئے کہ رویا جائے ''یـزیـد''، اب سائل نے کہا ''مَـنْ یُبْـکِیـہ'' (کون روئے؟ یہ سوال مقدر ہے) مجیب نے کہا ''ضـارِعٌ ای یُبْکِ ضَارِعٌ'' (خصومت سے عاجز روئے) فعل ''یبک'' کے حذف پر قرینہ سوال مقدر ہے۔

تشریح اللغات :۔''ضارِعٌ'' بمعنی کمزور وضعیف ''مختبطٌ'' بمعنی سائل بلا وسیلہ، ''تطیح'' بمعنی ''تُھلِکُ''، ''طوائح'' بمعنی حوادث۔

قولہ وقد یحذف الفعل الخ

سوال:۔ یہاں تو اسم کی بحث جاری ہے لہذا حذفِ فعل سے بحث کرنا خروج عن المبحث ہے؟

جواب :۔فعل فاعل کو رفع دیتا ہے لہذا فعل فاعل کے متعلقات میں سے ہے اور شی کے متعلقات سے بحث کرنا شی کی بحث ہے اسلئے یہ خروج عن المبحث نہیں۔ نیز فعل سے مراد فاعل کا عامل ہے، خواہ فعل ہو یا شبہ فعل ہو۔

سوال :۔''لِقِیَـامِ قَرِیْنَۃٍ'' میں لام تعلیلیہ ہے لہذا قیام قرینہ علت اور حذفِ فعل معلول ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جہاں علت پائی جائے وہاں معلول کا وجود واجب ہے مگر مصنفؒ کے ''جوازاً'' کہنے سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وجودِ قرینہ کے وقت حذفِ فعل جائز ہے واجب نہیں؟

جواب :۔''لِقِیَامِ'' میں لام تعلیلیہ نہیں بلکہ بمعنی وقت ہے جیسا کہ ﴿ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْس ﴾ میں لام بمعنی وقت ہے۔ یا یوں جواب دیا جائے کہ علت دو قسم پر ہے وجوبی، جوازی، یہاں علت جوازی مراد ہے وجوبی نہیں۔

سوال: ۔''جـوازاً'' بناء بر مفعول مطلق منصوب ہے مگر سوال یہ ہے کہ مفعول مطلق پر ماقبل فعل مشتمل ہوتا ہے یہاں ماقبل فعل یعنی ''یُحذَفُ''، ''جوَازاً'' پر مشتمل نہیں؟

جواب:۔ دراصل ''جوازاً''، موصوف مقدر کے اعتبار سے مفعول مطلق ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''وَقَدیُحذَفُ الْفِعل لِقِیَامِ قرِیْنَۃٍ حَذْفاًجَائزاً''، لہذا اصل مفعول مطلق ''حذفاً'' ہے جس پر ''یحذف'' مشتمل ہے۔

سوال:۔''مَنْ قَامَ'' کے جواب میں جب ''زیدٌ'' کہا جائے تو آپ اسکو فاعل کہتے ہیں اور اسکا فعل محذوف قرار دیتے ہیں حالانکہ یوں بھی تو ہوسکتا ہے کہ زید مبتدأ ہو اور محذوف اسکی خبر ہو تقدیری عبارت اس طرح ہو ''زیدٌقامَ'' پس یہ از قبیل حذفِ خبر ہو نہ کہ حذفِ فعل؟

جـواب :۔حذفِ خبر کی صورت میں تکثیر حذف لازم آتی ہے کیونکہ فعل وفاعل دونوں حذف ہونگے، اور ''زیـدٌ'' فاعل فرض کرنے کی

صورت میں صرف فعل حذف ہوگا اور حذف میں تقلیل اولیٰ ہے تکثیر سے، اسلئے مذکورہ مثال حذفِ فعل کی مثال ہے حذفِ خبر کی نہیں۔

سوال:۔"لِخصُومَۃِ" جار مجرور ہے اسکا متعلق یا "لِیُبْکَ" مقدر ہوگا، یا "ضارِعٌ" ہوگا پہلی صورت میں لامِ "لِخصُومَۃِ" اجلیہ ہے اور لام اجلیہ وہ ہے جو اپنے مدخول کو ماقبل کے لئے علت بنا دیتا ہو، تو معنی ہوگا کہ روئے ضارع خصومت کی وجہ سے حالانکہ خصومت رونے کی علت نہیں بلکہ علت موتِ یزید ہے، اور اگر "ضارِعٌ" اسکا متعلق ہے تو اسم فاعل کا بغیر کسی شی پر اعتماد کئے عمل کرنا لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں؟

جواب:۔"ضارِعٌ" اسکا متعلق ہے، اور "ضارِعٌ" سے پہلے موصوف مقدر ہے جس پر "ضارِعٌ" نے اعتماد کیا ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "لِیُبْکَ شخصٌ ضارِعٌ الخ"۔ یا یوں جواب دیا جائے کہ "لِیُبْکَ" متعلق ہے اور "لخصومۃ" کا لام اجلیہ نہیں وقتیہ ہے۔

درس نمبر ۷۰

(۱) وَوُجُوباً فِی مِثْلِ وَإنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ، (۲) وَقَدیُحذَفَانِ معاًفِی مِثْلِ نَعَمْ لِمنْ قَالَ اَقَامَ زَیْدٌ۔

ترجمہ:۔اور حذفِ فعل واجب ہے وانْ احدٌ الخ جیسی مثالوں میں، اور کبھی دونوں اکٹھے حذف کئے جاتے ہیں نَعَمْ جیسی مثال میں جو اس شخص کے جواب میں واقع ہو جو کہے "اَقَامَ زیدٌ"۔

(۱) اور "وانْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ الخ" جیسی مثالوں میں فعل وجوباً حذف ہوتا ہے۔ مذکورہ مثال سے مراد ہر وہ مقام ہے جہاں فعل حذف ہو جس کی وجہ سے ابہام پیدا ہوا ہو اور رفع ابہام کیلئے اسکی تفسیر کی گئی ہو، جیسے: "وانْ اَحدٌمنَ الضَّارِبِیْنَ ضَرَبَکَ"، "اَحدٌ" فعل محذوف کا فاعل ہے، فعل قرینہ اور سد مسد کی وجہ سے وجوباً حذف ہوا ہے۔ حذفِ فعل کا قرینہ اسم پر حرفِ شرط کا داخل ہونا ہے کیونکہ حرف شرط اسم پر داخل نہیں ہوتا بلکہ فعل پر داخل ہوتا ہے یہاں اسم پر داخل ہوا ہے معلوم ہوا کہ فعل مقدر ہے۔ اور سد مسد اگلا فعل ہے جو فعل محذوف کیلئے مفسّر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "وان ضربک احدٌمن الضاربین ضربک"، بالکل یہی عمل "وان احدمن المشرکین استجارک" میں بھی کیا گیا ہے تقدیری عبارت ہے "وانْ اِستجارَکَ اَحدٌمن المشرکِیْنَ اِستَجارَکَ"، فعل اول کو اسلئے حذف کیا کہ جمع بین المفسَّر والمفسِّر جائز نہیں۔

سوال:۔جمع بین المفسَّر والمفسِّر کو آپ ناجائز سمجھتے ہیں حالانکہ "جَاءَ نِی رَجُلٌ اَیْ زَیْدٌ" میں "رَجُلٌ"، مفسَّر اور "زیدٌ"، مفسِّر ہے پھر بھی جمع ہو گئے ہیں؟

جواب:۔جمع بین المفسَّر والمفسِّر وہاں جائز نہیں جہاں حذف سے ابہام پیدا ہوا ہو اور مفسِّر اس ابہام کو رفع کردے۔ جبکہ مثال مذکور میں ابہام حذف سے نہیں بلکہ نکارۃِ رجل سے پیدا ہوا ہے۔

سوال:۔لفظ "اَحدٌ" فاعل کے بجائے مبتدأ کیوں نہیں ہوسکتا؟

جواب:۔ مبتدأ ہونے کی صورت میں اسم پر حرف شرط کا دخول لازم آتا ہے جو کہ نا جائز ہے۔

(۲) قولہ وقد یحذفان الخ مصنفؒ حذفِ فعل وحدہ کے بیان سے فارغ ہو گئے تو فعل اور فاعل دونوں کے حذف کے بیان کو شروع فرمایا چنانچہ فرمایا"وقد یحذفان الخ"یعنی کبھی فعل اور فاعل دونوں جوازاً حذف ہو جاتے ہیں، جیسے:''اَقَامَ زیدٌ ؟ کہنے والے کے جواب میں کوئی''نَعَمْ''کہے، کہ اصل میں''نَعَمْ قَامَ زَیدٌ''ہے۔ حذفِ فعل وفاعل پر قرینہ سوال میں فعل کا وجود ہے، اور حذف جوازی ہے وجوبی نہیں کیونکہ قائم مقام نہیں۔ باقی صرف فاعل کا حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ پھر وجودِ فعل بغیر فاعل کے لازم آتا ہے۔

سوال:۔ حذف پر قرینہ سوال ہے اور محذوف کا قائم مقام اور سد مسد''نَعَم''ہے لہذا حذف واجب ہونا چاہئے؟

جواب:۔''نَعَمْ''حرف ہے جو کہ غیر مستقل ہے اور غیر مستقل کسی مستقل کا قائم مقام نہیں ہو سکتا لہذا سد مسد نہ پائے جانے کی وجہ سے حذف واجب نہیں۔ البتہ یاء حرفِ ندا فعل''اُدْعُوا''کے قائم مقام ہوتا ہے تو وہ سماعی ہے قیاسی نہیں۔

سوال:۔ یہاں آپ جملہ فعلیہ مقدر مانتے ہیں تو کیوں جملہ اسمیہ مقدر نہیں مانتے، تقدیری عبارت اس طرح ہو''نَعَم زیدٌقامَ''؟

جواب:۔ جملہ فعلیہ مقدر ماننے کی صورت میں جواب سوال کے موافق ہوگا اور جملہ اسمیہ مقدر ماننے کی صورت میں جواب سوال کے موافق نہ ہوگا۔

درس نمبر ۷۱

(۱) وَاِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ ظَاهِراً بَعْدَهُمَا فَقَدْ یَكُونُ فِي الْفَاعِلِیَّةِ مِثْلُ ضَرَبَنِي وَاَكْرَمَنِي زَیْدٌ، وَفِي الْمَفْعُولِیَّةِ مِثْل ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَیْداً، وَفِي الْفَاعِلِیَّةِ وَالْمَفْعُولِیَّةِ مُخْتَلِفَیْنِ، فَیَخْتَارُ الْبَصْرِیُّونَ اِعْمَالَ الثَّانِي وَالْكُوفِیُّونَ الْاَوَّلَ، فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِي اَضْمَرْتَ فِي الْاَوَّلِ، عَلٰی وَفْقِ الظَّاهِرِ

ترجمہ:۔ اور جب اختلاف کریں دو فعل اپنے بعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں۔ تو کبھی یہ نزاع فاعلیت میں ہوتا ہے، جیسے:''ضَرَبَنِي واَكرَمَنِي زیدٌ''اور کبھی مفعولیت میں، جیسے:''ضربتُ واَكرمتُ زیداً''اور کبھی فاعلیت ومفعولیت دونوں میں اس طرح کہ دونوں کے تقاضے مختلف ہوں، پس اہل بصرہ دوسرے کو عمل دینا اختیار کرتے ہیں اور اہل کوفہ اول کو، پس اگر تو نے دوسرے کو عمل دیا تو اول میں فاعل کی ضمیر مان اسم ظاہر کے مطابق۔

(۱) مصنفؒ فعل اور فاعل کے حذف کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب فاعل کا ایک اور حکم یعنی اضمار الفاعل عند التنازع کو بیان فرما رہے ہیں، طرداً تنازع کے دیگر احکام بھی بیان فرمائینگے۔ تنازع کا لغوی معنی''جنگ کردن با یک دیگر''ہے۔ اور اصطلاحی معنی ہے کہ دو عاملوں کا بحسب المعنی ایک ایسے اسم کی طرف متوجہ ہونا جو ان دونوں عاملوں کیلئے علی سبیل البدل معمول بن سکتا ہو۔ مصنفؒ نے تنازع کی تین صورتیں بیان کی ہیں اور پھر سکوت اختیار کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تنازع کی یہی تین صورتیں ہیں کیونکہ محلِ بیان میں سکوت اختیار کرنا مفیدِ حصر ہے۔ اور وہ تین صورتیں یہ ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ فعلین میں سے ہر ایک ان کے بعد ذکر ہونے والے اسم ظاہر کے فاعل

ہونے کا مقتضی ہو، جیسے ''ضَرَبَنِی واَکرَمَنِی زیدٌ''۔/**نمبر ۲**۔ ہر ایک فعل مذکورہ اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا مقتضی ہو، جیسے '' ضَرَبْتُ واَکرَمْتُ زیداً''۔/**نمبر ۳**۔ایک فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے اور دوسرا اسی اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے یعنی تقاضے میں دونوں مختلف ہوں، جیسے ''ضربَنِی واَکرَمْتُ زیداً''۔

نحاۃِ بصرہ فعل ثانی کو عمل دینا اولیٰ قرار دیتے ہیں اور نحاۃِ کوفہ فعل اول کو عمل دینا اولیٰ سمجھتے ہیں، دونوں کا اختلاف اولویت میں ہے جواز میں نہیں کیونکہ دونوں فریق ہر ایک کے جواز کے قائل ہیں۔ بصریوں کی دو دلیلیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔فعل ثانی معمول کے قریب ہے، اور الحق للقریب ثمّ للبعید۔/**نمبر ۲**۔فعل اول کو عمل دینے کی صورت میں عامل اور معمول کے درمیان فصل بالاجنبی لازم آئیگا اور یہ خلاف اولیٰ ہے۔کوفیوں کی بھی دو دلیلیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔فعل اول مقدم ہے اس نے پہلے تقاضا کیا اسلئے عمل کا حق اسی کو ہے۔/**نمبر ۲**۔فعل ثانی کو عمل دینے کی صورت میں اول میں ضمیر ماننا پڑیگا تو اضمار قبل الذکر لازم آئیگا اسلئے اول عمل کا مستحق ہے۔

بصریوں کا مذہب اولیٰ ہے اسلئے مصنفؒ پہلے اسکا ذکر کرتے ہیں۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ فعل ثانی کو عمل دیا جائے اور اول میں ضمیر مان لیں، اسلئے کہ قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔فعل اول کیلئے معمول ظاہر کیا جائے۔/**نمبر ۲**۔فعل اول کا معمول حذف کیا جائے۔/**نمبر ۳**۔فعل اول کیلئے معمول ضمیر مان لیں۔اول دو صورتیں صحیح نہیں اسلئے کہ اظہار کی صورت میں تکرار لازم آتا ہے اور حذف کی صورت میں عمدہ (فاعل) کا حذف لازم آتا ہے اور تکرار و حذف دونوں شنیع ہیں لہذا تیسری صورت اولیٰ ہے۔

باقی تیسری صورت (یعنی فعل اول کے لئے معمول ضمیر ماننے والی صورت) پر یہ سوال وارد ہوسکتا ہے کہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اضمار قبل الذکر عمدہ میں بشرط التفسیر فیما بعد جائز ہے۔

باقی اس صورت میں فعل اول میں جو ضمیر مانی جائے گی وہ مابعد والے اسم ظاہر کے موافق ہوگی، جیسے:''ضَرَبَنِی واَکرَمَنِی زیدٌوضَرَبانی واَکرَمَنی الزیدان وضربُونی واکرمنی الزیدون''۔

''تنازع الفعلان'' سے مراد ''تَنَازَعَ العَامِلَان'' ہے پھر خواہ فعلین ہوں یا شبہ فعلین ہوں، البتہ چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اسلئے ذکر فعل پر اکتفاء کیا۔نیز تنازع جس طرح کہ دو عاملوں میں ہوتا ہے دو سے زیادہ میں بھی ہوسکتا ہے، جیسے:''کما صلیت وَسلّمت وبارکتَ ورحمت وترحمت علی ابراهیم''، یہ پانچ افعال ''علی ابراهیم'' میں متنازع ہیں۔باقی یہاں ذکرِ عاملین حصر کیلئے نہیں بلکہ یہ ادنیٰ مراتب تنازع کا بیان ہے۔

قوله ظاهراً بَعْدَهُمَا :۔ظاہراً کی قید لگا کر ضمیر سے احتراز کیا یہ اسلئے کہ ضمیر اگر متصل ہو تو وہ جس کے ساتھ متصل ہے اسی کا معمول ہے لہذا ضمیر متصل میں تنازع واقع نہیں ہوتا۔اور اگر ضمیر منفصل ہو تو اس میں اختلاف ہے، کسائی کے نزدیک قطع تنازع کی صورت حذف ہے، فراء کے نزدیک عاملین کو ضمیر میں شریک کرنا ہے۔جمہور کہتے ہیں کہ جو صورت قطع تنازع کی ہے اس سے ضمیر منفصل کا تنازع قطع نہیں ہوتا کیونکہ وہ صورت بصریین کے نزدیک اول میں ضمیر ماننا ہے، اور کوفیین کے نزدیک ثانی میں ضمیر ماننا ہے۔یہ دونوں

صورتیں ضمیر منفصل میں جاری نہیں ہوسکتیں کیونکہ ضمیر میں تنازع کی مثال ''ماضربَ واکرمَ اِلّاانا'' ہے،اب ضمیر منفصل کا اضمار یا تو ''اِلّا'' کے ساتھ مانیں گے یا بغیر ''اِلّا'' کے۔پہلی صورت میں اضمارِ حرف لازم آتا ہے حالانکہ حرف استتار کی صلاحیت نہیں رکھتا۔اور دوسری صورت میں مقصود فاسد ہوجاتا ہے اسلئے کہ مقصود اثبات فعل ہے اور یہ صورت نفی فعل کا فائدہ دیتی ہے۔باقی جن صورتوں میں ضمیر منفصل کے ساتھ ''اِلّا'' نہیں وہ ''اِلّا'' والی صورت پر محمول ہیں۔اور تنازع سے یہاں وہ تنازع مراد ہے جسکے قطع کی صورت اضمار الفاعل ہو۔

قوله بَعْدَهُمَا اَیْ بَعْدَالْفِعلَیْنِ لِاَنَّ الْمُتَقَدِّمَ عَلَیْهِمَا اَوِالْمُتَوَسِّطَ بَیْنَهُمَا مَعْمُوْلٌ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ۔

سوال:۔تنازع جب فاعلیت اور مفعولیت میں ہوتو اس میں اختلاف ظاہر ہے پھر لفظِ ''مختلفین'' کا ذکر بے معنی ہے؟

جواب:۔''تنازع فِی الْفَاعِلِیَّةِ وَالْمَفْعُوْلِیَّةِ'' کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔/**نمبر ۱**۔متنازع فیہ دو ہوں فعلین میں سے ہر ایک، ایک اسم ظاہر کی فاعلیت اور دوسرے کی مفعولیت کا تقاضا کرے، جیسے ''ضَرَبَ وَاَهَانَ زیدٌ عَمْرواً'' کہ دونوں فعل ''زید'' کی فاعلیت اور ''عمرو'' کی مفعولیت کا تقاضا کرتے ہیں۔/**نمبر ۲**۔متنازع فیہ ایک ہو فعلین میں سے ایک اس کی فاعلیت دوسرا اسکی مفعولیت کا تقاضا کرے، جیسے: ''ضَرَبَنِی وضَرَبْتُ زیداً'' فعل اول زید کی فاعلیت اور فعل ثانی زید کی مفعولیت کا تقاضا کرتا ہے۔تو مصنفؒ نے لفظِ ''مختلفین'' بڑھا کر یہ بتادیا کہ تنازع فعلین کی تیسری قسم یہ ہے کہ فعلین تقاضا میں مختلف ہوں وہ نہیں جس میں متنازع فیہ مختلف ہوں اور فعلین تقاضا میں متفق ہوں کیونکہ یہ بعینہ پہلی دو قسموں کا مجموعہ ہے۔

سوال:۔مصنفؒ نے متن میں تین قسمیں بیان کی ہیں پھر اول دو کیلئے مثالیں پیش کیں ہیں تو قسم ثالث کیلئے کیوں مثال پیش نہ کی؟

جواب:۔قسم ثالث کی مثال ظاہر ہے اس طرح کہ ایک فعل مثال اول سے اور ایک مثالِ ثانی سے لیں تو یہ قسمِ ثالث کی مثال بن جائے گی، جیسے: ''ضَرَبَنِی واَکرمتُ زیداً'' یا ''اَکرمتُ وضربَنِی زیدٌ''۔

درس نمبر ۷۲

(۱)دُوْنَ الْحَذْفِ خِلَافاً لِلْکِسَائِیْ(۲)وَجَازَ خِلَافاً لِلْفَرَّاءِ(۱)وَحَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ اِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْهُ وَاِلَّا اَظْهَرْتَ

ترجمہ:۔نہ کہ حذف فاعل برخلاف کسائی کے،اور فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہے برخلاف فراء،اور مفعول کو حذف کر اگر اسکی ضرورت نہ ہو ورنہ ظاہر کر۔

(۱) ماقبل میں ''اَضْمَرْتَ فی الاوّل'' سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ حذف اور اظہار نہیں ہوگا،اب ''دُوْنَ الْحَذْف'' سے بھی یہی بیان فرماتے ہیں کہ فاعل حذف نہیں کیا جائے گا۔اس بات کو مکرر اسلئے ذکر فرمایا ہے تاکہ ''دونَ الْحذف'' پر ''خلافاً لِلْکسائی'' مرتب ہو۔اگر ''دون الحذف'' نہ بڑھاتے تو ہمیں یہ تو معلوم ہوتا کہ کسائی بصریوں کے ساتھ اضمار میں متفق نہیں مگر یہ معلوم نہ ہوتا کہ کسائی حذف کے قائل ہیں یا اظہار کا ''دون الحذف'' بڑھانے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ کسائی حذف کے قائل ہیں۔کیونکہ قطع تنازع کی عقلی تین صورتیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔اظہار۔/**نمبر ۲**۔اضمار۔/**نمبر ۳**۔حذف۔اظہار و اضمار کو کسائی ناجائز قرار دیتے ہیں

کیونکہ ان دوصورتوں میں یا تو تکرار لازم آتا ہے اور یا اضمار قبل الذکر، جو کہ شنیع ہیں اسلئے حذف متعین ہوا۔ جمہور کہتے ہیں کہ اضمار قبل الذکر عمدہ میں بشرط التفسیر فی مابعد جائز ہے۔

(۲) **قولہ وجاز الخ** یعنی فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہے اگرچہ فعل اول فاعل کا تقاضا کرے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ ویسے "فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثانی" سے فعل ثانی کے عمل کا جواز معلوم ہوا تھا۔ اب "وَجازَ" سے بھی یہی بیان فرماتے ہیں کہ فعل ثانی کا عمل جائز ہے۔ اس بات کو مکرر اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ "خِلافاً لِلْفراء" اس پر مرتب ہو۔ فرّا کے نزدیک فعل اول اگر فاعل کا تقاضا کرے تو نہ اضمار جائز ہے اور نہ حذف کیونکہ یہ دونوں ان کے نزدیک شنیع ہیں لہذا وہ فعل اول کو عمل دیتے ہیں۔ ہاں فعل ثانی اگر فاعل کا تقاضا کرے تو اسمیں ضمیر مان لیں گے اور اگر مفعول کا تقاضا کرے تو حذف کیا جائے گا اور یا ضمیر مان لیں گے۔

فرّا سے دوروایتیں اور بھی منقول ہیں۔ / **نمبر ۱** ۔ **تشریک الرافعین** مگر فرّا کے اس قول کی وجہ سے معمول واحد پر توارد عاملین کی خرابی لازم آتی ہے۔ / **نمبر ۲** ۔ فعل ثانی کو عمل دیا جائیگا فعل اول کیلئے اسم ظاہر کے بعد ضمیر مان لیں گے، جیسے "ضَرَبَنِی واَکْرَمْتُ زیداًھو"۔

(۳) بصریین کے مذہب کے مطابق اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرے تو پھر دوصورتیں ہیں۔ / **نمبر ۱** ۔ فعل مفعول سے مستغنی ہوگا (یعنی افعالِ قلوب میں سے نہ ہوگا)۔ / **نمبر ۲** ۔ فعل مفعول سے مستغنی نہیں (یعنی فعل افعال قلوب میں سے ہے)۔ پہلی صورت میں مفعول کو حذف کیا جائے گا اسلئے کہ قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں، اضمار، اظہار اور حذف۔ اضمار تو جائز نہیں اسلئے کہ اس وقت فضلہ میں اضمار قبل الذکر لازم آئیگا جو کہ شنیع ہے۔ اور اظہار بھی جائز نہیں کیونکہ تکرار لازم آتا ہے لہذا حذف متعین ہوا۔

دوسری صورت میں مفعول کو ظاہر کیا جائے گا اسلئے کہ اضمار کی صورت میں فضلہ میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور حذف کی صورت میں افعال قلوب کے دومفعولوں میں سے ایک کا حذف کرنا لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے، لہذا اظہار متعین ہوا، جیسے: "حَسِبَنِی مُنطَلِقاًوَحَسِبْتُ زیداًمنطَلِقاً"، "منطَلِقاً" ثانی میں تنازع تھا تو ہم نے فعل اول کیلئے "منطَلِقاً" مفعول ظاہر کیا۔

درس نمبر ۷۳

(۱)وَاِنْ اَعْمَلْتَ الْاَوّلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِی الثّانِی، (۲)وَالْمَفْعُولَ عَلَی الْمُخْتَار، (۳)اِلّااَنْ یَمْنَعَ مَانِعٌ فتظْھرُ، (٤)وقَولُ اِمرَءُ الْقَیس، مصرعہ.

کَفَانِی وَلَم اَطْلُبْ قَلِیْلٌ مِن الْمَالِ، لَیسَ مِنہ لِفَسادِالْمعْنٰی

ترجمہ:۔ اور اگر تو نے فعل اول کو عمل دیا تو ضمیر مان فاعل کی دوسرے فعل میں، اور مفعول کی ضمیر مان مذہب مختار کے مطابق، الا یہ کہ مانع موجود ہو تو ظاہر کر، اور اِمراء القیس شاعر کا یہ قول، مصرعہ، "کفانی ولم الخ"، بابِ تنازع سے نہیں بوجہ فسادِ معنی۔

(۱) اگر آپ کوفیین کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیں تو اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے تو اس کیلئے ضمیر مان

لیں، جیسے: ''ضَرَبَنِی وَاَکْرَمَنِی زیدٌ'' اس صورت میں زید ''ضربنی'' کا فعل ہے اور ''اکرمنی'' کا فاعل اس میں ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں اگر چہ اضمار قبل الذکر لفظاً ہے مگر رتبۃً نہیں لہذا یہ جائز ہے۔

(۲) اور اگر فعل ثانی مفعول چاہتا ہے تو بھی کوفیوں کے نزدیک مذہب مختار یہی ہے کہ اس میں ضمیر مان لیں جیسے: ''ضربنی واکرمتُ زیدٌ'' میں زید ''ضربنی'' کا فاعل ہے ''اکرمت'' مفعول چاہتا ہے تو اس کے لئے مفعول ضمیر مان لیں گے۔ اور مذہب غیر مختار یہ ہے کہ اس مفعول کو حذف کر لیں۔ اضمار اسلئے مذہب مختار ہے کہ قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں، اظہار، حذف اور اضمار۔ اول غیر مختار ہے کیونکہ تکرار لازم آتا ہے اور ثانی یعنی حذف اسلئے مذہب مختار نہیں کہ اس صورت میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ فعل ثانی کا مفعول مذکورہ اسم کے مغایر ہے حالانکہ یہ متکلم کے مقصود کے موافق نہ ہوگا، جیسے: ''ضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُ زیدٌ'' سے متکلم کا مقصود اپنے اعلیٰ اخلاق کو بیان کرنا ہے کہ زید نے مجھے مارا اسکے باوجود میں نے اسکا اکرام کیا، اور اگر ''اکرمتُ'' کا مفعول ''زید'' کے مغایر ہو تو متکلم کا یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا اضمار متعین ہوا۔

(۳) قولہ اِلّا اَنْ یَمْنَعَ مانعٌ:۔ ماقبل دونوں اُمروں سے مستثنیٰ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے تو اس کے لئے ضمیر ماننا مختار اور حذف غیر مختار ہے لیکن اگر کسی مانع کی وجہ سے یہ دونوں ممنوع ہوں تو مفعول کو ظاہر کرینگے، جیسے: ''حَسِبَنِی وحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزیدانِ منطلِقاً''۔ ''حَسِبَنِی'' اور ''حَسِبْتُهما'' نے ''منطلقاً'' میں تنازع کیا، ہم نے کوفیین کے مذہب کے مطابق ''منطلقاً'' کو ''حَسِبَنِی'' کا مفعول ثانی قرار دیا۔ رہا ''حَسِبْتُهما'' کا مفعول ثانی تو اسکو ہم یا تو محذوف مانیں گے یا ضمیر۔ مگر یہ دونوں جائز نہیں۔ حذف تو اسلئے جائز نہیں کہ افعال قلوب کے مفعول کا حذف لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں، اور اضمار اسلئے جائز نہیں کہ ضمیر یا تو مفرد مانیں گے یا تثنیہ۔ مفرد صحیح نہیں کیونکہ ''حَسِبْتُهما'' کا مفعولِ اول تثنیہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ افعالِ قلوب کا ایک مفعول تثنیہ ہو اور دوسرا مفرد ہو کیونکہ درحقیقت یہ مبتدا خبر ہیں اور مبتدا خبر میں یہ لازمی ہے کہ افراد وتثنیہ میں موافق ہوں۔ اور ضمیر تثنیہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اس ضمیر کا مرجع ''مُنْطَلِقاً'' ہے تو راجع ومرجع میں موافقت نہیں رہے گی۔ لہذا اظہار ہی متعین ہوا تو ''حَسِبْتُهما'' کیلئے مفعول ثانی ''مُنْطَلِقَیْنِ'' نکالا۔

(٤) کوفیین اپنے مذہب کی اولویت پر عرب کے فصیح شاعر امرءُ القیس کے شعر سے استدلال کرتے ہیں کہ ''کَفَانِی وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِیْلٌ مِنَ الْمَالِ'' میں ''قلیلٌ'' کی طرف ''کفانی'' اور ''لم اَطْلُبْ'' دونوں متوجہ ہیں اول بنا بر فاعلیت ''قلیلٌ'' کے مرفوع ہونے کا مقتضی ہے اور ثانی بناء بر مفعولیت منصوب ہونے کا مقتضی ہے۔ امرءُ القیس نے فعل اول یعنی ''کفانی'' کو عمل دیا ہے اسی لئے ''قلیلٌ'' مرفوع ہے، لہذا معلوم ہوا کہ فعل اول کو عمل دینا اولیٰ ہے۔

مصنفؒ بصریوں کی طرف سے جواب دیتے ہیں کہ امرءُ القیس کا مذکورہ شعر بابِ تنازع سے نہیں، پھر اس سے آپکے مذہب کی اولویت کسطرح ثابت ہوگی؟ اور یہ شعر باب تنازع سے اسلئے نہیں کہ اسکو باب تنازع سے قرار دینے کی صورت میں معنی غلط ہوگا کیونکہ

پورا شعر اس طرح ہے۔ **شعر**:۔ ''لَوْ انّما اَسْعٰی لاَدْنیٰ مَعِیْشَۃٍ: : کَفَانِی وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِیْلٌ منَ الْمَالِ''(میں کوشش نہیں کرتا ادنیٰ معیشت کے لئے کیونکہ کم مال مجھے کافی نہیں میں طلب کرتا ہوں دائمی بزرگی)۔قاعدہ یہ ہے کہ ''لَوْ'' جب شرط و جزاء پر داخل ہو تو جو مثبت ہو اسکو منفی کر دیتا ہے اور جو منفی ہو اسکو مثبت کر دیتا ہے اسی طرح ''لَوْ'' کے مدخول پر جو عطف ہو گا اس کا بھی یہی حکم ہے۔تو اس قاعدہ کی رو سے شعر کا معنیٰ غلط ہو گا کیونکہ معنی ہو گا ''میں ادنیٰ معیشت کیلئے کوشش نہیں کرتا ہوں اور تھوڑا مال میرے لئے کافی نہیں اور میں طلب کرتا ہوں تھوڑا مال'' ظاہر ہے کہ یہ صریح تناقض ہے کیونکہ پہلے کہا! میں ادنیٰ معیشت کے لئے کوشش نہیں کرتا ہوں، پھر کہا! میں ادنیٰ معیشت طلب کرتا ہوں۔لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ یہ باب تنازع سے نہیں بلکہ ''قلیل من المال''، ''کفانی'' کے لئے فاعل ہے اور ''لَمْ اَطْلُب'' کا مفعول مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''لَمْ اَطْلُب الْمَجْدَ الْمُؤثّل'' (یعنی میں طلب کرتا ہوں مستحکم شرافت)۔اور مذکورہ مفعول بہ پر شاعر کا اس سے بعد والا شعر دال ہے، **شعر**: ولٰکنّما اَسْعٰی لِمَجْد مؤثّل: : وقد یُدْرِکُ الْمَجْدَ الْمؤثّلَ اَمْثَالِیْ'' (لیکن میں کوشش کرتا ہوں دائمی بزرگی کے لئے اور کبھی پا لیتے ہیں دائمی بزرگی میرے جیسے لوگ)۔

درس نمبر ۷۴

(۱)مَفْعُولُ مَالَمْ یُسَمّ فَاعِلُہٗ کُلّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُہٗ واُقِیمَ هُوَمَقَامَہٗ،(۲)وَشَرْطُہٗ اَنْ تُغَیّرَ صِیْغَۃُ الْفِعْلِ اِلٰی فُعِلَ اَوْیُفْعَلُ،(۳)وَلَایَقَعُ الْمَفْعُوْلُ الثّانِی مِنْ بَابِ عَلِمْتُ وَالثّالث مِن بَابِ اَعْلَمْتُ

ترجمہ:۔مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے کہ اسکا فاعل حذف کر دیا گیا ہو اور وہ (مفعول) اسکے قائم مقام کیا گیا ہو، اور اسکی شرط یہ ہے کہ متغیر کر دیا جائے فعل معلوم کو ''فُعِلَ'' یا ''یُفْعَلُ'' کی طرف، اور (فاعل کی جگہ) واقع نہ ہوگا باب ''علمت'' کا مفعول ثانی اور باب ''اَعْلَمْت'' کا مفعول ثالث۔

(۱) مصنفؒ نے مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل کی تعریف سے اپنے قول ''علی جهة قیامه به'' کے ذریعہ خارج کر دیا تھا لہٰذا اب مفعول مالم یُسَمّ فاعلہ کی مستقل تعریف کرنا چاہتے ہیں۔فرماتے ہیں! مفعول مالم یسم فاعلہ وہ مفعول ل ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اس مفعول کو اس فاعل کے قائم مقام بنا دیا گیا ہو، جیسے: ''ضُرِبَ زَیدٌ'' میں ''ضُرِبَ'' فعل مجہول اور ''زیدٌ'' مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔

سوال:۔مفعول مالم یسم فاعلہ مرفوعات کی ایک مستقل نوع ہے لہٰذا اسے مستقل ''منها'' کے تحت ذکر کرنا چاہئے تھا، یوں کہتے ''ومنها مفعول مالم یسمّ فاعله''؟

جواب:۔مفعول مالم یسم فاعلہ کا فاعل کے ساتھ شدۃ اتصال ہے حتی کہ نحاۃ بصرہ میں سے متقدمین اسکو عین فاعل ہی قرار دیتے ہیں اسلئے اسے علیحدہ ''منها'' کا عنوان نہیں دیا۔

سوال:۔''مفعول مالم یسمّ فاعله'' میں ''لَمْ یُسمّ'' بمعنیٰ ''لَمْ یُوجَد'' ہے تو معنی یہ ہوا کہ ایسے فعل کا مفعول جس کا فاعل نہ

ہو، حالانکہ فعل بغیر فاعل کے نہیں پایا جاتا۔ نیز ''یُسَمَّ'' تسمیہ سے ہے اور تسمیہ متعدی بدو مفعول سے جب مجہول بنایا جائے تو مفعول اول فاعل کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور مفعول ثانی منصوب ہی رہتا ہے جبکہ یہاں ''یُسَمّٰی'' کا مفعول ثانی نہیں؟

جواب:۔ ''لَمْ یُسَمَّ'' بمعنیٰ ''لَمْ یُوجَدْ'' نہیں بلکہ بمعنیٰ ''لَمْ یُذْکَرْ'' ہے، یعنی فعل کا ہے مگر مذکور نہیں، لہٰذا اعتراض اول وارد نہ ہوگا۔ اور جب ''لم یوجد'' بمعنی ''لَمْ یُذْکَرْ'' ہوا تو اب دو مفعولوں کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ بمعنیٰ ''لم یذکر'' ہونے کی وجہ سے یہ اب ایک مفعول کی طرف متعدی ہے، لہٰذا اعتراض ثانی بھی وارد نہ ہوگا۔

سوال:۔ تعریف للجنس و بالجنس ہوتی ہے جبکہ آپ نے تعریف میں لفظِ ''کُلّ'' لایا ہے اور لفظِ ''کُل'' اپنے مضاف الیہ کے افراد کے احاطہ کے لئے آتا ہے لہٰذا یہ تعریف للجنس بالافراد ہے، للجنس و بالجنس نہیں؟

جواب:۔ لفظِ ''کُل'' تعریف سے خارج ہے، تعریف لفظِ ''کُل'' کے بعد سے شروع ہوتی ہے، لفظِ ''کُل'' صرف جامعیتِ تعریف کیلئے لایا جاتا ہے لہٰذا یہ احتیاطاً تصریح بِمَا عُلِمَ ضِمْناً ہے۔ اور اس تصریح کی اسلئے ضرورت پیش آئی کہ کبھی تعریف بالاعم یا بالاخص بھی ہوتی ہے جبکہ فی الجملہ تمیز مقصود ہو، تو لفظِ ''کل'' سے یہ اشارہ کیا کہ یہ تعریف بالاعم یا بالاخص نہیں۔

(۲) قولہ و شرطہ الخ مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہ کی شرط فاعل کو حذف کرنے اور مفعول کو اس کے قائم مقام کرنے میں یہ ہے کہ اس کے ماضی کا صیغہ ''فُعِلَ'' اور مضارع کا صیغہ ''یُفْعَلُ'' کی طرف متغیر کیا گیا ہو۔ چونکہ اسناد الفعل الی المفعول ایک غریب معنی ہے تو اس کیلئے وزن بھی غریب ہونا چاہئے لہٰذا وزنِ فعل کو ''فَعَلَ'' سے ''فُعِلَ'' اور ''یَفْعَلُ'' سے ''یُفْعَلُ'' کی طرف متغیر کیا جائے گا تاکہ معنی غریب کیلئے وزن بھی غریب ہو۔

سوال:۔ اس شرط سے ثلاثی مزید، رباعی مجرد اور رباعی مزید کا مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہ نکل گیا کیونکہ ان کے فعل ''فُعِلَ'' اور ''یُفْعَلُ'' کی طرف متغیر نہیں ہوتا، بلکہ ''فُعِّلَ''، ''یُسْتَفْعَلُ'' وغیرہ کی طرف متغیر ہوتا ہے۔ اسی طرح شبہ فعل کا نائب فاعل خارج ہوا کیونکہ اس کا صیغہ بھی مذکورہ وزن کی طرف متغیر نہیں ہوتا بلکہ ''مفعولٌ'' کی طرف متغیر ہوتا ہے؟

جواب:۔ ''فُعِلَ'' ماضی مجہول کا عَلَم ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ صیغہ ماضی مجہول کا ہو خواہ ابوابِ مجرد سے ہو یا مزید سے، اسی طرح ''یُفْعَلُ'' مضارع مجہول کا عَلَم ہے خواہ ابواب مجرد سے ہو یا مزید سے۔ نیز ''فُعِلَ'' کی طرف متغیر ہونا اسوقت شرط ہے جبکہ نائب فاعل کا عامل فعل ہو اگر عامل شبہ فعل ہو تو پھر مذکورہ وزن کی طرف تغیر شرط نہیں۔

(۳) بابِ ''عَلِمْتُ'' کا مفعول ثانی اور ''اَعْلَمْتُ'' کا مفعول ثالث فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اسلئے کہ ''عَلِمْتُ'' کا مفعول ثانی، مفعولِ اوّل کی طرف مسند ہوتا ہے تو مفعول ثانی سے نائب فاعل بنانے کی صورت میں ایک ہی اسم مسند بھی ہوگا اور مسند الیہ بھی، جو کہ جائز نہیں۔ لہٰذا ''عَلِمْتُ زیداً فاضلاً'' میں ''فاضلاً'' نائب فاعل نہیں بن سکتا۔ اسی طرح بابِ ''اَعلمتُ'' کا مفعول ثالث مفعولِ ثانی کی طرف مسند ہوتا ہے تو اس سے نائب فاعل بنانے کی صورت میں ایک ہی اسم کا مسند و مسند الیہ ہونا لازم آتا ہے جو کہ

صحیح نہیں ۔لہذا ''اَعۡلَمۡتُ زیداًعمرواًفاضلاً'' میں ''فاضلاً'' نائب فاعل نہیں بن سکتا۔باب ''عَلِمۡتُ'' سے ہروہ فعل مراد ہے جو دومفعولوں کی طرف متعدی ہواورایک ان میں سے مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو۔اور باب ''اَعۡلَمت'' سے مراد ہر وہ فعل ہے جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہو۔

درس نمبر 75

(۱)وَالۡمَفۡعُوۡلُ لَهٗ وَالۡمَفۡعُوۡلُ مَعَهٗ كَذَالِكَ،(۲)وَاِذَاوُجِدَالۡمَفۡعُوۡلُ بِهٖ تَعَيَّنَ لَهٗ تَقُوۡلُ ضُرِبَ زَيۡدٌيَوۡمَ الۡجُمۡعَةِ اَمَامَ الۡاَمِيۡرِ ضَرۡبًاشَدِيۡدًافِيۡ دَارِهٖ فَتَعَيَّنَ زَيۡدٌ،فَاِنۡ لَمۡ يَكُنۡ فَالۡجَمِيۡعُ سَوَاءٌ،(۳)وَالۡاَوَّلُ مِنۡ بَابِ اَعۡطَيۡتُ اَوۡلٰى مِنَ الثَّانِيۡ

ترجمہ:۔اورمفعول لہ اور مفعول معہ بھی اسی طرح قائم مقام فاعل نہیں ہوسکتے ،اور جب کلام میں مفعول بہ پایا جائے تو وہ قائم مقام ہونے کیلئے متعین ہے،تو کہے ''ضُرِبَ زیدٌیومَ الجمعةِ الخ'' مثال مذکور میں زید قائم مقام ہونے کیلئے متعین ہے،اور اگر مفعول بہ نہ ہوتو سب برابر ہیں،اور بابِ ''اعطیت'' کا مفعول اول اولیٰ ہے ثانی سے۔

(۱) مفعول لہ اور مفعول معہ بھی بابِ ''علمت'' کے مفعول ثانی اور بابِ ''اَعۡلَمۡتُ'' کے مفعول ثالث کی طرح نائب فاعل نہیں ہوسکتے ۔مفعول لہ اسلئے نائب فاعل نہیں ہوسکتا کہ قائم مقام ہونے کی صورت میں اسکا نصب باقی رہیگا یانہیں؟ اگرنہیں تو یہ جائز نہیں کیونکہ نصب مفعول لہ کے علت ہونے کی علامت ہے اور علامت حذف نہیں ہوتی ،اور اگر نصب باقی رہیگا تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ فاعل کا قائم مقام مرفوع ہوتا ہے نہ کہ منصوب۔

اور مفعول معہ اس لئے نائب فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ مفعول معہ واو بمعنی مع کے بعد ذکر ہوتا ہے تو اگر بلاواو فاعل کے قائم مقام ہوتو پھر اس کا مفعول معہ ہونا معلوم نہ ہوگا اور اگر واو کے ساتھ فاعل کے قائم مقام ہوتو واو دلیل انفصال ہے اور فاعل فعل کے جزء کی طرح ہونے کی وجہ سے اتصال کا مقتضی ہے جبکہ اتصال اور انفصال میں منافات ہے لہذا مفعول معہ نائب فاعل نہیں ہوسکتا۔

سوال:۔آپ کے کہنے سے معلوم ہوا کہ مفعول لہ نائب فاعل نہیں بن سکتا حالانکہ ''ضُرِبَ لِلتَّادِیبِ'' میں ''لِلتَّادِیب'' مفعول لہ ہے اور نائب فاعل واقع ہے؟

جواب:۔وہ مفعول لہ نائب فاعل نہیں ہوسکتا جو بلالام ہو اور جو بالام ہو وہ نائب فاعل بن سکتا ہے کیونکہ وہ منصوب نہیں ہوتا ،باقی مفعول لہ کی علیت کی علامت اسمیں لام ہے اور وہ موجود ہے۔

سوال:۔نصب تو مفعول فیہ میں بھی ظرفیت کی علامت ہے تو مفعول فیہ کا قائم مقام فاعل ہونا بھی جائز نہ ہونا چاہئے؟

جواب:۔ظرفیۃ ذاتِ مفعول فیہ سے مفہوم ہوتی ہے کیونکہ ظرف یا تو زمان ہوتا ہے یا مکان،اگر نصب نہ رہے تو بھی اسکی ظرفیت معلوم ہوتی ہے لہذا نصب کے معدوم ہونے کی صورت میں علامتِ ظرفیۃ بالکلیہ معدوم نہیں ہوتی۔

سوال:۔مفعول بہ میں بھی نصب فعل کا مفعول بہ پر واقع ہونے کی علامت ہے پھر کیسے مفعول بہ نائب فاعل بن سکتا ہے؟

جواب:۔صیغہ مجہول مفعول بہ پر واقع ہونے کے لئے وضع ہوا ہے لہذا بطورِ علامت نصب کی حاجت نہیں۔

(۲)قولہ واذاوُجِدَالمفعول به الخ یعنی مفعول لہ ومفعول معہ کے علاوہ دیگر مفاعیل کے ساتھ اگر کلام میں مفعول بہ پایا گیا تو مفعول بہ فاعل کے قائم مقام ہونے کے لئے متعین ہے کیونکہ مفعول بہ فاعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اس طرح کہ مثلاً فعل ضرب کا تصور جس طرح کہ بغیر ضارب (فاعل) کے نہیں ہوتا اسی طرح بغیر مضروب (مفعول) کے بھی نہیں ہوتا۔فعل کیلئے تین وجود ہیں ۔/**نمبر ۱**۔وجودِ خارجی۔/**نمبر ۲**۔وجود ذہنی۔/**نمبر ۳**۔وجود لفظی۔وجود خارجی میں فعل فاعل،مفعول،ظرف اور آلہ کا محتاج ہے۔وجودِ ذہنی میں فعل فاعل اور مفعول کا محتاج ہے۔اور وجود لفظی میں فعل صرف فاعل کا محتاج ہے۔تو مذکورہ بالا توقف اور احتیاج سے مراد احتیاج فی الوجود الذہنی ہے کہ فعل وجودِ ذہنی میں فاعل اور مفعول کا محتاج ہے۔

قوله تقول ضُرِب زيدالخ مثال مذکورہ میں زید مفعول بہ ہے،''يوم الجمعة''ظرف زمان ہے،''امام الامير''ظرف مکان ہے،''ضرباًشديداً''مفعول مطلق ہے،''في داره''جار مجرور ہے جو فضلہ ہونے میں مفاعیل کے مشابہ ہے۔پس ان سب میں سے زید نائب فاعل ہونے کے لئے متعین ہے۔باقی ''ضرباً'' کو''شَدِيْداً'' کے ساتھ اسلئے مقید کیا ہے کہ مفعول مطلق بغیر قیدِ تخصص کے قائم مقام فاعل نہیں ہوتا کیونکہ بغیر تخصص کے صرف مفعول مطلق کا معنی تو فعل سے مفہوم ہوتا ہے لہذا پھر مفعول مطلق بے فائدہ ہوگا ۔لیکن اگر کلام میں مفعول بہ نہ ہو تو باقی سارے مفاعیل فاعل کے موقع میں واقع ہونے کے جواز میں برابر ہیں۔

(۳)قوله والاول من باب اعطيت الخ''باب اعطيت'' کے دو مفعولوں میں سے اول کو نائب فاعل بنانا اولیٰ ہے دوسرے کی بنسبت،کیونکہ مفعول اول میں فاعلیت کا معنی پایا جاتا ہے ثانی میں نہیں،اور مفعولیت میں دونوں برابر ہیں۔لہذا جس میں فاعلی معنی پایا جائے اسکو نائب فاعل بنانا اولیٰ ہے،جیسے:''اَعطيتُ زيداًدرهماً'' کہ''زيداً'' آخذ ہے جو کہ فاعلی معنی ہے اور''درهماً'' مأخوذ ہے جو کہ مفعولی معنی ہے لہذا زید کو نائب فاعل بنانا اولیٰ ہے۔بابِ''اعطيت'' سے مراد وہ فعل ہے جو متعدی بدو مفعول ہو اور ثانی اول کا غیر ہو لہذا باب''علمت'' سے احتراز ہوا کہ اس میں ثانی اول کا غیر نہیں۔

باقی''اعطيت'' کا مفعولِ اول کو نائب فاعل بنانا اس وقت اولیٰ ہے جس وقت کہ مفعول ثانی میں آخذیت کی صلاحیت نہ ہو ،اور اگر مفعول ثانی میں آخذیت (فاعلیت) کی صلاحیت ہو تو پھر اول کو نائب فاعل بنانا اولیٰ نہیں بلکہ واجب ہے تاکہ مفعولین میں التباس نہ آئے کہ آخذ کون ہے اور مأخوذ کون ہے؟ جیسے''اُعطِيَ زيدٌعمرواً'' چونکہ عمرو میں بھی آخذیت کی صلاحیت ہے لہذا تقدیم زید واجب ہے۔

درس نمبر۷۶

(۱) وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ فَالْمُبْتَدَأُ هُوَ الْاِسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ مُسْنَدًا اِلَيْهِ

ترجمہ:۔ اوران میں سے مبتدأ وخبر ہیں، پس مبتدأ وہ اسم ہے جو خالی ہو عوامل لفظیہ سے اس حال میں کہ وہ مسند الیہ ہو۔

(۱) مصنفؒ فاعل ونائب فاعل کے بیان سے فارغ ہو گئے تو مبتدأ وخبر کے بیان کو شروع فرمایا۔ فرماتے ہیں! مبتداء وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو۔ تعریف میں لفظ ''الاسم'' جنس ہے تمام اسماء کو شامل ہے، ''المجرد الخ'' فصل اول ہے اس سے اسم ''کانَ واِنّ'' وغیرہ خارج ہو گئے کیونکہ ان کا اسم عوامل لفظیہ سے خالی نہیں ہوتا، اور ''مسنداً الیہ'' فصل ثانی ہے اس سے خبر اور مبتدأ قسم ثانی خارج ہو گئے کیونکہ یہ دو مسند الیہ نہیں ہوتے۔

بعض نسخوں میں ''وَمِنْہُ الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ'' ہے اس صورت میں ''مِنْہُ'' کی ضمیر ''مِنْہُ الْفَاعِل'' کی طرح ''اَلْمَرْفُوع'' کی طرف راجع ہے جو کہ ''المرفوعات'' کے ضمن میں موجود ہے۔ اور ''منھا'' کی صورت میں ضمیر ''المرفوعات'' ہی کی طرف راجع ہے جو کہ صریح مذکور ہے۔

سوال:۔ بابِ مرفوعات میں صرف فاعل اور مبتدأ کے ذکر کے وقت لفظ ''منہ'' ذکر کیا ہے دیگر مرفوعات کے ذکر کے وقت پھر لفظِ ''منہ'' ذکر نہیں کیا۔ نیز منصوبات میں صرف مفعول مطلق کے ذکر کے وقت لفظ ''منہ'' ذکر کیا ہے جبکہ دیگر منصوبات کے ذکر کے وقت لفظ ''منہ'' نہیں وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ مصنفؒ کی یہ عادت ہے کہ لفظ ''منہ'' نوع اصلی میں لاتے ہیں دیگر میں نہیں۔ منصوبات میں نوع اصلی ایک ہی تھی یعنی مفعول مطلق اسلئے صرف مفعول مطلق میں لفظ ''منہ'' لایا دیگر مفاعیل میں نہیں۔ اور مرفوعات کی نوع اصلی میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک فاعل اصل ہے اور بعض کے نزدیک مبتدأ اصل ہے اسلئے مصنفؒ نے مرفوعات میں سے دو نوع کی ابتدأ میں لفظِ ''منہ'' لایا۔

سوال:۔ مبتدأ وخبر مرفوعات کی دو الگ الگ نوع ہیں تو چاہئے تھا کہ دو الگ الگ ''منھا'' کے تحت ذکر کرتے دونوں کیلئے ایک ''منھا'' کیوں لایا ہے؟

جواب:۔/**نمبر۱**۔ مبتدأ وخبر میں شدۃ تلازم ہے کہ جہاں مبتدأ ہو وہاں خبر ہوگی اسلئے ایک ''منھا'' کے تحت دونوں لائے۔/**نمبر۲**۔ دونوں عامل معنوی میں مشترک ہیں یعنی دونوں کا عامل معنوی ہے اسلئے ایک ''منھا'' کے تحت دونوں لائے۔

سوال:۔ مبتدأ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ ﴿ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ میں ''تصوموا'' مبتدأ ہے مگر اسم نہیں جبکہ تعریف سے پتہ چلتا ہے کہ مبتدأ کا اسم ہونا ضروری ہے؟

جواب:۔ مبتدأ کا اسم ہونا عام ہے خواہ صریحی ہو یا تاویلی۔ پس ''اَنْ تَصُوْمُوْا'' اگرچہ اسم صریحی نہیں مگر تاویلی ہے کیونکہ ''اَنْ'' مصدریہ فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے ''ای صِیامُکُم خَیْرٌ لَّکُم''۔

سوال:۔"اَلْمُجَرَّد" کا معنی ہے خالی کیا ہوا تو اسکا یہ مطلب ہوا کہ مبتدأ میں پہلے عامل موجود تھا پھر عامل سے خالی کر دیا گیا حالانکہ مبتدأ میں شروع ہی سے عامل کا ہونا ضروری نہیں؟

جواب:۔"المجرد" کا معنی خالی کیا ہوا نہیں بلکہ بمعنی عدم وجدانِ العامل ہے لہذا اب اعتراض نہ ہوگا۔

سوال:۔"العوامل" جمع کا صیغہ ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مبتداء پر تین عوامل نہیں آسکتے، باقی ایک اور دو آسکتے ہیں حالانکہ مبتداء پر تین کی طرح ایک اور دو عوامل بھی نہیں آسکتے؟

جواب:۔"العوامل" پر الف لام جنسی ہے اور الف لام جنسی جمعیت کو ختم کر دیتا ہے لہذا عوامل سے تین عوامل مراد نہیں بلکہ مطلق عامل مراد ہے۔

درس نمبر ۷۷

(۱) اَوِالصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَحَرْفِ النَّفِي اَوْاَلِفِ الْاِسْتِفْهَامِ رَافِعَةً لِظَاهِرٍ مِثْلُ زَيْدٌ قَائِمٌ، وَمَاقَائِمٌ الزَّيْدَانِ، وَاَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ، فَاِنْ طَابَقَتْ مُفْرداً جَازَ الْاَمْرَانِ، (۲) وَالْخَبَرُ هُوَ الْمُجَرَّدُ الْمُسْنَدُ بِهِ الْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ

ترجمہ:۔یا ایسی صفت ہو جو حرفِ نفی کے بعد واقع ہو یا الف استفہام کے بعد اس حال میں کہ اسم ظاہر کو رفع دینے والی ہو، جیسے: "زیدٌ قائمٌ" اور "ماقائمٌ الزَّیْدان" اور "أقائمٌ الزَّیْدان" پس اگر وہ صفت مفرد کے موافق ہو تو دونوں باتیں جائز ہیں، اور خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظی سے خالی ہو مسند بہ ہو اور صفت مذکورہ کے مغایر ہو۔

(۱) یہاں سے مصنف "مبتدأ" قسم ثانی کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ صفت کا صیغہ جب حرفِ نفی یا استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے تو یہ مبتدأ قسم ثانی ہے۔تعریف میں "اَوِالصِّفَةُ" جنس ہے تمام صفات کو شامل ہے، اور "اَلْوَاقِعَةُ بَعْدَحَرْفِ النَّفِي اَوْاَلِفِ الْاِسْتِفْهَام" فصل اول ہے جس سے احتراز ہوا "زیدٌ قائمٌ" سے کیونکہ "قائمٌ" حرفِ نفی اور حرفِ استفہام کے بعد واقع نہیں، اور "رافعةً لظاهر" فصل ثانی ہے جس سے "اَقائمانِ الزیدان" خارج ہوا کیونکہ "اقائمانِ" رفع نہیں دیتا "الزیدان" کو بلکہ "اَقائمان" میں ضمیر ہے جو "الزیدان" کی طرف راجع ہے اس کو رفع دیتا ہے۔اور یہ اسلئے کہ اگر "اَقائمان"، "الزیدان" کو رفع دیتا تو "اقائمانِ" مفرد ہوتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل اور شبہ فعل کو ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے۔"زیدٌ قائمٌ" مبتدأ قسمِ اول کی مثال ہے، اور "ماقَائِمٌ الزَّیْدَان" مبتداء قسم ثانی کی مثال ہے جو حرفِ نفی کے بعد واقع ہے، "اَقَائِمٌ الزَّیْدَان" مبتداء قسم ثانی کی مثال ہے جو حرفِ استفہام کے بعد کے واقع ہے۔

یہاں چار صورتیں بنتی ہیں۔/ **نمبر ۱**۔صیغہ صفت اور اسم ظاہر دونوں مفرد ہوں، جیسے: "اَقائمٌ زیدٌ" اس میں دو وجہ جائز ہیں یعنی اس سے مبتدأ کی پہلی قسم بھی بن سکتی ہے اور دوسری قسم بھی۔پہلی قسم اس طرح بنتی ہے کہ "زیدٌ" مبتدأ مؤخر ہو اور "اَقائمٌ" خبر مقدم ہو۔اور دوسری قسم اس طرح بنتی ہے کہ "اَقائم" صیغہ صفت مبتدأ قسمِ ثانی ہو اور "زیدٌ" فاعل سد مسد خبر ہو۔متن میں یہی صورت

ذکر ہے۔

/**نمبر ۲**۔صیغہ صفت اور اسم ظاہر دونوں تثنیہ یا جمع ہوں، جیسے: ''اَقَائِمَانِ الزَّیْدَانِ'' اور ''اَقَائِمُونَ الزَّیْدُونَ'' اس صورت سے صرف مبتدأ کی پہلی قسم بن سکتی ہے اس طرح کہ ''الزیدان'' اور ''الزیدون'' مبتدأ مؤخر اور ''اقائمان''، ''اقائمون'' صیغہ صفت ضمیر فاعل اس میں مستتر راجع بسوئے ''الزیدان''، ''الزیدون'' ہے، صیغہ صفت با فاعل ملکر خبر مقدم ہے۔اس صورت میں اگرچہ اضمار قبل الذکر ہے مگر یہ لفظاً ہے رتبۃً نہیں اسلئے یہ جائز ہے۔باقی یہ صورت مبتدأ قسم ثانی اس لئے نہیں بن سکتی ہے کہ اس صورت میں ''الزیدان'' اور ''الزیدون'' فاعل بنے گا اور قاعدہ یہ ہے کہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل اور شبہ فعل ہمیشہ مفرد ہوتے ہیں اور یہاں شبہ فعل مفرد نہیں لہذا معلوم ہوا کہ ''الزیدان'' اور ''الزیدون'' شبہ فعل کا فاعل نہیں بلکہ شبہ فعل میں ضمیر مستتر اسکا فاعل ہے۔

/**نمبر ۳**۔صیغہ صفت مفرد اور اسم ظاہر تثنیہ یا جمع ہو، جیسے: ''اَقَائِمٌ الزَّیْدَانِ'' اور ''اَقَائِمٌ الزَّیْدُوْنَ'' اس صورت سے صرف مبتدأ کی دوسری قسم بنتی ہے قسمِ اول نہیں، اور یہ اس لئے کہ قسم اول میں شرط یہ ہے کہ مبتدأ و خبر افراد، تثنیہ اور جمع میں موافق ہوں یہاں ایسا نہیں، /**نمبر ٤**۔صیغہ صفت تثنیہ یا جمع ہو اور اسکا مابعد مفرد ہو یہ محض عقلی احتمال ہے اسکے لئے خارج میں وجود نہیں۔

سوال:۔یہ شرط کیوں لگائی کہ صفت کا صیغہ حرفِ نفی یا حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو؟

جواب:۔اس لئے کہ صفت کا صیغہ جب تک کہ چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد نہ کرے عمل نہیں کرسکتا، اور وہ چھ چیزیں یہ ہیں ،مبتدأ، موصوف، موصول، ذوالحال، حرفِ نفی اور حرفِ استفہام۔ان چھ چیزوں میں سے ان دو کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان دو کے علاوہ اگر کسی اور پر اعتماد کیا تو مبتدأ قسم ثانی نہیں رہیگا کیونکہ اگر مبتدأ پر اعتماد کیا تو صیغہ صفت خبر ہوگا اور اگر موصوف، موصول اور ذوالحال میں سے کسی ایک پر اعتماد کیا تو صیغہ صفت، صفت، صلہ اور حال ہو جائیگا نہ کہ مبتدأ قسم ثانی۔

فائدہ:۔جمہور کے نزدیک صفت کا صیغہ حرف نفی یا استفہام پر اعتماد کئے بغیر عمل نہیں کرسکتا۔سیبویہ صفت کا عمل بغیر اعتماد کے جائز قرار دیتے ہیں مع القبح اور اخفش جواز کے قائل ہیں مع الحسن۔سیبویہ و اخفش کی دلیل شاعر کا یہ شعر ہے، **شعر**:۔فَخَیْرٌ نَحْنُ عِندَ النَّاسِ مِنْکُم۔''فَخَیْرٌ'' صفت کا صیغہ ہے حرفِ نفی و استفہام پر اعتماد کئے بغیر مبتدأ قسم ثانی ہے اور ''نحنُ'' اسکا فاعل ہے۔باقی یہ صحیح نہیں کہ ''خَیْرٌ'' خبر مقدم اور ''نحنُ'' مبتدأ مؤخر ہو کیونکہ ''خَیْرٌ'' عامل ضعیف ہے اور ''مِنْکُم'' اسکا معمول ہے تو اس صورت میں عاملِ ضعیف اور معمول کے درمیان فصل بالاجنبی یعنی فصل بالمبتدأ لازم آئیگا جو کہ ناجائز ہے۔

جمہور سیبویہ اور اخفش کو جواب دیتے ہیں کہ مذکورہ شعر میں ضرورتِ شعری کی وجہ سے صفت نے بغیر اعتماد کئے عمل کیا ہے۔یا یوں جواب دیا جائے کہ ''خیرٌ'' مبتدأ نہیں بلکہ خبر ہے مبتدأ مقدر ہے، تقدیری عبارت اس طرح ہے ''فَنَحْنُ خَیْرٌ نحن عندالنّاسِ مِنْکُم'' ،''خیرٌ'' میں ضمیر ''نحن'' مقدر کی طرف راجع ہے اور ثانی ''نحن'' اس ضمیر کیلئے تاکید ہے، اور تاکیدِ فاعل بمنزلہ فاعل کے ہے لہذا اسکو فاصل نہیں سمجھا جائیگا۔یا یوں جواب دیا جائے کہ ''خیرٌ'' خبر مقدم ہے ''نحن'' مذکور مبتدأ مؤخر ہے اور ''خیرٌ'' کا معمول مقدر ہے اور

مذکور "مِنکُم" اسکی تفسیر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "فَخَیرٌ مِنکُم نحنُ عندَ النّاسِ مِنکُم"۔

سوال:۔﴿اَرَاغِبٌ اَنتَ عَنْ اٰلِهَتِی یَااِبْرَاهِیمُ﴾ میں "اَراغِبٌ" مبتدأ قسم ثانی ہے مگر اسم ظاہر کو رفع نہیں دیا ہے بلکہ اسم ضمیر (انت) کو رفع دیا ہے؟

جواب:۔اسم ظاہر عام ہے حقیقۃً ہو یا جار مجریٰ ظاہر ہو، "اَنتَ" ضمیر جار مجریٰ ظاہر ہے کیونکہ "اَنتَ" ضمیر منفصل استقلال فی التلفظ میں اسم ظاہر کی طرح ہے لہذا جو حکم اسم ظاہر کا ہے "انت" ضمیر کا بھی وہی حکم ہے۔

(۲)**قولہ والخبر هو المجرد الخ** مصنفؒ مبتدأ کی دونوں قسموں کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو خبر کی تعریف کو شروع فرمایا، کہ خبر وہ اسم ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو مسند بہ ہو اور صفت مذکورہ کے مغایر ہو۔خبر کی تعریف میں "اَلْمُجَرَّدُ" بمنزلہ جنس کے ہے خبر و مبتدأ کی دونوں قسموں کو شامل ہے، اور "اَلْمُسْنَدُ بِهِ" فصل اول ہے اس سے مبتدأ کی پہلی قسم خارج ہوئی "اَلْمُغَایِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْکُورَةِ" فصل ثانی ہے اس سے مبتدأ کی دوسری قسم خارج ہوئی۔باقی یہ بھی جائز ہے کہ "اَلْمُسْنَدُ بِهِ" میں "بِهِ" بمعنیٰ "الیه" ہو اور ضمیر مبتدأ کی طرف راجع ہو "اَیْ اَلْمُسْنَدُ اِلَی الْمُبْتَدَأ" اس وقت "اَلْمُسْنَدُ بِهِ" کی قید سے مبتدأ کی دوسری قسم خارج ہو جاتی ہے ،اور "اَلْمُغَایِرُ الخ" تاکید ہے مبتدأ قسم ثانی کے اخراج کے لئے۔چونکہ قیودات میں تصریح اولیٰ ہے اسلئے ضمنی خروج پر اکتفاء نہیں کیا۔

درس نمبر ۷۸

(۱)وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأ التَّقْدِیمُ،(۲)وَمِنْ ثَمَّ جَازَ فِی دَارِهِ زَیْدٌ،وَامْتَنَعَ صَاحِبُهَا فِی الدَّارِ،(۳)وَقَدْ یَکُونُ الْمُبْتَدَأ نَکِرَةً اِذَا تُخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ مَّا،(٤)مِثْلُ وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَیْرٌ مِنْ مُشْرِکٍ،(٥)وَاَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمِ امْرَأَةٌ،(٦)وَمَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِنکَ

ترجمہ:۔اور اصل مبتدأ کی تقدیم ہے،اور اسی وجہ سے "فِی دَارِهِ زَیْدٌ" جائز ہے اور "صَاحِبُهَا فِی الدَّار" ممنوع ہے،اور کبھی مبتدأ نکرہ ہوتا ہے جبکہ مخصوص ہو جائے کسی طرح،جیسے﴿ وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَیْرٌ مِنْ مُشْرِکٍ﴾،اور "اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمِ امْرَأَةٌ" اور "مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِنکَ".

(۱) مصنفؒ مبتدأ و خبر کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو انکے احکام کو شروع فرمایا۔خبر پر تقدیم مبتدأ اولیٰ ہے اسلئے کہ مبتدأ غالباً ذات ہوتا ہے اور خبر غالباً حال ہوتی ہے اور ذات طبعاً حال پر مقدم ہوتی ہے تو وضعاً و ذکراً بھی اسکی تقدیم اولیٰ ہے تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو۔

سوال:۔"واصل المبتدأ التقدیم" میں "اصل" بمعنی قاعدہ و قانون ہے اور قاعدہ و قانون کی مخالفت جائز نہیں تو معنی یہ ہوا کہ تقدیم مبتدأ واجب اور تاخیر مبتدأ جائز نہیں حالانکہ "فی الدار زیدٌ" میں "زیدٌ" مبتدأ مؤخر ہے اور جائز ہے؟

جواب:۔اصل بمعنی قاعدہ و قانون نہیں بلکہ بمعنی راجح و اولیٰ ہے یعنی تقدیم مبتداء اولیٰ ہے۔نیز اولویت تقدیم کی شرط یہ ہے کہ تقدیم سے مانع موجود نہ ہو،یہی وجہ ہے کہ "فِی الدَّارِ رَجُلٌ" میں "رجلٌ" مبتدأ ہے مگر مانع کی وجہ سے اس کی تقدیم جائز نہیں کیونکہ

تقدیم ''رجلٌ'' کی صورت میں مبتدأ محض نکرہ ہوجائیگا جو کہ جائز نہیں۔

(۲)قولہ ومن ثمّ جاز الخ یہ ماقبل پرتفریع ہے کہ چونکہ مبتدأ میں اصل تقدیم ہے تو ''فِی دَارِہٖ زَیدٌ'' میں اگرچہ اضمار قبل الذکر لفظاً ہے مگر رتبۃً نہیں، اسلئے کہ ''زیدٌ'' لفظاً اگرچہ موخر ہے مگر مبتدأ ہونے کی وجہ سے رتبۃً ''دارہ'' سے مقدم ہے لہذا یہ ترکیب جائز ہے۔اور ''صاحبھافی الدار'' جائز نہیں، کیونکہ ''صاحبھا'' مبتدأ ہے اور ''فی الدار'' خبر ہے، اور ''صاحبھا'' کی ضمیر ''الدار'' کی طرف راجع ہے اور ''الدار'' لفظاً بھی موخر ہے اور رتبۃً بھی۔لہذا اس ترکیب میں اضمار قبل الذکر لفظاً بھی ہے اور رتبۃً بھی، اس لئے یہ جائز نہیں۔

(۳)قولہ وقدیکون المبتدأالخ مبتدأ میں اصل تعریف ہے کیونکہ کلام عرب میں کثرت سے حکم اُمورِ معلومہ معینہ پر ہوتا ہے اور کبھی مبتدأ نکرہ بھی ہوتا ہے۔مصنفؒ نے لفظ ''قد'' سے اشارہ کیا کہ مبتدأ کا نکرہ ہونا قلیل ہے کیونکہ ''قد'' جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو یہ مفید تقلیل ہوتا ہے۔اور نکرہ اس وقت مبتدأ بن سکتا ہے جبکہ اس میں کسی نہ کسی طرح تخصیص آجائے کیونکہ تخصیص کی وجہ سے اس میں اشتراک کم ہوکر معرفہ کے قریب ہوجاتا ہے اور قریب شی شی کے حکم میں ہوتا ہے۔

(٤)قولہ مثل قولہ تعالیٰ ولعبدٌ مؤمنٌ الخ مصنفؒ نے چند ایسی مثالیں ذکر فرمائی ہیں جن میں نکرہ بعدالتخصیص مبتداء واقع ہوا ہے پہلی مثال ''ولعبدمؤمن خیرمن مشرکٍ'' ہے، جس میں ''عبدٌ'' نکرہ تخصیص کے بعد مبتدأ واقع ہے چونکہ عبد مؤمن وکافر دونوں کو شامل تھا لیکن جب ''عبدٌ'' کو ''مؤمنٌ'' کی قید کے ساتھ مقید کیا تو ''عبدٌ'' میں تخصیص آگئی کافر غلام نکل گیا لہذا اب اسکا مبتدأ ہونا جائز ہے۔

(۵)قولہ اَرجلٌ فی الدار الخ یہ دوسری مثال ہے جس میں نکرہ بعدالتخصیص مبتداء واقع ہوا ہے، مثال مذکور میں ''رجلٌ'' اور ''اِمرأۃٌ'' نکرہ مبتدأ واقع ہیں چونکہ ان میں متکلم کے علم کے اعتبار سے تخصیص آئی ہے کہ متکلم کو معلوم ہے کہ گھر میں رجل ہے یا اِمراَہ ہے لیکن مخاطب سے اس کی تعیین کا سوال کرتا ہے کیونکہ ہمزہ اور اَم کے ذریعے احدالشیئین کی تعیین کا سوال ہوتا ہے۔

(٦)قولہ وما اَحدٌ خیرٌ الخ مثالِ مذکور میں ''احدٌ'' نکرہ مبتدأ واقع ہے اور اس میں اس طرح تخصیص آئی ہے کہ ''اَحدٌ'' نکرہ تحت النفی واقع ہے اور نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اور عموم میں بھی ایک قسم کا تعیّن ہے کیونکہ تمام مخلوق کو ایک طرف کیا اور مخاطب کو دوسری طرف، اور تمام مخلوق کا مجموعہ اَمرِ واحد کے حکم میں ہے اس میں تعدد نہیں لہذا اس تخصیص کی وجہ سے نکرہ مبتدأ بن سکتا ہے۔

سوال:۔تخصیص قلت شرکاء سے عبارت ہے تو یہ عموم سے کس طرح حاصل ہوگی تخصیص اور عموم میں تو منافات ہے؟

جواب:۔تخصیص یہاں بمعنی رفع اشتباہ ہے اصطلاحی معنی میں مستعمل نہیں اور رفع اشتباہ وعموم میں کوئی منافات نہیں بلکہ رفع اشتباہ عموم سے حاصل ہوتا ہے جیسے مثالِ مذکور میں اگر زید سے خیریت کی نفی کی جاتی تو عمرو کی خیریت کا احتمال باقی رہتا اور اگر عمرو کی خیریت کی بھی نفی کی جاتی تو بکر کی خیریت کا احتمال رہتا ھَلُمّ جراً اور جب ''مااَحدٌالخ'' کہا تو جملہ احتمالات رفع ہوگئے۔

سوال:۔ یہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں کیونکہ ممثل لہ مبتدأ ہے اور مثال مذکور میں ''اَحدٌ'' مبتدأ نہیں بلکہ ماؔ مشابہ بلیس کا اسم ہے؟

جواب:۔مثال بنو تمیم کے مذہب کے مطابق ہے جو''ما'' کو عامل نہیں قرار دیتے۔

سوال:۔حضرت عمرؓ کا قول''تَمرَۃٌ خَیرٌ مِنْ جَرَادَۃٍ'' میں ''تَمرَۃٌ'' نکرہ ہے نکرہ تحت النفی بھی نہیں کہ عموم کا فائدہ دیکر تخصیص پیدا ہوجائے ،اور کسی طرح کی تخصیص بھی اس میں نہیں پھر مبتدأ کیسے بنا ہے؟

جواب:۔نکرہ جب تحت النفی واقع ہو اس کا مبتداء ہونا صحیح ہے خواہ آپ اس کی تعمیم کا قصد کریں یا نہ ،اور جب اثبات میں واقع ہو اور آپ اس کی تعمیم کا قصد کرلیں تو اس میں تعمیم پیدا ہوجائے گی لہذا اس کا مبتداء ہونا صحیح ہے۔حضرت عمرؓ نے اپنے قول میں تعمیم کا قصد کیا ہے لہذا اس کا معنی ہے''التصدق بِکلِ فردٍمن اَفرادِالتمرۃِ خیرٌمِنْ جَرَادَۃٍ''۔

درس نمبر ۷۹

(۱)وَشَرٌّاَھَرَّذَانَابٍ،(۲)وَفِی الدَّارِ رَجُلٌ،(۳)وَسَلامٌ عَلَیْکَ

ترجمہ:۔اور(جیسے)''شرٌّاھرّذاناب''اور''فی الدار رجلٌ''اور''سلامٌ علیکَ''۔

(۱)**قولہ شَرٌّاَھَرَّالخ** یہ چوتھی مثال ہے جس میں نکرہ بعد التخصیص مبتداء واقع ہوا ہے،مثال مذکور میں''شَرٌّ'' نکرہ مبتدأ واقع ہے،جس کی تخصیص کے دوطریقے ہیں(۱)''شَرٌّ'' کے لئے مخصص صفت محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے''شَرٌّعظیمٌ اھرَّذانابٍ''،اس طرح''شرٌّ''میں''عظیمٌ'' کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی۔(۲)''شرٌّ'' میں تخصیص اس طرح پیدا ہوئی ہے کہ یہ معناً فاعل ہے کیونکہ یہ اصل میں''اھرّشرٌّذانابٍ'' ہے،''شرٌّ'' بدل ہے''اَھرّ'' کی ضمیر سے اور فاعل سے بدل معناً فاعل ہوتا ہے، پھر حصر وتخصیص کے لئے مذکورہ معنوی فاعل کو مقدم کردیا کیونکہ تقدیم ما حقہ التاخیر موجب حصر وتخصیص ہے،پس''شرٌّاَھرَّذانابٍ'' کا معنی ہوا''مااھرّذانابٍ الاشر''اس طرح''شرٌّ''میں تخصیص پیدا ہوگئی اس لئے اس کا مبتداء واقع ہونا درست ہے۔

سوال:۔''شرٌّ''،''اَھرّ'' کا فاعل کیوں نہیں بدل از فاعل کیوں ہے؟

جواب:۔اگر''شرٌّ'' کو''اھرّ'' کا فاعل قرار دیا جائے تو پھر''شرٌّ'' کی تقدیم صحیح نہ ہوگی کیونکہ فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوسکتا۔

سوال:۔تخصیص اصطلاح میں قلت اشتراک کو کہا جاتا ہے تو''شرٌّاَھرّذاناب''میں قلت اشتراک کس اعتبار سے پائی جاتی ہے؟

جواب:۔کتے کا بھونکنا کبھی معتاد ہوتا ہے اور کبھی غیر معتاد۔اگر معتاد ہو تو اسکی دوصورتیں ہیں کبھی شر ہوتا ہے اور کبھی خیر۔پس یہاں اگر بھونکنا معتاد ہو تو تخصیص بنسبتِ خیر حاصل ہوگی یعنی''شرٌّلاخیرٌاَھرّذاناب''اور اگر بھونکنا غیر معتاد ہو تو اس وقت تخصیص حاصل نہ ہوگی کیونکہ غیر معتاد بھونکنا صرف شر ہی ہوتا ہے لہذا اس میں تخصیص کی صورت یہ نکالیں گے کہ''شرٌّ'' کی تنوین تعظیم کیلئے مان لیں گے اب معنی ہوگا''شرٌّعظیمٌ لاحقیرٌاَھرّذاناب''اس طرح''شرٌّ''میں تخصیص بنسبتِ حقیر حاصل ہوگئی۔

(۲)**قولہ وفی الدار رجل**:یہ پانچویں مثال ہے جس میں نکرہ بعد التخصیص مبتداء واقع ہوا ہے،مثال مذکور''رجلٌ''،نکرہ

مبتدأ واقع ہے چونکہ اس میں تخصیص بسببِ تقدیمِ خبر آئی ہے اس طرح کہ جب ''فی الدار'' کہا تو معلوم ہوا کہ اسکے بعد وہ چیز ذکر ہوگی جسکا ''دار'' میں استقرار کے ساتھ اتصاف صحیح ہو تو وہ چیزیں نکل گئیں جن کا استقرار فی الدار کے ساتھ اتصاف صحیح نہیں۔ پس اس تخصیص کی وجہ سے ''رجلٌ'' نکرہ مبتدأ واقع ہوسکتا ہے۔

(۳) **قولہ وسلامٌ علیک** : یہ چھٹی مثال ہے جس میں نکرہ بعد التخصیص مبتداء واقع ہوا ہے، مثال مذکور میں ''سلامٌ'' نکرہ مبتدأ واقع ہے، اس میں اس حیثیت سے تخصیص آئی ہے کہ یہ منسوب الی المتکلم ہے اسلئے کہ یہ اصل میں ''سلمتُ سلاماً علیک'' تھا فعل کو حذف کیا اور ''سلاماً'' کو بقصدِ دوام فی الدعاء رفع کی طرف معدول کیا ''سلامٌ علیک'' ہوا فعل اور مصدر کا فاعل ایک ہوتا ہے لہذا جس طرح ''سلمت'' متکلم کی طرف منسوب ہے ''سلاماً'' بھی متکلم کی طرف منسوب ہوگا اور معدول ہونے کے بعد ''سلامٌ'' بھی متکلم کی طرف منسوب ہوگا اس طرح یہ باعتبار اصل ''سلامٌ مِنْ قِبلی علیک مستمرٌ او دائماً'' کی قوۃ میں ہے اور متکلم کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اسمیں تخصیص آئی ہے اسلئے اسکا مبتدأ بننا صحیح ہے۔

فائدہ:۔ بعض نحاۃ کی رائے یہ ہے کہ نکرہ کو مبتدأ بنانے میں اگر فائدہ ہو تو بلا تخصیص بھی اس کا مبتدأ بننا صحیح ہے، جیسے ''کوکبٌ اِنقضّ السّاعة''، تو اگرچہ ''کوکبٌ'' نکرہ ہے اور اسمیں کسی قسم کی تخصیص نہیں مگر چونکہ یہ خبر مفید ہے اسلئے یہ صحیح ہے۔ اور اگر نکرہ کو مبتدأ بنانے میں کوئی فائدہ نہ ہو تو بلا تخصیص صحیح نہیں، جیسے ''رجلٌ قائمٌ'' کیونکہ مخاطب کو پہلے سے یہ علم ہے کہ کوئی نہ کوئی رجل ضرور قائم ہے پھر آپکے خبر دینے کا کیا فائدہ ہے، اسلئے یہ جائز نہیں، اور یہی قول اقرب الی الصواب ہے۔

درس نمبر ۸۰

(۱) وَالْخَبَرُ قَدْ يَكُونُ جُمْلَةً مِثْلُ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ وَزَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ، (۲) فَلابُدَّمِنْ عَائِدٍ، (۳) وَقَدْ يُحْذَفُ، (٤) وَمَاوَقَعَ ظَرْفًا فَالاَكْثَرُ عَلى اَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِجُمْلَةٍ

ترجمہ:۔ اور خبر کبھی جملہ ہوتی ہے، جیسے: ''زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ'' اور ''زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ'' پس (ایسی صورت میں خبر میں) عائد کا ہونا ضروری ہے، اور کبھی حذف ہوتا ہے، اور جب خبر ظرف ہو تو اکثر نحاۃ اسکو جملہ کے ساتھ مقدر مانتے ہیں۔

(۱) مبتدأ کی خبر میں اصل یہ ہے کہ مفرد ہو کیونکہ مفرد ہی کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ دوسرے اسم کے ساتھ وابستہ ہو بخلاف جملہ وہ خود کامل اور تام ہوتا ہے اسے دوسرے کی ضرورت نہیں۔ مگر کبھی جملہ بھی ہوتی ہے اسلئے کہ مبتدأ پر جس طرح کہ مفرد کے ساتھ حکم لگایا جاسکتا ہے اسی طرح جملہ کے ساتھ بھی حکم لگایا جاسکتا ہے، پھر خواہ جملہ اسمیہ ہو، جیسے: ''زیدٌ ابوہ قائمٌ''، (زید مبتدأ اول، ''ابوہ'' مبتدأ ثانی ''قائمٌ'' خبر ہے مبتدأ ثانی اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مبتدأ اول کی خبر ہے)۔ اور یا جملہ فعلیہ ہو، جیسے: ''زیدٌ قامَ ابوہ''، (''زیدٌ'' مبتدأ ''قامَ ابوہ''، جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہے)۔

(۲) خبر جب جملہ ہو تو چونکہ جملہ بذاتِ خود افادہ میں مستقل ہے مخاطب کو فائدہ پہنچانے میں امرِ آخر کا محتاج نہیں تو اسے مبتدأ

کے ساتھ جوڑنے کیلئے رابط ضروری ہے کیونکہ رابط جملہ کو استقلال سے نکال کر ماقبل کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔اور یہ رابط اکثر وبیشتر ضمیر ہوتا ہے، جیسے متن میں مذکور مثالوں میں،اور کبھی قائم مقام ضمیر ہوتا ہے جو کبھی الف لام ہوتا ہے، جیسے:''نِعْمَ الرجل زیدٌ'' میں''زیدٌ'' مبتدأ مؤخر ہے،اور''نِعمَ الرجل'' خبر مقدم ہے اور رابط''الرجل'' کا الف لام ہے۔اور کبھی خبر مبتدأ کی تفسیر ہوتی ہے اور یہ تفسیر ضمیر کے قائم مقام ہوتی ہے، جیسے:''قلْ هو اللّٰه احدٌ'' میں''هو''ضمیر مبتدأ ہے اور''اللّٰه احدٌ'' خبر ہے جو تفسیر مبتدأ اور قائم مقام ضمیر ہے۔اور کبھی وضع المظہر موضع المضمر قائم مقام ضمیر ہوتا ہے، جیسے ﴿اَلْحَاقَّةُ مَاالْحَاقَّةُ﴾ جو کہ اصل میں''اَلْحَاقَّةُ مَاهِيَ'' تھا۔

سوال:۔''قَدیَکُونُ'' میں''قد''فعل مضارع پر داخل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر کا جملہ واقع ہونا قلیل ہے؟

جواب:۔جی ہاں،اسلئے کہ خبر کے جملہ ہونے کی صورت میں کلام کے دونوں رکنوں میں موافقت نہیں رہتی کیونکہ مبتدأ مفرد ہے اور خبر جملہ ہے اسلئے خبر کا جملہ ہونا قلیل ہے۔

(۳)**قولہ وقد یحذف**: یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ خبر اگر جملہ ہو تو عائد کا ہونا ضروری ہے حالانکہ''البُرّ الکُرّ بِستّین درهماً'' (گندم ایک کُر ساٹھ درہم کے بدلے میں ہے) میں'' البر''مبتدأ اور''الکر بستین درهماً'' جملہ خبر ہے مگر اس میں عائد نہیں،اسی طرح''السَّمنُ منوانِ بدرهمٍ'' (گھی دو من ایک درہم کے بدلے میں ہے) میں''السَّمنُ''مبتدأ اور''منوان بدرهمٍ''جملہ خبر ہے مگر اس میں عائد نہیں؟

جواب:۔مصنفؒ جواب دیتے ہیں کہ عائد اگر ضمیر ہو تو کبھی حذف ہو جاتا ہے، مذکورہ مثالوں میں بھی عائد ضمیر ہے اور محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے''البُرّ الکُرّ مِنْهُ بِستّینَ دِرْهماً'' اور''السَّمنُ مَنَوَانِ مِنْهُ بِدِرْهمٍ''۔اور حذفِ ضمیر پر قرینہ یہ ہے کہ بائع گندم اور سمن ہی کی قیمت بتا رہا ہے۔

(۴)**قولہ وَمَاوَقَعَ ظَرْفًاالخ** نحاۃ بصرہ جار مجرور کا متعلّق فعل کو قرار دیتے ہیں کیونکہ متعلّق جار ومجرور میں عامل ہوتا ہے اور عمل میں اصل فعل ہے۔اہل کوفہ جار ومجرور کا متعلّق اسم کو قرار دیتے ہیں کیونکہ جار ومجرور خبر کے موقع میں واقع ہے اور خبر میں اِفراد اصل ہے کیونکہ مبتدأ مفرد ہے تو خبر بھی مفرد ہونا مناسب ہے اور اِفرادِ خبر اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ متعلق اسم صفت ہو کیونکہ اسم صفت کیلئے وضعاً فاعل نہیں بلکہ فعل کی مشابہت کی وجہ سے اس کیلئے فاعل مانا گیا ہے لہذا اسم صفت کو متعلّق ماننے کی صورت میں خبر مفرد ہوگی جبکہ فعل کو متعلّق ماننے کی صورت میں فعل بافاعل مقدر ماننا پڑیگا جو کہ جملہ ہے۔بصریوں کے نزدیک متعلّق فعل مقدر ہے تو اگر فعل خاص کی تقدیر پر قرینہ ہو تو فعل خاص مقدر ہوگا ورنہ فعل عام مقدر ہوگا۔اور افعالِ عامہ چار ہیں جن کو فارسی شاعر نے اس شعر میں جمع کیا ہے۔**شعر**:۔

افعالِ عامہ نزد اربابِ عقول:: کون است وثبوت است ووجود است وحصول۔''فَالْاَکْثَرُ'' سے بصریین مراد ہیں۔بصریین کو''فَالْاَکْثَرُ'' کے ساتھ تعبیر کرنے میں انکی قوۃِ مذہب کی طرف اشارہ ہے۔

سوال:۔ظرف سے کیا مراد ہے اگر ظرف زمان ومکان اور جار ومجرور تینوں مراد ہیں تو جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم آتا ہے کیونکہ جار

ومجرور مجازاً ظرف ہے اور اگر تینوں میں سے کوئی ایک مراد ہے تو باقی دو قاعدہ سے رہ جاتے ہیں؟

جواب:۔علی سبیل عموم المجاز تینوں مراد ہیں۔عموم مجاز اس سے عبارت ہے کہ لفظ کا کوئی ایسا معنی مراد لیں کہ معنی حقیقی ومجازی دونوں اسکے افراد ہوں۔یہاں ظرف سے مراد محتاج الی المتعلق ہے جو حقیقی ومجازی دونوں معنی کو شامل ہے۔

سوال:۔''مقدّرٌ'' کا صلہ باء نہیں آتی بلکہ فی آتا ہے جبکہ آپ نے ''مُقَدّرٌ بِجُمْلَةٍ'' کہا ہے یعنی صلہ میں باء کو ذکر کیا ہے؟

جواب:۔''مقدّرٌ'' بمعنی ''مؤوّلٌ'' ہے اور تاویل کا صلہ باء آتی ہے، ''فی'' نہیں آتا۔

سوال:۔مقدر تو صرف فعل ہے پھر آپ نے ''مقدّرٌ بجملة'' کیوں کہا؟

جواب:۔اس میں اختلاف ہے کہ فعل مقدر سے ضمیر ظرف کی طرف منتقل ہوتی ہے یا نہیں۔ابوعلی اور انکے متبعین انتقالِ ضمیر کے قائل ہیں، اور علامہ سیرافیؒ عدمِ انتقال کے قائل ہیں۔تو اگر ابوعلی کے قول کے مطابق ضمیر منتقل ہوئی ہے پھر تو واقعی مقدر صرف فعل ہے جملہ نہیں۔اور اگر علامہ سیرافیؒ کے قول کے مطابق ضمیر منتقل نہیں ہوئی ہے تو پھر ''مقدّرٌ بجملة'' کہنا صحیح ہے۔نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس وقت خبر فعل مقدر ہے یا ظرف قائم مقام فعل خبر ہے (وهو المختار) یا فعل وظرف دونوں خبر ہیں۔

درس نمبر ۸۱

(۱) وَاِذَا کَانَ الْمُبْتَدَأُ مُشْتَمِلًا عَلٰی مَالَهُ صَدْرُ الْکَلَامِ مِثْلُ مَنْ اَبُوْکَ، (۲) اَوْ کَانَا مَعْرِفَتَیْنِ، (۳) اَوْ مُتَسَاوِیَیْنِ نَحْوُ اَفْضَلُ مِنْکَ اَفْضَلُ مِنِّی، (۴) اَوْ کَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا لَهُ مِثْلُ زَیْدٌ قَامَ، وَجَبَ تَقْدِیْمُهُ،

ترجمہ:۔اور جب مبتدأ مشتمل ہو ایسی چیز پر جس کے واسطے صدر کلام میں آنا ہے، جیسے: ''مَنْ اَبُوْکَ'' یا مبتدأ وخبر دونوں معرفہ ہوں، یا تخصیص میں دونوں برابر ہوں، جیسے: ''اَفْضَلُ مِنْکَ اَفْضَلُ مِنِّی'' یا خبر اسکا فعل واقع ہو، جیسے: ''زَیْدٌ قَامَ''، تو مبتدأ کی تقدیم واجب ہے۔

(۱) **قوله واذا کان المبتدأ مشتملا الخ** یہاں سے مصنفؒ موجباتِ تقدیم وتاخیرِ مبتدأ بیان فرماتے ہیں۔مبتدأ میں اصل تقدیم ہے، تاخیر بھی جائز ہے مگر بعض مقامات پر کسی عارض کی وجہ سے تقدیم واجب ہو جاتی ہے۔چنانچہ چار مقامات پر تقدیم مبتدأ واجب ہے۔/**نمبر ۱**۔جب مبتدأ ایسے معنی پر مشتمل ہو جو معنی صدارت کلام چاہتا ہو تو تقدیم مبتدأ واجب ہے کیونکہ تاخیر کی صورت میں صدارت کلام فوت ہو جائے گی، جیسے: ''مَنْ اَبُوْکَ'' میں ''مَنْ'' استفہامیہ مبتدأ ہے اور صدارت کلام چاہتا ہے اسلئے تقدیم ''مَنْ'' واجب ہے۔

فائدہ:۔چھ چیزیں صدارتِ کلام چاہتی ہیں جن کو فارسی شاعر نے اس شعر میں جمع کیا ہے۔

شعر:۔شش چیز بود مقتضی صدر کلام :: در طبع فصیحان شدہ این نظم نظام

شرط وقسم وتعجب واستفہام :: نفی آمد ولام ابتدا گشت تمام۔

بعض حضرات کے نزدیک تمنی اور ترجی بھی صدارت کلام کا مقتضی ہیں۔

سوال:۔ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں کیونکہ ''اَبو کَ'' مبتدأ مؤخر ہے اور ''مَنْ'' خبر مقدم اور بوجہ استحقاق صدارت واجب التقدیم ہے تو یہ وجوب تقدیم خبر کی مثال ہے وجوب تقدیم مبتدأ کی نہیں؟

جواب:۔ مثال سیبویہ کے مذہب کے مطابق ہے سیبویہ کے نزدیک ''مَنْ'' متبدأ واجب التقدیم ہے اور ''أبو کَ'' خبر ہے۔ جمہور کے مذہب کے مطابق مثال نہیں کیونکہ انکے نزدیک ''أبـو کَ'' مبتدأ مؤخر اور ''مَـنْ'' خبر مقدم واجب التقدیم ہے۔ یہ اسلئے کہ جمہور کے نزدیک معرفہ کی موجودگی میں نکرہ کو مبتدأ بنانا جائز نہیں، اور ''أبـو کَ'' معرفہ ہے۔ اور سیبویہ کے نزدیک ''مَنْ'' اگر چہ صورۃً نکرہ ہے مگر تأویلی معرفہ ہے اسلئے اسکو مبتدأ بنانا جائز ہے، اور ''مَـنْ'' تأویلی معرفہ اسلئے ہے کہ یہ عبارت اصل میں یوں تھی ''أزیـدٌ أبـو کَ أم بـکرٌ أبو کَ أمْ عمروٌ أبو کَ''، مگر چونکہ تمام افراد کا گن کر سوال کرنا ممکن نہیں تھا اسلئے اس کو ''مَنْ أبو کَ'' سے تعبیر کیا۔ جمہور کہتے ہیں کہ ''مَـنْ'' تأویلی معرفہ ہے اور ''اَبـو کَ'' بلا تأویل معرفہ ہے لہذا ''أبـو کَ'' کو مبتدأ بنانا اولی ہے۔ سیبویہ جواب دیتے ہیں کہ ''مَنْ'' مستحق الصدارۃ ہے اور مستحق الصدارۃ کو مبتدأ بنانا اولی ہے غیر مستحق الصدارۃ سے۔

(۲) قولہ او کانا معرفتین الخ یہ دوسرا مقام ہے جہاں تقدیم مبتدأ واجب ہے، کہ مبتدأ وخبر دونوں معرفہ ہوں خواہ تعریف میں برابر ہوں یا نہ۔ اس وقت تقدیم مبتدأ اس لئے واجب ہے تا کہ مبتدأ وخبر میں التباس نہ آئے، جیسے: ''زیـدٌ الـمُـنْـطَـلِقُ'' یہاں اگر مبتداء کو مقدم نہیں کرو گے تو معلوم نہ ہوگا کہ مبتداء کونسا ہے اور خبر کونسی ہے کیونکہ دونوں معرفہ ہونے کی وجہ سے مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لہذا التباس سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ دونوں میں سے جو مقدم ہوگا اس کو مبتداء قرار دیا جائے گا دوسرے کو خبر۔

سوال:۔ اگر مصنفؒ یوں کہتے ''أو متساويين''، تو عبارت مختصر اور جامع ہوتی کیونکہ تعریف اور تخصیص دونوں کی مساوات کو شامل ہوتی اور تقدیم مبتدأ دونوں میں واجب بھی ہے؟

جواب:۔ اختصار کا فائدہ تو ضرور ہوتا مگر خرابی یہ لازم آتی کہ جہاں مبتدأ وخبر معرفہ تو ہوں مگر تعریف میں مساوی نہ ہوں اس میں تقدیم مبتدأ کا وجوب معلوم نہ ہوتی حالانکہ تقدیم مبتدأ اس وقت بھی واجب ہے۔

سوال:۔ ''اَبُوْ حَنِيفَةَ اَبُو يوسُف'' میں مبتدأ وخبر دونوں معرفہ ہیں مگر تقدیم مبتدأ واجب نہیں ''ابو یوسف'' مبتدأ ہے اور مؤخر ہے؟

جواب:۔ تقدیم مبتدأ وہاں واجب ہے جہاں مبتدأ کا خبر کے ساتھ التباس آتا ہو اور جہاں عدم التباس پر قرینہ ہو وہاں تقدیم واجب نہیں، مذکورہ مثال میں قرینہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ ثانی کو اول کے ساتھ تشبیہ دینا چاہتے ہیں اس کا عکس مقصود نہیں کیونکہ امام ابوحنیفہؒ علم میں امام ابو یوسفؒ سے بڑھ کر ہیں، تو اول مشبہ بہ ثانی مشبہ ہے، معنی ہوگا ابو یوسفؒ، ابوحنیفہؒ کی طرح ہیں، پس ''ابـو یـوسفؒ'' مبتدأ ہے اور ''ابو حنیفۃؒ'' خبر ہے کیونکہ حکم جانب خبر میں ہوتا ہے۔

(۳) قولہ او متساويين الخ یہ تقدیم مبتدأ کا تیسرا موقع ہے، کہ مبتدأ وخبر دونوں نکرہ مخصوصہ ہوں، جیسے: ''أَفْضَلُ مِنْکَ

اَفضَلُ مِنّی"۔ نیز اصل تخصیص میں دونوں مساوی ہوں مقدار تخصیص میں مساوات شرط نہیں۔ تو مذکورہ صورت میں تقدیم مبتدأ واجب ہے، اس وقت بھی وجوب تقدیم کی وجہ التباس سے بچنا ہے یعنی اگر مبتداء کو مقدم نہیں کروگے تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ مبتداء کونسا ہے اور خبر کونسی ہے۔

سوال:۔ "غُلامُ رَجُلٍ صَالِحٍ خَیرٌ مِنکَ" میں مبتدأ وخبر مساوی فی التخصیص نہیں کیونکہ مبتدأ میں تخصیص دو چیزوں (یعنی اضافت اور صفت) سے آئی ہے جبکہ خبر میں تخصیص صرف "مِنکَ" سے آئی ہے پھر بھی تقدیم مبتدأ واجب ہے؟

جواب:۔ تساوی نفسِ تخصیص میں شرط ہے مقدارِ تخصیص میں شرط نہیں یہی وجہ ہے کہ "اَفضَلُ مِنکَ اَفضَلُ مِنّی" میں تقدیم مبتدأ واجب ہے حالانکہ ثانی اول سے تخصیص میں اعلیٰ ہے کیونکہ تخصیص دونوں میں معمول کی وجہ سے آئی ہے اور ثانی کا معمول ضمیر متکلم ہے اول کا ضمیر مخاطب ہے اور ضمیر متکلم ضمیر مخاطب سے اعرف ہے۔

(٤) قولہ او کان الخبر فعلاً الخ یہ تقدیم مبتدأ کا چوتھا موقع ہے، کہ خبر فعل مسند بسوئے مبتدأ ہو تو تقدیم مبتدأ واجب ہے تاکہ مبتدأ کا فاعل کے ساتھ التباس نہ آئے جبکہ فعل مفرد ہو، جیسے: "زیدٌ قَامَ"، اور اگر فعل تثنیہ یا جمع ہو تو پھر مبتدأ کا بدل کے ساتھ التباس آتا ہے، جیسے: "الزَّیدَانِ قَامَا" یا "الزَّیدُونَ قَامُوا" تو اگر "قَامَا الزَّیدَان" کہو گے تو "قَامَا" فعل ضمیر در وفاعل اور "الزیدان" اس سے بدل بنے گا اس لئے مبتداء کو مقدم رکھنا واجب ہے۔ مصنفؒ کے قول "فِعلاً لَهُ" سے اس صورت سے احتراز ہوا جس میں خبر مبتدأ کا فعل نہ ہو جیسے: "زیدٌ قام اَبُوهُ"، پس اس میں تقدیم مبتدأ واجب نہیں کیونکہ "قام" زید کا فعل نہیں بلکہ "ابوہ" کا فعل ہے۔

درس نمبر ۸۲

(۱) وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الْمفرَدُ مَالَهُ صَدْرُ الْكَلامِ مِثْلُ اَیْنَ زَیْدٌ، (۲) اَوْ كَانَ مُصَحِّحاً لَهُ مِثْلُ فِی الدَّارِ رَجُلٌ، (۳) اَوْ لِمُتَعَلِّقِهِ ضَمِیرٌ فِی الْمُبْتَدأِ مِثْلُ عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زَبداً، (٤) اَوْ كَانَ خَبَراً عَنْ اَنَّ مِثْلُ عِنْدِی اَنَّکَ قَائِمٌ وَجَبَ تَقْدِیمُهُ

ترجمہ:۔ اور جب خبر مفرد اس چیز کو متضمن ہو جسکے واسطے صدر کلام میں آنا ہے، جیسے: "اَین زیدٌ"، یا خبر مبتدأ کیلئے مصحح ہو، جیسے: "فِی الدّارِ رَجُلٌ"، یا مبتدأ میں اسکے متعلق کی ضمیر ہو، جیسے: "عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زَبداً"، یا "اَنّ" کی خبر واقع ہو، جیسے: "عِندی اَنّکَ قائمٌ" تو خبر کی تقدیم واجب ہے۔

(۱) خبر میں اصل تاخیر ہے تقدیم خبر بھی جائز ہے، مگر کبھی کسی عارض کی وجہ سے تقدیم خبر واجب ہو جاتی ہے، یہاں سے مصنفؒ وہ مقامات بتا رہے ہیں جہاں تقدیم خبر واجب ہے اور وہ چار مقامات ہیں (۱) تقدیم خبر کا پہلا موقع یہ ہے کہ خبر مفرد ایسے معنی کو متضمن ہو جس کے لئے صدارت کلام واجب ہو تو تقدیم خبر واجب ہے تاکہ صدارت فوت نہ ہو، جیسے: "اَینَ زیدٌ" کہ "اَین" خبر صورۃً مفرد اور واجب التقدیم ہے کیونکہ "اَین" استفہام کو متضمن ہے اور استفہام صدارتِ کلام چاہتا ہے۔ اور "زیدٌ" مبتدأ مؤخر ہے۔

(۲) قولہ او کان مصححاً لہ الخ یہ وجوبِ تقدیم خبر کا دوسرا موقع ہے کہ تقدیم خبر مبتدأ کے لئے مصحح ہو یعنی تقدیم خبر کی وجہ

سے مبتداء کا مبتداء ہونا صحیح ہو، جیسے: ''فِی الدَّارِ رَجُلٌ'' میں تقدیم خبر یعنی ''فِی الدَّارِ'' کی وجہ سے ''رَجلٌ'' کا مبتداء ہونا صحیح ہوا کیونکہ تقدیم خبر کی وجہ سے ''رجل'' میں تخصیص آئی جس کی وجہ سے اسکا مبتدأ ہونا صحیح ہوا۔ اور اگر ''فی الدار'' مقدم نہیں کرو گے تو ''رجلٌ'' میں تخصیص نہیں آئیگی محض نکرہ ہو کر مبتدأ نہیں بن سکتا اسلئے مذکورہ مثال میں تقدیم خبر واجب ہے۔

(۳) قولہ او لمتعلقه ضمیر الخ یہ وجوبِ تقدیم خبر کا تیسرا مقام ہے کہ مبتدأ میں ضمیر ہو اور خبر کے ایسے متعلق (جزء) کی طرف راجع ہو جو خبر کا تابع ہو اور اسی تبعیت کے ساتھ اس متعلق کی تقدیم خبر پر جائز نہ ہو پس اگر خبر کو مقدم نہیں کرو گے تو اضمار قبل الذکر لازم آئیگا، جیسے: ''علی التمرة مثلها زبداً'' میں ''علی التمرة'' جار مجرور ''ثابتٌ'' کے ساتھ متعلّق ہے اور خبر ہے، اور ''مثلها'' مضاف و مضاف الیہ ملکر ممیّز اور ''زبداً'' تمیز ہے ممیّز با تمیز مبتدأ مؤخر ہے۔ مذکورہ مثال میں تقدیم خبر اس لئے واجب ہے کہ مبتدأ میں ھاء ضمیر خبر کے جزء یعنی ''التمرة'' کی طرف راجع ہے اور ''التمرة'' اسی حالت میں ''علی'' سے مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ ''علی'' عامل جارہ ہے اور ''التمرة'' مجرور ہے اور مجرور عامل جارہ سے مقدم نہیں ہو سکتا۔ تو اگر خبر کو مبتدأ سے مؤخر کرو گے تو اضمار قبل الذکر لازم آئیگا جو کہ نا جائز ہے۔

(٤) قولہ او کان خبراً عن اَنّ الخ یہ وجوبِ تقدیم خبر کا چوتھا مقام ہے کہ خبر ''اَنّ'' مفتوحہ سے واقع ہو بایں طور کہ ''اَنّ'' اپنے اسم و خبر سے ملکر مبتدأ قرار پائے اور یہ خبر اس مجموعہ سے خبر ہو تو اس خبر کی تقدیم واجب ہے اگر خبر کو مقدم نہیں کرو گے تو ''اَنّ'' مفتوحہ اور ''اِنّ'' مکسورہ میں التباس آتا ہے، جیسے: ''عندی اَنَّکَ قائمٌ'' میں ''عندی'' خبر مقدم اور ''اَنّ'' اپنے اسم و خبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر مبتدأ مؤخر ہے۔ اگر ''عندی'' کو مؤخر کرو گے تو ''اَنّ'' (بفتح الهمزة) اور ''اِنّ'' (بكسر الهمزة) میں التباس فی التلفظ لازم آتا ہے کیونکہ خفاء کی وجہ سے فتحہ کی آدائیگی میں ذہول کا امکان ہے اور یا التباس فی الکتابۃ لازم آتا ہے۔

سوال: ۔ پہلی صورت میں آپ نے کہا کہ خبر مفرد ہو تو تقدیم خبر واجب ہے مثالِ مذکور میں تو خبر مفرد نہیں کیونکہ ''اَینَ'' ظرف ہے اور بصریوں کے نزدیک ظرف کا متعلق فعل ہے لہذا ''اَینَ'' جملہ ہے مفرد نہیں؟

جواب: ۔ خبر مفرد سے مراد یہ ہے کہ صورۃً مفرد ہو اگر چہ بحسب الحقیقۃ جملہ ہو تو ''این'' صورۃً مفرد ہے لہذا اس کی تقدیم واجب ہے۔ اور اگر صورۃً بھی جملہ ہو تو تقدیم خبر واجب نہ ہوگی، جیسے: ''زیدٌ اَینَ اَبوہ'' میں ''اَین اَبوہ'' جملہ خبر ہے اور اسکی تقدیم ''زیدٌ'' پر واجب نہیں اسلئے کہ ''اَینَ'' صدارت کا تقاضا کرتا ہے اور وہ اسکو اپنے ہی جملہ میں مل گئی لہذا اب مبتداء پر مقدم کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

سوال: ۔ تیسری صورت کی عبارت میں ''لمتعلقه، بفتح اللام'' ہے اور خبر کا متعلق مبتدأ ہے تو معنی ہوگا ''اَوْ کانَ لِلْمُبْتَدِأِ ضَمِیْرٌ فِی الْمُبتَدأِ'' حالانکہ یہ معنی فاسد ہے؟

جواب: ۔ ''لمتعلقه، بکسر اللام'' ہے مراد اس سے جزء خبر ہے، مبتدأ نہیں۔

سوال: ۔ ''عَلی اللہ عَبْدُہٗ مُتَوَکِّلٌ'' میں ''متوکِّلٌ'' خبر ہے، ''عَلی اللہِ'' متعلقِ خبر ہے اور ''عبدہ'' مبتدأ ہے اور مبتدأ میں ضمیر

متعلق خبر یعنی لفظ اللہ کی طرف راجع ہے پھر بھی تقدیم خبر واجب نہیں؟

جواب:۔وجوبِ تقدیم خبر کی ایک شرط یہ ہے کہ جس متعلّق کی طرف ضمیر راجع ہو وہ متعلق خبر پر مقدم نہ ہوسکتا ہو مثالِ مذکور میں ایسا نہیں کیونکہ "علی اللّٰہ" کی تقدیم "متوکّلٌ" پر ممتنع نہیں اسلئے کہ ظرف کی تقدیم اپنے متعلق پر جائز ہے لہذا تقدیم خبر واجب نہیں۔

درس نمبر ۸۳

(۱)وَقَدْیَتَعَدَّدُالْخَبَرُمِثْلُ زَیْدٌعَالِمٌ عَاقِلٌ،(۲)وَقَدْیَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَامَعْنَی الشَّرْطِ فَیَصِحّ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِی الْخَبَرِ،(۳)وَذَالِکَ الْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ بِفِعْلٍ اَوْظَرْفٍ،اَوِالنَّکِرَۃِ الْمَوْصُوْفَۃِ بِهِمَامِثْلُ الَّذِیْ یَاْتِیْنِیْ اَوْفِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ، وَکُلُّ رَجُلٍ یَاْتِیْنِیْ اَوْفِی الدَّارِفَلَهٗ دِرْهَمٌ،(۴)وَلَیْتَ وَلَعَلَّ مَانِعَانِ بِالْاِتِّفَاقِ،(۵)وَاَلْحَقَ بَعْضُهُمْ اِنَّ بِهِمَا

ترجمہ:۔اور کبھی خبر متعدد ہوتی ہے،جیسے"زیدٌعالمٌ عاقلٌ"اور کبھی مبتداء متضمن ہوتا ہے معنی شرط کو تو صحیح ہوجاتا ہے دخول فاء خبر میں،اور یہ اسم ملاہوا ہوتا ہے فعل یاظرف کے صیغہ کے ساتھ،یا یہ اسم ایسا نکرہ ہوتا ہے جو ان دونوں کے ساتھ موصوف ہوتا ہے،جیسے" الذی یأتینی فله درهم اوفی الدار فله درهم"اور"کلّ رجلٍ یأتینی اوفی الدارفله درهم"اور"لیت" اور "لعلّ"خبر میں فاء کے دخول سے مانع ہیں بالاتفاق،اور ملادیا ہے بعض نے"اِنّ"کو بھی ان دو کے ساتھ۔

(۱) خبر کبھی متعدد ہوتی ہے اسلئے کہ خبر مبتدأ کا حال ہے اور ایک شی کے متعدد احوال ہوسکتے ہیں۔اور یہ تعدد کبھی جائز ہوتا ہے اور کبھی واجب،جہاں ایک خبر سے معنی تام ہوتو دوسری خبر جائز ہے،جیسے:"زیدٌ عالمٌ عاقلٌ"اور جہاں ایک خبر سے معنی تام نہ ہوتو دوسری خبر واجب ہوگی،جیسے:"اَلابْلَقُ اَسوَدُ وَابیَضُ"۔

یہ تعدد کبھی لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے ہوتا ہے اس وقت خبر حرفِ عطف کے ساتھ اور بغیر حرفِ عطف دونوں طرح صحیح ہے،جیسے:"زیدٌعالمٌ وعاقلٌ"اور"زیدٌعالمٌ عاقلٌ"۔اور کبھی یہ تعدد صرف بحسب اللفظ ہوتا ہے بحسب المعنی نہیں،جیسے:"هذاحلوٌحامِضٌ"یہ درحقیقت خبر واحد ہے کیونکہ متکلم کا مقصود کیفیت متوسطہ بین الحلاوۃ والحموضۃ کا اثبات ہے نہ کہ نفسِ حُلو وحُمض کا ثبوت۔اس وقت دونوں خبروں کے درمیان حرفِ عطف ترک کرنا اولیٰ ہے اسلئے کہ یہ درحقیقت خبر واحد ہے۔باقی ظاہری صورتِ تعدد کو دیکھ کر ذکرِ عاطف کو جائز قرار دیا ہے۔

(۲)قوله وقدیتضمن المبتدأمعنی الخ اب تک مبتدأ وخبر میں سے ہر ایک کے الگ الگ احکام کا بیان تھا اب یہاں سے ایک ایسا حکم بیان کرتے ہیں جسکا مبتدأ وخبر دونوں میں اثر ہے وہ یہ کہ مبتدأ جب معنی شرط کو متضمن ہوتو خبر میں فاء جزائیہ کالانا جائز ہے کیونکہ اس وقت مبتداء قائم مقام شرط ہوگا اور خبر قائم مقام جزاء۔معنی شرط کو متضمن ہونے سے مراد یہ ہے کہ اوّل سبب ہو ثانی کیلئے یا اول حکم بالثانی کا سبب ہو۔

سوال:۔﴿وَمَابِکُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ میں"وَمَابِکُمْ مِنْ نِعْمَةٍ"سبب نہیں"فَمِنَ اللّٰهِ"کیلئے لہذا"فَمِنَ اللّٰه" میں فاء

جزائیہ نہیں آنا چاہئے؟

جواب:۔ہم نے کہا تھا کہ اول ثانی کیلئے سبب ہو یا حکم بالثانی کیلئے سبب ہو، مذکورہ بالا مثال میں عبارت مقدر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول حکم بالثانی کا سبب ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''وَمَا حَصَلَ بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَنَحْكُمُ اَنَّهَا صَادِرَةٌ مِنَ اللّٰهِ''، یعنی مخاطبین کو جو نعمتیں حاصل ہیں ان کو دیکھ کر ہم یہ حکم لگاتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں۔

(۳)قولہ وذالک الاسم الموصول الخ یعنی وہ مبتدأ جو معنی شرط کو متضمن ہو وہ کئی مواضع میں ہوتا ہے ایک یہ کہ مبتدأ اسم موصول ہو اور اسکا صلہ فعل مؤول بجملہ ہو، جیسے: ''الذی یأتینی فلہ درھمٌ''، میں ''الذی'' اسم موصول ہے ''یأتینی'' اس کا صلہ فعل مؤول بجملہ ہے، اور ''فلہ درھم'' خبر ہے۔ پس قاعدہ مذکورہ کے مطابق اس خبر پر فاء کا دخول صحیح ہے۔ دوسری جگہ یہ ہے کہ مبتداء اسم موصول اور اس کا صلہ ظرف ماؤل بجملہ فعلیہ ہو تو اسکی خبر پر فاء کا دخول درست ہے، جیسے: ''اَلَّذِیْ فِی الدَّارِ فَلَهُ دِرْهَمٌ'' میں ''الذی'' اسم موصول ہے ''فی الدار'' ظرف مؤول بجملہ فعلیہ ہے اور ''فلہ درھمٌ'' خبر ہے۔ پس قاعدہ مذکورہ کے مطابق اس خبر پر فاء کا دخول درست ہے۔ تیسری جگہ یہ ہے کہ مبتدأ اسم نکرہ موصوف بالفعل ہو تو اس کی خبر پر فاء کا دخول درست ہے، جیسے: ''كُلُّ رَجُلٍ يَأْتِيْنِيْ فَلَهُ دِرْهَمٌ'' میں ''رجلٌ'' نکرہ موصوف ہے ''یأتینی'' اس کے لئے صفت ہے اور ''فلہ درھم'' خبر ہے۔ پس یہاں بھی خبر پر فاء کا دخول درست ہے۔ چوتھی جگہ یہ ہے کہ مبتداء اسم نکرہ موصوف بالظرف ہو تو اسکی خبر پر فاء کا دخول درست ہے جیسے: ''كُلُّ رَجُلٍ فِي الدَّارِ فَلَهُ دِرْهَمٌ'' میں ''رجلٌ'' نکرہ موصوف ہے اور ''فی الدار'' ظرف موصوف کے لئے صفت ہے، اور ''فلہ درھمٌ'' خبر ہے جس پر فاء کا دخول درست ہے۔

سوال:۔﴿اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهُ مُلَاقِيْكُمْ﴾ میں ''اَلْمَوْت'' مبتدأ ہے اسم موصول نہیں پھر بھی اسکی خبر پر فاء داخل کیا گیا ہے؟

جواب:۔اسم مَوْصُوْل بِالْفِعْل کے حکم میں وہ اسم بھی ہے جس کی صفت موصول بالفعل یا بالظرف ہو، مثال مذکور میں ''الموت'' موصوف ہے ''الذی'' صفت موصول بالفعل ہے لہذا یہ بھی اسم موصول بالفعل کے حکم میں ہے۔

سوال:۔''كُلُّ غُلَامِ رَجُلٍ يَأْتِيْنِيْ فَلَهُ دِرْهَمٌ'' اور ''كُلُّ غُلَامِ رَجُلٍ فِي الدَّارِ فَلَهُ دِرْهَمٌ'' میں ''غلام'' مبتدأ ہے اور موصوف بالفعل یا بالظرف نہیں یعنی اسکی صفت فعل یا ظرف نہیں پھر بھی اسکی خبر پر فاء داخل کیا گیا ہے؟

جواب:۔جو اسم ایسے نکرہ کی طرف مضاف ہو جو موصوف بالفعل یا بالظرف ہو وہ بھی اسم موصوف بالفعل یا بالظرف کے حکم میں ہے۔ مذکورہ مثالوں میں ''غلام'' ایسے اسم کی طرف مضاف ہے جو موصوف بالفعل یا بالظرف ہے لہذا یہ بھی اسم موصول بالفعل یا بالظرف کے حکم میں ہے اس لئے اس کی خبر پر فاء کا دخول جائز ہے۔

(٤)قولہ ولیت ولعلّ مانعان الخ ''لیت'' اور ''لعلّ'' حروف مشبہ بالفعل ہیں ان دو میں سے کوئی ایک جب مذکورہ

بالا مبتدأ پر داخل ہو جائے تو اس کی خبر پر فاء کا دخول جائز نہیں کیونکہ ان کے دخول کے بعد مبتدأ وخبر کی شرط وجزاء کے ساتھ مشابہت ختم ہو جاتی ہے اسلئے کہ ''لیت'' اور ''لعلّ''، جملہ خبریہ کو انشائیہ بناتے ہیں جبکہ شرط وجزاء از قبیل اخبار ہیں۔

(۵) قوله والحق بعضهم الخ یعنی بعض نحاۃ نے ''لیت'' اور ''لعلّ'' کے ساتھ ''اِنّ'' مکسورہ بھی ملا دیا ہے کہ ''اِنّ'' مکسورہ بھی خبر پر دخول فاء سے مانع ہے۔ انکی دلیل یہ ہے کہ ''اِنّ'' تحقیق کیلئے ہے اور شرط وجزاء میں تردد ہوتا ہے تو یہ ایک دوسرے کے منافی ہیں اسلئے جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ قول عقلاً ونقلاً غیر صحیح ہے عقلاً اس لئے صحیح نہیں کہ ''اِنّ'' جملہ خبریہ کو انشائیہ نہیں بناتا ہے۔ اور نقلاً اسلئے صحیح نہیں کہ ﴿اِنّ الْمَوْتَ الّذِیْ تَفِرّوْنَ مِنْهُ فَاِنّهٗ مُلَاقِیْکُمْ﴾ اور ﴿اِنّ الّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ الخ﴾ میں ''اِنّ'' اور فاء جمع ہو گئے ہیں معلوم ہوا کہ ''اِنّ'' مانع نہیں۔

سوال: بعض نحاۃ نے ''اَنّ'' مفتوحہ اور ''لکنّ'' کو بھی ''لیت'' اور ''لعلّ'' کے ساتھ ملحق کیا ہے تو ''اِنّ'' مکسورہ کی تخصیص بالذکر کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ''اِنّ'' مکسورہ کے الحاق کے قائل سیبویہ ہیں اور چونکہ سیبویہ مشہور نحوی ہیں تو مصنفؒ نے انکے مذہب کی تردید کی اور رہا ''اَنّ'' مفتوحہ اور ''لکنّ'' تو یہ غیر سیبویہ کا مذہب ہے جسکا مصنفؒ نے اعتبار نہیں کیا۔ اور جس طرح کہ ''اِنّ'' مکسورہ کا الحاق قرآن مجید کے موافق نہیں اسی طرح ''اَنّ'' مفتوحہ کا الحاق بھی کلام اللہ کے موافق نہیں ﴿وَاعْلَمُوْا اَنّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ میں ''اَن'' مفتوحہ اور فاء جمع ہو گئے ہیں، اسی طرح ''لکنّ'' بھی کلام فصحاء کے موافق نہیں کما فی قول الشاعر،

شعر: فَوَاللّٰهِ مَافَارَقْتُکُمْ قَالِیاً لّکُمْ :: لٰکِنّ مَایُقْضیٰ فَسَوْفَ یَکُوْن

شعر مذکور میں ''لکنّ'' اور فاء دونوں جمع ہو گئے ہیں۔

درس نمبر ۸٤

(۱) وَقَدْ یُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ جَوَازاً کَقَوْلِ الْمُسْتَهِلِّ الْهِلَالُ وَاللّٰهِ، (۲) وَالْخَبَرُ جَوَازاً مِثْلُ خَرَجْتُ فَاِذَا السّبُعُ، (۳) وَوُجُوْباً فِیْمَا الْتُزِمَ فِیْ مَوْضِعِهٖ غَیْرُهٗ مِثْلُ لَوْلَا زَیْدٌ لَکَانَ کَذَا

ترجمہ: اور کبھی جوازاً مبتداء کو حذف کر دیا جاتا ہے بوقت وجود قرینہ، جیسے چاند دیکھنے والے کا قول ''اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ''، اور خبر بھی جوازاً حذف کر دی جاتی ہے، جیسے: ''خَرَجْتُ فَاِذَا السّبُعُ'' اور وجوباً اس صورت میں حذف کی جاتی ہے جب لازم کر دیا ہو اسکی جگہ میں دوسرے کو، جیسے: ''لَوْ لَا زَیْدٌ لَکَانَ کَذَا''

(۱) مصنفؒ مذکور مبتدأ اور خبر کے بیان سے فارغ ہو گئے تو محذوف مبتدأ اور خبر کے بیان کو شروع فرمایا۔ مبتدأ کو بوقتِ وجود قرینہ حذف کرنا جائز ہے جیسے چاند دیکھنے والا ''اَلْهِلَالُ وَاللّٰه'' کہے ''اَیْ هٰذَا الْهِلَالُ وَاللّٰه''، مثال مذکور میں ''هٰذا'' مبتدأ کو قرینہ حالیہ (لوگوں کا رؤیتِ ہلال کے لئے جمع ہونا) کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔

سوال:۔ یہ تسلیم نہیں کہ ''الھلال واللّٰہ'' میں مبتدأ محذوف ہے بلکہ خبر محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''اَلْھِلَالُ ھٰذَا''، پس اسکو مبتدأ محذوف کی مثال قرار دینا درست نہیں؟

جواب:۔ خبر محذوف ماننا مقصود متکلم کے خلاف ہے کیونکہ متکلم کا مقصود پہلے شئی کا اسم اشارہ سے تعین کرنا ہے پھر اس پر ہلالیت کا حکم لگانا ہے تو یہ تفصیل بعد الاجمال کے قبیلہ سے ہے، اور حذفِ خبر کی صورت میں پہلے حکم بالھلالیت ہوگا پھر تعین شئی بالاشارہ ہوگا جو کہ مقصود متکلم کے خلاف ہے۔

سوال:۔ صرف ''الھلال'' کہنا کافی تھا ''واللّٰہ'' بڑھانے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:۔ قسم کھانا مستہلین کی عادت ہے۔ یا یہ کہ قسم کے بغیر ''الھلال'' کے بارے میں یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ ''رأیت'' فعل کا مفعول ہوکر منصوب ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہوکر مرفوع ہے، کیونکہ بغیر قسم کے ''الھلال'' مفرد ہے اور مفرد موقوف بلا اعراب ہوتا ہے۔

دو موقعوں پر مبتداء کو حذف کرنا واجب ہے۔/ **نمبر ۱**۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم خبر ہیں تو انکے نزدیک انکا مبتدأ وجوباً محذوف ہے، جیسے: ''نِعْمَ الرجل زَیْدٌ'' میں ''زید'' مخصوص بالمدح اور خبر ہے اس کا مبتداء وجوباً محذوف ہے'' اَیْ ھُوَزَیْدٌ''۔/ **نمبر ۲**۔ جب صفت کو بقصد مدح یا بقصد ذم رفع دے کر موصوف مجرور سے الگ کرلیا جائے تو اسوقت حذفِ مبتدأ واجب ہے، جیسے: ''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اَھْلُ الْحَمْدِ، اَیْ ھُوَاَھْلُ الْحَمْدِ'' ۔ اس صورت میں حذفِ مبتدأ اسلئے واجب ہے کہ ''اھل الحمد'' لفظِ ''اللّٰہ'' کی صفت ہے مجرور ہے جب ہم نے رفع دے کر موصوف سے الگ کردیا تو مخاطب ایک دم متنبہ ہوگا کہ صفتِ مجرور کو مرفوع پڑھنے میں ضرور کوئی راز ہے اور وہ زیادہ توجہ سے متکلم کی بات سنے گا اس طرح اس صورت میں مدح وذم وغیرہ میں شدۃ اہتمام معلوم ہوگا اور اگر مبتدأ کو ظاہر کیا جائے تو یہ اہتمام معلوم نہ ہوگا اسلئے حذف مبتدأ واجب ہے۔

(۲) قولہ والخبر جوازاً الخ یہ عبارت ماقبل پر عطف ہے ''ای وقد یحذف الخبر جوازاً الخ'' خبر اس وقت جوازاً حذف کی جاتی ہے جب حذفِ خبر پر قرینہ تو موجود ہو مگر سد مسد نہ ہو، جیسے: ''خَرَجْتُ فاذاالسَّبُعُ'' میں ''السبع'' مبتدأ ہے جس کی خبر ''موجود'' محذوف ہے اور حذفِ خبر پر قرینہ ''اذا'' مفاجاتیہ ہے کیونکہ ''اذا'' مفاجاتیہ جملہ پر داخل ہوتا ہے مفرد پر نہیں اور ''السبع'' بغیر خبر کے مفرد ہے، معلوم ہوا کہ خبر مقدر ہے ''ای خرجت فاذاالسبع موجودٌ''۔ ''اذا'' مفاجاتیہ خبر محذوف کا سد مسد نہیں حتیٰ کہ حذف واجب ہو کیونکہ لفظاً مقدم مؤخر کا سد مسد نہیں ہوسکتا۔

(۳) قولہ ووجوباً فیما التزم الخ یہ عبارت ''جوازاً'' پر عطف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''وقد یحذف الخبر عند وجود القرینة وجوباً'' اور خبر کا حذف کرنا وہاں واجب ہے جہاں حذفِ خبر پر قرینہ ہو اور غیر خبر کو خبر کی جگہ میں لازم کردیا جائے۔ چا موقعوں میں حذفِ خبر واجب ہوتا ہے، جن میں سے پہلا موقع یہ ہے کہ مبتدأ ''لَوْلَا'' کے بعد واقع ہو اور ''لولا'' کی خبر افعالِ عامہ میں سے ہو تو حذفِ خبر واجب ہے، جیسے: ''لَوْلَازَیْدٌلَکَانَ کَذَااَیْ لَوْلَازَیْدٌ مَوْجُوْدٌ لَکَانَ کَذَا''، حذفِ خبر پر قرینہ ''لَوْلَا''

ہے اور جوابِ "لولا" سد مسد خبر ہے۔ "لو لا" حذف کا قرینہ اس طرح ہے کہ "لو لا" انتفاء ثانی بسبب وجود اوّل کے لئے آتا ہے لہذا "لوْلا" وجود پر دلالت کرتا ہے اور جوابِ "لو لا" سد مسد خبر ہے اس لئے حذفِ خبر واجب ہے۔

یہ بصریین کا مذہب ہے کہ خبر محذوف ہے۔ امام کسائی فرماتے ہیں کہ "لَوْلَا" کے بعد واقع ہونے والا اسم فعل محذوف کے لئے فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "لو لا وُجِدَ زیدٌ لکان کذا"، لہذا یہ از قبیل حذفِ خبر نہیں۔ اور فرّا نحوی فرماتے ہیں کہ "لو لا" اسم فعل ہے مابعد والا اسم کو خود رفع دیتا ہے لہذا ان کے نزدیک بھی یہ از قبیل حذف خبر نہیں۔

سوال:۔ "فیما اُلْتُزِمَ" میں "ما" موصوفہ ہے اور "اُلتزم" اس کے لئے صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ صفت اگر جملہ ہو تو اس میں موصوف کی طرف لوٹنے والا عائد کا ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں "ما" کی طرف لوٹنے والا کوئی عائد نہیں۔

جواب:۔ عائد محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "**فیما اُلْتُزِمَ فیه فی موضعه غیره**"۔

سوال:۔ آپ نے کہا کہ "لو لا" کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے حالانکہ حضرت امام شافعیؒ کے شعر: "**لَوْلَا الشِّعْرُ بِالْعُلَمَاءِ یُزْرِیْ: لَکُنْتُ الْیَوْمَ اَشْعَرُ مِنْ لَبِیْد**" میں "الشعر"، "لَوْلا" کے بعد مبتدأ واقع ہے اسکے باوجود "یُزرِی" اس کیلئے خبر مذکور ہے محذوف نہیں؟

جواب:۔ حذفِ خبر اس وقت واجب ہے جب خبر افعالِ عامہ میں سے ہو جبکہ "یُزری" افعالِ خاصہ میں سے ہے لہذا حذفِ خبر واجب نہیں۔

درس نمبر ۸۵

(۱) اَوْمِثْلُ ضَرْبِی زَیداً قَائِماً، (۲) وَکُلّ رَجُلٍ وَضَیْعَتُهٗ، (۳) وَلَعَمْرُکَ لَاَفْعَلَنّ کَذَا

ترجمہ:۔ یا جیسے: "ضَرْبِیْ زَیداً قَائِماً" اور "کُلّ رَجُلٍ وَضَیْعَتُهٗ" اور "**لَعَمْرُکَ لَاَفْعَلَنّ کَذَا**"

(۱) مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں دیگر ان تراکیب کو بیان فرمایا ہے جن میں حذفِ خبر قرینہ اور سد مسد کی وجہ سے واجب ہے۔ پس ایک ترکیب تو گذشتہ سبق میں گذر گئی جس میں حذفِ خبر واجب ہے دوسری ترکیب یہ ہے کہ مبتدأ مصدر صریحی یا تاً ویلی منسوب بسوئے فاعل یا مفعول بہ ہو یا منسوب بسوئے ہر دو ہو اور اس کے بعد فاعل یا مفعول سے یا ہر دو سے حال واقع ہو، اور یا مبتدأ اسم تفضیل ہو مضاف بسوئے مصدر مذکور (یعنی مصدر صریحی یا تاً ویلی منسوب بسوئے فاعل یا مفعول بہ یا ہر دو ہو اسکے بعد حال ہو فاعل سے یا مفعول سے یا ہر دو سے)۔

اس ترکیب کی کل بارہ صورتیں بنتی ہیں، تین مصدر صریحی کی ہیں۔ /**نمبر ۱**۔ مبتدأ مصدر صریحی ہو اور فاعل و مفعول دونوں کی طرف منسوب ہو، جیسے: "ضَرْبِی زیداً قائماً"۔ /**نمبر ۲**۔ مبتدأ مصدر صریحی ہو صرف فاعل کی طرف منسوب ہو جیسے: "ذَهَابِیْ رَاجِلاً"۔ /**نمبر ۳**۔ مبتدأ مصدر صریحی ہو صرف مفعول کی طرف منسوب ہو، جیسے: "ضَرْبُ زیدٍ قَائِماً"۔

تین صورتیں مصدر تاً ویلی کی ہیں۔ /**نمبر ۱**۔ مبتدأ مصدر تاً ویلی ہو فاعل و مفعول دونوں کی طرف منسوب ہو، جیسے: "وَاَنْ

ضرَبْت زیداً قائماً"۔/**نمبر ۲**۔مبتدأ مصدرتاً ویلی ہو صرف فاعل کی طرف منسوب ہو، جیسے:"واَنْ ضربت قائماً"۔/**نمبر ۳**۔ مبتدأ مصدرتاً ویلی ہو صرف مفعول کی طرف منسوب ہو، جیسے:"اَنْ ضُرِبَ زیدٌ"(بصیغة المجهول)

اور تین صورتیں اسم تفضیل مضاف بسوئے مصدر صریحی کی ہیں۔/**نمبر ۱**۔مبتدأ اسم تفضیل ہو مضاف بسوئے مصدر صریحی ہوا ایسا مصدر صریحی جو فاعل ومفعول دونوں کی طرف منسوب ہو، جیسے:"اَکْثَرُ شِربی السّویقَ مَلْتوتاً"۔/**نمبر ۲**۔مبتدأ اسم تفضیل ہو مضاف بسوئے مصدر صریحی ہوا ایسا مصدر صریحی جو صرف فاعل کی طرف منسوب ہو، جیسے:"اَکْثَرُ شربیْ قائماً"۔/**نمبر ۳**۔مبتدأ اسم تفضیل ہو مضاف بسوئے مصدر صریحی ہوا ایسا مصدر صریحی جو صرف مفعول کی طرف منسوب ہو، جیسے:"اَکْثَرُ شرب مَاء رَاکِداً"،

اور تین صورتیں اسم تفضیل مضاف بسوئے مصدرتاً ویلی کی ہیں۔/**نمبر ۱**۔مبتدأ اسم تفضیل مضاف بسوئے مصدرتاً ویلی ہو ایسا مصدرتاً ویلی جو فاعل ومفعول دونوں کی طرف منسوب ہو، جیسے:"اَکْثَرُ اَنْ ضربت زیداًقائماً"۔/**نمبر ۲**۔مبتدأ اسم تفضیل مضاف بسوئے مصدرتاً ویلی ہوا ایسا مصدرتاً ویلی جو صرف فاعل کی طرف منسوب ہو، جیسے:"اَخْطَبُ مایکونُ الامیرُ قائماً"(مامصدریہ ہے)۔/**نمبر ۳**۔مبتدأ اسم تفضیل مضاف بسوئے مصدرتاً ویلی ہوا ایسا مصدرتاً ویلی جو صرف مفعول کی طرف منسوب ہو، جیسے:"اَکْثَرُ اَنْ ضُرِبَ زید"(علی صیغة المجہول)۔

مذکورہ بالا صورتوں میں خبر وجوباً محذوف ہے۔پھر تقدیری عبارت کے بارے میں چار مذاہب ہیں۔/**نمبر ۱**۔بصریین کہتے ہیں کہ تقدیری عبارت"ضَرْبی زیداًحَاصِلٌ اِذاکَانَ قَائِماً" ہے"حَاصِلٌ" کو حذف کیا بقرینہ ظرف مستقر(یعنی اذاکان) کیونکہ ظرف مستقر اپنے متعلق عام پر دال ہوتا ہے، پھر"اذا" جو"حاصلٌ" کے متعلق ہے اسکو"حاصلٌ" کے قائم مقام قرار دیا۔پھر"اذا" کو بھی حذف کیا جس پر حال(یعنی قَائِماً) دال ہے کیونکہ حال وقت اور زمانے پر دلالت کرتا ہے اور"قَائِماً" کو"اِذَا" کے قائم مقام قرار دیا۔تو مثال مذکور میں حذفِ خبر پر قرینہ اور سد مسد دونوں موجود ہو گئے، قرینہ یہ ہے کہ"قَائِماً" لفظ"اِذَا" پر دال ہے کیونکہ حال دال علی الظرف ہوتا ہے اور"اذا" خبر یعنی"حاصلٌ" پر دال ہے کیونکہ ظرف اپنے متعلَق عام پر دال ہوتا ہے، پس"قَائِماً" حذف خبر پر دال ہے لِاَنَّ الدّال عَلی الدّالِ عَلی الشّئ دَالٌ عَلی ذَالِکَ الشّئ ،اور سد مسدِ خبر حال یعنی"قَائِماً" ہے۔

/**نمبر ۲**۔شارح رضی بصریین سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس تقدیر میں تکلفات ہیں اسطرح کہ"اذا" کو مع اس جملہ کے حذف کیا گیا جسکی طرف"اذا" مضاف ہے یعنی"کَانَ"،اور یہ کلام عرب میں موجود نہیں۔نیز"کان" ناقصہ کو تامہ قرار دیا گیا جو کہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ اس کے بعد منصوب موجود ہے،اسی طرح حال منصوب کو ظرف کے قائم مقام بنایا جو کہ قائم مقام خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔لہٰذا بہتر تقدیر اس طرح ہے"ضَرْبِیْ زیداًیُلابِسُنی قَائِماً"(اِذَا کَانَ الْحَال عَنْ فَاعِلٍ) اور"ضَرْبِیْ زیداًیلابِسُہ قَائِماً"(اذاکان الحال عن مفعول)۔"ضَربی زیداًیُلابِسُہُ قَائماً" میں ہاء ضمیر کو حذف کیا اسکے حذف پر دو قرینے ہیں۔/**نمبر ۱**۔"یلابس" فعل متعدی ہے مفعول چاہتا ہے جب مفعول نہیں تو معلوم ہوا کہ ھاء ضمیر مفعول بہ محذوف

ہے۔/**نمبر ۲**۔''قَائِماً'' حال ہے اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کا ذوالحال ''یُلابِس'' کے بعد ہوتا کہ ذوالحال اور حال کا عامل ایک ہو لہذا یہ حذف ذوالحال پر قرینہ ہوا۔اب ''ضَرْبِی زَیداً یُلابِسُ قَائِماً'' رہ گیا''یُلابِسُ'' کو حذف کردیا جس پر قرینہ ''قَائِماً'' حال ہے کیونکہ ''قائماً'' معمول ہے اور معمول عامل چاہتا ہے جب عامل نہیں تو معلوم ہوا کہ کوئی ایسا عامل محذوف ہے جو حال وذوالحال دونوں کا عامل بن سکے،اور''قائماً'' سد مسدِ ''یلابسُ'' بھی ہے کیونکہ معمول عامل کے قائم مقام ہوتا ہے۔یوں حذفِ خبر قرینہ اور سد مسد کی وجہ سے واجب ہوا۔

بصریین شارح رضی کو جواب دیتے ہیں کہ حرف شرط اور فعل شرط کا حذف کثیر اور شائع ہے کما فی قول ابن حاجب!''فَهِندٌیجوزُصَرفُهُ اَیْ اِذَاکَانَ کَذَالِکَ فَهِندٌیَجُوزُصَرفُهُ'' اور شارح رضی کا یہ کہنا کہ ''کَانَ'' ناقصہ تامہ سے اولیٰ ہے یہ تسلیم نہیں بلکہ دونوں برابر ہیں کیونکہ دونوں ''کَانَ'' مطلق ''کَانَ'' کے افراد ہیں۔اور تکلفِ ثالث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ کلام عرب میں اسکی کوئی نظیر نہیں مگر عاملیۃ ومعمولیۃ کی مناسبت موجود ہے اور یہی کافی ہے۔

/**نمبر ۳**۔اور کوفیین کے نزدیک تقدیری عبارت اسطرح ہے''ضَرْبِیْ زَیداًقَائِماًحَاصِلٌ''یعنی ان کے نزدیک ''قَائِماً''،''زیداً'' سے حال ہے جبکہ حال عن المفعول ہو یا یاءِ متکلم سے حال ہے جبکہ حال عن الفاعل ہو،اس تقدیر پر''قائماً'' مبتدأ کے متعلقات میں سے ہوگا۔مگر یہ تقدیر صحیح نہیں کیونکہ اس وقت وجوبِ حذفِ خبر بدون سد مسد کے لازم آتا ہے کیونکہ ''قائماً'' مبتدأ کے متعلقات میں سے ہے جو کہ خبر کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔نیز تقیید مبتداء لازم آتا ہے حالانکہ مقصود اس کا عموم ہے **بدلیل الاستعمال**۔

/**نمبر ٤**۔اخفش خبر محذوف مصدر مضاف الی صاحب الحال قرار دیتے ہیں انکے نزدیک تقدیری عبارت اس طرح ہے''ضَرْبِی زَیداًضَرْبِی قَائِماً''(اذا کان الحال عن فاعل) اور''ضَرْبِی زَیداًضَرْبُه قَائِماً''(اذا کان الحال عن مفعول) انکی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں قلت حذف ہے اور قلتِ حذف اولیٰ ہے کثرتِ حذف سے۔مگر یہ مذہب بھی ضعیف ہے کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے بعد از حذف عمل نہیں کرسکتا۔

(۲)**قولہ وکل رجل وضیعتہ الخ** یہ تیسرا مقام ہے جہاں حذفِ خبر واجب ہے وہ یہ کہ مبتدأ کی خبر مقارنت کے معنی پر مشتمل ہو یعنی خبر لفظ''مَقْرُونٌ''ہو اور مبتداء پر واو بمعنی مع کے ذریعہ کسی اسم کو عطف کیا گیا ہو اور معطوف خبر کی جگہ میں قائم ہو تو قرینہ اور قائما مقام کی وجہ سے حذف خبر واجب ہے۔قرینہ واو بمعنی مع ہے کیونکہ یہ واو''مقرونٌ'' کا صلہ آتا ہے تو معنی مقارنت پر دلالت کرتا ہے اور سد مسد معطوف کا خبر کی جگہ میں قائم ہونا ہے۔

سوال:۔''وَضَیعَتُه یْ'' یا تو مبتدأ پر معطوف ہے یا ضمیر''مقرونٌ'' پر۔اگر اول ہے تو یہ متعلقاتِ مبتدأ سے ہوا لہذا یہ مقدم ہونے کی وجہ سے خبر کا سد مسد نہیں ہوسکتا،اور اگر ثانی ہے تو پھر اسم کا عطف آئے گا ضمیر متصل پر بغیر تاکید بالمنفصل ،جو کہ جائز نہیں؟

جواب:۔''مَقْرُونٌ'' کی ضمیر پر عطف ہے جو کہ مبتداء کی طرف راجع ہے لہذا اس کا خبر کا قائم مقام ہونا صحیح ہے۔اور یہ

ضمیر تقدیراً ضمیر منفصل کے ساتھ موکّد ہے کیونکہ ضمیر منفصل یہاں مقدر ہے تقدیری عبارت اسطرح ہے ''کلّ رجلٍ مقرونٌ هو وضَیعتُه'' (ہر شخص اپنے پیشے کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے)۔

(۳) قوله لَعَمْرُکَ لَافعلَنّ الخ یہ چوتھا مقام ہے جہاں حذف خبر واجب ہے وہ یہ کہ مبتدأ مقسم بہ ہو اور خبر لفظِ قسم ہو اور جوابِ قسم خبر کی جگہ میں آیا ہو تو قرینہ اور قائم مقام کی وجہ سے حذف خبر واجب ہے۔ قرینہ ذکرِ مقسم بہ ہے جو لفظِ قسم پر دلالت کرتا ہے اور قائم مقام جوابِ قسم ہے جو خبر کی جگہ میں آیا ہے، تقدیری عبارت اس طرح ہے ''لَعَمْرُک قَسَمِی لَافعلَنّ کذا'' تو ''لعمرک'' مبتداء مقسم بہ ہے، ''قسمی'' خبر ہے اور ''لافعلنّ کذا'' جواب قسم ہے جو ''قَسَمِیْ'' یعنی خبر کی جگہ میں آیا ہے۔ ''عَمر'' سے مراد مرادفِ بقاء وحیات ہے نہ کہ مقابل زید وبکر، کثرتِ استعمال اور برائے حصولِ خفت مفتوح العین ہے۔

درس نمبر۸۶

(۱) خَبَرُ اِنّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ مِثْلُ اِنّ زَیْدًا قَائِمٌ، (۲) وَاَمْرُهُ کَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدأ (۳) اِلَّا فِی تَقْدِیْمِهٖ، (٤) اِلّا اِذَا کَانَ ظَرْفاً

ترجمہ:۔ ''اِنّ'' اور اسکے اخوات کی خبر، وہ مسند ہوتی ہے ان حروف کے دخول کے بعد، جیسے: ''اِنّ زیداً قائمٌ'' اسکا حکم مبتداء کی خبر جیسا ہے لیکن تقدیم میں وہ حکم نہیں، مگر یہ کہ ظرف ہو۔

(۱) مصنفؒ بحث مبتدأ وخبر سے فارغ ہو گئے تو مرفوعات کی پانچویں قسم یعنی خبر اِنّ واخواتها کے بیان کو شروع فرمایا۔ ''اِنّ واخواتها'' کی خبر کے عامل میں اختلاف ہے۔ کوفیین کہتے ہیں کہ ''اِنّ واخواتها'' کی خبر عامل معنوی کی وجہ سے مرفوع ہے جس طرح کہ ان حروف کے دخول سے پہلے عامل معنوی کی وجہ سے مرفوع تھی، پس یہ حروف اس میں عامل نہیں کیونکہ حروف عمل میں ضعیف ہیں اسم میں تو عمل کر سکتے ہیں خبر میں نہیں۔

بصریین کہتے ہیں کہ ''اِنّ واخواتها'' کی خبر انہی حروف مشبہ بالفعل کی وجہ سے مرفوع ہے، اور یہ حروف عمل میں ضعیف نہیں کیونکہ یہ لفظاً ومعنیً وعملاً فعل کے مشابہ ہیں۔ لفظاً اس طرح کہ جس طرح فعل ثلاثی ورباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی بعض ثلاثی اور بعض رباعی ہیں، اور معنیً اسطرح کہ ان میں سے ہر ایک فعل کے معنی میں ہے کہ ''اِنّ'' اور ''اَنّ'' بمعنی ''حققتُ'' اور ''کأنّ'' بمعنی ''شبهتُ'' اور ''لیت'' بمعنی ''تمنیت'' اور ''لعلّ'' بمعنی ''ترجیتُ'' اور ''لکنّ'' بمعنی ''استدرکت'' ہے، اور عملاً یوں کہ جس طرح فعل متعدی کیلئے دو اسم لازمی ہیں یعنی فاعل اور مفعول، اسی طرح ان حروف کیلئے بھی دو اسم لازمی ہیں یعنی اسم وخبر۔ البتہ فعل کے لئے دو طرح کا عمل ہے، اصلی اور فرعی۔ اصلی یہ کہ مرفوع مقدم اور منصوب مؤخر ہو اور فرعی اس کے برعکس ہے، پس یہ حروف چونکہ فرع ہیں فعل کی لہذا ان کو فرعی عمل دیا گیا ہے۔

قوله هو المسند بعد دخولها الخ یہ ''اِنّ واخواتها'' کی خبر کی تعریف ہے کہ اِن اور اسکے اخوات کی خبر وہ ہے جو ان

حروف کے دخول کے بعد مسند ہو، جیسے: ''انّ زیداً قائمٌ'' ، ''انّ '' حرف مشبہ بالفعل ''زیداً'' اس کا اسم اور ''قائمٌ'' اس کی خبر ہے۔

سوال :۔تعریف مانع عن دخول غیر نہیں کیونکہ ''اِنّ زیداً یقومُ ابُوْہُ'' میں ''یَقُوْمُ'' دخولِ ''اِنّ'' کے بعد مسند ہے مگر ''اِنّ'' کی خبر نہیں بلکہ ''اِنّ'' کی خبر ''یقوم ابوہ'' کا مجموعہ ہے؟

جواب :۔ **نمبر ۱** ۔مسند سے مراد یہ ہے کہ اسمِ ''اِنّ'' کی طرف مسند ہو جبکہ ''یَقُوْمُ'' اپنے فاعل کی طرف مسند ہے اِسمِ ''اِنّ'' کی طرف مسند نہیں۔لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اس سے قول مصنفؒ ''بعد دخول ھذہ الحروف'' کا استدراک لازم آتا ہے۔/ **نمبر ۲** ۔مسند سے مراد اسم مسند ہے ''یقوم'' فعل ہے۔مگر یہ جواب بھی ضعیف ہے اسلئے کہ اس کے مطابق تو اگر خبر جملہ ہو تو اس میں تاویلات کر کے مفرد بنانا پڑیگا۔/ **نمبر ۳** ۔''مسند بعد دخول ھذہ الحروف'' سے مراد ان حروف کا اسم وخبر پر بایں طور داخل ہونا ہے کہ ان میں لفظاً ومعنًی اثر کرے۔لفظاً اس طرح کہ اسم منصوب ہو لفظاً یا تقدیراً یا محلاً اور خبر مرفوع ہو لفظاً یا تقدیراً یا محلاً ،اور معنًی اس طرح کہ خبر کا مدلول اسم کیلئے ثابت ہو (علی سبیل التحقیق) اور اس طرح کی تاثیر پورا جملہ یعنی ''یَقُوْمُ اَبُوْہُ'' میں ثابت ہے نہ کہ صرف ''یَقُوْمُ'' میں۔

سوال :۔''بعد دخول ھذہ الحروف'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام حروف کے بعد جملہ میں پہلا اسم انکا اسم ہوگا اور دوسرا اسم ان کی خبر، حالانکہ ایسا نہیں؟

جواب :۔عبارت مقدر ہے ''اَیْ بَعْدَ دُخُوْلِ اَحَدِھٰذِہِ الْحُرُوْفِ'' لہٰذا تمام حروف کا دخول مراد نہیں۔

(۲) **قولہ وأمرہ کأمر خبر المبتدأ الخ** ''اِنّ واخواتھا'' کی خبر کا حکم ،اقسام ،احکام اور شرائط میں مبتدأ کی خبر جیسا ہے بشرطیکہ مانع نہ ہو، یعنی مفرد، جملہ، نکرہ اور معرفہ ہونا مبتدأ کی خبر کی اقسام ہیں تو یہی اقسام ''اِنّ واخواتھا'' کی خبر کی بھی ہیں ،اسی طرح واحد، متعدد، مثبت اور محذوف ہونا مبتدأ کی خبر کے احکام ہیں تو یہی احکام ''اِنّ واخواتھا '' کی خبر کے بھی ہیں ،اسی طرح مبتدأ کی خبر اگر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا شرط ہے تو یہی شرط ''اِنّ واخواتھا'' کی خبر کی بھی ہے۔

سوال :۔یہ صحیح نہیں کہ ''امرہ کأمر خبر المبتدأ'' کیونکہ کلماتِ استفہام مبتدأ کی خبر بن سکتے ہیں، جیسے: ''مَنْ زیدٌ'' ، ''اَینَ زیدٌ'' مگر یہ کلمات ''اِنّ واخواتھا'' کیلئے خبر نہیں بن سکتے ،لہٰذا ''انّ اَینَ زیداً'' اور ''اِنّ مَنْ اَباکَ'' کہنا درست نہیں؟

جواب :۔یہ حکم عند عدم المانع ہے اور کلماتِ استفہامیہ کا ''اِنّ واخواتھا'' کیلئے خبر بننے سے مانع موجود ہے وہ یہ کہ کلماتِ استفہام شک کیلئے وضع ہوئے ہیں اور یہ حروف تحقیق کیلئے وضع ہوئے ہیں اور شک وتحقیق میں منافات ہے۔

(۳) **قولہ الا فی تقدیمہ الخ** یہ ماقبل سے مستثنٰی ہے یعنی ''اِنّ واخواتھا '' کی خبر کا حکم ،اقسام ،احکام اور شرائط میں مبتداء کی خبر جیسا ہے مگر تقدیم خبر علی الاسم میں ''انّ واخواتھا '' کی خبر مبتداء کی خبر کی طرح نہیں، یعنی ''اِنّ واخوتھا '' کی خبر ان کے اسم پر مقدم نہیں ہو سکتی، جبکہ مبتدأ کی خبر مبتداء پر مقدم ہو سکتی ہے۔وجہ یہ ہے کہ ان حروف کو چونکہ عمل فرعی دیا گیا ہے (یعنی انکے متصل اسم منصوب

اور اسکے بعد والا اسم مرفوع ہوتا ہے) تو اگر خبر کو مقدم کرینگے تو ان حروف کا عمل فرعی باطل ہو جائیگا اور عمل میں فعل کے برابر ہو جائینگے۔

(٤) قولہ اِلاّ اَن یکون الخ یہ مستثنیٰ مفرغ ہے مستثنیٰ منہ محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "لیس امرہ کامرِ خبرِ المُبتدأ فِی التقدِیمِ فِی جمِیعِ الاَوقَاتِ اِلّاوقتَ کونِ الخبرِ ظرفاً" یعنی باب تقدیم میں مذکورہ خبر کا تمام اوقات میں وہ حکم نہیں جو مبتداء کی خبر کا ہے البتہ اگر ان حروف کی خبر ظرف ہو تو تقدیم خبر جائز ہے کیونکہ ظروف میں وسعت ہوتی ہے۔

فائدہ: "اِنّ" کی خبر اگر ظرف ہو تو دیکھا جائیگا کہ اسم "اِنّ" معرفہ ہے یا نکرہ، اگر معرفہ ہے تو تقدیم خبر جائز ہے، جیسے: قولہ تعالیٰ ﴿اِنّ اِلَینَااِیَابَھُم﴾۔ اور اگر اسم "اِنّ" نکرہ ہو تو تقدیم خبر واجب ہے، جیسے: "اِنّ مِنَ البَیَانِ لَسِحراً واِنّ مِنَ الشّعرِ لَحِکمَۃً"۔

درس نمبر ۸۷

(۱) خبرُ لاالّتِی لِنفیِ الجِنسِ، ھُوَ المُسنَدُ بَعدَ دُخُولِھَا مِثلُ لَاغُلامَ رَجُلٍ ظَرِیفٌ فِیھَا، (۲) وَیُحذَفُ کَثِیراً، (۳) وَبنُوتَمِیمٍ لایُثبِتُونَہُ

ترجمہ:۔ لائے نفی جنس کی خبر وہ مسند ہوتی ہے اسکے دخول کے بعد، جیسے: "لاغلام رجل ظریفٌ فیھا" اور یہ خبر حذف ہوتی ہے کثرت سے، اور بنو تمیم اسکو ثابت نہیں رکھتے۔

(۱) مصنفؒ اِنّ واخواتھا کی خبر کے بیان سے فارغ ہوگئے تو لائے نفی جنس کی خبر کے بیان کو شروع فرمایا۔ لائے نفی جنس کی خبر وہ ہے جو لا کے دخول کے بعد مسند ہو جیسے: "لاغلام رجل ظریفٌ فیھا" لا نفی جنس ہے "غلام رجلٍ" مضاف با مضاف الیہ لائے نفی کا اسم ہے اور "ظریفٌ" خبر ہے اور "فیھا" خبر ثانی ہے۔ "فیھا" اسلئے بڑھا دیا تا کہ جنسِ غلامِ رجل سے ظرافت کی نفی کر کے کذب لازم نہ آئے کیونکہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ نیز دو خبر لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ لا کی خبر دو قسم پر ہے، ظرف، غیر ظرف۔ اول غیر ظرف کی مثال ہے اور ثانی ظرف کی مثال ہے۔

اسمِ لائے نفی جنس منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے۔ لائے نفی جنس کو یہ عمل اس لئے دیا گیا ہے کہ لائے نفی جنس "اَنّ" کے ساتھ لفظاً و معنیً مشابہ ہے۔ لفظاً یوں کہ دونوں کا لفظ اول مفتوح ہے، اور معنیً اس طرح کہ "اَنّ" تحقیقِ اثبات کے لئے اور لائے نفی جنس تحقیق نفی کے لئے آتا ہے، اور یہ علاقہ مناسبت کا ہے۔ پس جب لائے نفی جنس لفظاً و معنیً "اَنّ" کے مشابہ ہے تو بوجہ مشابہت لاء کو "اَنّ" والا عمل دیا گیا۔ "لاالتی لنفی الجنس" موصول کیلئے صلہ محذوف ہے "ای التی استعملوھافی محاوراتھم" موصول با صلہ صفتِ اول ہے لا کیلئے اور "لنفی الجنس" جار مجرور با متعلق یعنی "الکائنۃ" لا کیلئے صفت ثانی ہے۔

سوال:۔ آپ اس لا کو لائے نفی جنس کہتے ہیں حالانکہ "لَارَجُلَ قَائِمٌ" میں اس "لا" نے جنسِ رجل کی نفی نہیں کی ہے بلکہ صفتِ قیام کی نفی کی ہے؟

جواب:۔ عبارت میں مضاف مقدر ہے "اَی لَاالّتِی لِنَفیِ صِفَۃِ الجِنس" اور مقصود بھی صفت جنس کی نفی ہے خود جنس کی نفی مقصود

نہیں ،مگر مصنفؒ نے لفظ صفت نہیں بڑھایا اسلئے کہ عموماً لا کی خبر فعل عام ہوتی ہے جیسے:''لارَجُلَ مَوْجُوْدٌ'' تونفی وجود مستلزم ہے نفی ذات کو۔

قوله لاغلام رجل ظريف الخ

سوال:۔مصنفؒ نے مشہور مثال یعنی''لاغُلامَ رَجُلٍ فِي الدّارِ'' سے کیوں عدول کیا؟

جواب:۔ایک نکتہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مثال کیلئے ضروری ہے کہ وہ صریح ہو جبکہ مثال مشہور صریح نہیں کیونکہ ''فِی الدّارِ'' خبر ہے اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ''رَجُل'' کیلئے صفت ہو کیونکہ ''فی الدار'' پر اعراب ظاہر نہیں لہذا ہوسکتا ہے کہ یہ ''رجل'' کے لئے صفت ہو اور خبر محذوف ہو، جبکہ متن کی مثال میں ''ظریفٌ'' میں صفت ہونے کا احتمال نہیں کیونکہ ''ظریفٌ'' مرفوع ہے اور ''غلام رجل'' معرب منصوب ہے، پس اگر ''ظَرِيْفٌ'' صفت ہوتا تو منصوب ہوتا اور جب مرفوع ہے تو یہ تصریح ہے اس بات کی کہ خبر ہے صفت نہیں۔

(۲)**قوله ويحذف كثيراً الخ** یعنی لاء کی خبر اگر افعالِ عامہ میں سے ہو تو بکثرت حذف ہوتی ہے، جیسے:''لااِلٰهَ الّااللّٰه ای لااِلٰه موجودٌالّاالله''، حذفِ خبر پر قرینہ نفی ہے اسلئے کہ نفی منفی پر دلالت کرتی ہے جب قرینہ مخصوص منفی پر نہ ہو تو یہ عام منفی پر قرینہ شمار ہوتا ہے۔

(۳)**قوله وبنوتميم لايثبتونه**: اس عبارت کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔/**نمبر ۱**۔بنوتمیم لا کیلئے خبر مانتے ہی نہیں۔ /**نمبر ۲**۔خبر مانتے تو ہیں مگر ظاہر نہیں کرتے۔

سوال:۔اس عبارت کا ایک مطلب آپ نے یہ بیان کیا کہ ''بنوتمیم لا کیلئے خبر مانتے ہی نہیں'' تو اس صورت میں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ''لَااَهْلَ وَلَامَالَ'' سے حکم سمجھا جاتا ہے، تو اگر ''لا'' کیلئے خبر مقدر نہیں مانو گے تو یہ کلام حرف اور اسم سے مرکب ہوگا حالانکہ حکم مرکب من الحرف والاسم میں نہیں پایا جاتا تو لامحالہ یہی کہنا پڑیگا کہ خبر مقدر ہے؟

جواب:۔بنوتمیم کے نزدیک ''لا'' اسم فعل بمعنیٰ ''اِنْتَفٰی'' ہے اور مابعد والا اسم اسکا فاعل ہے تو یہ اسم اور حرف سے مرکب نہیں بلکہ اسم اور فعل سے مرکب ہے۔ پھر اس ''لا'' کا فاعل ''لا'' میں ضمیر مبہم ہے اور مابعد والا اسم اس سے تمیز ہے لہذا ابناء بر تمیز منصوب ہے۔

سوال:۔مذکورہ بالا عبارت کا دوسرا مطلب آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ بنوتمیم اس لا کے لئے ''خبر مانتے تو ہیں مگر ظاہر نہیں کرتے'' تو اس صورت میں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ''لارجل قائمٌ'' میں خبر ''قائمٌ'' تو لفظوں میں ظاہر ہے پھر کیسے بنوتمیم عدم اظہار کے قائل ہیں؟

جواب:۔''قائمٌ'' کو خبر نہیں بلکہ ''رجل'' کیلئے صفت قرار دیتے ہیں اور ''رجل'' کے محل پر حمل ہے اس لئے مرفوع ہے۔

درس نمبر ۸۸

(۱)اِسْمُ مَاوَلاَالْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَالْمُسْنَدُإِلَيْهِ بَعْدَدُخُولِهِمَامِثْلُ مَازَيْدٌ قَائِماًوَلاَرَجُلٌ اَفْضَلُ مِنْکَ،(۲)وَهُوَفِی لاشَاذٌ

ترجمہ:۔''ماولا''مشبہ بلیس کااسم وہ مسندالیہ ہوتا ہے انکے دخول کے بعد، جیسے:''مَازَيْدٌقَائِماً''اور''لارَجُلٌ اَفْضَلُ مِنْکَ''اور عمل بمشابہتِ''لیس''،''لا''میں شاذ ہے۔

(۱) مصنفؒ لانفی جنس کی خبر کے بیان سے فارغ ہوگئے تو ماولا مشبہ بلیس کے اسم کے بیان کو شروع فرمایا۔''ماولا''مشبہتین بلیس کے عمل میں بنوتمیم اور اہل حجاز میں اختلاف ہے۔بنوتمیم''ماولا''کو عامل نہیں قرار دیتے ،ان کی دو دلیلیں ہیں(۱)عقلی(۲)نقلی۔ دلیل عقلی یہ ہے کہ''ماولا''حروف ہیں اس وقت عمل کرتے ہیں جب ایک نوع کے ساتھ خاص ہوں اور حال یہ ہے کہ''ماولا''اسم وفعل دونوں پر داخل ہوتے ہیں ایک نوع کے ساتھ خاص نہیں۔دلیل نقلی شاعر کا شعر ہے،

شعر:۔ومُهَفْهَفٍ کَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ::فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَام

ترجمہ:۔نرم ونازک شاخ جیسی معشوقہ کو میں نے کہا کہ نسب بیان کر تو اس نے جواب میں کہا قتل محب حرام نہیں۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ''حرام''مرفوع ہے اور''ما''کی خبر ہے تو اگر''ما''عامل ہوتا تو''حرام''منصوب ہوتا مرفوع نہ ہوتا۔

حجازیین کی بھی دو دلیلیں ہیں۔(۱)عقلی(۲)نقلی۔دلیل عقلی یہ ہے کہ''ماولا''مشبہ بلیس ہیں جس طرح کہ''لیس''نفی کیلئے آتا ہے اور مبتدأوخبر پر داخل ہوتا ہے اسی طرح ''ماولا''بھی نفی کیلئے آتے ہیں اور مبتدأوخبر پر داخل ہوتے ہیں۔لہذا جو عمل ''لیس''کا ہے وہی عمل''ماولا''کا بھی ہوگا

اور دلیل نقلی یہ آیت کریمہ ہے﴿مَا هٰذَابَشَراً﴾ کہ''بَشَراً''خبر اور منصوب ہے اور''ما''کے علاوہ''بشراً''کے نصب کی کوئی وجہ نہیں۔اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ﴿وَمَاهُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ﴾، میں''اُمَّهَاتِهِمْ بکسر التاء''منصوب ہے کیونکہ''امهات''جمع مؤنث سالم ہے حالتِ نصبی میں مکسور ہوتا ہے،اور''ما''کے علاوہ اس کے منصوب ہونے کی کوئی اور وجہ نہیں،لہذا یہی کہا جائے گا کہ''ما''نے اس میں عمل کیا ہے۔

اہلِ حجاز بنوتمیم کو جواب دیتے ہیں کہ''ماولا''دونوع کے ساتھ مستعمل نہیں بلکہ ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں یعنی اسم کے ساتھ خاص ہیں۔

سوال:۔یہ دونوں تو فعل مضارع پر بھی داخل ہوتے ہیں پھر اسم کے ساتھ کیسے خاص ہیں؟

جواب:۔وہ پھر مشبہ بلیس نہیں اور اسی وجہ سے عمل بھی نہیں کرتے۔

رہا شعر سے استدلال کرنا تو چونکہ یہ شعر بنوتمیم ہی کا ہے لہذا اسے استدلال میں پیش کرنا صحیح نہیں۔

سوال:۔عبارت میں تغیر نکتہ سے خالی نہیں ہوتا تو اس میں کیا نکتہ ہے کہ اَمثلہ میں''ما''کا مدخول معرفہ اور''لا''کا نکرہ ہے؟

جواب:۔''ما'' کی مشابہت ''لیس'' کے ساتھ قوی ہے بنسبت لا کے، کیونکہ ''ما'' اور ''لیس'' دونوں نفی حالی کیلئے آتے ہیں اور ''لا'' مطلقاً نفی کیلئے آتا ہے تو قلت مشابہت کی وجہ سے عمل بھی کم کریگا لہذا ''لا'' صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے، اور ''ما''، ''لیس'' کی طرح معرفہ ونکرہ دونوں میں عمل کرتا ہے۔

(۲) قوله وهو في لا شاذٌ :۔یعنی'' لیس'' کا عمل ''لا'' میں کم ہے۔مگر اس معنی پر اعتراض یہ ہے کہ ''لیس'' تو ''لا'' میں عمل نہیں کرتا تو آپ کیسے کہتے ہیں کہ ''وهو في لا شاذٌ''؟

جواب:۔''هو'' کا مرجع عمل بمشابہت لیس ہے، تو معنی یہ ہوا ''العمل بمشابهة ليس في لا شاذٌ اي قليلٌ'' کیونکہ قلت مشابہت کی وجہ سے ''لا'' صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے۔اور عربوں سے سماع بھی ایسا ہی ہے کہ ''لا'' صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے کما في شعر الشاعر۔

شعر:۔ مَنْ صَدّ عَنْ نِيْرَانِهَا : : فَاَنَا ابْنُ قَيْسٍ لَا بُرَاحَ

''براح'' بمعنی زوال نکرہ ہے ''لا'' کا اسم ہے اور ''لا'' کی خبر محذوف ہے یعنی ''لا براح لِیْ''۔

سوال:۔مرفوعات میں سے اسم ''کان'' بھی ہے تو اسکو مصنفؒ نے کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب:۔اسمِ ''کان''، درحقیقت ''کان'' کا فاعل ہے تو فاعل کے ذکر کے بعد اسکے ذکر کو ملحقات فاعل میں جائز نہیں سمجھا۔

تمّ بحث المرفوعات فللّٰه الحمد اوّلاً وّ آخراً

درس نمبر ۸۹

(۱) اَلْمَنْصُوْبَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ.

ترجمہ:۔منصوب وہ اسم ہے جو مشتمل ہو مفعولیت کی علامت پر۔

(۱) مصنفؒ مرفوعات کے بیان سے فارغ ہو گئے تو منصوبات کے بیان کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں منصوب وہ اسم ہے جو مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو، خواہ مفعول حقیقۃً ہو یا حکماً۔یہ تعمیم اس لئے کی تا کہ مفاعیل خمسہ اور ملحقات مفاعیل دونوں کو شامل ہو۔ملحقات مفعول جیسے حال، تمیز اور مستثنیٰ وغیرہ۔

علامت مفعولیت چار اُمور ہیں۔/**نمبر ۱**۔فتحہ، مفردات اور جموع تکسیر میں، جیسے ''رَأَيْتُ زَيْدًا اور رَأَيْتُ رِجَالًا''۔/**نمبر ۲**۔کسرہ، جمع مؤنث سالم میں، جیسے: ''رَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ''۔/**نمبر ۳**۔الف، اسماء ستہ مکبرہ میں، جیسے: ''رأيت اَبَاكَ''۔/**نمبر ٤**۔یاء ماقبل مفتوح، تثنیہ میں، جیسے ''مُسْلِمَيْنِ''، اور یاء ماقبل مکسور جمع مذکر سالم میں جبکہ عامل نصب کے بعد ہو اور اگر عامل جار کے بعد ہو تو علامت اضافت ہے علامت مفعولیت نہیں۔

منصفؒ نے منصوبات کو کثرت وخفت کی وجہ سے مجرورات سے مقدم ذکر کیا۔لفظ ''المنصوبات'' مرفوع ہے بناء بر خبر از مبتدأ محذوف ''اَیْ هٰذِهِ الْمَنْصُوْبَاتُ''، یا مرفوع ہے بناء بر مبتدأ اور اس کی خبر محذوف ہے ''ای الْمَنْصُوْبَاتُ هٰذِهِ''، یا مرفوع ہے

خبر اس کی ''مَااشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْمَفْعُوْلِیَّةِ'' ہے، اور یا مجرور ہے بناء بر مضاف الیہ اور مضاف مقدر ہے ''اَیْ بَحْثُ الْمَنْصُوْبَاتِ هٰذِهٖ''، اور یا مبنی بر سکون ہے کیونکہ غیر مرکب مع الغیر ہے صرف فصل کیلئے لایا گیا ہے۔

منصوبات بحسب الاستقراء بارہ ہیں، وجہ حصر یوں ہے کہ اسم منصوب کا عامل یا تو فعل یا شبہ فعل ہوگا یا حرف ہوگا اگر فعل یا شبہ فعل ہو تو انکا معمول دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو افعالِ ناقصہ کا معمول ہوگا اور یا تامہ کا معمول ہوگا، (۱) اول افعالِ ناقصہ کی خبر ہے۔ اور ثانی دو حال سے خالی نہیں یا مفاعیل میں سے ہوگا یا ملحقات مفاعیل میں سے، اول دو حال سے خالی نہیں یا تو فعل کے مفہوم کا جزء ہوگا یا نہیں، (۲) اول مفعول مطلق ہے۔ اور ثانی میں چار احتمال ہیں یا تو فعل واقع علیہ ہوگا یا واقع فیہ یا واقع لہ یا واقع معہ ہوگا (۳) اول مفعول بہ ہے (۴) ثانی مفعول فیہ ہے (۵) ثالث مفعول لہ ہے (۶) رابع مفعول معہ ہے

اور اگر منصوب ملحقات مفعول میں سے ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو مبیّن ہوگا یا نہیں، (۷) ثانی مستثنیٰ ہے۔ اوّل دو حال سے خالی نہیں یا تو مبیّن للذات ہوگا اور یا مبیّن للصفة، (۸) اول تمیز ہے (۹) ثانی حال ہے۔ اور اگر منصوب کا عامل حرف ہو تو یہ منصوب دو حال سے خالی نہیں یا مسند الیہ ہوگا اور یا مسند بہ ہوگا، اول دو حال سے خالی نہیں یا کلامِ موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں، (۱۰) اول حروف مشبہ بالفعل کا اسم ہے، (۱۱) ثانی لاء نفی جنس کا اسم ہے۔ اور اگر مسند بہ ہو (۱۲) تو یہ ماولا مشبہتین بلیس کی خبر ہے۔

سوال:۔ ''اَلْمَنْصُوْبَاتُ'' یا تو ''مَنْصُوْبَةٌ'' کی جمع ہے اور یا ''مَنْصُوْبٌ'' کی۔ اول تو صحیح نہیں کیونکہ ''المنصوبات'' کا موصوف ''الاسماء'' ہے تو ''منصوبةٌ'' کا موصوف ''الاسم'' ہوگا اور ''الاسم'' مذکر ہے تو موصوف وصفت میں مطابقت نہیں رہے گی، اور ثانی بھی صحیح نہیں کیونکہ ''منصوبٌ'' مذکر ہے جسکی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں آتی؟

جواب:۔ ''المنصوبات''، ''منصوبٌ'' کی جمع ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ ''منصوبٌ'' مذکر کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں آتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ''منصوبٌ'' اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر غیر عاقل ہے اور مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آنا صحیح ہے، جیسے ''اَیَّامٍ مَعْدُوْدَاتٍ'' میں ''ایَّام'' مذکر غیر عاقل ہے اسلئے اسکی صفت (یعنی معدود) کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آئی ہے۔

قوله هو مااشتمل الخ

سوال:۔ ''هو'' ضمیر یا تو ''اَلْمَنْصُوْبَاتُ'' کی طرف راجع ہوگی اور یا ''مَنْصُوْبٌ'' کی طرف، مگر دونوں صحیح نہیں اول اسلئے صحیح نہیں کہ راجع ومرجع میں مطابقت نہیں اور ثانی اسلئے صحیح نہیں کہ اضمار قبل الذکر لازم آیگا؟

جواب:۔ ''مَنْصُوْبٌ'' کی طرف راجع ہے جو کہ ''الْمَنْصُوْبَات'' کے ضمن میں موجود ہے جیسے: ﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ میں ''هو'' ضمیر عدل (جو اِعْدِلُوْا کے ضمن میں موجود ہے) کی طرف راجع ہے۔ اور ''الْمَنْصُوْبَات'' جس طرح کہ اس ''مَنْصُوْبٌ'' پر دلالت کرتا ہے جو کہ فرد ہے اسی طرح اس ''مَنْصُوْبٌ'' پر بھی دلالت کرتا ہے جو کہ جنس ہے، تو یہ از قبیل ''دَلَالَةُ الْجَمْعِ عَلَی الْجِنْسِ'' ہے نہ کہ از قبیل ''دلالة الجمع علی الفرد''۔

سوال: ۔مناسب تھا کہ ''عَلی عَلَمِ الْمَفْعُوْلِیَّۃِ'' کے بجائے ''علی عَلَم المفعول'' کہتے کیونکہ متن کا مدار اختصار پر ہے؟

جواب: ۔اس وقت معنی یہ ہوتا کہ نصب ذاتِ مفعول کی علامت ہے حالانکہ نصب ذاتِ مفعول کی علامت نہیں بلکہ وصفِ مفعولیۃ کی علامت ہے۔

سوال: ۔''ھُوَمَااشْتَمَلَ عَلی الْمَفْعُوْلِیَّۃِ'' کہتے کیونکہ یہ عبارت مختصر ہے؟

جواب: ۔مفعول مالم یسم فاعلہ کے اخراج کیلئے لفظ ''عَلَم'' بڑھایا کیونکہ وہ مفعول ہے مگر علامتِ مفعول پر مشتمل نہ ہونے کی وجہ سے مفاعیل سے خارج ہے۔

درس نمبر ۹۰

(۱)فَمِنْہُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ،ھُوَاِسْمُ مَافَعَلَہٗ فَاعِلُ فِعْلٍ مَذْکُوْرٍبِمَعْنَاہُ،(۲)وَقَدْ یَکُوْ نُ لِلتَّاکِیْدِوَالنَّوْعِ وَالْعَدَدِ نَحْوُجَلَسْتُ جُلُوساًوَجِلْسَۃً وَجَلْسَۃً،(۳)فَالْاَوَّلُ لَایُثَنّٰی وَلَایُجْمَعُ،بِخِلَافِ اَخَوَیْہِ

ترجمہ: ۔پس اس میں سے مفعول مطلق ہے،اور مفعول مطلق اس شئی کا نام ہے جس کو فعلِ مذکور کے فاعل نے کیا ہواور وہ اسکے معنی میں ہو،اور (مفعول مطلق) کبھی تاکید اور کبھی نوع اور کبھی عدد کیلئے ہوتا ہے،جیسے: ''جَلَسْتُ جُلُوساً''، ''جِلْسَۃً'' اور ''جَلْسَۃً''،پس اول نہ مثنٰی ہوتا ہےاور نہ جمع بخلاف اسکے اخوین کے۔

(۱) مصنف ''منصوب کی تعریف سے فارغ ہوگئے تو منصوب کی اقسام کی تفصیل کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں! منصوب کی اقسام میں سے مفعول مطلق ہے،اور مفعول مطلق اس حدث کا نام ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہواور یہ مفعول مطلق مذکورہ فعل کے ہم معنی ہو۔خلاصہ یہ کہ مفعول مطلق وہ اسم ہے جو فعل مذکور کے ساتھ معنی مصدری میں شریک ہواور دونوں کا فاعل ایک ہو، جیسے: ''ضربتُ ضرباً'' میں ''ضرباً''،فعل مذکور کا ہم معنی ہےاور دونوں کا فاعل ایک یعنی ضمیر متکلم ہے۔

پھر فعل مذکور میں اس اعتبار سے تعمیم ہے کہ لفظاً مذکور ہو جیسے: ''ضربتُ ضرباً''، یا تقدیراً مذکور ہو، جیسے: ''فَضَرْبَ الرِّقَاب'' میں ''ضرب''،مفعول مطلق ہے مگر اس کا فعل مذکور نہیں مقدر ہے تقدیری عبارت ہے ''فاضرِبُوا ضَرْبَ الرّقاب''۔''فَعَلَ فاعِلُ فعلٍ مذکور'' سے مراد صدور نہیں بلکہ فعل مذکور کے فاعل کے ساتھ قائم ہونا مراد ہے پھر خواہ صادر عن الفاعل بھی ہو، جیسے: ''ضَرَبتُ ضَرْباً'' یا صادر نہ ہو، جیسے: ''مات موتاً''۔

''مِنْہُ'' کی ضمیر یا تو محدود کی طرف راجع ہے ''اَیْ مِنْ جِنْسِ الْمَنْصُوْبَاتِ'' اور یا حد کی طرف راجع ہے ''اَیْ مِنْ جِنْسِ مَااشْتَمَلَ عَلی عَلَمِ الْمَفْعُوْلِیَّۃِ''، کَمَامَرّسُوالُہٗ وَجَوَابُہٗ فِی الْمَرْفُوْعَاتِ۔

سوال: ۔مفعول مطلق کو دیگر مفاعیل پر کیوں مقدم کیا ہے؟

جواب: ۔مفعول مطلق منصوب ہے بغیر اسکے کہ مقید بالحرف ہو جبکہ دیگر مفاعیل کا نصب مقید بالحرف ہے، جیسے: تقدیر فی، تقدیر لام

اور تقدیر واو بمعنی مع، البتہ مفعول بہ کا نصب اگر چہ مقید بالحرف نہیں مگر اسمیں کی یہ ہے کہ کبھی مجرور ہوتا ہے، جیسے ﴿ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُوْرِھِمْ﴾، اور ''مررتُ بزیدٍ'' جبکہ اصل مفاعیل میں نصب ہے، اور مفعول مطلق ہمیشہ منصوب ہوتا ہے اسلئے مفعول مطلق اولیٰ بالتقدیم ہے۔ باقی مفعول مطلق کو مفعول مطلق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر مفعول بمعنی لغوی یعنی ''کردہ شدہ'' کا اطلاق صحیح ہے بخلاف دیگر مفاعیل کے کہ ان پر مفعول بمعنی لغوی یعنی ''کردہ شدہ'' کا اطلاق بغیر قید بہ، لہ اور فیہ وغیرہ کے صحیح نہیں۔

سوال:۔ تعریف میں لفظِ اسم کیوں بڑھا دیا ہے مقصود تو ''مَافَعَلَهُ فَاعِلُ فِعْلٍ مَذْكُوْرٍ'' سے حاصل ہو جاتا ہے؟

جواب:۔ اگر لفظِ اسم نہ بڑھاتے تو مفعول مطلق کے معنی کو تعریف شامل ہوتی کیونکہ ''**مافعله فاعل فعل مذکورٍ**'' معنی ہے جبکہ مفعول مطلق لفظ ہے معنی نہیں۔

قوله بمعناه ۔ ظاہر متبادر یہ ہے کہ ''بِمَعنَاہُ'' متعلق ہے ''کائنٌ'' کے ساتھ تو معنی ہوگا کہ فعل بمعنی مفعول مطلق ہو حالانکہ فعل کل اور مفعول مطلق جزء ہے اور کل بمعنی جزء نہیں ہوتا؟

جواب:۔ ''بِمَعْنَاهُ''، ''کائنٌ'' کے متعلق نہیں، بلکہ ''مُشْتَمِلٌ'' کے متعلق ہے تو معنی ہوگا کہ فعل مفعول مطلق کے معنی پر مشتمل ہو از قبیل اشتمال الکل علی الجزء لہذا اب اعتراض نہ ہوگا۔

سوال:۔ ''کَرِھتُ کَرَاھِتِیْ'' پر مفعول مطلق کی تعریف اپنی تمام شرائط کے ساتھ صادق ہے پھر بھی ''کَرَاھتی'' مفعول مطلق نہیں ہے، مفعول بہ ہے؟

جواب:۔ ''کَرَاھِتِیْ'' کے دو اعتبار ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ اس حیثیت سے کہ حدث قائم بالفاعل کا اسم ہے اور فعل مذکور اس سے مشتق ہے تو اس وقت یہ مفعول مطلق ہے۔/ **نمبر ۲**۔ اس اعتبار سے کہ اس پر فعل مذکور واقع ہے اس وقت یہ برے عمل کا نام ہے اس سے فعل مشتق نہیں، تو یہ مفعول بہ ہے مفعول مطلق نہیں، اور مثال مذکور میں حیثیت ثانی معتبر ہے اسلئے مفعول مطلق نہیں۔

(۲) مصنفؒ مفعول مطلق کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو تقسیم مفعول مطلق کو شروع فرمایا۔ مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ تاکیدی۔/ **نمبر ۲**۔ نوعی۔/ **نمبر ۳**۔ عددی۔ مفعول مطلق تاکیدی وہ ہے جس میں فعل مذکور سے مفہوم ہونے والا حدث سے زائد کوئی معنی نہ پایا جائے اور مفعول مطلق فعل سے مفہوم شدہ حدث کی تاکید کرے، جیسے: ''جَلَسْتُ جُلُوساً'' (بیٹھا میں خاص نوع کا بیٹھنا) میں ''جلوساً'' مفعول مطلق ہے جس میں فعل مذکور سے مفہوم ہونے والا حدث سے زائد معنی نہیں پایا جاتا ہے اور مفعول مطلق فعل سے مفہوم شدہ حدث کی تاکید کرتا ہے۔ اور مفعول مطلق نوعی وہ ہے جو حدث مذکور کی نوع پر دلالت کرے اور یہ دلالت کبھی خاص وزن کی وجہ سے ہوتی ہے، جیسے: ''جَلَسْتُ جِلْسَةً'' (بیٹھا میں ایک مرتبہ بیٹھنا)، اور کبھی اضافت کی وجہ سے ہوتی ہے، جیسے:: جَلَسْتُ جُلُوسَ الْقَارِی'' (بیٹھا میں قاری جیسا بیٹھنا) اور کبھی صفت کی وجہ سے ہوتی ہے، جیسے: ''جَلَسْتُ جُلُوساً طَوِیْلا'' (بیٹھا میں طویل بیٹھنا)۔ اور مفعول مطلق عددی وہ ہے جو حدث مذکور کے عدد پر دلالت کرے، جیسے: ''جَلَسْتُ جَلْسَةً''

(یعنی بیٹھا میں ایک مرتبہ بیٹھنا)۔اور یہ معنی اس لئے کہ ''فَعْلَۃٌ'' کا وزن عدد کیلئے آتا ہے۔

(۳)قولہ فالاول الخ یعنی مفعول مطلق تاکیدی تثنیہ وجمع نہیں ہوتا اسلئے کہ مفعول مطلق تاکیدی فعل مذکور سے فہم شدہ حدث کی ماہیت پر دلالت کرتا ہے جو فی نفسھا قابل تعدد نہیں اور تثنیہ وجمع تعدد کو مستلزم ہیں، لہذا تثنیہ وجمع اور مفعول مطلق تاکیدی میں منافات ہے۔البتہ مفعول مطلق نوعی وعددی تثنیہ وجمع ہو سکتے ہیں اسلئے کہ یہ دو ماہیت معرّیٰ عن تعدد پر دلالت نہیں کرتے، جیسے: ''جَلَسْتُ جِلْسَتَيْنِ وجَلْسَاتٍ''۔

درس نمبر ۹۱

(۱)وَقَدْيَكُوْنُ بِغَيْرِ لَفْظِهِ نَحْوُقَعَدْتُ جُلُوْساً،(۲)وَقَدْيُحذَفُ الفِعْلُ لِقِيامِ قَرِينَةٍجَوَازاًكَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدِمَ خَيْرَمَقْدَمٍ (۳)وَوُجُوْباًسِمَاعاًمِثْلُ سَقْياًوَرَعْياًوَخَيْبَةً وَجَدْعاًوَحَمْداًوَشُكْراًوَعَجَباً

ترجمہ:۔اور کبھی لفظِ فعل کے مغایر ہوتا ہے، جیسے: '' قعدتُ جُلُوساً''اور کبھی فعل حذف ہو جاتا ہے جوازاً قیامِ قرینہ کی وجہ سے، جیسے تیرا قول سفر سے واپس آنے والے کیلئے''خیرَ مقدمٍ''، اور کبھی وجوباً حذف ہو جاتا ہے اور یہ حذف سماعی ہے، جیسے ''سقْیاً،رَعْیاً، خَیْبَۃً،جَدعاً،حَمْداً،شُکْراً،عَجَباً''۔

(۱) مفعول مطلق کبھی اپنے فعل کا مغائر ہوتا ہے، پھر عام ہے کہ مغائرت صرف مادہ کے اعتبار سے ہو، جیسے:''قعدتُ جلوساً''، میں''قَعَدَ''اور''جَلَسَ'' کا معنی ایک ہے مگر دونوں کا مادہ الگ ہے۔یا مغائرت صرف باب کے اعتبار سے ہو، جیسے:''انبت اللہ نباتاً''، میں''انبت''مزید ہے اور''نباتاً''مجرد ہے۔''بغیر لفظہ''میں''غیر''بمعنی''مغایر''ہے بمعنی نفی نہیں لہذا معنی یہ ہوگا کہ مفعول مطلق کبھی فعل کے لفظاً مغایر ہوتا ہے اور یہ معنی صحیح ہے۔

سیبویہ مفعول مطلق بغیر لفظ الفعل کے قائل نہیں مذکورہ بالا مثالوں میں وہ عامل مقدر مانتے ہیں تقدیری عبارت اس طرح ہے''قَعَدْتُ وجَلَسْتُ جُلُوساً''،''اَنْبَتَهُ اللّٰهُ فَنَبَتَ نَبَاتاً''۔مصنفؒ نے سیبویہ کا مذہب اس لئے اختیار نہیں کہ سیبویہ کا مذہب غیر مستحسن ہے کیونکہ مذہب سیبویہ منقوض ہے بقولہ تعالیٰ ﴿ لايَضُرُّونَه شيأً ﴾ کہ''شیأً''،مفعول مطلق ہے اور اس کیلئے فعل من جنسہ نہ ملفوظ ہے اور نہ مقدر کیونکہ اس کی جنس سے فعل موجود نہیں۔

مگر سیبویہ مذکورہ آیت کریمہ میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ''شیأ''بمعنی''قَلِيلًا''،صفت ہے مفعول مطلق مقدر کی، تقدیری عبارت اس طرح ہے''لايَضُرُّونه ضَرّاًشيأًاىْ قَلِيلًا''۔لیکن''حَلَفْتُ يَمِيناً''کا سیبویہ کے پاس کوئی جواب نہیں۔

(۲)**قولہ وقد یحذف الفعل الخ** کبھی مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قرینہ حالیہ یا مقالیہ کی وجہ سے جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اس شخص کو جو سفر سے آئے''خیر مقدمٍ''کہا جائے، جو اصل میں''قدمتَ قدوماً خیر مقدمٍ''ہے پھر''قدمت''کو حذف کیا جس پر قرینہ آنے والے کا حال ہے، پھر''قدوماً''کو بھی حذف کر دیا، اور اس کی صفت''خیر مقدمٍ''کو اس

کے قائم مقام بنادیا۔ مصنفؒ نے ''قَدْ یُحْذَفُ'' سے اشارہ کیا کہ حذفِ فعل قلیل ہے کیونکہ مضارع پر داخل ''قد'' مفیدِ تقلیل ہوتا ہے۔

سوال:۔ بحث مفعول مطلق کی ہو رہی ہے تو حذفِ فعل سے بحث کرنا خروج عن المبحث ہے؟

جواب:۔ فعل مفعول مطلق کا عامل ہے اسلئے متعلقات مفعول مطلق میں سے ہے اور کسی شئی کے متعلقات سے بحث کرنا اسی شئی کی بحث شمار ہوتی ہے۔

سوال:۔ ''خیرَ'' کو مفعول مطلق کہنا صحیح نہیں کیونکہ ''خیرَ'' اسم تفضیل ہے اور مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے؟

جواب:۔ ''خیرَ'' کو مفعول مطلق باعتبار موصوف مقدر کے کہا گیا ہے اصل میں مفعول مطلق ''قُدُوْماً'' مقدر ہے ''خیرَ'' اس کی صفت ہے۔

(۳) **قولہ ووجوباً سماعاً الخ** یعنی کبھی مفعول مطلق کا فعل ناصب وجوباً حذف ہوتا ہے، اور یہ حذف کبھی سماعی ہوتا ہے اور کبھی قیاسی، سماعی، جیسے: ''**سَقْیاً اَیْ سَقَاکَ اللّٰہُ سَقْیاً، ورَعْیاً اَیْ رَعَاکَ اللّٰہُ رَعْیاً، وخَیْبَۃً اَیْ خَابَ الرَّجُلُ خَیْبَۃً، وجَدْعاً اَیْ جَدَعَ جَدْعاً، وحَمْداً اَیْ حَمِدْتُ حَمْداً، وشُکْراً اَیْ شَکَرْتُ شُکْراً، وعَجَباً اَیْ عَجِبْتُ عَجَباً**''، ان مثالوں میں حذف فعل اسلئے واجب ہے کہ عربوں سے انکے افعال کا ذکر مسموع نہیں۔

سوال:۔ ''حَمِدْتُ اللّٰہَ حَمْداً، وشَکَرْتُہُ شُکْراً''، میں تو فعل ذکر ہے؟

جواب:۔ ذکرِ فعل غیر فصیح ہے۔ یا حذفِ فعل اس وقت واجب ہے جبکہ مفعول مطلق کا صلہ لام ہو، جیسے: '' **حَمْداً لَہٗ، شُکْراً لَہٗ**''۔ البتہ مصنفؒ نے برائے اختصار لام کو حذف کیا ہے۔

فائدہ:۔ شیخ رضیؒ کہتے ہیں کہ جو بھی مصدر فاعل یا مفعول کی طرف منسوب ہو بواسطہ حرفِ جر لفظاً یا تقدیراً اور اس مصدر سے بیانِ نوع مقصود نہ ہو تو اس مصدر کا عامل حذف کرنا واجب ہے خواہ مذکورہ بالا مصادر ہوں یا انکے غیر ہوں، وجہ یہ ہے کہ جار مجرور اس مصدر کے ساتھ متعلق ہے تو یہ مصدر عمل میں فعل کے قائم مقام ہے لہذا قرینہ اور قائم مقام کی وجہ سے حذفِ فعل واجب ہے، قرینہ نصب معمول ہے اور قائم مقام مصدر بمعونتِ حرف الجار ہے۔

سوال:۔ پھر تو ان مصادر کے فعل کا حذف کرنا قیاسی ہے تو مصنفؒ نے انکو سماعی کیوں کہا ہے؟

جواب:۔ اس قاعدے کا واضع شیخ رضیؒ ہے، اور مصنفؒ ان سے پہلے گذرے ہیں، تو یہ مثالیں مصنفؒ کے زمانے میں سماعی کی مثالیں شمار ہوتی تھیں اور شارح رضی کے زمانے میں قیاسی کی مثالیں شمار ہونے لگیں۔

☆ ☆ ☆

درس نمبر ۹۲

(۱) وَقِيَاساً فِي مَوَاضِعَ، (۲) مِنْهَا مَاوَقَعَ مُثْبِتاً بَعْدَ نَفْيٍ اَوْمَعْنَى نَفْيٍ دَاخِلٍ عَلَى اِسْمٍ لَا يَكُوْنُ خَبَراً عَنْهُ، (۳) اَوْوَقَعَ مُكَرَّراً نَحْوُمَااَنْتَ اِلَّاسَيْراً، وَمَااَنْتَ اِلَّاسَيْرَالْبَرِيْدِ، وَاِنَّمَااَنْتَ سَيْراً، وَزَيْدٌ سَيْراً سَيْراً، (۴) وَمِنْهَا مَاوَقَعَ تَفْصِيْلًا لِاَثَرِ مَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ مِثْل فَشُدُّوْا الْوَثَاقَ فَاِمَّامَنّاًبَعْدُوَاِمَّافِدَاءً

ترجمہ:۔اور (چند مقامات میں فعلِ مفعول مطلق) قیاساً حذف کیا جاتا ہے، ان میں سے ایک وہ مقام ہے جہاں مفعول مطلق مثبت واقع ہو نفی یا معنیٰ نفی کے بعد اور یہ نفی یا معنیٰ نفی داخل ہو ایسے اسم پر جو اسکی خبر واقع نہ ہو، یا مکرر واقع ہو، جیسے: ''مَااَنْتَ اِلَّاسَيْراً''، اور ''مَااَنْتَ اِلَّاسَيْرَالْبَرِيْدِ''، اور ''اِنَّمَااَنْتَ سَيْراً'' اور ''زَيْدٌ سَيْراً سَيْراً''، اور ان میں ایک جگہ وہ ہے کہ مفعول مطلق جملہ متقدمہ کے مضمون کے فائدے کی تفصیل واقع ہو جیسے ﴿فَشُدُّوْا الْوَثَاقَ فَاِمَّامَنّاًبَعْدُوَاِمَّافِدَاءً﴾۔

(۱) چند مقامات ایسے ہیں جہاں مفعول مطلق کا فعل ناصب قیاساً حذف کرنا واجب ہے۔ حذفِ قیاسی وہ ہے جو مندرج تحت القاعدہ ہو اور اس پر دیگر اَمثلہ کو قیاس کرنا درست ہو اور انکا انضباط بالسماع ممکن نہ ہو۔ مصنفؒ نے ایسے سات مواقع کو ذکر فرمایا ہے جہاں فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے، اور ''مواضع'' صیغہ جمع کثرت سے اشارہ کیا ہے کہ حذفِ فعل قیاساً ان سات میں منحصر نہیں بلکہ یہ سات ان میں سے مشہور ہیں۔

(۲) ان مقامات میں سے یہ پہلا موقع یہ ہے کہ مفعول مطلق نفی یا معنیٰ نفی کے بعد مثبت واقع ہو اور یہ نفی یا معنیٰ نفی ایسے اسم پر داخل ہوں کہ وہ اسم مبتدا اور مفعول مطلق اس سے خبر نہ بن سکے، جیسے: ''مَااَنْتَ اِلَّاسَيْراً'' (نہیں ہے تو مگر چلتا ہے چلنا)، میں ''سیراً'' مفعول مطلق ہے ایسے منفی اسم (یعنی انت) کے بعد واقع ہے جس سے ''سَيْراً'' خبر نہیں بن سکتا کیونکہ ''سَيْراً'' کا حمل ''انت'' پر صحیح نہیں، بایں وجہ کہ صرف وصف کا حمل ذات پر آئیگا، لہذا فعل ناصب کا حذف کرنا قرینہ اور قائم مقام کی وجہ سے واجب ہے۔ قرینہ ''سَيْراً'' کا نصب ہے اور قائم مقام معمول کا بمعونت الاعامل کے مقام میں قائم ہونا ہے، تقدیری عبارت اس طرح ہے ''مَااَنْتَ اِلَّاتَسِيْرُسَيْراً''۔ اسی طرح ''مَااَنْتَ اِلَّاسَيْرَالْبَرِيْد'' (نہیں ہے تو مگر یہ کہ چلتا ہے قاصد کی طرح چلنا) بھی ہے۔ **قولہ** اِنَّمَااَنْتَ سَيْراً (سوا اس کے نہیں کہ تو چلتا ہے چلنا)، یہ مفعول مطلق واقع بعد از معنیٰ نفی کی مثال ہے۔

سوال:۔لفظ ''ما'' یا تو مفعول مطلق سے عبارت ہے یا مواضع سے۔ دونوں صحیح نہیں اول اس لئے صحیح نہیں کہ اس وقت معنیٰ ہوگا ''ان مواضع میں سے ایک مفعول مطلق ہے'' حالانکہ مفعول مطلق موضع نہیں۔ اور ثانی اسلئے صحیح نہیں کہ موصول کا صلہ ایسے عائد سے خالی ہو جائیگا جو موصول کی طرف راجع ہو کیونکہ ''وَقَعَ'' کی ضمیر مفعول مطلق کی طرف راجع ہے موضع کی طرف نہیں جبکہ عائد کا ہونا ضروری ہے؟

جواب:۔''ما'' مفعول مطلق سے عبارت ہے اور عبارت میں مضاف مقدر ہے ''ای منها موضع ماوقع الخ'' یعنی ان مواضع میں سے ایک اس مفعول مطلق کی جگہ ہے الخ

(۳)قولہ او وقع مکرراً الخ یہ دوسرا موقع ہے جہاں مفعول مطلق کا فعل ناصب حذف کرنا واجب ہے وہ یہ کہ مفعول مطلق کسی اسم کی خبر کی جگہ میں مکرر واقع ہو مگر خبر نہ بن سکے تو فعل ناصب کا حذف کرنا واجب ہے، جیسے ''زیدٌ سیراً سیراً'' ای زیدٌ یسیر سیراً'' (زید چلتا ہے چلنا)۔

سوال:۔ ممثل لہ کی وضاحت کے لئے ایک مثال کافی ہوتی ہے مصنفؒ نے دو کیوں ذکر کی ہیں؟

جواب:۔ مثالِ اول مفعول مطلق نکرہ مفرد کی ہے اور ثانی مفعول مطلق معرفہ مضاف کی ہے۔

سوال:۔ ''ما انت الا تَسِیرُ سَیْرَ البرید'' میں ''سَیْرَ''، ''تسیرُ'' کے فاعل کا فعل نہیں بلکہ برید کا فعل ہے لہذا ''سَیْرَ'' مفعول مطلق نہیں کیونکہ مفعول مطلق تو وہ ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو؟

جواب:۔ مجازاً مفعول مطلق ہے، اس اعتبار سے کہ یہ مفعول مطلق مقدر کی صفت کا مضاف الیہ ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''ما انتَ الا تَسِیرُ سَیراً مثلَ سَیْرِ البرید''۔

(٤)قولہ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ تَفْصِيلًا الخ یہ تیسرا موقع ہے جہاں مفعول مطلق کا فعل ناصب حذف کرنا واجب ہے وہ یہ کہ مفعول مطلق مضمون جملہ متقدمہ کی غرض اور فائدہ کا بیان واقع ہو، جیسے قولہ تعالیٰ ﴿فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾ تو ''فَشُدُّوا الْوَثَاقَ'' جملہ ہے بمعنی مضبوط باندھ لو اور ''شَدُّ الْوَثَاقِ'' مضمون جملہ ہے اور اثر جملہ یعنی غرض یہ ہے ''کہ مضبوط باندھنے کے بعد کافروں پر احسان کرلو یا ان سے فدیہ لو'' اور اس غرض کے بیان کیلئے مفعول مطلق ''فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً'' لایا۔ تو اس مفعول مطلق کا ناصب وجوباً محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا تَمُنُّونَ مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا تَفْدُونَ فِدَاءً''۔ حذفِ فعل پر قرینہ نصبِ معمول ہے اور سد مسد معمول کا (بمعونت جملہ متقدمہ جو عامل کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے) عامل کے مقام میں قائم ہونا ہے۔ اس جیسی ترکیب سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں فاعل مخاطب سے فعل بصیغہ امر طلب کیا گیا ہو پھر امر کا فائدہ بصورتِ مصدر علی سبیل التردید ذکر کیا ہو جیسے: ''کُلِ الطَّعَامَ فإمّا نَوْماً بَعْدُ وَإمّا کَسْباً''۔ تفصیل بمعنی بیان انواع محتملہ اور اثر بمعنی غرض مطلوبہ از مضمونِ جملہ اور مضمونِ جملہ سے مراد جملہ سے مفہوم شدہ مصدر جو فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو۔

سوال:۔ ﴿إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا﴾ میں مفعول مطلق مکرر واقع ہے مگر فعل ناصب حذف نہیں؟

جواب:۔ ایک شرط اور بھی ہے وہ یہ کہ مفعول مطلق اسم کے بعد خبر کے موضع میں واقع ہو اور خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھے مثال مذکور میں مفعول مطلق مکرر بعد الاسم یعنی ''الارض'' واقع ہے مگر ''الارض'' سے مفعول مطلق خبر کے موضع میں نہیں کیونکہ ''الارض''، ''دُكَّتْ'' کیلئے نائب فاعل ہے مبتدأ نہیں کہ خبر کا تقاضا کرے۔

درس نمبر ۹۳

(۱)وَمِنْهَامَاوَقَعَ لِلتَّشْبِيهِ عِلَاجًابَعْدَ جُمْلَةٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلَى اِسْمٍ بِمَعْنَاهُ وَصَاحِبِهِ نَحْوُمَرَرْتُ به فَإِذَالَهُ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ،وَصُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلٰى،(۲)وَمِنْهَامَاوَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَامُحْتَمِلَ لَهَاغَيْرُهُ نَحْوُلَهُ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافاً،وَيُسَمّٰى تَاكِيْداًلِنَفْسِهِ،(۳)وَمِنْهَامَاوَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَهَامُحْتَمِلٌ غَيْرُهُ نَحْوُزَيْدٌقَائِمٌ حَقّاً،وَيُسَمّٰى تَاكِيْداًلِغَيْرِهٖ،(٤)وَمِنْهَامَاوَقَعَ مَثْنىً مِثْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ

ترجمہ:۔اوران مواضع میں سے اس مفعول مطلق کا موضع ہے جوتشبیہ کے لئے افعال جوارح سے ایسے جملہ کے بعد جو مشتمل ہواس کے ہم معنی اسم پراوراس اسم کےصاحب پر''مَرَرْتُ به فَاِذَالَهُ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ''اور''مَرَرْتُ به فَاِذَالَهُ صُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلٰى''،اوران مواضع میں سے ایک اس مفعول مطلق کا موضع ہے جوایسے جملہ کا مضمون ہوجو جملہ اسکے غیر کا احتمال نہ رکھتا ہو،جیسے:''لَهُ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافاً''اسکوتاکیدلنفسہ کہتے ہیں،اوران مواضع میں سے ایک اس مفعول مطلق کا موضع ہے جوایسے جملہ کا مضمون واقع ہوجس میں اسکے غیر کا احتمال ہو،جیسے:''زیدٌقائمٌ حقاً''اسکوتاکیدلغیرہ کہتے ہیں،اوران مواضع میں سے ایک اس مفعول مطلق کا موضع ہے جومفعول مطلق مثنّٰی واقع ہو،جیسے:''لبّیک وسعدَیک''۔

(۱)چوتھا موقع جہاں مفعول مطلق کافعل ناصب حذف کرنا واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق مشبہ بہ واقع ہواورایسے فعل پر دال ہوجوافعالِ جوارح سے ہو(یعنی آلاتِ بدنی کا محتاج ہوافعالِ قلوب سے نہ ہو)،نیزایسے جملہ کے بعد واقع ہوجو جملہ ایسے اسم پر مشتمل ہوجومفعول مطلق کا ہم معنی ہواوراس اسم کے فاعل پر بھی مشتمل ہو،جیسے:''مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَالَه صَوْتٌ صَوتَ حِمَارٍ''، صوتِ ثانی مفعول مطلق ہےاورمشبہ بہ ہے''یَصُوتُ''مقدرسے مفعول مطلق واقع ہےافعالِ قلوب سے نہیں بعداز جملہ(یعنی لـه صوتٌ) واقع ہےاوریہ جملہ ایک ایسے اسم پرمشتمل ہے جومفعول مطلق کا ہم معنی ہے یعنی''صوتٌ''اورصاحبِ اسم پربھی مشتمل ہے یعنی''لـه''کی ضمیر پر۔پس حذفِ فعل واجب ہے جس پرقرینہ نصب معمول ہےاورسد مسد یہاں پرمفعول مطلق ہے۔پس اگرفعل کوذکرکیا جائے تو عوض ومعوض عنہ کا اجتماع لازم آتا ہے لہٰذاحذفِ فعل واجب ہے۔اسی طرح''مررتُ به فاذا له صُرَاخٌ صُرَاخَ الثكلٰى''بھی ہے ۔پہلی مثال مفعول مطلق مضاف الی النکرۃ غیرذی عقل کی ہےاورثانی مضاف الی المعرفہ ذی عقل کی ہے۔

''عِـلاجـاً''حال واقع ہے''وَقَعَ''کی ضمیرسے جومفعول مطلق کی طرف راجع ہے،اورعلاج سے مرادوہ فعل ہے جواعضاء ظاہری کے تحرک پرموقوف ہوجیسے ضرب،شتم وغیرہ انکوافعال جوارح کہتے ہیں،اورجوافعال اعضاءظاہری کے تحرک پرموقوف نہ ہوں انکو افعال قلوب کہتے ہیں جیسے محبت،عداوت اورارادہ وغیرہ۔

(۲)قوله ومنهاماوقع مضمون الخ پانچواں موقع جہاں مفعول مطلق کافعل ناصب حذف کرناواجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون یعنی خلاصہ واقع ہوجس جملہ میں مفعول مطلق کے معنی کے سوادوسرے معنی کا احتمال نہ ہو،جیسے:''لـه علیّ الف

درھم اِعْتِرَافاً اَیْ اِعْتَرَفْتُ اِعْتِرَافاً'' مثال مذکور میں ''**لَہٗ عَلَیَّ اَلْفُ دِرْھَمٍ**'' جملہ ہے اور اسکا مضمون وخلاصہ ہزار درہم کا اقرار ہے اور اقرار کے سوا کسی اور معنی کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ جملہ میں لفظِ ''**علی**'' لزوم مقر بہ علی النفس کیلئے ہے پس یہ انکار کا احتمال نہیں رکھتا۔ اور ''**اعترافاً**''، مفعول مطلق ہے مذکورہ جملہ کا مضمون واقع ہوا ہے۔ حذف فعل پر قرینہ نصب معمول ہے اور سد مسد مفعول مطلق ہے بمعونتِ جملہ متقدمہ جو عامل محذوف کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ مفعول مطلق کی اس قسم کو تاکید لنفسہ کہتے ہیں کیونکہ مفعول مطلق اس صورت میں اپنی ذات ہی کی تاکید کرتا ہے نہ کہ اَمرِ آخر کی۔

سوال:۔ اعتراف مضمون جملہ نہیں کیونکہ مضمونِ جملہ تو جملہ سے مفہوم شدہ مصدر کو فاعل یا مفعول کی طرف مضاف کرنے کو کہتے ہیں تو مذکورہ جملے کا مضمون ''وجوبِ اَلف یا ثبوتِ الف'' بنے گا اعتراف مذکورہ جملے کا مضمون نہیں؟

جواب:۔ مضمون سے یہاں معنی لغوی یعنی مفہوم مراد ہے اور ظاہر ہے کہ مذکورہ جملے سے اعتراف ہی مفہوم ہوتا ہے۔

سوال:۔ ''**لہ علیّ الف درھم**'' جملہ خبریہ ہے جس میں صدق وکذب کا احتمال ہوتا ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ اسمیں غیر کا احتمال نہیں؟

جواب:۔ عدمِ احتمال غیر باعتبار شرع کے ہے کہ مقِر پر لزومِ الف کے سوا کوئی اور احتمال شرعاً نہیں۔

(۳) قولہ ومنھا ماوقع مضمون جملۃ الخ چھٹا موقع جہاں مفعول مطلق کا فعل ناصب حذف کرنا واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسے جملہ کا خلاصہ واقع ہو جس میں مفعول مطلق کے سوا دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو، جیسے: ''**زیدٌ قائمٌ حقّاً اَیْ حَقَّ حَقّاً**''، بمعنی ''**ثبتَ ثبوتاً**''، ''**حقّاً**'' مفعول مطلق ہے ماقبل جملہ کا خلاصہ ہے مگر ماقبل جملہ میں ''**حقّاً**'' کے علاوہ بھی احتمال ہے کیونکہ ''**زیدٌ قائمٌ**'' جملہ خبریہ ہے جس میں صدق وکذب اور حق وباطل دونوں کا احتمال ہے۔ اور حذفِ ناصب کا قرینہ نصب معمول ہے اور سد مسد مفعول مطلق ہے بمعونتِ جملہ متقدمہ، جو عامل محذوف کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ اس قسم کو تاکید لغیرہ کہتے ہیں۔

سوال:۔ تاکید لغیرہ محال ہے کیونکہ تاکید ایک لفظ مکرر ذکر کرنے کو کہتے ہیں جس میں ثانی اول کی تاکید ہوتا ہے اور اگر ثانی اول کا مغایر ہو تو ثانی اول کیلئے تاکید نہیں بن سکتا پھر تاکید لغیرہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ عبارت مقدر ہے ''**ای تاکیدٌ لِنَفْسِہٖ لِاَجْلِ دَفْعِ غَیْرِہٖ**'' یعنی حقیقت میں دونوں قسمیں تاکید لنفسہ ہیں، پھر دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے اول صرف مؤکّد لنفسہ ہے ثانی لِدفعِ غیرہ بھی ہے اس لئے ثانی کو ''**تاکید لغیرہ**'' کہتے ہیں۔

(۴) قولہ ومنھا ماوقع مثنّٰی الخ ساتواں موقع جہاں مفعول مطلق کا فعل ناصب حذف کرنا واجب ہے یہ ہے کہ مفعول مطلق بصورت تثنیہ تکریر (یعنی بار بار) اور تکثیر کیلئے واقع ہو، جیسے: ''**لبیک ای اُلِبَّ لَکَ اِلبابَین ای اُقِیْمُ بِخِدْمَتِکَ اِقَامَۃً طَوِیْلَۃً کَثِیْرَۃً**''، ''**اُلِبُ**'' فعل کو قرینہ اور سد مسد کی وجہ سے حذف کیا، لام جارہ کو اختصاراً حذف کیا اور کاف کو مضاف یعنی ''**اِلْبَابَیْنِ**'' کے آخر میں لگا دیا اور ''**اِلْبَابَیْنِ**'' کا نون بوجہ اضافت حذف کیا اور اسکو مزید سے ثلاثی مجرد کی طرف ردّ کر کے زوائد مزید کو حذف کیا اور باء کو باء میں ادغام کیا تو ''**لبّیک**'' ہوا۔ اسی طرح ''**سَعْدَیْک**'' بھی ہے ''**ای اُسعدکَ اسعادین ای اُعِیْنُکَ اِعانۃً کثیرۃ**''۔

''لَبَّیکَ'' اگرچہ حقیقتاً تثنیہ نہیں مگر بصورتِ تثنیہ ہے۔

سوال:۔ ﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ﴾ میں ''کرّتین''، ''اِرْجِع'' کا مفعول مطلق مِن غیر لفظہ ہے اور بصورتِ تثنیہ بھی ہے مگر اسکا ناصب محذوف نہیں؟

جواب:۔ قاعدہ میں اضافت مراد ہے یعنی مفعول مطلق فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو مثال مذکور میں اضافت نہیں۔ شارح ہندیؒ کہتے ہیں کہ مصنفؒ نے مثال پر اکتفاء کرتے ہوئے قیدِ اضافت ذکر نہیں کی۔ مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ تکمیل ممثل کے بعد توضیح ممثل کیلئے مثال لائی جاتی ہے جبکہ یہاں تو ممثل لہ کو مثال سے مکمل کیا جارہا ہے اور یہ تکلف ہے۔ شارح ہندیؒ کہتے ہیں کہ اسماء ستہ مکبرہ میں مصنفؒ نے مثالوں پر اکتفاء کیا ہے جب وہاں تکلف نہیں تو یہاں بھی نہیں۔ مگر شارح ہندیؒ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ مثال دو قسم پر ہے۔ /**نمبر ۱**۔ جو بطورِ مثال ذکر ہو یعنی لفظ مثل یا نحو یا کاف کا مدخول ہو۔ /**نمبر ۲**۔ جو بطورِ مثال ذکر نہ ہو یعنی ان الفاظ کا مدخول نہ ہو۔ اوّل کو مکمّلِ قاعدہ میں سے شمار کرنے میں تکلف ہے ثانی میں نہیں۔ اور یہاں مثال از قبیل اوّل ہے اور اسماء ستہ مکبرہ میں از قبیل ثانی ہے۔

درس نمبر ۹۴

(۱) اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ هُوَ مَاوَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ نَحْوُضَرَبْتُ زَيْداً، (۲) وَقَدْيَتَقَدَّمُ عَلَى الْفِعْلِ نَحْوُزَيْداً ضَرَبْتُ، (۳) وَقَدْيُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازاً كَقَوْلِكَ زَيْداً لِمَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ، (٤) وَوُجُوْباً فِي اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ، اَلْاَوَّلُ سِمَاعِيٌّ نَحْوُ اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ، وَانْتَهُوْا خَيْراً لَّكُمْ وَاَهْلاً وَسَهْلاً

ترجمہ:۔ مفعول بہ وہ اس شی کا اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو، جیسے: ''ضَرَبْتُ زیداً''، اور کبھی مفعول بہ فعل پر مقدم ہوتا ہے، جیسے: ''زیداً ضَرَبْتُ''، اور کبھی مفعول بہ فعل پر مقدم ہوتا ہے، جیسے: ''زیداً ضربتُ''، اور کبھی فعل کو جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے بوقت وجود قرینہ، جیسے تیرا قول ''زیداً'' اسکے جواب میں جس نے کہا ''مَنْ اَضْرِبُ''، اور چار موقعوں میں فعل کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے، اول سماعی ہے، جیسے: ''اِمرأً وَنفسَهٗ'' ﴿وَانْتَهُوْا خَيْراً لَّكُمْ﴾ اور ''اَهْلاً وَسَهْلاً''۔

(۱) مصنفؒ بحثِ مفعول مطلق سے فارغ ہوگئے تو بحثِ مفعول بہ کو شروع فرمایا۔ فرماتے ہیں: مفعول بہ ہر وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو، جیسے: ''ضربتُ زیداً'' میں ''زیداً'' پر فاعل کا فعل یعنی ضرب واقع ہے لہذا ''زیداً'' مفعول بہ ہے۔

سوال:۔ مفعول بہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ ''ضَرَبْتُ زیداً'' میں لفظ ''زیداً'' پر ''ضَرب'' واقع نہیں بلکہ لفظِ زید کے مدلول پر واقع ہے تو تعریف لفظ ''زیداً'' پر صادق نہ ہوئی حالانکہ لفظ ''زیداً'' مفعول بہ ہے۔ نیز تعریف مانع عن دخول غیر بھی نہیں کیونکہ مدلولِ ''زیداً'' اس میں داخل ہوا حالانکہ مدلولِ ''زیداً'' مفعول بہ نہیں کیونکہ مفعول بہ لفظ کے قبیلہ سے ہے اور مدلولِ ''زیداً'' لفظ نہیں؟

جواب:۔ عبارت مقدر ہے ''اَیْ اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ هُوَ اسْمُ مَاوَقَعَ عَلَيْهِ الخ'' تو لفظِ اسم بڑھانے کے بعد تعریف جامع ہوگئی کیونکہ ''زیداً'' اس مدلول کا اسم ہے جس پر ضرب واقع ہے۔ اور تعریف مانع بھی ہوگئی کیونکہ مدلول پر صادق نہیں۔ باقی لفظ اسم کو مفعول مطلق کی

تعریف میں ظاہر کیا ہے یہاں اسی پر اکتفاء کیا ہے۔

(۲) مصنفؒ تعریف وتقسیم مفعول بہ سے فارغ ہو گئے تو احکام مفعول بہ کو شروع فرمایا۔ فرماتے ہیں: کبھی مفعول بہ اپنے عامل یعنی فعل پر جوازاً مقدم ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو کیونکہ فعل عامل قوی ہے خواہ اس کا معمول مقدم ہو یا مؤخر ہو ہر دو میں عمل کرسکتا ہے، جیسے: ''زیداً ضربتُ'' میں ''زیداً'' مفعول بہ اپنے عامل سے مقدم ہے۔ اور کبھی مفعول بہ اپنے عامل سے وجوباً مقدم ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جس وقت کہ مفعول بہ شرط یا استفہام کے معنی کو متضمن ہو، جیسے: ''مَن تکرم یکرمک'' اور ''مَن رأیت'' میں ''مَن'' مفعول بہ ہے اور وجوباً مقدم ہے۔

(۳) کبھی فعل کو بوقتِ وجودِ قرینہ جوازاً حذف کردیا جاتا ہے۔ اور قرینہ عام ہے خواہ مقالیہ ہو یا حالیہ۔ مقالیہ کی مثال جیسے کوئی کہے ''مَنْ اَضْرِبُ''؟ آپ جواب میں کہیں ''زیداً ای اِضْرِبْ زیداً'' تو ''اِضْرِبْ'' محذوف پر قرینہ مقالیہ سائل کا سوال ہے کیونکہ السمذکور فی السوال کالمعاد فی الجواب ہے تاکہ جواب سوال کے موافق ہو۔ اور قرینہ حالیہ کی مثال جیسے کوئی مکہ مکرمہ جارہا ہو آپ ان سے کہیں ''مَکَّۃَ ای اَتُرِیْدُ مَکَّۃَ''؟ فعل محذوف ''اَتُرِیْدُ'' پر قرینہ مخاطب کا حال یعنی توجہ الی الکعبہ ہے۔

(٤) قولہ، ووجوباً فی اربعۃ الخ مفعول بہ کا عامل چار مواضع میں وجوباً حذف ہوتا ہے۔ یعنی ان چار میں سے اول سماعی ہے جس کے لئے کوئی قاعدہ اور قانون نہیں ہوتا بلکہ عربوں سے سماع پر موقوف ہو، جیسے: ''امرأ ونفسہ ای اُتْرُکْ امرأ ونفسہ''، یہ حذف سماعی کی پہلی مثال ہے دوسری مثال ''انتھوا خَیْراً لَکُم'' ای انتھوا عن التثلیث واقصدوا خیراً لکم'' تو ''خیراً لکم'' کا عامل ''اقصدوا'' سماعاً محذوف ہے۔ اور ''واھلاً وسھلاً''۔ وجوبِ حذف سماعی کی تیسری مثال ہے ''ای اَتَیْتَ اَھلاً لااَجانِبَ ووَطِئْتَ سھلاً مِنَ البلادِ لاحزَناً'' یہ الفاظ مہمان کو میزبان تطییب نفس کیلئے کہتا ہے۔ ان مثالوں میں حذف فعل عربوں سے مسموع ہے اسلئے یہ حذفِ فعل سماعی کی مثالیں ہیں۔

سوال:۔ مصنفؒ نے فعل محذوف وجوباً کے مواقع کو چار میں منحصر کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ حذفِ وجوبی کے مواضع اور بھی ہیں جیسے حذف فعل برائے مدح کی صورت میں، مثلاً ''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الْحَمِیْدَ ای اَعْنِی الْحَمِیْدَ'' اور حذفِ فعل برائے ذم کی صورت میں، مثلاً ''اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمَ اَیْ اَعْنِی الرَّجِیْمَ'' اور حذفِ فعل برائے ترحم کی صورت میں، مثلاً ''مَرَرْتُ بِزَیْدِ الْمِسْکِیْنَ اَیْ اَعْنِی الْمِسْکِیْنَ'' اور حذف فعل برائے اِغراء کی صورت میں، مثلاً ''اَخَاکَ اَخَاکَ ای اُنْصُرْ اَخَاکَ، یا، اَلْزِمْ اَخَاکَ''، تو ان تمام صورتوں میں حذف فعل واجب ہے لہذا چار میں انحصار صحیح نہیں؟

جواب:۔ ان چار کے مباحث کثیر ہیں اسلئے صرف ان کا ذکر کیا ہے حصر مقصود نہیں۔

سوال:۔ ''نفسہ''، ''امرأ'' پر معطوف ہے اور یا ''امرأ'' کی تاکید ہے مگر دونوں صحیح نہیں اول اسلئے صحیح نہیں کہ عطف الشئی علی نفسہ لازم آتا ہے کیونکہ ''امرأ'' اور ''نفسہ'' دونوں سے ایک ہی ذات مراد ہے۔ اور ثانی اسلئے صحیح نہیں کہ مؤکَّد اور مؤکِّد کے درمیان حرف

عطف کے ساتھ فصل لازم آتا ہے؟

جواب:۔معطوف ہے۔باقی ''امرأ''اور''نفسه''میں مغایرت ثابت ہے کیونکہ ''امرأ'' سے شخص مراد ہے اور''نفسه'' سے مال مراد ہے لہذا عطف الشئ علی نفسہ لازم نہیں آتا۔مال کو نفس اسلئے کہا کہ مال نفس کا محافظ ہے۔اور یا تاکید ہے اور تاکید و مؤکّد میں فصل بحرف العطف جائز ہے، کمافی قوله تعالیٰ﴿كلاّ سَيَعْلَمُونَ ثُمّ كلاّ سَيَعْلَمُونَ﴾۔

سوال:۔''انتهوا خيرَ الّكم''حذفِ فعل کی مثال نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں فعل یعنی''اِنتھوا''مذکور ہے اور''خَيراً''اسکا مفعول بہ ہے؟

جواب:۔''اِنتھوا''عامل نہیں''خَيـراً''کا، ورنہ معنی فاسد ہو جائے گا اسلئے کہ اس وقت معنی ہوگا''بچاؤ خود کو خیر سے''حالانکہ اللہ تعالیٰ بندوں کو خیر سے نہیں روکتا لہذا''اِنتَھــوا''،''خَيـراً''کا عامل نہیں بلکہ''خيـــراً''کا عامل محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے''اِنتَهُوْا عَنِ التَّثْلِيْثِ وَاقْصِدُوْا خَيراً لَّكُمْ اَیِ التَّوحِيْد''۔

درس نمبر ۹۵

(۱)وَالثّانِي الْمُنَادىٰ وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ اِقْبَالُهُ بِحَرْفٍ نَائِبٍ مَنَابَ اَدْعُو لَفْظاً اَوْ تَقْدِيْراً

ترجمه:۔اور دوسرا منادی ہے،اور منادی اس شئ کا اسم ہے کہ طلب کیا جائے اسکے توجہ کو ایسے حرف سے جو ادعوا کے قائم مقام ہو لفظاً ہو یا تقدیراً۔

(۱) مصنفؒ مفعول بہ کے عامل کے حذف سماعی کی تفصیل سے فارغ ہوگئے تو حذف قیاسی کے بیان کو شروع فرمایا۔تین موقعوں پر مفعول بہ کا عامل قیاساً حذف ہوتا ہے،ان میں سے ایک منادیٰ ہے۔لغۃً نداء آواز کو کہتے ہیں،منادِی آواز کرنے والے کو کہتے ہیں،منادیٰ آواز کردہ شدہ کو کہتے ہیں،منادیٰ بہ ان حروف کو کہتے ہیں جن سے کسی کو پکارا جائے،اور اصطلاح میں منادیٰ اس شئ کا اسم ہے کہ جس کے متوجہ ہونے کو طلب کیا جائے اس حرف کے ذریعہ جو حرف''ادعـو''کا قائم مقام ہے،پھر خواہ کہ مذکورہ حرف لفظاً ہو یا تقدیراً ،لفظاً جیسے:''یازیدُ''یا تقدیراً ہو جیسے:﴿يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾اَیْ يَايُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا''۔

پھر اس میں بھی تعمیم ہے کہ منادی کو متوجہ کرنا بوجہہ ہو یا بقلبہ ہو،لہذا اگر کہیں منادِی اور منادی کے درمیان حائل موجود ہو تو اس صورت پر بھی منادی کی تعریف صادق ہوگی کیونکہ اس صورت میں بقلبہ متوجہ کرنا پایا جاتا ہے۔اور یوں بھی تعمیم ہے کہ اقبال حقیقۃً ہو یا حکماً۔حقیقۃً جیسے:''يَازَيْدُ''اور حکماً جیسے:''یاسماء ،یاجبال''وغیرہ، کیونکہ ہم نے ان کو نازل کیا منزلۃ من لہ صلاحیۃ النداء پھر ان پر حرفِ نداء داخل کیا ہے۔

ایسے حروف جو''اُدْعو''کے قائم مقام ہیں پانچ ہیں:یـا،اَیا،هَیا،اَیْ اور ہمزہ مفتوحہ۔لہذا اس قید سے''لِيُقْبِلْ زيد''خارج ہو گیا کیونکہ اس میں اقبالِ زید مطلوب ہے صیغہ اُمر کے ساتھ نہ کہ حرف قائم مقام''اُدْعُو''کے ساتھ۔

سوال:۔تعریف منادی نہ مانع ہے اور نہ جامع۔مانع اسلئے نہیں کہ مثلاً''یـا زید''میں مدلولِ زید منادی میں داخل ہوا کیونکہ اقبال اسی کا

مطلوب ہوتا ہے۔اور جامع اسلئے نہیں کہ لفظ زید خارج ہوا کیونکہ ''یَازَیْدُ'' میں لفظ ''زید'' منادیٰ ہے مگر لفظ ''زید'' کا اقبال مطلوب نہیں؟

جواب:۔تعریف میں عبارت مقدر ہے'' اَیْ ھُوَ الْاِسْمُ الْمَطْلُوْبُ اِقْبَالُهُ الخ'' یعنی منادی اس شیٔ کا اسم ہے جس کا اقبال مطلوب ہے،لہذا منادیٰ اسم ہے مدلول نہیں اسلئے مذکورہ تعریف زید پر صادق ہے مدلولِ زید پر صادق نہیں۔

قوله لفظاًاو تقديراً:۔

سوال:۔''لفظاًاو تقديراً'' بناء برمفعول مطلق منصوب ہیں،سوال یہ ہے کہ مفعول مطلق تو وہ ہے جس پر فعل مشتمل ہواز قبیل اشتمال الكل على الجزء،جبکہ''المطلوب''،''لفظاًاو تقديراً'' پرمشتمل نہیں بلکہ ''طلباً'' پر مشتمل ہے؟

جواب:۔مفعول مطلق مقدر ہے''لفظاًاو تقديراً'' اس کی صفات ہیں تقدیری عبارت اس طرح ہے''اَلْمَطْلُوْبُ اِقْبَالُهُ ..... طَلَباً لَفْظِیًّا اَوْ تَقْدِیْرِیًّا'' لہذا''لفظاًاو تقديراً'' بالواسطہ مفعول مطلق ہیں۔پھر''لفظاًاو تقديراً'' میں یائےنسبتی محذوف ہے''اَیْ لَفْظِیًّا اَوْ تَقْدِیْرِیًّا'' اور یہ اسلئے تاکہ صرف وصف کا حمل ذات پر نہ آئے۔

سوال:۔طلب تو اَمر معنوی ہے جس کے لئے''لفظاًاو تقديراً'' کا صفت ہونا صحیح نہیں؟

جواب:۔''لفظاًاو تقديراً'' طلب کیلئے صفت بحالہ نہیں بلکہ صفت بحال متعلقہ ہے یعنی طلب کے متعلقات میں سے آلہ طلب ہے ''لفظاًاو تقديراً'' آلہ طلب کیلئے صفات ہیں تو معنی یہ ہوگا کہ آلہ طلب (یعنی حرف ندا) لفظاً ہوگا یا تقدیراً۔لفظاً جیسے:''یا زیدُ'' اور تقدیراً ،جیسے﴿یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾اَیْ یَایُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا''۔اور یا''لفظاًاو تقديراً''،''نائب'' سے مفعول مطلق ہے اس وقت بھی وہی اعتراض ہے کہ''نائب'' توان پر مشتمل نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ عبارت مقدر ہے''اَیْ نِیَابَةً لَفْظاً اَوْ تَقْدِیْراً''، تو معنی یہ ہوگا کہ''اَدْعُو'' کا نائب (یعنی حرفِ نداء) یا ملفوظ ہوگا یا مقدر۔اور یا''لفظاًاو تقديراً''،''اقباله'' کی ضمیر (جوکہ منادیٰ کی طرف راجع ہے) سے حال ہے اسوقت معنی ہوگا''حالَ کَوْنِه منادیٰ لفظاًاو تقديراً''،لفظاً جیسے:''یا زیدُ'' اور تقدیراً جیسے:''اَلایااسْجُدُوا ای اَلایاقوم اسْجُدُوا''۔

سوال:۔ذوالحال یا فاعل ہوتا ہے یا مفعول،جبکہ ''اقبالهٗ'' کی ضمیر مضاف الیہ ہے نہ فاعل ہے اور نہ مفعول۔پھر''لفظاًاو تقديراً'' کا اس سے حال ہونا کیسا درست ہوگا؟

جواب:۔ایسا مضاف الیہ جس کی طرف فاعل یا مفعول مضاف ہو اور حذفِ فاعل و مفعول جائز ہو اور مضاف الیہ اسکا قائم مقام بن سکتا ہو تو ایسے مضاف الیہ کا ذوالحال ہونا جائز ہے،اور یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ''اقباله''،''المطلوب'' کا نائب فاعل ہے اور ضمیر کی طرف مضاف ہے۔

سوال:۔''یَازَیْدُ'' میں زید عامل محذوف کی مثال نہیں بن سکتا کیونکہ اسکا عامل یاءحرف نداءمذکور ہے؟

جواب:۔''یازیدُ'' میں''زید'' کے عامل میں اختلاف ہے،سیبویہ کے نزدیک فعل مقدر ہے،مبرد کے نزدیک حرف نداءعمل میں فعل کا

قائم مقام ہے، اور ابو علی فارسی کے نزدیک حرف ندا اسم فعل ہے خود عامل ہے عامل مقدر نہیں۔ مصنفؒ کے نزدیک سیبویہ کا مذہب مختار ہے اسلئے منادیٰ کو مفعول بہ محذوف العامل قرار دیا۔

درس نمبر ۹٦

(۱) وَيُبْنٰى عَلٰى مَايُرْفَعُ بِهٖ اِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً نَحْوُيَازَيْدُوَيَارَجُلُ وَيَازَيْدَانِ وَيَازَيْدُوْنَ، (۲) وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُيَالَزَيْدٍ، (۳) وَيُفْتَحُ لِاِلْحَاقِ اَلِفِهَاوَلَالَامَ فِيْهِ نَحْوُيَازَيْدَاهُ

ترجمہ:۔ اور منادیٰ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اگر وہ مفرد معرفہ ہو، جیسے: ''یازیدُ'' اور ''یا رجلُ'' اور ''یازیدان'' اور ''یا زیدون''، اور مجرور ہوتا ہے بلام استغاثہ، جیسے: ''یالزید''، اور فتحہ دیا جاتا ہے بوقت لحوقِ الف استغاثہ اس حال میں کہ اسمیں لام نہ ہو، جیسے: ''یازیداہ''۔

(۱) مصنفؒ منادیٰ کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو منادیٰ کے اعراب کی تفصیل کو شروع فرمایا۔ فرماتے ہیں! منادیٰ اگر مفرد معرفہ ہو تو وہ علامتِ رفع پر مبنی ہوگا۔ مفرد سے مراد یہ ہے کہ مضاف شبہ مضاف نہ ہو اور معرفہ سے مراد عام ہے کہ وہ نداء سے پہلے معرفہ ہو جیسے: ''یــــا زیـــــد'' یا نداء کے بعد معرفہ ہو، جیسے: ''یـــــا رجـــــل''۔ علامتِ رفع ضمہ، الف اور واو۔ ہے جیسے: ''یازید'' اور ''یازیدان'' اور ''یازیدون''۔ اس صورت میں منادیٰ مبنی اسلئے ہے کہ منادیٰ ''اَدْعُوکَ'' کے کاف اسمی کی جگہ میں واقع ہے اور کاف اسمی کاف خطاب حرفی (جیسے ذالک کا کاف) کے ساتھ لفظاً و معنیً مشابہت رکھتا ہے، تو منادیٰ کی کاف اسمی کے واسطے سے کاف حرفی کے ساتھ مشابہت ثابت ہوگئی اور کاف حرفی مبنی الاصل ہے، لہٰذا مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے منادیٰ مبنی ہے۔

اور مبنی برفتحہ اس لئے نہیں کہ پھر اس منادیٰ کے ساتھ التباس آتا ہے جو یای متکلم کی طرف مضاف ہو اور یای متکلم کو الف سے بدل کر ماقبل الف کو فتحہ دیا ہو اور پھر الف کو حذف کر دیا ہو جیسے: ''یاغلامی'' سے ''یاغلاما'' اور ''یاغلاما'' سے ''یاغلامَ''۔ اور مبنی برکسرہ اسلئے نہیں کہ پھر اس منادیٰ کے ساتھ التباس آتا ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو پھر کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے یاء کو حذف کیا ہو، جیسے: ''یاربی'' سے ''یاربِّ''۔

(۲) اور اگر منادیٰ پر لام استغاثہ داخل ہو تو منادیٰ مجرور ہو جائیگا۔ منادیٰ کی یہ قسم معرب اور مجرور اس لئے ہے کہ منادیٰ کی وجہ بناء حرف کے ساتھ مشابہت ہے جبکہ اس قسم پر لام استغاثہ داخل ہے، اور لامِ استغاثہ درحقیقت لامِ جارہ ہے اور لامِ جارہ اسم کے معظم خواص میں سے ہے لہٰذا اس سے جہتِ اسمیت مضبوط اور جہتِ مشابہت بالحرف کمزور ہو جاتی ہے، اس لئے یہ قسم معرب ہے اور اسی لام کی وجہ سے مجرور بھی ہے۔

لامِ استغاثہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے کیونکہ اگر مکسور ہوگا تو اس کا التباس آئے گا مستغاث لہ کے لام کے ساتھ جس وقت کہ مستغاث کو حذف کر کے صرف مستغاث لہ کو برقرار رکھا جائے، جیسے: ''یالِلمظوم ای یالَقوم لِلمظلوم''۔

استغاثہ امداد کیلئے پکارنے کو کہتے ہیں اور مستغیث طالبِ مدد کو کہتے ہیں، اور مستغاث وہ اسم ہے جسکے مدلول سے مدد طلب کی جائے، اور مستغاث لہ وہ اسم ہے جسکے مدلول کیلئے مدد طلب کی جائے، اور لام استغاثہ وہ ہے جو مستغاث یا مستغاث لہ پر داخل ہو۔

سوال :۔ ''یُخفَضُ'' فعل متعدی ہے خافض کی صفت بن سکتا ہے منادیٰ کی نہیں، اور خافض سے بحث کرنا خروج عن البحث ہے۔ نیز خفض حرکت میں مستعمل ہے تو یہ مستغاث مجرور بالحرف کو شامل نہیں جیسے: ''یَالَزَیدَیْنِ''؟

جواب:۔ ''یُخفَضُ'' بمعنیٰ ''یَنجَرّ'' ہے اور مجرور ہونا منادیٰ کی صفت ہے اور وہ عام ہے کہ بالحرف ہو یا بالحرکتہ۔

سوال :۔ لام استغاثہ درحقیقت لام جارہ ہے اور لام جارہ مکسور رہوتا ہے مگر لام استغاثہ مکسور نہیں ہوتا کیونکہ بعض اوقات مستغاث کا مستغاث لہ کے ساتھ التباس آتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ التباس تو اس طرح بھی رفع ہوسکتا تھا کہ لام استغاثہ مکسور اور لامِ مستغاث لہ مفتوح ہو؟

جواب :۔ مستغاث کاف اسمی کی جگہ میں واقع ہے اور کاف اسمی پر جو لام داخل ہوتا ہے وہ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: ﴿اِنَّا فَتَحنَالَکَ فَتحاًمُّبِیناً﴾ تو قائم مقام کاف اسمی کا لام بھی مفتوح ہوگا، جبکہ مستغاث لہ کاف اسمی کی جگہ میں واقع نہیں ہوتا۔

سوال:۔ منادیٰ جس طرح کہ لام استغاثہ کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے اسی طرح لامِ تہدید اور لام تعجب کی وجہ سے بھی مجرور ہوتا ہے جیسے: ''یالَزَیدٍلَاَقْتُلَنَّکَ'' اور ''یَالَلْمَاءِ''، تو ان دو کو مصنفؒ نے کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب :۔ یہ دو لام استغاثہ میں داخل ہیں اسلئے کہ مہدِّد، مہدَّد سے حضور کو طلب کرتا ہے کہ حاضر ہو جاتا کہ میں تجھے قتل کروں اور خصومت سے جان چھوٹ جائے۔ اور لامِ تعجب میں بھی متعجِّب، متعجب منہ سے حضور طلب کرتا ہے تاکہ متعجِّب حیرت اور تعجب سے خلاصی پائے۔ اور یا لام تعجب کی صورت میں منادیٰ محذوف ہے جو کہ قوم ہے منادیٰ کو حذف کیا اور مستغاث لہ کو اسکے قائم مقام بنایا۔

سوال:۔ حذفِ منادیٰ کی صورت میں لام مکسور ہونا چاہئے جبکہ یہ لام مفتوح ہے معلوم ہوا کہ یہ خود مستغاث ہے مستغاث لہ نہیں؟

جواب:۔ چونکہ منادیٰ نسیاً منسیاً ہوگیا ہے اسلئے اب مستغاث لہ کو منادیٰ کا حکم دے دیا۔

(۳) قولہ ویفتح لالحاق الفہاالخ منادیٰ کے آخر میں اگر الف استغاثہ لگ جائے اور لام استغاثہ نہ ہو تو یہ منادیٰ مبنی برفتحہ ہوگا، جیسے: ''یازیداہ'' منادی کے آخیر میں الف استغاثہ ہے اور اس کے بعد ہاء برائے وقف ہے۔ لام کی نفی اسلئے کی کہ لام اپنے مدخول کے جر کا تقاضا کرتا ہے اور الف اپنے ماقبل کے فتحہ کا تقاضا کرتا ہے تو ان دو کے درمیان منافات ہے۔ یہ منادیٰ کاف اسمی کی جگہ میں واقع ہے اور وہ کاف حرفی کا مشابہ ہے لہذا مبنی ہے اور مفتوح اسلئے ہے کہ الف اپنے ماقبل کے فتحہ کا تقاضا کرتا ہے۔

سوال :۔ ''یُبنٰی'' اور ''یُرفَعُ'' دونوں کی ضمیر منادیٰ کی طرف راجع ہے جس سے ایک ہی اسم کا معرب ومبنی ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ''یُبنٰی'' منادی کی بنائیت پر دال ہے اور ''یُرفَعُ'' منادیٰ کی معربیت پر؟

جواب :۔ ''یُبنٰی'' کی ضمیر منادیٰ کی طرف راجع ہے، اور ''یُرفَعُ'' کی ضمیر اسم کی طرف راجع ہے۔ مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ بحث

منادیٰ کی ہے اور ضمیر کو اسم کی طرف راجع کرنے سے خروج عن المبحث لازم آتا ہے۔ نیز انتشار ضمائر بھی لازم آئیگا۔

بعض نے جواب دیا ہے کہ دونوں ضمائر منادی کی طرف راجع ہیں مگر منادیٰ کا معرب ہونا حرفِ ندا کے دخول سے پہلے ہے اور مبنی ہونا حرف ندا کے دخول کے بعد ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ''یُرفَعُ'' میں ضمیر نہیں بلکہ جار مجرور کی طرف مسند ہے۔

درس نمبر ۹۷

(۱) وَيُنْصَبُ مَاسِوَاهُمَانَحُويَاعَبْدَاللّٰه وَيَاطَالِعاًجَبَلًاوَيَارَجُلًالِغَيْرِمُعَيَّنٍ

ترجمہ:۔ اور نصب دیا جاتا ہے ان دو کے علاوہ کو (یعنی مفرد معرفہ اور مستغاث کے علاوہ کو) جیسے: ''یَاعَبْدَاللّٰهِ'' اور ''یَاطَالِعاً جَبَلًا'' اور ''یَارَجُلًا'' غیر معین مرد کیلئے۔

(۱) منادیٰ کی گذشتہ دو قسموں (منادی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث) کے سوا چار قسمیں اور ہیں جن میں منادیٰ کو نصب دیا جاتا ہے۔ (۱) منادیٰ مضاف ہو، جیسے: ''یاعبداللّٰه''۔ (۲)۔ منادیٰ شبہ مضاف ہو، جیسے: ''یاطالعاً جبلا''۔ منادیٰ شبہ مضاف اس اسم کو کہتے ہیں جس کا معنی اَمرِ آخر کے انضمام کے بغیر تام نہ ہو جیسے مضاف بغیر مضاف الیہ کے تام نہیں ہوتا یہاں ''طالعاً'' کا معنی ''جبلا'' کے بغیر تام نہیں اس لئے یہ شبہ مضاف کی مثال ہے۔ (۳)۔ منادیٰ مفرد نکرہ غیر معین ہو جیسے: ''یارجلاً خُذْ بیدی''۔ (٤)۔ منادیٰ نہ مفرد ہو اور نہ معرفہ ہو، جیسے: ''یاحسناً وجهه ظریفاً'' اس مثال میں ''حسناً'' موصوف ''وجهه'' اس کا فاعل اور ''ظریفاً'' اس کی صفت ہے۔ ''حسناً'' مفرد نہیں کیونکہ شبہ مضاف ہے اور معرفہ بھی نہیں کیونکہ نکرہ ہے۔ منادی کی مذکورہ قسموں میں منادی کا منصوب ہونا عام ہے خواہ لفظاً ہو کالامثلۃ المذکورۃ، یا تقدیراً ہو، جیسے: ''یافتی القوم''۔

مذکورہ اقسام میں سے پہلی دو قسم اس لئے معرب منصوب ہیں کہ مضاف اور شبہ مضاف ہونا اسم کے معظم خواص میں سے ہیں جس سے جہتِ اسمیت مضبوط اور جہتِ مشابہت بالحرف کمزور ہو جاتی ہے اس لئے یہ دو قسم معرب ہیں، اور منصوب اسلئے ہیں کہ منادیٰ درحقیقت مفعول بہ ہے اور مفعول بہ عند عدم المانع منصوب ہوتا ہے۔ اور منادی کی تیسری قسم اس لئے معرب ہے کہ منادیٰ نکرہ کاف اسمی کے موقع میں واقع نہیں ہوسکتا کیونکہ نکرہ معرفہ کے موقع میں واقع نہیں ہوسکتا لہذا مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہیں تو پھر مبنی کیوں بنے۔ اور مذکورہ وجہ کی بناء پر چوتھی قسم بھی معرب ہے۔

سوال:۔ ماقبل میں تین چیزیں ذکر ہیں۔/**نمبر ۱**۔ منادیٰ مفرد معرفہ۔/**نمبر ۲**۔ منادیٰ بلام استغاثہ۔/**نمبر ۳**۔ منادیٰ بالف استغاثہ، جبکہ ''ماسواهما'' میں ''هما'' ضمیر تثنیہ کی ہے تو راجع ومرجع میں موافقت نہیں؟

جواب:۔ منادیٰ بلام استغاثہ و بالف استغاثہ کو ایک قسم قرار دیا گیا اسلئے مرجع دو چیزیں ہیں اور ضمیر بھی تثنیہ کی ہے لہذا راجع ومرجع میں موافقت پائی جاتی ہے۔

سوال:۔ ''وینصب الخ'' سے اگر نصب لفظی مراد ہے تو ''یَافَتَی الْقَوْمِ'' منصوب لفظی نہیں، اور اگر نصب لفظی وتقدیری ہر دو مراد ہیں

تو ''یَایَوْمَ یَنفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُھُمْ'' میں منادیٰ گذشتہ دو قسموں میں سے نہیں لہذا منصوب ہونا چاہیے مگر نہ منصوب لفظی ہے اور نہ منصوب تقدیری ہے بلکہ مبنی ہے کیونکہ ایسا ظرف جو جملہ کی طرف مضاف ہو مبنی ہوتا ہے۔اور اگر ''یُنْصَبُ'' سے نصب لفظی، تقدیری اور محلی تینوں مراد ہیں تو پھر ''مَاسِوَاھُمَا'' کے ذریعہ منادیٰ مفرد معرفہ کو مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں کیونکہ اسکو بھی محلاً منصوب قرار دیا جا سکتا ہے؟

جـــواب:۔نصب سے مراد لفظی یا تقدیری ہے اور مقید بقید ہے کہ منصوب تب ہوگا جبکہ منادیٰ دخول حرف نداء سے پہلے معرب ہو لہذا ''یَایَوْمَ یَنفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُھُم'' خارج ہوا کیونکہ ''یوم'' دخول حرف نداء سے پہلے معرب نہیں مبنی ہے۔

سوال:۔اسم فاعل بغیر اعتماد کے عمل نہیں کرتا تو ''طَالِعاً'' نے ''جَبَلًا'' میں بغیر اعتماد کے کیسے عمل کیا ہے؟

جواب:۔یہ مثال اخفش اور کوفیین کے مذہب کے مطابق ہے ان کے نزدیک عمل اسم فاعل کیلئے اعتماد شرط نہیں۔یا یوں جواب دیا جائے کہ ''طالعاً'' نے حرف نداء پر اعتماد کیا ہے اور حرف نداء کو صاحب الفیہ نے معتمدات میں سے شمار کیا ہے۔

سوال:۔مصنفؒ نے قسم رابع کی مثال کیوں بیان نہیں کی؟

جواب:۔قسم ثانی کی مثال قسم رابع کی بھی مثال بن سکتی ہے اسطرح کہ اگر ''یا طالعاً جبلاً'' سے معرفہ مراد ہو تو یہ قسم ثانی کی مثال ہے اور اگر نکرہ مراد ہو تو یہ قسم رابع کی مثال ہے۔

سوال:۔یہ تو ماسوا مفرد معرفہ کی مثالیں ہیں جو اوپر بیان ہوئیں تو ماسوا مستغاث کی مثالیں کیوں ذکر نہیں کیں؟

جواب:۔یہ مثالیں ماسوا مستغاث کی بھی ہیں۔

درس نمبر ۹۸

(۱)وَتَوَابِعُ الْمُنَادیٰ الْمَبْنِی الْمُفْرَدَۃِ مِنَ التَّاکِیْدِوَالصِّفَۃِ وَعَطْفِ الْبَیَانِ وَالْمَعْطُوْفِ بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ یَا عَلَیْہِ تُرْفَعُ عَلٰی لَفْظِہٖ وَتُنْصَبُ عَلٰی مَحَلِّہٖ مِثْلُ یَازَیْدُالْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ،(۲)وَالْخَلِیْلُ فِی الْمَعْطُوْفِ یَخْتَارُالرَّفْعَ،وَاَبُوْعَمْرٍوالنَّصْبَ،وَاَبُوْالْعَبَّاسِ اِنْ کَا نَ کَالْحَسَنِ فَکَالْخَلِیْلِ وَاِلَّافَکَاَبِیْ عَمْرٍو،(۳)وَالْمُضَافَۃُ تُنْصَبُ،(٤)وَالْبَدَلُ وَالْمَعْطُوْفُ غَیْرُمَاذُکِرَحُکْمُہٗ حُکْمُ الْمُسْتَقِلِّ مُطْلَقاً

ترجمہ:۔اور (علامتِ رفع پر) مبنی منادیٰ کے مفرد توابع جو کہ تاکید اور صفت اور عطف بیان اور وہ معطوف بحرف جس پر یاء کا دخول ممتنع ہو یہ سب رفع دیئے جاتے ہیں لفظِ منادیٰ پر حمل کر کے اور نصب دیئے جاتے ہیں محل منادیٰ پر حمل کر کے جیسے: ''یَازَیْدُالْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ''،اور خلیل نحوی معطوف میں رفع اختیار کرتے ہیں،اور ابو عمرو نصب اختیار کرتے ہیں،اور ابو العباس اگر وہ معطوف الحسن کی طرح ہو تو اسکا قول خلیل کے قول کی طرح ہے ورنہ ابو عمرو کی طرح ہے،اور مضاف توابع منصوب ہوتے ہیں،اور بدل اور معطوف علاوہ مذکور کے ہر ایک کا حکم مطلقاً منادیٰ مستقل کا حکم ہے۔

(۱) مصنفؒ بحث منادیٰ سے فارغ ہو گئے تو بحث توابع منادیٰ کو شروع فرمایا۔منادیٰ مبنی برضمہ کے مفرد توابع میں دو وجہ جائز

ہیں۔/**نمبر ۱**۔منادیٰ کے لفظ پر حمل کر کے مرفوع پڑھنا۔/**نمبر ۲**۔منادیٰ کے محل پر حمل کر کے منصوب پڑھنا۔مبنی کی قید سے منادیٰ معرب کے توابع خارج ہوگئے کیونکہ منادیٰ معرب کے توابع لفظ کے تابع ہوتے ہیں۔اور ضمہ کی قید سے منادیٰ مبنی برفتحہ کے توابع خارج ہوگئے کیونکہ ان میں نصب متعین ہے اسلئے کہ لفظ ومحل دونوں نصب کے متقاضی ہیں۔اور مفرد کی قید سے توابع مضاف خارج ہوگئے کیونکہ ان میں بھی نصب متعین ہے۔پھر مفرد میں ہم تعمیم کرتے ہیں کہ حقیقۃً مفرد ہو یا حکماً،حکماً مفرد سے مراد مضاف لفظی وشبہ مضاف ہیں کیونکہ یہ دو بھی جواز وجہین کے اعتبار سے مفرد کے حکم میں ہیں۔

قولہ من التاکید والصفۃ الخ منادیٰ کے ان توابع مفردہ کا بیان ہے جن میں وجہین جائز ہیں جو کہ چار ہیں(۱) تاکید، جیسے:''**یاتیم اجمعون واجمعین**'' (۲) صفت، جیسے:''**یَازَیْدُالْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ**''۔(۳) عطف بیان، جیسے:''**یَا غُلَامُ بِشْرٌوَبِشْراً**''۔(۴) ایسا معطوف بحرف جس پر یاء کا دخول ممتنع ہو، جیسے:''**یَازَیْدُالْحَارِثُ وَالْحَارِثَ**''۔''**اَلْحَارِث**'' پر دخولِ یاء اسلئے ممتنع ہے کہ الف لام اور یا دونوں آلاتِ تعریف ہیں اسلئے جمع نہیں ہوسکتے۔

تاکید کے بارے میں دو مذہب ہیں۔/**نمبر ۱**۔جوازِ وجہین مطلق تاکید میں ہے خواہ لفظی ہو یا معنوی، یہ سیبویہ کا مذہب ہے ۔/**نمبر ۲**۔جواز وجہین صرف تاکید معنوی میں ہے لفظی میں نہیں یہ دیگر نحاۃ کا مذہب ہے اور مصنفؒ کے نزدیک مذہبِ سیبویہ مختار ہے اسلئے مصنفؒ نے تاکید مطلق رکھا۔

سوال:۔جوازِ وجہین والا حکم جن توابع میں جاری ہوتا ہے ان میں سے بعض کو مصنفؒ نے مقید اور بعض کو مطلق کیوں ذکر کیا مثلاً معطوف بحرف کو''**الممتنع دخول یاعلیہ**'' کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے جبکہ دیگر مطلق ذکر ہیں؟

جواب:۔ جواز وجہین کا حکم بعض توابع میں مطلقاً اور بعض میں تقیید اً جاری ہوتا ہے اسلئے مصنفؒ نے بعض کو مطلق ذکر کیا بعض کو مقید کر لیا ہے۔

سوال:۔عبارت میں''**تُرْفَعُ**'' کا صلہ''علی'' لایا گیا ہے حالانکہ ترفع کا صلہ باء آتا ہے''علی'' نہیں؟

جواب:۔''**علی**''،''**تُرْفَعُ**'' کا صلہ نہیں بلکہ عبارت مقدر ہے''**ای تُرْفَعُ حَمْلاًعَلٰی لَفْظِهٖ**''۔یعنی''علی''،''حملا'' کا صلہ ہے۔لفظاً چونکہ یہ منادیٰ مبنی برضمہ ہے اسلئے اسکا تابع مرفوع ہوگا کیونکہ عارضی ہونے کی وجہ سے ضمہ رفع کے مشابہ ہے، مضموم کے بجائے مرفوع اسلئے کہا کہ مذکورہ منادیٰ کے توابع معرب ہیں اور ضمہ مبنی کا ہوتا ہے۔

سوال:۔مبنی کے توابع تو محل کے تابع ہوتے ہیں اور محل منادیٰ منصوب ہے تو تابع بھی منصوب ہونا چاہئے؟

جواب:۔منادیٰ کی بناء عارضی ہے لہذا معرب کے مشابہ ہے اور معرب کا تابع لفظ کا تابع ہوتا ہے نہ کہ محل کا لیکن بہر حال مبنی بھی تو ہے اسلئے محل کا اعتبار کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز قرار دیا گیا۔

سوال:۔مصنفؒ نے صرف صفت کی مثال ذکر کی ہیں اور باقی مثالیں چھوڑ دی ہیں وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ منادیٰ مفرد معرفہ کاف اسمی کے موقع میں واقع ہے اور کاف اسمی ضمیر ہے جسکی صفت نہیں آسکتی کیونکہ ضمیر کی صفت نہیں آسکتی ،تو واہم کو یہ وہم ہوسکتا کہ شاید منادیٰ کی بھی صفت نہیں آسکے گی تو مصنفؒ نے صفت کی مثال پیش کر کے اس وہم کو دور کیا۔

(۲) قولہ والْخَلِیْلُ فِی الْمَعْطُوْفِ الخ یہاں سے معطوف مذکور کے اعراب میں اختلاف بیان کرتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک تو اس میں رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ خلیل نحوی کے نزدیک بھی جائز دونوں ہیں مگر رفع اولیٰ ہے اسلئے کہ درحقیقت معطوف بحرف منادیٰ مستقل ہے تو مناسب یہ ہے کہ اسکے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو حرف ندا کے دخول کے بعد کیا جاتا ہے یعنی مبنی برعلامت رفع ہونا چاہئے ،مگر چونکہ اس پر یاء کا دخول معرف باللام ہونے کی وجہ سے ممتنع ہے لہذا من کل الوجوہ اسکے ساتھ منادیٰ مستقل کا معاملہ نہیں کیا جائیگا لہذا مبنی برعلامتِ رفع ہونے کے بجائے معرب قرار دیا جائیگا۔ اور نصب سے رفع اولیٰ ہے تاکہ کسی حد تک اسکے استقلال کی بھی رعایت ہو۔

ابوعمرو بھی رفع ونصب دونوں کے جواز کا قائل ہیں مگر ان کے نزدیک نصب اولیٰ ہے کیونکہ اس تابع پر معرف باللام ہونے کی وجہ سے دخول حرفِ ندا ممتنع ہے تو اسکا منادیٰ مستقل ہونا بھی ممتنع ہوگا پس اس میں فقط تابع ہونے کی حیثیت ہوگی اور مبنی کا تابع محل کا تابع ہوتا ہے اور اسکا محل نصب ہے لہذا نصب مختار ہے۔

ابوالعباس یعنی مبرد محاکمہ کرتے ہیں کہ اگر مذکورہ معطوف ''اَلْحَسَنُ'' کی طرح ہو یعنی ''الحسن'' کی طرح اس سے بھی الف لام حذف ہوسکتا ہو تو رفع اولیٰ ہے کیونکہ اب اس پر حرفِ ندا کا دخول ممتنع نہیں تو اسکی حیثیت منادیٰ مستقل کی ہے لہذا قولِ خلیل اولیٰ ہے ،اور اگر ''الحسن'' کی طرح اسکا الف لام کا حذف کرنا جائز نہ ہو بلکہ ''اَلنَّجْمُ وَالصَّعِق'' کی طرح اس کا الف لام لازم ہو تو اس وقت ابوعمرو کا قول اولیٰ ہے کیونکہ اس وقت اس پر حرف ندا کا دخول ممتنع ہے تو اسکی حیثیت صرف تابع کی ہے اور مبنی کا تابع محل کا تابع ہوتا ہے محل منصوب ہے لہذا نصب اولیٰ ہے۔

(۳) قولہ والمضافۃ تنصب الخ یعنی منادیٰ مذکورہ کے توابع اگر مضاف ہوں تو منصوب ہونگے کیونکہ توابع مضاف اگر خود منادیٰ بن جائیں تو انکو نصب دیا جائیگا اور جب منادیٰ کا تابع بن جائیں تو بطریقہ اولیٰ نصب دیا جائیگا جیسے تاکید کی مثال ''یَاتَیْمُ کُلُّهُمْ'' اور صفت کی مثال ''یَازَیْدُ ذَاالْمَالِ'' اور عطفِ بیان کی مثال ''یَارَجُلُ اَبَاعَبْدِاللّٰهِ''۔ مگر معطوف بحرف معرف باللام مضاف نہ ہوگا کیونکہ مضاف پر لام کا دخول ممتنع ہے۔

(٤) قولہ والبدل والمعطوف الخ یعنی بدل اور اس معطوف کا حکم جس پر یاء کا دخول ممتنع نہیں منادیٰ مستقل جیسا ہے اسلئے کہ بدل ومبدل منہ میں مقصود بالذکر بدل ہے پس حقیقت میں منادیٰ بدل ہے نہ کہ مبدل منہ۔ اسی طرح وہ معطوف بحرف جس پر حرفِ ندا کے دخول سے کوئی چیز مانع نہ ہو گویا اس میں حرف ندا مقدر ہے لہذا اسکا حکم بھی منادیٰ مستقل کا ہے۔ اور یہ حکم ہر حال میں ہے خواہ منادیٰ مفرد ہو یا مضاف ،شبہ مضاف یا نکرہ ہو۔ بدل کی مثالیں ،جیسے: ''یَازَیْدُ عَمْرو ،ویَازَیْدُ اَخَاعَمْرٍو ،ویَازَیْدُ طَالِعاً جَبَلاً ،

ویازیدرجلاًصالحاً'' اور معطوف کی مثالیں، جیسے: ''یازیدوعمرو، ویازید واخاعمرو، ویازیدوطالعاًجبلًا، ویازیدورجلاًصالحاً''۔

درس نمبر ۹۹

(۱)وَالْعَلَمُ الْمَوْصُوْفُ بِابْنٍ وَابْنَةٍ مضافاًالٰی عَلَمٍ آخریختارُفَتْحُهُ،(۲)وَاِذانُودِیَ الْمُعَرّفُ بِاللّامِ قِیْلَ یَاایّهاالرّجُلُ، وَیَاهٰذاالرّجُلُ، وَیَاایّهذاالرّجُلُ،(۳)وَالْتزَمُوْارَفْعَ الرّجُل لانّهُ الْمَقْصُوْدُبالنّداءِ،(٤)وَتوَابِعِهِ لانهاتوَابِعُ مُعْرَبٍ،(٥)وَقَالُوْایَااللّٰه خاصةً،(٦)وَلَکَ فِی مِثْلِ یَاتَیْمُ تَیْم عَدِیٍّ الضَّمُ وَالنّصبُ،(۷)وَالْمَضافُ اِلٰی یَاءِ الْمُتکَلِمِ یَجُوْزُفِیْهِ یَاغُلامِیْ وَیَاغُلامِیَ وَیَاغُلامِ وَیَاغُلاما،(۸)وَبِالْهَاءِ وَقْفاً،(۹)وَقَالُوْایَااَبِیْ وَیَااُمِّیْ وَیَااَبَتِ وَیَااُمَّتِ فَتْحاًوَکَسراً،وَبِالاَلفِ دُوْنَ الْیَاءِ،(۱۰)وَیَاابْنَ اُمِّ وَیَاابْنَ عَمِّ خَاصةً مِثْلُ بَابِ غُلامِیْ،وَقَالُوْایَاابْنَ اُمَّ وَیَاابْنَ عَمَّ

ترجمہ:۔اورعلَم موصوف ''ابنٍ، یا،ابنَة'' کے ساتھ اس حال میں کہ وہ ''ابن و ابنة'' دوسرے علَم کی طرف مضاف ہواسکا فتحہ مختار ہے، اور جب منادی بنایا جائے معرف باللام کوتو ''یاایهاالرّجُلُ'' اور ''یاهذاالرّجُلُ'' اور ''یاایّهذا الرّجُلُ'' کہاجائیگا،اورالتزام کیا ہے نحویوں نے ''الرجل'' کے رفع کا کیونکہ یہ مقصود بالنداء ہے،اوراسکے توابع کارفع لازم قرار دیا ہے کیونکہ وہ معرب کے توابع ہیں،اور نحویوں نے ''یااللّٰه'' خاص کرکہا ہے،اور تیرے لئے ''یاتیم تیم عدیٍ'' جیسی مثالوں میں ضمہ اورنصب دونوں کااختیار ہے،اورمنادیٰ جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہواس میں سکون یاء، فتحہ یاء، حذف یاءاور یا کوالف سے بدلنا یہ سب جائز ہیں،اور چاروں صورتوں میں بوقت وقف هاءداخل ہوجاتی ہے،اورکہا نحویوں نے ''یااَبِیْ'' اور ''یااُمِّیْ'' اور ''یااَبَتِ'' اور ''یا اُمَّتِ'' بفتحہ تاءوکسرہ تاء،اورالف کے ساتھ نہ یاء کے ساتھ،اور ''یاابن اُمِّ'' اور ''یا ابن عمِّ'' میں خاص کر باب غلامی کی طرح چارصورتیں جائز ہیں،اور کہا ہے کہ ''یاابن اُمَّ یاابن عمَّ'' (بفتح المیم) بلاالف بھی جائز ہے۔

(۱)قوله العَلَم الموصوف الخ یہ سوال مقدر کاجواب ہے سوال یہ ہے کہ آپ نے کہاتھا کہ منادیٰ مفردمعرفہ مبنی برضمہ ہوتا ہے حالانکہ یَازَیْدَ بْنَ عَمْرٍو میں زید منادی مفردمعرفہ ہے مگراسمیں بجائے ضمہ کےفتحہ مختار ہے؟ تو مصنفؒ نے جواب دیا کہ جوعلَم موصوف بابن ہواورابن مضاف ہوعلَم آخرکی طرف تواس میں فتحہ اولیٰ ہے اگرچہ قیاس کا تقاضایہ ہے کہ مبنی برضمہ ہوکیونکہ منادیٰ مفردمعرفہ ہے مگرکثرتِ استعمال کی وجہ سے برائے تخفیف اس میں فتحہ اولیٰ ہے۔مگرشرط یہ ہے کہ ابن اوراسکے موصوف کے درمیان واسطہ نہ ہو، جیسے ''یَازَید الظَریف ابْن عَمرٍو'' کہ ''زید'' اور ''ابن'' میں فاصل ''الظریف'' ہےتویہ قاعدہ مذکورہ سے مستثنیٰ ہے۔

(۲)قوله واذانُودِیَ المعرف الخ یہ بھی سوال مقدرکاجواب ہے سوال یہ ہے کہ آپ نے کہاتھا کہ معرف باللام پر یاحرفِ نداداخل نہیں ہوتا حالانکہ ''یاایّهَاالرّجل'' وغیرہ میں ''اَلرّجُلُ'' پرمعرف باللام ہونے کے باوجودیاءداخل ہے؟ تو مصنفؒ نے جواب دیا کہ معرف باللام پر یاءاسلئے داخل نہیں ہوتی کہ الف لام اور یاءدونوں آلاتِ تعریف ہیں اوردوآلاتِ تعریف بیک وقت ایک اسم میں

بالذات جمع نہیں ہوتے ہاں بالواسطہ ان کا جمع ہونا جائز ہے اور مذکورہ بالا مثالوں میں واسطہ موجود ہے اول میں ''ایُّھا'' واسطہ ہے، ثانی میں ''ھذا'' اور ثالث میں ''اَیُّ ھذا'' واسطہ ہے۔

(۳) قولہ والتزموا رفع الرجل الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ ''یَا اَیّھَا'' اور ''یَاھٰذَا'' اور ''یَا اَیّھٰذَا'' یہ تینوں منادیٰ مفرد معرفہ ہیں اور قاعدہ گذر چکا ہے کہ منادیٰ مفرد معرفہ کے تابع میں رفع ونصب دونوں جائز ہیں تو ''الرجل'' میں کیوں صرف رفع جائز ہے نصب جائز نہیں؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ مذکورہ مثالوں میں مقصود بالندا ''الرجل'' ہے تو درحقیقت منادیٰ بھی ''الرجل'' ہی ہے لہذا مرفوع بھی ''الرجل'' ہی ہوگا۔

(۴) قولہ وتوابعہ الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ جب ''الرجل'' مقصود بالندا ہے تو یہ منادیٰ مفرد معرفہ کے حکم میں ہے اسلئے ''الرجل'' کے توابع میں رفع ونصب دونوں جائز ہونے چاہئیں حالانکہ ''الرجل'' کے توابع میں صرف رفع جائز ہے، جیسے: ''یَا اَیّھَا الرَّجُلُ الظَّرِیْفُ'' میں ''الظریفُ'' مرفوع ہے، اور ''یَا اَیّھَا الرَّجُلُ ذُوْالْمَالِ'' میں ''ذوالمال'' مرفوع ہے؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ ''الرجل'' چونکہ عین منادیٰ مفرد معرفہ نہیں اسلئے معرب ہے اور معرب کے توابع لفظ کے تابع ہوتے ہیں اور لفظ ''الرجل'' مرفوع ہے تو اسکا تابع بھی مرفوع ہوگا۔

(۵) قولہ یا اللہ الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ ماقبل میں آپ نے کہا تھا کہ معرف باللام پر یاء حرف ندا داخل نہیں ہوتی حالانکہ ''یا اللّٰہ'' میں لفظ اللہ (معرف باللام ہونے کے باوجود) پر حرف ندا بالذات داخل ہوسکتی ہے؟ تو مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ صرف لفظِ اللہ کا خاصہ ہے کہ معرف باللام ہونے کے باوجود اس پر حرف ندا بالذات داخل ہوتا ہے۔ اور یا یوں جواب دیا جائے کہ حرف ندا اس معرف باللام پر بالذات داخل نہیں ہوسکتا جس میں الف لام عوضی اور لازم نہ ہو جبکہ لفظ اللہ کا الف لام عوضی اور لازم ہے۔

(٦) قولہ ولک فی مثل یاتیم الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ منادیٰ مفرد معرفہ تو مبنی برعلامتِ رفع ہوتا ہے حالانکہ ''یَاتَیْمُ تَیْمَ عَدِیّ'' میں ضمہ اور نصب دونوں جائز ہیں؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ مثال مذکور میں ضمہ اسلئے جائز ہے کہ یہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے، اور نصب اسلئے جائز ہے کہ سیبویہ کے نزدیک ''تیم'' اول ''عدی'' کی طرف مضاف ہے، اور ''تیم'' ثانی تاکید لفظی ہے مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فاصل ہے، تو بوجہ اضافت ''تیم'' منصوب ہے کیونکہ منادیٰ مضاف منصوب ہوتا ہے۔ اور مبرد کے نزدیک ''تیم'' مضاف ہے ''عدی'' محذوف کی طرف بقرینہ مذکور، تقدیری عبارت اس طرح ہے ''یاتیم عدی تیم عدی'' اور منادیٰ مضاف از قبیل منصوبات ہے، البتہ صورۃً مفرد ہے کیونکہ ''تیم'' ثانی فاصل کی وجہ سے اول مفرد معلوم ہوتا ہے لہذا اس پر ضمہ بھی جائز ہے۔ مگر ''تیم'' ثانی اجنبی بھی نہیں کہ جسکی وجہ سے مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل ناجائز ہو۔ اور ''تیم'' ثانی ہر حال میں منصوب ہوگا کیونکہ وہ یا تو منادیٰ مضاف کا تابع ہے اور یا خود تابع ہو کر مضاف ہے اور یہ دونوں صورتیں نصب کی ہیں۔ فی مثل یاتیم

الخ سے مراد ہروہ ترکیب ہے جس میں منادیٰ صورۃً مفرد معرفہ مکرر ذکر ہواور ثانی کے متصل اسم مجرور بالاضافۃ ہو۔

(۷)قولہ والمضاف الی یاء المتکلم الخ چونکہ ''یاغلامی'' میں کئی وجوہ جائز ہیں جواسکے غیر میں جائز نہیں تو برائے بیان وجوہ اسکو مستقل ذکر کیا۔فرماتے ہیں کہ یاء متکلم کی طرف مضاف منادیٰ کو چارطرح سے پڑھنا جائز ہے ،جیسے:''یاغلامیْ''بسکون الیاء۔''یاغلامِیَ''بفتح الیاء۔''یاغلامِ''بحذف الیاء اکتفاءً بکسرۃ ماقبلھا۔''یاغلاما''بقلب الیاء الفا وابدال الکسرۃ فتحاً۔

(۸)قولہ وبالھاء وقفاًالخ یعنی اگرایسے منادیٰ (جس کی اضافت یاءِ متکلم کی طرف ہو) پرکوئی وقف کرنا چاہے تو آخر میں ھاءِ وقف لگائے تاکہ وصل اورفصل میں فرق ہوکیونکہ وجوہ اربعہ میں سے اگرآپ دوسری صورت پروقف کرکے ساکن پڑھیں گے تو پتہ نہیں چلےگا کہ یہ دوسری صورت ہے بوجہ وقف ساکن ہےاور یا پہلی صورت ہے جوبوقت وصل بھی ساکن ہوتی ہے،جیسے:''یاغلامِیَہ ویَاغُلامِیَہ ویَاغُلامَاہ ویَاغُلامِہْ''۔

(۹)قولہ وقالوایاابی الخ چونکہ غلام کی بنسبت ماں باپ کولوگ زیادہ پکارتے ہیں اسلئے ان کومنادی بنانے کی صورت میں ان میں مزید تخفیف درکار ہے چنانچہ ان میں مذکورہ وجوہ کے علاوہ دووجہ اور جائز ہیں۔/**نمبر ۱**۔یاءکوتاءسے تبدیل کرکے''یااَبَتَ ویااُمَّتَ'' پڑھیں،تاءکوحرکتِ یاءکی مناسبت سے مفتوح پڑھ سکتے ہیں اور یاءکی مناسبت سے مکسور بھی پڑھ سکتے ہیں تاکہ عوض میں معوض عنہ کاشائبہ رہے۔/**نمبر ۲**۔تاءکے بعدالف بڑھائیں''یااَبَتَاویااُمَّتاَ''پڑھیں،یہ تا اورالف دونوں یاءکےعوض میں آئے ہیں اور عوضین کاجمع ہوناجائز ہےالبتہ عوض ومعوض عنہ کااجتماع جائز نہیں،لہذا''یااَبَتِیْ ویااُمَّتِیْ''نہیں پڑھ سکتے۔

(۱۰)قولہ یابن اُمَّ الخ یعنی منادی جب لفظ''ابن''یا''ابنۃ''ہواورمضاف ہولفظ''اُم''یا''عم''کی طرف تواس میں''غلامی'' والی چاروجوہ کےعلاوہ ایک اوروجہ بھی جائز ہے،وہ یہ کہ''یابن اُمَّا'' اور''یابن عمَّا''کےالف کوحذف کرلیں اورمیم کےفتحہ پر اکتفاءکرلیں''یَاابْنَ اُمَّ ویَاابْنَ عَمَّ''پڑھیں یہ کثرۃ استعمال اوربرائے اختصار جائز ہے۔

درس نمبر ۱۰۰

(۱)وَتَرْخِیمُ الْمُنَادیٰ جَائِزٌ،وَفِی غَیْرِہٖ ضَرُوْرَۃً،وَھُوَحَذْفٌ فِی آخِرِہٖ تَخْفِیْفاً،(۲)وَشَرْطُہُ اَنْ لایَکُوْنَ مَضَافاً وَلامُسْتَغَاثاًوَلاجُمْلَۃً،وَیَکُوْنُ اِمَّاعَلَماًزَائِداًعَلٰی ثَلٰثَۃِ اَحْرُفٍ وَاِمَّابِتَاءِ التَّانِیْثِ،(۳)فَاِنْ کَانَ فِی آخِرِہٖ زِیَادَتَانِ فِی حُکْمِ الْوَاحِدَۃِ کَاَسْمَاء وَمَرْوَان،(٤)اَوْحَرْفٌ صَحِیْحٌ قَبْلَہُ مَدَّۃٌ وَھُوَاَکْثَرُمِنْ اَرْبَعَۃِ اَحْرُفٍ حُذِفَتَا،(۵)وَاِنْ کَانَ مُرَکَّباًحُذِفَ الاسْمُ الاَخِیْرُ.

ترجمہ:۔اورترخیم منادیٰ جائز ہے،اورغیر منادیٰ میں ضرورۃً جائز ہے،اورترخیم اسم کےآخری حرف کوتخفیف کیلئے حذف کرنا ہے،اور اسکی شرط یہ ہے کہ منادیٰ مضاف نہ ہواورنہ مستغاث ہواورنہ جملہ ہو،اورمنادیٰ یا تو ایسا عَلَم ہوجوتین حروف سے زائدوالاہواوریااسکے

آخر میں تاء تانیث ہو، پس اگر اسکے آخر میں دو حرف زائد ہوں اور ایک زیادتی کے حکم میں ہوں جیسے ''اسماء'' اور ''مروان''، یا ایک حرف صحیح ہو اور اس سے پہلے مدہ ہو اس حال میں کہ وہ چار حرفوں سے زائد پر مشتمل ہو تو دونوں حرف حذف ہوں گے، اور اگر مرکب ہو تو آخری اسم کو حذف کر دیا جائیگا۔

(۱) ترخیم چونکہ خصائص منادیٰ میں سے ہے اسلئے مصنفؒ یہاں سے ترخیم کو بیان فرماتے ہیں، کہ منادیٰ میں خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو ترخیم جائز ہے اور غیر منادیٰ میں بوقت ضرورتِ شعری تو ترخیم جائز ہے بلاضرورت جائز نہیں۔ ترخیم لغت میں بمعنی دُم بُریدن، اور اصطلاح میں منادی کے آخری حرف کو محض تخفیف کے لئے حذف کرنا، کسی دوسرے مقتضی کی وجہ سے حذف کرنا ترخیم نہیں۔ تعریف میں ''ھو''، ضمیر ترخیم منادیٰ کی طرف راجع ہے، اور غیر منادیٰ کی ترخیم اسی پر قیاس ہے۔ یا ''ھو''، ضمیر مطلق ترخیم کی طرف راجع ہے اور ''آخرہ'' کی ضمیر اسم کی طرف راجع ہے تو معنی یہ ہوا ''التَّرْخِيْمُ مُطْلَقاً حَذْفٌ فِيْ آخِرِ الاسْمِ تَخْفِيْفاً''۔

(۲) **قولہ وشرطہ الخ** ترخیم منادیٰ کی چند شرائط ہیں یہاں سے مصنفؒ ان شرائط کو بیان فرماتے ہیں۔ **/نمبر ۱**۔ منادیٰ مضاف نہ ہو، یہ شرط اسلئے لگائی کہ بصورت اضافت ترخیم مضاف میں ہوگی یا مضاف الیہ میں؟ مضاف میں تو جائز نہیں اسلئے کہ اسوقت معنیً وسط کلمہ میں ترخیم لازم آئیگی حالانکہ ترخیم آخر میں ہوتی ہے، اور مضاف الیہ میں بھی جائز نہیں ورنہ تو بالنظر الی اللفظ غیر منادیٰ میں ترخیم لازم آئیگی کیونکہ منادیٰ تو مضاف ہے نہ کہ مضاف الیہ۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ منادیٰ مستغاث نہ ہو، یہ شرط اسلئے لگائی کہ مستغاث دو قسم پر ہے۔ (۱) جو بوجہ لام استغاثہ مجرور ہو۔ (۲) جو بوجہ الفِ استغاثہ مفتوح ہو۔ اول میں ترخیم اسلئے جائز نہیں کہ اسمیں اثرِ ندا مفقود ہے جو کہ ضمہ یا نصب ہے تو بظاہر یہ منادیٰ نہیں اور غیر منادیٰ میں بلاضرورت ترخیم جائز نہیں۔ اور ثانی میں ترخیم اسلئے جائز نہیں کہ اسمیں الف کی زیادتی برائے تمدیدِ صوت کی گئی ہے اور ترخیم حذف کا نام ہے اور حذف و زیادتی میں منافات ہے۔ (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ منادیٰ جملہ نہ ہو۔ جملہ سے مراد اسم منقول عن الجملہ ہے، جیسے ''تَأَبَّطَ شَرّاً''، یہ شرط اسلئے لگائی کہ جملہ سے منقول اَعلام مَحکی ہوتے ہیں جن سے قصہ غریبہ پر دلالت مقصود ہوتی ہے تو اس میں کمی بیشی کرنا فوتِ مقصود سے خالی نہ ہوگا لہذا اسے تغیرات و تصرفات سے محفوظ رکھنا ضروری ہے اس لئے اس میں ترخیم جائز نہیں۔

(۴) چوتھی شرط وجودی ہے کہ منادیٰ یا تو ایسا عَلَم ہو جو تین حروف سے زائد پر مشتمل ہو، اور یا اسکے آخر میں تاء تانیث ہو نو پھر ترخیم جائز ہے جیسے: ''حارث'' اور ''شاۃ'' سے ''یا حارُ ویا شا''۔ اور اگر ان دو شرطوں میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی گئی تو ترخیم جائز نہیں وجہ یہ ہے کہ اگر عَلَم سہ حرفی ہو تو بوجہ اعتدالِ وزن کے قابل تخفیف نہیں۔ اور سہ حرفی وزن اس لئے معتدل ہے کہ بقدر ضرورت پر مشتمل ہے کیونکہ ایک حرف ابتداً تلفظ کیلئے درکار ہے اور ایک وقف کیلئے اور ایک وہ جو دونوں میں فاصل ہو جائے۔ اور تاء تانیث کی شرط اس لئے ہے کہ تاء تانیث درحقیقت جزءِ کلمہ نہیں تو بوقتِ ترخیم اسکے حذف سے کلمہ اعتدال سے نہیں نکلتا۔

سوال:۔ یہ شرط کیوں نہ لگائی کہ منادیٰ شبہ مضاف اور مندوب بھی نہ ہو؟

جـــواب:۔شبہ مضاف، مضاف میں داخل ہے اور مندوب مصنفؒ کے نزدیک منادیٰ میں داخل نہیں۔اور اگر داخل قرار دیا جائے تو مندوب کے آخر میں الف کی زیادتی برائے ''تفجع'' ہے اور حذف وزیادتی میں منافات ہے۔

(۳)قولہ فَاِنْ کَانَ فِی آخِرِہٖ زِیَادَتَانِ الخ مصنفؒ شرائطِ ترخیم سے فارغ ہوگئے تو اب ترخیم کی وجہ سے حذف کی مقدار واجب کو بیان فرماتے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اگر منادیٰ کے آخیر میں دو حرف ایک ساتھ زائد ہوئے ہوں تو بوقتِ ترخیم دونوں کو حذف کیا جائیگا، چونکہ علم میں دونوں کی زیادتی ایک سبب سے ہے پس دونوں حرف ایک حرف کے حکم میں ہیں، جیسے ''اسماء'' اور ''مروان'' سے ''یا اسم'' اور ''یامرو''، اول میں زیادتی حرفین تانیث کیلئے ہے اور ثانی میں تذکیر کیلئے۔اس صورت میں دونوں حرفوں کو اکھٹے اسلئے حذف کیا جائے گا کہ یہ دونوں حرف اکھٹے وضع ہوئے ہیں اکھٹے رفع ہونگے تا کہ رفع وضع کے موافق ہو۔اور اگر حرفین میں سے پہلے ایک زائد ہوا پھر دوسرا تو ثانی ہی حذف ہوگا اول نہیں، جیسے: ''ثَمَانِیَۃ'' میں یاء اور ''مَرجَانَۃ'' میں نون پہلے زائد ہوا پھر تاء کا اضافہ ہوا تو بصورتِ ترخیم صرف تاء حذف ہوگی۔

سوال:۔مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اسلئے کہ ''اسماء'' کے اخیر میں تو دوحرف زائد نہیں کیونکہ ''اسماء''، ''افعال'' کے وزن پر ہے جس میں ہمزہ لام کلمہ کے مقابلے میں ہے لہذا ہمزہ زائد نہیں؟

جواب:۔''اسماء''، ''اسمٌ'' سے نہیں بلکہ ''وُسامۃ''، بمعنی حُسن سے ہے جس میں اصلی حروف واو، سین اور میم ہیں بروزن ''فعلاء'' ہے لہذا الف وہمزہ حروف اصلی میں سے نہیں بلکہ زائد ہیں۔

(٤)قولہ اَوْ حَرْفٌ صَحِیْحٌ قَبْلَہٗ مَدَّۃٌ الخ یعنی اسی طرح جہاں منادیٰ کے آخر میں حرفِ صحیح ہو اور اس سے پہلے مدہ زائدہ ہو یعنی ایسا حرف علت زائد ہو کہ ماقبل حرکت اسکے موافق ہو، نیز یہ بھی شرط ہے کہ چار حروف سے زائد پر مشتمل ہو تو بوقت ترخیم دو حروف حذف کئے جائیں گے، جیسے: ''عَمّار، مَنْصُوْر، مِسْکِیْن'' بوقتِ ترخیم ''یَاعَمُ، یَامَنْصُ ویَامَسْک'' پڑھیں گے، وجہ یہ ہے کہ جب حرف صحیح کو حذف کیا تو حرف علت کو بھی حذف کرنا پڑیگا تا کہ عرب کے اس قول کا مصداق نہ بنے کہ ''صُلْتَ عَلَی الْاَسَدِ وبُلْتَ عَنِ النَّقَدِ''، کہ شیر پر تو حملہ کیا اور بکری کے بچے کی وجہ سے پیشاب کر گئے۔اور چار حروف سے زائد ہونے کی شرط اسلئے لگائی تا کہ دو حرف کے حذف کی صورت میں اسم معرب کے اقل وزن پر باقی رہے۔

سوال:۔''سِعْلاتٌ'' کے آخر میں حرف صحیح ماقبل مدہ زائدہ ہے پھر بھی بوقت ترخیم ایک حرف حذف ہوتا ہے؟

جواب:۔اخیر میں حرفِ صحیح سے مراد یہ ہے کہ صحیح اصلی ہو جبکہ مثال مذکور میں تاء زائدہ ہے اصلی نہیں۔

سوال:۔لفظِ ''مُخْتَار'' کے آخر میں حرفِ صحیح ماقبل مدہ ہے پھر بھی بوقت ترخیم ایک حرف حذف ہوتا ہے؟

جواب:۔مدہ سے مراد مدہ زائدہ ہے اور ''مختار'' کا الف بدل از یاء ہے جو کہ عین کلمہ کے مقابلے میں واقع ہے لہذا زائدہ نہیں بلکہ غیر زائدہ ہے تو مذکورہ قاعدہ کے تحت داخل نہیں لہذا بوقتِ ترخیم صرف ایک ہی حرف حذف کیا جائیگا۔

(۵)قولہ وان کان مرکباًالخ یعنی اگر منادیٰ مرکب ہو،مگر مرکب اضافی واسنادی نہ ہو بلکہ مرکب منع صرف ہوتو بوقتِ ترخیم اسم اخیر کوحذف کیا جائیگا کیونکہ اسم اخیر بمنزلہ تاءتانیث کے ہے کہ دونوں میں سے ہرایک الگ کلمہ ہےاور دوسرے کلمہ کے لئے بمنزلۂ جزء کے ہے جیسے:''خمسة عشر''اور''بعلبک''سے''یاخمسة''اور''یابعل''۔

درس نمبر ۱۰۱

(۱)وَاِنْ کَانَ غَیْرَذَالِکَ فَحَرْفٌ وَاحِدٌ،(۲)وَھُوَفِی حُکْمِ الثَّابِتِ عَلَی الْاَکْثَرِ فَیُقَالُ یَاحَارِ وَیَاثَمُوْ وَیَاکَرَوَ،وَقَدْیُجْعَلُ اسْماًبِرَأسِهٖ فَیُقَالُ یَاحَارُ وَیَاثَمِیْ وَیَاکَرَا،(۳)وَقَدِاسْتَعْمَلُوْاصِیْغَةَ النِّدَافِی الْمَنْدُوْبِ وَھُوَالْمُتَفَجَّعُ عَلَیْهِ بِیَااَوْوَا ،وَاخْتُصَّ بِوَا،(٤)وَحُکْمُهٗ فِی الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ حُکْمُ الْمُنَادیٰ،(۵)وَلَکَ زِیَادَةُ الْاَلِفِ فِی آخِرِهٖ فَاِنْ خِفْتَ اللَّبْسَ قُلْتَ وَاغُلامَکِیْهِ وَاغُلامَکُمُوْهُ وَلَکَ الْهَاءِ فِی الْوَقْفِ،(٦)وَلایُنْدَبُ اِلّاالْمَعْرُوْفُ فَلایُقَالُ وَارَجُلاهُ،(۷)وَامْتَنَعَ وَازَیْدُالطَّوِیْلاهُ،خِلافاً لِیُوْنُسَ

ترجمہ:۔اوراگراسکےعلاوہ ہوتوایک حرف حذف کیا جائیگا،اوروہ حذف شدہ حرف اکثراستعمال میں موجود کےحکم میں ہوگا پس کہا جائیگا یا''حَارِ وَیَاثَمُوْ وَیَاکَرَوَ''،اورکبھی اسکومستقل اسم قراردیا جاتا ہےپس کہا جائیگا''یَاحَارُ وَیَاثَمِی وَیَاکَرَا''،اورکبھی ندا کےصیغہ کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں،اورمندوب اس شخص کا نام ہےجس پرآہ وزاری کی جائے''یا''یا''وا''کےساتھ اور خاص کیا گیا ہے مندوب''وا''کےساتھ،اورمندوب کاحکم معرب ومبنی ہونے میں منادیٰ جیسا ہے،اورتیرے لئے اسکےاخیرمیں الف کا اضافہ جائز ہے،پس اگرالتباس کاخوف ہوتو کہنا''وَاغُلامَکِیْه وَاغلامَکُمُوْه''،اورتیرے لئے بوقت وقف الحاق ھاء جائز ہے،اورنہیں ندبہ کیا جاتا ہےمگرصرف معروف پرلہذا''وَارَجُلاه''نہیں کہا جائیگا،اور''وَازَیْدُالطَّوِیْلاه''ممتنع ہے،اسمیں یونس نحوی کااختلاف ہے۔

(۱) کل کے درس میں بیان شدہ اقسام منادیٰ کے علاوہ اگرمنادیٰ کی کوئی اورقسم ہوتواس سے بوقت ترخیم صرف ایک حرف حذف کیا جائیگااس لئے کہ ایک سے زائد حذف کرنے کا کوئی موجب نہیں کیونکہ ایک سے ہمارامقصود یعنی تخفیف حاصل ہوجاتی ہے لہذاایک سے زیادہ حذف کرنے کی ضرورت نہیں،جیسے:''یَاخَالِدُ''سے''یَاخَالُ''۔

(۲)قولہ وھوفی حکم الثابت الخ یعنی منادیٰ مرخم میں حرف اخیر کےحذف کےبعدمحذوف کوملفوظ سمجھ کرلفظ کوسابقہ حالت پرچھوڑا جائیگا کیونکہ محذوف ملفوظ کی طرح ہوتا ہےلہذا''یَاحَارِ وَیَاثَمُوْ وَیَاکَرَوَ''میں کسی قسم کی تعلیل نہیں کرینگے،اکثرعربوں کا استعمال ایسا ہی ہے۔لیکن کبھی استعمال اقل کےمطابق منادیٰ مرخم کےحرفِ محذوف کونسیاًمنسیاًسمجھ کراسکےساتھ منادیٰ غیرمرخم کا سا معاملہ کیا جاتا ہےمثلاً''یَاحَارُ''کےراءپرضمہ پڑھیں گے کیونکہ منادیٰ مفردمعرفہ ہے۔اور''یَاثَمُوْ''کو''یَاثَمِیْ''پڑھیں گے کیونکہ واو ماقبل مضموم اسم کےآخرمیں یاءسےتبدیل ہوتا ہےاوربمناسبت یاءماقبل کوکسرہ دیا جاتا ہےتو''یَاثَمُو''سے''یَاثَمِیْ''ہوجائے گا۔اور''یَاکَرَوَ''سے''یَاکَرَا''ہوجائے گا کیونکہ واومتحرک ماقبل مفتوح بقاعدہ''قالَ''الف سے بدل جاتا ہے۔

(۳) قولہ وقد استعملوا الخ اور کبھی ندأ کے صیغہ (یعنی یاء) کومندوب میں استعمال کیا جاتا ہے۔صیغہ ندأ میں دعاء واختصاص کا معنی پایا جاتا ہےاور مندوب کوبھی قوم کے درمیان میں سے ''تفجع'' کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے بایں مناسبت صیغہ ندأ مندوب میں استعمال کیا جاتا ہے۔مندوب لغت میں اس میت کو کہا جاتا ہے جس پر کوئی روئے اور اسکے محاسن کوشمار کرتا رہے تاکہ لوگ سمجھے کہ اسکی موت حادثہ عظیمہ ہےاور لوگ اس نادب کو بکاء میں معذور سمجھیں اور اسکے ساتھ آہ وزاری میں شریک ہو جائیں۔اور اصطلاح میں مندوب اس اسم کو کہتے ہیں جس پر دردمندی کا اظہار کیا جائے اسکے وجود یا عدم کی وجہ سے ''یاء'' یا ''وا'' کے ساتھ، جیسے وجودِ مصیبت پر غم کیا جائے یا عدمِ میت پر۔

سوال:۔صیغہ ندأ مطلق ذکر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ تمام حروفِ ندأ مندوب پر داخل ہوتے ہیں حالانکہ مندوب پر صرف یاء داخل ہوتی ہے؟

جواب:۔مطلق سے فردِ کامل مراد ہوتا ہےاور حروفِ ندأ میں یاء فردِ کامل ہے کیونکہ یاء اشہر واعرف ہے لہذا صیغہ ندأ سے صرف یاء مراد ہے۔

وَاخْتُصَّ بِوَا الخ (مندوب کو ''واو'' کے ساتھ خاص کر دیا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ ''واو'' کومندوب کے لئے خاص کر دیا ہے یوں کہ ''واو'' صرف مندوب میں استعمال ہوتا ہے منادی میں استعمال نہیں ہوتا۔

سوال:۔جب مندوب کا حکم اعراب وبناء میں منادیٰ کی طرح ہے تو پھر یہ منادیٰ میں کیوں داخل نہیں؟

جواب:۔مصنفؒ نے ''وَاخْتُصَّ بِوَا'' سے جواب دیدیا کہ مندوب ''وَا'' کے ساتھ منادیٰ سے ممتاز ہے کہ مندوب پر ''وَا'' داخل ہوتا ہے،اور منادیٰ پر داخل نہیں ہوتا۔

(۴) قولہ وحکمہ فی الاعراب :یعنی مندوب کا حکم معرب ومبنی ہونے میں منادیٰ جیسا ہے یعنی اگر مفرد معرفہ ہو تو مبنی برضمہ ہوگا اور اگر مضاف یا شبہ مضاف ہو تو منصوب ہوگا،البتہ مندوب نکرہ نہیں ہوتا لماسیأتی۔نیز مندوب کے توابع بھی اعراب وبناء میں منادیٰ کے توابع کی طرح ہیں۔

(۵) قولہ ولک زیادۃ الالف الخ مندوب میں درازیٔ صوت مطلوب ہوتی ہے اسلئے مندوب کے آخر میں الف بڑھانا جائز ہے۔پھر اگر الف بڑھانے سے التباس پیدا ہوتا ہو تو مندوب کے آخری حرف کی حرکت کے موافق الف حرفِ علت سے تبدیل کیا جائے گا مثلاً کسی عورت کے غلام پر ندبہ کرنا مقصود ہو تو ''وَاغُلامَکِمَاہْ'' نہ کہیں کیونکہ التباس آئیگا کہ شاید مذکر مخاطب کے غلام پر ندبہ کر رہا ہے اسلئے الف کو کاف کے کسرہ کے موافق یاء سے تبدیل کیا جائے تو ''وَاغُلامَکَاہْ'' کے بجائے ''وَاغُلامَکِیْہِ'' پڑھیں۔اسی طرح اگر جمع مذکر مخاطب کے غلام پر ندبہ کرنا مقصود ہو تو ''وَاغُلامَکَاہ'' نہ کہیں کیونکہ شبہ ہوگا کہ شاید تثنیہ مخاطب کے غلام پر ندبہ کر رہا ہے بلکہ ''وَاغُلامَکُمُوْہ'' پڑھیں۔اور آخر میں ھاء برائے وقف ہےاور ھاء برائے وقف بڑھانا جائز ہے۔

(۶) قولہ ولایندب الّا المعروف الخ یعنی ندبہ صرف معروف ومشہور شخص پر ہوتا ہے غیر معروف پر نہیں کیونکہ معروف پر ندبہ کرنے کی صورت میں لوگ ندبہ کرنے والے کو معذور سمجھیں گے جبکہ غیر معروف پر ندبہ کرنے کی صورت میں لوگ نادب کا مذاق

اُڑائیں گے، لہذا ''وَارَجلاهُ'' نہیں کہا جائیگا کیونکہ ''رجل'' مجہول غیر معرف ہے۔

(۷) قولہ وامتنع وازیدالخ یعنی ''وَازَیدُالطّوِیلاهُ'' جائز نہیں۔ مثال مذکور سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں الف اورھاء مندوب کی صفت کے ساتھ ملحق ہو تو یہ الحاق نا جائز ہے۔ اسکو صرف یونس نحوی جائز قرار دیتے ہیں ان کی دو دلیلیں ہیں۔ **/نمبر ۱** ۔مضاف ومضاف الیہ میں بالذات مغایرت ہے پھر بھی الف اور ھاء مندوب کے مضاف الیہ کے آخر میں ملحق ہو سکتے ہیں، جبکہ موصوف وصفت میں مغایرت ذاتی نہیں لہذا مندوب کی صفت کے آخر میں الف اور ھاء کا الحاق بطریقہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔ **/نمبر ۲** ۔اعرابی کا قول ہے ''وَاجُمجُمَتَیّ الشَّامِیَتَیناهُ'' اس میں الف اور ھاء '' شامیتیناه'' کے ساتھ ملحق ہیں جو کہ مندوب کی صفت ہے معلوم ہوا کہ الف وھاء کا الحاق مندوب کی صفت کے ساتھ جائز ہے۔

جمہور یونس نحوی کو جواب دیتے ہیں کہ مضاف ومضاف الیہ کا اتصال معنیً ناقص اور لفظاً کامل ہے اور موصوف وصفت کا اتصال لفظاً ناقص اور معنیً کامل ہے۔ اور نحوی کا منظور نظر الفاظ ہوتے ہیں لہذا مندوب کی صفت کے ساتھ الف وھاء کا الحاق جائز نہیں اور مندوب کے مضاف الیہ کے ساتھ جائز ہے۔ باقی اعرابی کا قول ''واجمجمتیّ الشامیتیناه'' شاذ ہے جس سے استدلال صحیح نہیں۔

درس نمبر ۱۰۲

(۱) وَیَجُوزُ حَذُفُ حَرُفِ النِّدَاْ اِلّامَعَ اسمِ الُجِنسِ وَالاشَارَةِ وَالُمُستَغَاثِ وَالُمَندُوبِ، نَحُویُوسُفُ اَعُرِضُ عَنُ هذَاوَاَیُّهَاالرَّجُلُ، (۲) وَشَذَّاَصبِح لَیُلُ وَافُتَدِمَخُنُوقُ وَاَطُرِق کَرَا، (۳) وَقَدیُحذَفُ الُمُنَادیٰ لِقِیَامِ قَرِینَةٍ جَوَازاًمِثُلُ اَلایَااسُجُدُوا

ترجمہ:۔ اور جائز ہے حذفِ حرفِ ندا مگر اسم جنس، اسم اشارہ، مستغاث اور مندوب سے حذف کرنا جائز نہیں، جیسے ﴿یُوسُفُ اَعُرِضُ عَنُ هذَا﴾ اور ''اَیُّهَاالرَّجُلُ'' اور حذف حرف ندا شاذ ہے ''اَصُبِح لَیُلُ، افُتَدِ مَخُنُوقُ'' اور ''اَطُرِق کَرَا'' میں، اور کبھی بوقتِ وجود قرینہ منادیٰ کو جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے: ''اَلایَااسُجُدُوا''.

(۱) بوقتِ وجودِ قرینہ حرفِ ندا کا حذف کرنا جائز ہے، مگر چار مقامات ایسے ہیں جن میں حرف ندا کا حذف کرنا جائز نہیں۔ **/نمبر ۱** ۔ جب منادیٰ اسم جنس ہو تو حرف ندا حذف کرنا جائز نہیں، اسم جنس سے مراد یہ ہے کہ ندا سے پہلے منادیٰ نکرہ ہو جیسے: ''یَارَجُلُ'' یا ندا کے بعد بھی نکرہ ہو، جیسے: ''یَارَجُلاً''۔ اور اسم جنس سے حرف ندا حذف کرنا اسلئے جائز نہیں کہ اسم جنس کا منادیٰ ہونا مشہور نہیں اگر حرف ندا حذف کرو گے تو معلوم نہ ہوگا کہ یہ منادیٰ ہے کہ نہیں۔ **/نمبر ۲** ۔ منادیٰ اگر اسم اشارہ ہو تو حرفِ ندا کا حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ اسم اشارہ بھی عدم شہرت وابہام میں اسم جنس کی طرح ہے۔ **/نمبر ۳** ۔مستغاث۔ **/نمبر ٤** ۔مندوب، ان دو سے حرف ندا حذف کرنا اسلئے جائز نہیں کہ ان میں درازی صوت مطلوب ہے اور حذف درازی صوت کے منافی ہے۔

چار مقامات ایسے ہیں جہاں حرف ندا کا حذف کرنا جائز ہے۔ **/نمبر ۱** ۔ جب منادیٰ عَلَم ہو پھر خواہ حرف ندا کے عوض میں میم

مشدد آئے، جیسے: ''اَللّٰھُمَّ'' جو اصل میں ''یااللہ'' تھا، یا میم مشدّد عوض میں نہ آئے، جیسے ﴿یُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا﴾ ای یَایُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا ۔/**نمبر ۲**۔ جب منادیٰ لفظ ''ایٌّ'' ہو اور اس کی صفت معرف باللام ہو، جیسے: ''ایھا الرجل''، ''ای یاایھا الرجل''، یا لفظ ''اَیّ'' کی صفت کی صفت معرف باللام ہو، جیسے: ''اَیّھٰذاالرجل ای یاایّھذاالرجل''، لفظ ''ایّ'' موصوف ہے ''ھذا'' اس کی صفت ہے اور ''ھذا'' موصوف بھی ہے ''الرجل'' اس کی صفت ہے ۔/**نمبر ۳**۔ جب منادیٰ مضاف بسوئے معرفہ ہو، جیسے: ''رَبَّنَا آتِنَافِی الدُّنیَا، ای یاربَّنا آتنافی الدّنیا''، اور ''غُلَامُ زَیدٍصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، اَیْ یَاغُلَامُ زَیْدٍصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' ۔/**نمبر ٤**۔ جب منادیٰ موصول ہو جیسے: ''مَنْ لایَزَالُ مُحْسِناًاَحْسِنْ اِلَیّ اَیْ یَامَنْ لایَزَالُ مُحسِناًاَحْسِنْ اِلَیّ'' ۔

(۲) قولہ شَذّاَصْبِحْ لَیْل الخ یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ اسم جنس سے حرف نداً کا حذف کرنا جائز نہیں حالانکہ ''اصْبِحْ لیلُ'' میں ''لیلُ'' اور ''افتدِمَخْنوقْ'' میں ''مخنوقْ'' اور ''اَطْرِقْ کَرَا'' میں ''کَرَا'' اسم جنس ہے پھر بھی ان سے حرف نداً حذف ہوا ہے کیونکہ اصل میں یہ ''اَصْبِحْ یالیلُ، افتدِیامخنوقْ''، اور ''اَطْرِقْ یا کَرَا'' ہے؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ تینوں تراکیب شاذ ہیں و لاعبرۃَ للشّاذ۔

''اَصْبِحْ لیلُ'' اِمرأالقیس کی بیوی کا مقولہ ہے جب اِمرأالقیس نے اسکورات کے وقت طلاق دی تو اس نے کہا ''اَصْبِحْ لیلُ''، یعنی اے رات جلدی صبح ہو جا۔ اب یہ ضرب المثل ہے شیٔ کی شدۃ طلب کا۔ اور ''افتدِمَخْنُوْقْ'' اس شخص کا مقولہ ہے جس نے لیٹے ہوئے شخص کی گردن پر پاؤں رکھ کر کہا ''افتدِمخنوق'' یعنی فدیہ دے اے گلا گھونٹے ہوئے۔ اب یہ ضرب المثل ہے مصائب سے نجات دلانے کے وقت کہا جاتا ہے۔ اور ''اَطْرِقْ کَرَا''، کروان ایک بے وقوف پرندہ ہے شکاری اسکو شکار کرتے ہوئے کہتا ہے ''اَطْرِقْ کَرَا اَطْرِقْ کَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِی الْقُریٰ'' یعنی اے کروان سر جھکاؤ بے شک شتر مرغ جو تجھ سے بڑا ہے گاؤں میں ہے تو تُو کب چھوٹ سکتا ہے، وہ بے وقوف سر نیچے کر کے سمجھتا ہے کہ شکاری مجھے نہیں دیکھ رہا اس طرح وہ شکار ہو جاتا ہے۔ اب یہ ضرب المثل ہے جب کوئی طاقتور کمزور کو اپنی فرمان برداری کیلئے حکم کرتا ہے تو یہ کہتا ہے۔

فائدہ: ''اَطْرِقْ کَرَا'' میں تین شذوذ ہیں۔/**نمبر ۱**۔ اسم جنس سے حرفِ نداً کو حذف کیا ہے۔/**نمبر ۲**۔ غیر علَم میں بلا ضرورت ترخیم کی ہے۔/**نمبر ۳**۔ مُرخّم کو اسم براَسہ قرار دیا ہے۔

(۳) قولہ وقدیحذف الخ یعنی منادیٰ کا حذف کرنا جائز ہے جب حذف پر قرینہ موجود ہو، جیسے: ''اَلایااسْجُدُوا، ای اَلایاقَوْمِ اسْجُدُوا''، مثال مذکور میں حذف منادیٰ پر قرینہ ''اسْجُدُوا'' فعل پر یاء کا دخول ہے کیونکہ یاء حرف نداُ فعل پر داخل نہیں ہوتا یہاں فعل پر داخل ہے تو یہ دلیل ہے کہ اسم یعنی لفظ قوم مقدر ہے جو کہ منادیٰ ہے۔

درس نمبر ۱۰۳

(۱) وَالثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهُ عَلَى شَرِيطَةِ التَّفْسِيرِ وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ بَعْدَهُ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهُ مُشْتَغِلٌ عَنْهُ بِضَمِيرِهِ اَوْ مُتَعَلِّقِهِ لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُهُ لَنَصَبَهُ (۲) مِثْلُ زَيْداً ضَرَبْتُه وَزَيْداً مَرَرْتُ بِهِ وَزَيْداً ضَرَبْتُ غُلامَهُ وَزَيْداً حُبِسْتُ عَلَيْهِ، يُنْصَبُ بِفِعْلٍ مُضْمَرٍ يُفَسِّرُهُ مَابَعْدَهُ اَیْ ضَرَبْتُ وَجَاوَزْتُ وَاَهَنْتُ وَلابَسْتُ

ترجمہ:۔اور تیسراموضع وہ مفعول بہ ہے جسکا عامل بشرط التفسیر مقدر ہو،اور وہ ہر وہ اسم ہے جسکے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہواور وہ فعل اس اسم سے اعراض کررہا ہواسکی ضمیر کے یا اسکے متعلق کی ضمیر کے ساتھ مشغول ہونے کیوجہ سے اگر اس اسم پر وہ یا اسکا مناسب مسلّط کر دیا جائے تو اسکو نصب دیدے، جیسے:''زَیْداً ضَرَبْتُه''،''زَیداً مَرَرْتُ بِه''،''زَیداً ضَرَبْتُ غُلامَه''اور ''زَیْداً حُبِسْتُ عَلَیْهِ''،فعل مضمر کی وجہ سے نصب دیا جاتا ہے اور اسکا مابعد اسکی تفسیر کرتا ہے، یعنی پہلی مثال میں''ضربتُ''اور دوسری میں''جاوَزْتُ''اور تیسری میں''اَهنتُ''اور چوتھی میں''لابَسْتُ'' ہے۔

(۱) تیسرا موقع جہاں مفعول بہ کے ناصب کا حذف کرنا قیاساً واجب ہے ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے یعنی وہ مفعول بہ جسکے عامل کو اس شرط پر حذف کیا گیا ہو کہ آگے اسکی تفسیر آرہی ہو۔اس موقع پر عامل کا حذف کرنا اسلئے واجب ہے تاکہ مفسِّر اور مفسَّر کا جمع ہونا لازم نہ آئے جو کہ ناجائز ہے۔''شریطة'' بمعنی''شرط''اور''شریطة'' کی اضافت''التفسیر'' کی طرف بیانیہ ہے''اَیْ الشَّرِيطَةُ هِیَ التَّفْسِيرُ''۔

قولہ وھو کلّ اسم الخ یہاں سے مصنفؒ مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی تعریف کرتے ہیں کہ یہ ہر وہ اسم ہے جسکے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا اسکے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرے اور اگر اس فعل یا شبہ فعل یا انکے کسی مناسب کو مذکورہ اسم پر مسلّط کیا جائے یعنی مذکورہ اسم کو اسکا معمول بنایا جائے تو وہ اس اسم کو نصب دیدے۔

(۲) قولہ مِثْلُ زَیْداً ضَرَبْتُه الخ مثال مذکور میں''زیداً'' مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے عامل اس کا مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے''ضربتُ زیداً ضربته''، پھر عامل یعنی''ضربتُ'' کو وجوباً حذف کیا کیونکہ آگے اس کی تفسیر یعنی ''ضربته'' موجود ہے۔مصنفؒ نے متعدد مثالیں اس لئے پیش کی ہیں کہ ممثل لہ متعدد ہیں کیونکہ''زَیداً ضَرَبْتُهُ'' اس مااضمر عاملہ کی مثال ہے جس میں بذات خود فعل اگر اسم منصوب پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب دے جیسے''زیداً ضربته'' سے''ضَرَبْتُ زَیْداً''۔اور''زَیداً مَرَرْتُ بِه'' اس مااضمر عاملہ کی مثال ہے جس میں فعل بذات خود اسم پر مسلط کرنے کے بعد اسم کو نصب نہیں دیتا بلکہ فعل مذکور کا مرادف اس اسم کو نصب دیتا ہے،اور''مررتُ'' کا مناسب ومرادف فعل''جاوَزْتُ'' ہے کیونکہ''مررت'' جب متعدی بالباء ہو تو یہ''جاوزت'' کا مرادف ہے''ای جاوَزْتُ زیداً''

اور''زَیداً ضَرَبْتُ غُلامَه'' اس مااضمر عاملہ کی مثال ہے جس میں فعل اسکے متعلق (یعنی غلامہ) کے ساتھ مشغول ہے اور

فعل کا بذات خود اسم پر مسلط کرنا صحیح نہیں بلکہ فعل کے لازم کو اگر اسم مذکور پر مسلط کیا جائے تو وہ اسکو نصب دیگا چونکہ غلامِ زید کے مارنے کیلئے اہانتِ زید لازم ہے لہذا ''اَهَنتُ'' مسلط کیا جائیگا ''ای اَهَنتُ زیداً''۔اور ''زیداً حُبِسْتُ علیه'' اس ما اضمر عاملہ کی مثال ہے جس میں فعل مشتغل بالضمیر ہے اور بذاتِ خود اسم مذکور کو بعد التسلیط نصب نہیں دے سکتا (کیونکہ فعل مجہول ہے) بلکہ فعل مذکور کا لازم بعد التسلیط نصب دیتا ہے اور حبس الشیٔ علی الشیٔ مستلزم ہے ملابستِ محبوس مع المحبوس علیہ کو لہذا '' لابَسْتُ''، مسلط کیا جائیگا ''ای لابَسْتُ زیداً''۔

سوال:۔''ما اُضمر عامله الخ'' میں ''ما'' سے مفعول بہ مراد ہے یا مفعول مطلق۔اگر اول مراد ہے تو مفعول بہ معرّف ٹھہرا اور ''وهو كل اسم الخ'' تعریف ہے جس سے تعریف الخاص بالعام لازم آتی ہے جو کہ ناجائز ہے۔اور اگر ''ما'' سے مفعول مطلق مراد ہے تو خروج عن المبحث لازم آتا ہے؟

جواب:۔''ما'' سے مفعول بہ مراد ہے اور ''كل اسم الخ'' سے بھی مجازاً مفعول بہ مراد ہے لہذا التعریف الخاص بالعام لازم نہیں آتی۔

سوال:۔آپ نے کہا کہ جمع بین المفسّر والمفسَّر جائز نہیں حالانکہ ﴿اِنّی رَأیتُ اَحَدَعَشَرَ کَوکَباًوَالشَّمسَ وَالقَمَرَ رَأیتُهُم لِیْ سَاجِدِیْنَ﴾ میں ''رَأیتُ'' اول مفسَّر اور ''رَأیتُ'' ثانی مفسِّر ہے اور دونوں جمع ہو گئے ہیں؟

جواب:۔''رأیت'' ثانی تفسیر نہیں بلکہ جملہ مستأنفہ ہے گویا سائل نے سوال کیا ''کَیفَ رَأیتَهم''؟ تو مجیب نے جواب دیا ''رَأیتُهُم لِیْ سَاجِدِیْنَ''۔

سوال:۔''مشتغلٌ'' اگر بمعنی فراغ واعراض ہو جو مجازی معنی ہے تو اسکا صلہ ''عن'' آتا ہے اور اگر بمعنی تسلیط ہو تو اسکا صلہ باء آتا ہے جبکہ عبارت بالا میں دونوں صلے آئے ہیں تو یہ عموم مشترک ہے جو کہ ناجائز ہے؟

جواب:۔عبارتِ بالا میں ایک ''مشتغلٌ'' مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''مُشْتَغِلٌ عَنهُ مُشْتَغِلٌ بِضَمِیرِهٖ''۔اور یوں بھی جواب دیا جا سکتا ہے کہ ''مشتغلٌ'' فراغ کے معنی کو متضمن ہے اسلئے اسکے صلہ میں ''عن'' آیا ہے اور اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے اسکے صلہ میں باء آئی ہے۔

سوال:۔''زیدٌ ضَرَبْتُهٗ'' پر ما اُضمر عاملہ کی تعریف صادق ہے حالانکہ یہ ما اُضمر کے قبیل سے نہیں؟

جواب:۔ما اُضمر عاملہ میں شرط یہ ہے کہ مذکورہ اسم میں فعل صرف اس وجہ سے عمل نہ کرے کہ اس کی ضمیر کے ساتھ مشغول ہے جبکہ مثالِ مذکور میں فعل کے عمل نہ کرنے کی ایک اور وجہ ہے وہ یہ کہ ''زیدٌ'' مبتدأ ہے جسکا عامل معنوی ہے تو اگر مابعد فعل کو بھی عامل قرار دیا جائے تو اجتماع عاملین معمول واحد پر لازم آئیگا۔

درس نمبر ۱۰۴

(۱)وَیَخْتَارُ الرَّفْعُ بِالْاِبْتِدَاءِ عِنْدَ عَدَمِ قَرِیْنَۃِ خِلَافِہٖ اَوْعِنْدَ وُجُوْدِ اَقْوٰی مِنْہَا کَاَمَّا مَعَ غَیْرِ الطَّلَبِ وَاِذَا لِلْمُفَاجَاۃِ،(۲)وَیَخْتَارُ النَّصْبُ بِالْعَطْفِ عَلٰی جُمْلَۃٍ فِعْلِیَّۃٍ لِلتَّنَاسُبِ وَبَعْدَ حَرْفِ النَّفْیِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَاِذَا الشَّرْطِیَّۃِ وَحَیْثُ وَفِی الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ اِذْهِیَ مَوَاقِعُ الْفِعْلِ،وَعِنْدَ خَوْفِ لَبْسِ الْمُفَسِّرِ بِالصِّفَۃِ مِثْلُ اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاہُ بِقَدَرٍ

ترجمہ:۔اور رفع اختیار کیا جاتا ہے ابتدا کی وجہ سے جبکہ اسکے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو، یا اس سے زیادہ قوی قرینہ موجود ہو جیسے: ''امّا'' جو طلب کیلئے نہ ہو اور ''اذا'' مفاجاتیہ، اور نصب اختیار کیا جاتا ہے جبکہ یہ جملہ فعلیہ پر عطف ہو مناسبت کی وجہ سے اور حرف نفی و استفہام کے بعد اور ''اذا'' شرطیہ کے بعد اور ''حیث'' کے بعد اور امر و نہی میں اسلئے کہ یہ فعل کے مواقع ہیں، اور جس وقت کہ التباس کا خوف ہو مفسّر کا صفت کے ساتھ، جیسے ﴿اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاہُ بِقَدَرٍ﴾۔

(۱) یہاں سے مصنفؒ ما اضمر عاملہ کے فروع کو بیان فرماتے ہیں کبھی بادی النظر میں کسی اسم کے ما اُضمر عاملہ کے قبیل سے ہونے کا گمان ہوتا ہے اگر چہ فی الواقع ما اُضمر کے قبیل سے نہ ہو، تو ایسے اسم کی اعراب کے اعتبار سے پانچ صورتیں ہیں۔(۱) رفع اولیٰ ہو۔(۲) نصب اولیٰ ہو۔(۳) رفع متعین ہو۔(٤) نصب متعین ہو۔(۵) رفع ونصب دونوں مساوی ہوں۔

قولہ ویختار فیہ رفع الخ یہ پہلی صورت ہے جس میں رفع اولیٰ ہے اولویت رفع کی دو صورتیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔خلاف رفع کوئی قرینہ نہ ہو۔قرینہ سے قرینہ مرجّحہ مراد ہے نہ کہ قرینہ مصحّحہ یعنی قرینہ صحت تو رفع کا بھی ہے اور نصب کا بھی مگر قرینہ مرجّحہ رفع کا ہے نصب کا نہیں، جیسے: ''زَیْدٌ ضَرَبْتُہٗ'' میں ''زید'' پر صحت رفع کا قرینہ ''زید'' کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا ہے۔اور نصب بھی صحیح ہے کیونکہ مابعد والا جملہ تفسیر کی صلاحیت رکھتا ہے تو فعل مفسَّر محذوف ہوگا اور وہ ''زید'' کو نصب دیگا پس رفع اور نصب دونوں کی اولویت کے قرینے موجود ہیں۔اور اولویت رفع کا قرینہ بھی موجود ہے مگر اولویت نصب کا قرینہ نہیں۔اولویت رفع کا قرینہ یہ ہے کہ بصورت رفع حذف فی العبارۃ لازم نہیں آتا ''زید'' مبتدا اور مابعد والا جملہ خبر ہے۔

/**نمبر ۲**۔رفع کے مختار ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ رفع اور نصب دونوں کے لئے قرینہ مصحّحہ اور قرینہ مرجّحہ موجود ہوں مگر رفع کا قرینہ مرجّحہ زیادہ قوی ہو نصب کے قرینہ سے، اور یہ دو صورتوں میں ہوتا ہے(۱) مذکورہ اسم پر ''امّا'' داخل ہو اور اس کے بعد والا جملہ خبریہ ہو امر یا نہی نہ ہو، جیسے ''لَقِیْتُ الْقَوْمَ وَاَمَّا زَیْدٌ فَاَکْرَمْتُہٗ''، مثال مذکور زید پر ''امّا'' داخل ہے، زید کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور مرفوع بھی۔منصوب پڑھنے کا قرینہ مصحّحہ یہ ہے کہ زید ما اضمر عاملہ ہو اور ''اکرمتہ'' اس مقدر فعل کے لئے تفسیر ہو، اور مرفوع ہونے کا قرینہ مصحّحہ یہ ہے کہ زید ابتداء میں واقع ہے۔اور نصب کے لئے قرینہ مرجّحہ یہ ہے کہ اس صورت میں زید کا عطف ''القوم'' پر ہوگا اور جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو جائے گا تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ''لقیت القوم وامّا اکرمت زیداً فاکرمتہ'' تاکہ معطوف ومعطوف علیہ میں مناسبت ہو۔رفع کے لئے قرینہ مرجّحہ یہ ہے کہ زید پر ''امّا'' داخل ہے

جوتقاضا کرتا ہے کہ زید مرفوع ہو۔اور رفع کا قرینہ اقوی اس طرح ہے کہ اگر ہم زید کا عطف قوم پر نہ کریں تو صرف یہ ہوگا کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہوگا جو کلام عرب میں بکثرت پایا جاتا ہے لیکن ''اما'' کبھی فعل پر داخل نہیں ہوتا اس لئے رفع کا قرینہ اقوی ہے۔

رفع کے قرینہ کے اقوی ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اسم مذکور پر ''اذا'' مفاجاتیہ داخل ہو، جیسے: ''خَرَجْتُ فَاِذَازَیْدٌیَضْرِبُهُ عَمْروٌ'' مثال مذکور میں زید کو مرفوع پڑھنا بھی درست ہے کیونکہ زید عوامل لفظیہ سے خالی ہے اور منصوب پڑھنا بھی درست ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بعد والا فعل یعنی ''یضربہ''، فعل مقدر کے لئے تفسیر ہو زید اس مقدر فعل کے لئے مفعول ہو کر منصوب ہو۔رفع کا قرینہ مرجّحہ یہ ہے کہ زید پر ''اذا'' مفاجاتیہ داخل ہے اور نصب کے لئے قرینہ مرجّحہ یہ ہے کہ جب نصب پڑھیں تو جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہوگا،اور رفع کا قرینہ اقوی اس طرح ہے کہ کلامِ عرب میں جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر تو ہوتا ہے لیکن ''اذا'' مفاجاتیہ کبھی فعل پر داخل نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے اس لئے یہاں رفع کا قرینہ اقوی ہے۔

(۴)**قوله ویختار النصب الخ** یہاں سے اولویتِ نصب کی وجوہ بیان فرماتے ہیں۔آٹھ مواقع میں مذکورہ اسم کو منصوب پڑھنا اولی ہے /**نمبر ۱**۔جس جملہ میں یہ اسم ہو وہ جملہ فعلیہ پر معطوف ہو تو نصب اولی ہے کیونکہ یہاں ہم برائے تناسب اسے از قبیل ماا ضمر عاملہ قرار دے کر اس سے پہلے فعل ناصب مقدر مانیں گے تا کہ جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو، جیسے: ''خَرَجْتُ فَزَیْداًلَقِیْتُهُ،ای خرجت فلقیت زیداً لقیته''۔

/**نمبر ۲**۔اسم مذکور حرف نفی کے بعد واقع ہو تو نصب اولی ہے کیونکہ حرفِ نفی مضمون فعل کی نفی کرتا ہے تو حرف نفی کے ساتھ اتصالِ فعل اولی ہے تو اگر حرف نفی کے بعد فعل نہ ہو تو یہ دلیل ہے کہ فعل مقدر ہے، جیسے: ''مَازَیْداًضَرَبْتُهُ،ای ماضربت زیداًضربته''۔/**نمبر ۳**۔اولویت نصب کا تیسرا موقع یہ ہے کہ جب اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب اولی ہے کیونکہ حرف استفہام کا فعل پر داخل ہونا اولی ہے جہاں فعل نہ ہوگا تو یہ تقدیرِ فعل کی دلیل ہے، جیسے: ''أزَیْداًضَرَبْتُهُ، اَضربت زیداًضربته''۔حرفِ استفہام اسلئے کہا کہ اسم استفہام کی صورت میں رفع مختار ہے نصب مختار نہیں، جیسے: ''من اکرمت'' میں ''من'' میں بناء ابتدائیت رفع مختار ہے۔اور ہمزہ استفہام کے بجائے حرف استفہام کہا تا کہ ھل استفہامیہ کو بھی شامل ہو جائے، جیسے: ''ھل زیداًضربته'' اگر چہ نحاۃ کے نزدیک قبیح ہے۔

/**نمبر ٤**۔/**نمبر ٥**۔اسم مذکور ''اذا'' شرطیہ یا ''حیث'' کے بعد واقع ہو تو نصب اولی ہے اسلئے کہ یہ دونوں شرط وجزاء پر دال ہیں اور فعل پر داخل ہوتے ہیں وہی فعل اسم مذکور کو نصب دیتا ہے، جیسے: ''اِذَازَیْداًتَلْقَهُ فَاکْرِمْهُ،ای اذاتلق زیداًتلقه فاکرمه''، ''وَحَیْثُ زَیْداًتَجِدْهُ فَاَکْرِمْهُ،ای و حیث تجدزیداًتجده فاکرمه''۔/**نمبر ٦**۔/**نمبر ۷**۔اسم مذکور اَمر یا نہی سے پہلے واقع ہو تو بھی نصب اولی ہے جیسے: ''زیداًاِضْرِبْهُ،اِضْرِبْ زیداًاِضْرِبْهُ''، ''وزیداًلاتضربه،ای لاتضْرِبْ زیداًلاتضربْه''، ان دوصورتوں میں اولویت نصب کی وجہ یہ ہے کہ رفع کی صورت میں زید مبتدأ ہوگا اور اَمر و نہی خبر ہونگے حالانکہ جملہ

انشائیہ خبر نہیں ہوتا کیونکہ جملہ انشائیہ کو خبر بنانے میں بڑی تاویلات کی ضرورت ہے جس سے بچنے کی خاطر نصب کو اولیٰ قرار دیا ہے۔

/نمبر۸۔ آٹھواں موقع ﴿اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ جیسی مثالیں ہیں اس میں بھی نصب اولیٰ ہے کیونکہ بصورت رفع مفسّر کا صفت کے ساتھ التباس لازم آتا ہے۔ بصورت نصب مذکورہ آیت کریمہ سے دو مضمون حاصل ہوتے ہیں۔ **/نمبر۱**۔ اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا پیدا کرنے والا ہے۔ **/نمبر۲**۔ تمام موجودات کو اندازے کے ساتھ پیدا کرنے والا ہے، اور یہ دونوں مضمون صحیح ہیں۔ اور بصورت رفع آیت کریمہ میں دو ترکیبیں بنتی ہیں۔ **/نمبر۱**۔ ''کُلُّ شَیْءٍ'' مبتدأ ہو اور ''خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ'' خبر ہو اس وقت بھی مذکورہ بالا دو مضمون حاصل ہوتے ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ **/نمبر۲**۔ ''کل شیٔ'' میں ''شیٔ'' موصوف اور ''خَلَقْنَاهُ'' صفت ہو موصوف با صفت ملکر مبتدأ، اور ''بِقَدَرٍ'' خبر ہو۔ یہ ترکیب مقصود کے خلاف ہے اسلئے کہ اس وقت معنی ہوگا ''ہر ایسی شی جو ہم نے پیدا کی ہے وہ اندازے سے ہے'' تو اس سے یہ وہم باطل پیدا ہوتا ہے کہ بعض اشیاء اللہ کی مخلوق نہیں جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعالِ اختیاریہ اللہ کی مخلوق نہیں۔

تو ''کل شیٔ'' کو مرفوع پڑھنے میں دو احتمال ہیں۔ **/نمبر۱**۔ معنی صحیح کا احتمال، یوں کہ ''خَلَقْنَاه'' کو خبر بنائیں۔ **/نمبر۲**۔ معنی فاسد کا احتمال، اس طرح کہ ''خَلَقْنَاهُ'' کو صفت بنائیں۔ جبکہ منصوب پڑھنے کی صورت میں معنی فاسد کا احتمال نہیں، لہٰذا نصب رفع سے اولیٰ ہے۔

سوال:۔ ''لم، لمّا، لَنْ'' حروف نفی ہیں لیکن اگر مذکورہ اسم ان میں سے کسی ایک کے بعد واقع ہو جائے تو اس میں نصب مختار نہیں؟

جواب:۔ حرف نفی سے مصنفؒ کی مراد ''اِنْ، ما'' اور ''لا'' ہیں۔ باقی ''لم، لمّا'' اور ''لَنْ'' فعل مضارع میں عمل کرتے ہیں، ضعفِ عمل کی وجہ سے معمول مقدر میں عمل نہیں کرتے۔ جبکہ مذکورہ اسم کے نصب کی صورت میں معمول مقدر ہوتا ہے۔

درس نمبر ۱۰۵

(۱) وَيَسْتَوِیْ الْاَمْرَانِ فِیْ مِثْلِ زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرًا اَكْرَمْتُهُ، (۲) وَيَجِبُ النَّصْبُ بَعْدَ حَرْفِ الشَّرْطِ وَحَرْفِ التَّحْضِيْضِ مِثْلُ اِنْ زَيْدًا ضَرَبْتَه ضَرَبَکَ وَاَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ، (۳) وَلَيْسَ اَزَيْدٌ ذُهِبَ بِهٖ مِنْهُ فَالرَّفْعُ، (٤) وَكَذَالِکَ كُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ، (۵) وَنَحْوُ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اَلْفَاءُ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَ الْمُبَرِّدِ وَجُمْلَتَانِ عِنْدَ السِّيْبَوَيْهِ، (٦) وَاِلَّا فَالْمُخْتَارُ النَّصْبُ.

ترجمہ:۔ اور دونوں باتیں برابر ہیں ''زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرًا اَكْرَمْتُهُ'' جیسی مثال میں، اور واجب ہے نصب حرف شرط و حرف تحضیض کے بعد جیسے: ''اِنْ زَيْدًا ضَرَبْتَکَ''، ''وَاَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ'' اور ''اَزَيْدٌ ذُهِبَ بِهٖ'' اس باب سے نہیں پس رفع واجب ہے، اسی طرح ''كُلُّ شَیْءٍ الخ'' میں رفع واجب ہے (ما اضمر عاملہ سے نہیں) اور جیسے: ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ الخ'' (میں رفع واجب ہے)، مبرد کے نزدیک فاء شرط کے معنی میں ہے اور سیبویہ کے نزدیک دو جملے ہیں، ورنہ پھر نصب ہی مختار ہے۔

(۱)قولہ ویستوی الامران الخ یہ وہ موقع ہے جہاں مذکورہ اسم کومرفوع پڑھنا اور منصوب پڑھنا مساوی ہے، جیسے:''زیدٌقامَ وعمروٌاکرمْتہ''،اس مثال سے مراد ہروہ ترکیب ہے جس میں ما اُضمر عاملہ کا عطف جملہ ذات الوجہین پر ہو یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر ہو جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو۔تو''عمروٌ'' کو اگر مرفوع پڑھیں گے تو یہ جملہ اسمیہ ہوگا اسکا عطف''زیدٌقامَ'' کے مجموعہ پر(جو کہ جملہ اسمیہ ہے)ہوگا۔اوراگر''عمرواً'' کومنصوب پڑھیں گے تو یہ فعل مقدر کا مفعول ہوگا پس یہ جملہ فعلیہ ہوکر صرف''قامَ'' خبر پر عطف ہوگا جو کہ جملہ فعلیہ ہے۔چونکہ عطف کی یہ دونوں جہتیں مساوی ہیں اور دونوں صورتوں میں معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان تناسب کی رعایت ہے لہذا ایک صورت کو دوسری پر ترجیح نہ ہوگی دونوں مساوی ہوں گی۔

سوال:۔مذکورہ بالا صورت میں رفع اولیٰ ہونا چاہئے کیونکہ صورتِ رفع حذف سے محفوظ ہے؟

جواب:۔اس طرح کی ایک خوبی صورت نصب میں بھی ہے وہ یہ کہ نصب کی صورت میں معطوف علیہ قریب ہے لہذا صورت رفع وصورتِ نصب کی یہ دوخوبیاں ایک دوسرے کے معارض ہیں وَاِذَاتَعَارَضَاتَسَاقَطَا۔

(۲)قولہ وَیَجبُ النّصبُ بَعْدَحَرْفِ الشَّرْطِ الخ مصنفؒ استواءامرین کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اب یہاں سے وجوبِ نصب کے مواضع کو بیان فرماتے ہیں،چنانچہ فرمایا کہ ما اُضمر عاملہ اگر حرف شرط کے بعد واقع ہو تو مذکورہ اسم میں نصب واجب ہے،جیسے:''اِنْ زَیداًضَرَبْتَہُ ضَرَبَک'' میں''زیداً'' ما اُضمر عاملہ ہے جو کہ حرف شرط کے بعد واقع ہے لہذا''زیداً'' کو فعل مقدر کی وجہ سے منصوب پڑھنا واجب ہے،تقدیری عبارت ہے''اِنْ ضَرَبْتُ زَیداًضَرَبْتَہُ ضَرَبَک''۔یہ اسلئے کہ حرف شرط وہاں آتا ہے جہاں احتمال اور تردد ہو اور احتمال وتردد فعل ہی میں آتے ہیں تو واجب ہے کہ حرفِ شرط کا مدخول فعل ہو۔نیز حرف شرط سے مراد''اِنْ''اور''لَوْ'' ہے۔''اَمّا'' مرادنہیں کیونکہ''اَمّا'' کا حکم پہلے گذر چکا ہے۔

اسی طرح اگر مذکورہ اسم حروف تحضیض کے بعد واقع ہو تو بھی اس کو منصوب پڑھنا واجب ہے،جیسے:''اَلّا زَیداًضَرَبْتَہُ'' میں''زیداً'' ما اضمر عاملہ ہے جو کہ حرف تحضیض کے بعد واقع ہے لہذا''زیداً'' کو منصوب پڑھنا واجب ہے کیونکہ حروفِ تحضیض توبیخ اور تحریض کیلئے وضع ہوئے ہیں اور توبیخ وتحریض فعل ہی میں پائے جاتے ہیں تو واجب ہے کہ حروفِ تحضیض کا مدخول فعل ہو۔حروف تحضیض''ھلاّ،لو لا،لوما''اور''اَلّا'' ہیں۔

(۳)قولہ ولیس اَزیدٌ ذُھِبَ الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے،سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ ما اُضمر عاملہ اگر حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو تو اسم مذکور کو منصوب پڑھنا اولیٰ ہے جبکہ مذکورہ مثال میں تو بناء برابتداء رفع متعین ہے؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ مثال مذکور ما اضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں کیونکہ ما اضمر عاملہ میں یہ شرط ہے کہ مفسّرِ فعل کو اسم مذکور پر مسلّط کرنا ممکن ہو اور مسلط کرنے کے بعد اسم مذکور کو نصب دیتا ہو،جبکہ مثال مذکور میں''ذُھِبَ''،فعل لازمی ہے کسی اسم کو بناء برمفعولیت نصب نہیں دے سکتا۔مثال مذکور سے ہروہ ترکیب مراد ہے جہاں ما ضمر عاملہ کے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو کہ اگر اس کو مذکورہ اسم پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب نہ دے سکے۔

سوال:۔پھر ''ذُهِبَ'' کا مناسب یعنی ''اُذْهِبَ'' کومقدر مان لیں کیونکہ ''ذُهِبَ'' متعدی بالباء اِفعال کے معنی میں ہوتا ہے؟

جواب:۔''اُذْهِبَ'' بھی فعل مجہول ہے مابعد والے اسم کو بناء بر نائب فاعل رفع دیتا ہے نصب نہیں دیتا۔

سوال:۔''ذُهِبَ به'' کا کوئی اور مناسب مقدر مان لیں مثلاً ''یُلابِسُ'' یا ''اَذْهب'' (بصیغہ معلوم) تقدیری عبارت یوں ہو ''یُلابس زیداًاَحَدٌ بِالذَّهَابِ بِه'' اور ''اَذْهبُ اَحَدٌزَیْداً''؟

جواب :۔مناسب سے مراد ایسا مرادف یالازم فعل ہے کہ فعل مفسّر اوراس مناسب کا مسندالیہ ایک ہو، اَمثلہ مذکورہ میں مسندالیہ ہرحال میں ایک نہیں رہیگا کیونکہ ''ذُهِبَ به'' کا فاعل جارومجرور ہےاور مناسب کا فاعل ''الذ هَابُ بِهِ'' یا ''احدٌ'' ہے۔

(٤)قوله و کذالک کلّ شیٔ فعلوہ الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے،سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ جہاں جانبین کی صحت کے قرینے موجود ہوں مگر رفع کی صحت کا قرینہ قوی ہوتو رفع اولیٰ ہے حالانکہ مثال مذکور میں رفع اولیٰ نہیں بلکہ واجب ہے ؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ مثال مذکور ماأضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں کیونکہ ماأضمر عاملہ میں شرط یہ ہے کہ فعل مفسّر کا مسلّط کرنا اسم مذکور پر ممکن ہو یہاں ایسا نہیں کیونکہ معنی غلط ہوجائیگا،اسلئے کہ مثالِ مذکور میں اگر ''فَعَلُوْهُ'' کو ''کُلّ شیٔ'' پرمسلط کیا جائے تو ''فی الزّبُر'' یا تو فعل کے متعلق ہوگا، یا ''شـــــیٔ'' کیلئے صفت ہوگا، دونوں صورتوں میں معنی غلط ہو جائیگا۔پہلی صورت میں معنی ہوگا ''بندوں نے سب چیزوں کونامہ اعمال میں کیا ہے'' حالانکہ نامہ اعمال بندوں کے فعل کا محل نہیں بلکہ کرام الکاتبین کے عمل کا محل ہے یعنی وہ بندوں کے افعال کو نامہ اعمال میں لکھتے ہیں۔اوردوسری صورت میں دوخرابیاں لازم آتی ہیں،پہلی خرابی یہ کہ موصوف وصفت میں ''فَـعَلُوہ'' فاصل آئیگا،اور دوسری خرابی یہ کہ معنی مقصود کے موافق نہ ہوگا کیونکہ اس وقت معنی ہوگا کہ ''جو چیزیں صحائف اعمال میں ہیں ان سب کو بندوں نے کیا ہے'' حالانکہ ہوسکتا ہے کہ صحائف اعمال میں ایسی چیزیں بھی ہوں جو بندوں کے مفعول نہ ہوں جیسے بسم اللہ کی کتابت صحیفے کے شروع میں،ظاہر ہے کہ بسم اللہ کی کتابت بندوں کا کیا ہوا کام نہیں۔اورآیت مبارکہ کا مقصودی معنی ہے ''کُلّ شیئٍ مفعولٌ لَهم کائنٌ فی الزّبُر''، یہ معنی اس وقت حاصل ہوگا کہ ''کُلّ شیئٍ'' مبتدأ ہواور ''فَعَلُوہ''،''شیٔ'' کی صفت ہواور ''فی الزّبُر'' خبر ہو۔اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہوگا ﴿کُلُّ صَغِیْرٍ وَ کَبِیْرٍ مُسْتَطَر﴾۔

(٥)قوله الزانیة الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے،سوال یہ کہ آپ نے کہا تھا کہ اسم مذکوراگر اُمر یا نہی سے پہلے واقع ہوتو اس اسم میں نصب مختار ہے،جبکہ ''الزانیة'' مثال مذکور میں اُمر سے پہلے واقع ہے پھر بھی قرأسبعہ کا '' الزانیة'' کے رفع پر اتفاق ہے،پس یا تو مصنفؒ کا بیان کردہ قاعدہ غلط ہوگا یا قرأسبعہ کا اتفاق غلط ہوگا مگر قرأسبعہ کا اتفاق تو قرآن ہے اس میں توغلطی کا شائبہ نہیں تو لامحالہ قاعدہ غلط ہوگا؟ نحاۃ کی طرف سے مبرّد اور سیبویہ نے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔مبرّد کہتے ہیں کہ ''فَـاجْـلِدُوا'' میں فاء جزائیہ ہے جو اپنے مدخول کوشرط سے ربط دینے کیلئے آتی ہے،اور ''اَلـزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ'' میں الف لام بمعنی ''الذی'' اسم موصول ہے اورلفظ ''زانیہ'' اور ''زانی'' صلہ ہیں موصول باصلہ ملکر مبتدأ متضمن لمعنی الشرط ہےاور ''فاجلدوا'' خبر ہےاور یہ مسلّم ہے کہ اس جیسی فاء کا مابعد ماقبل میں

عمل نہیں کرسکتا تو ''فاجلدوا'' کا ماقبل پر مسلّط کرنا ممتنع ہوالہذا یہ ترکیب ماضمر عاملہ کے قبیل سے نہ رہی۔ پس نہ نحاۃ کا قاعدہ غلط ہے اور نہ قراء کا اتفاق۔

اور سیبویہ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں دو مستقل جملے ہیں۔ ایک ''اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ'' ہے۔ دوسرا ''فَاجْلِدُوْا'' ہے پہلے جملے کی تقدیری عبارت اس طرح ہے ''حُکْمُ الزَّانِیَۃِ وَالزَّانِیْ فِیْمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ بَعْدُ''، ''حُکْمُ الزَّانِیَۃِ وَالزَّانِیْ'' مبتدأ ہے اور ''فِیْمَا یُتْلٰی الخ'' خبر ہے۔ اور دوسرے جملے کی تقدیری عبارت اس طرح ہے ''اِنْ ثَبَتَ زِنَاھُمَا فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ الخ'' اور جب یہ ثابت ہوا کہ یہ دو جملے ہیں تو تسلیط ممکن نہیں کیونکہ ایک جملہ کا جزء دوسرے جملے کے جزء میں عمل نہیں کرسکتا تو یہ ماضمر عاملہ سے بھی نہیں لہذا نہ نحاۃ کا قاعدہ غلط ہے اور نہ قراء کا اتفاق۔

(٦) **قولہ والّا فالمختار الخ** یعنی اگر آیت کریمہ میں یہ دو توجیہ نہ کی جائیں تو پھر نصب مختار ہوگا جس سے قراء کی غلطی ثابت ہوجائیگی جو کہ صحیح نہیں لہذا مجبوراً نحاۃ کی توجیہ ماننی پڑے گی۔ مصنفؒ کے اس جملہ کی تقدیر اس طرح ہے ''والّا فالمختار النصب لٰکنّ النصب لیس بمختار لاتفاق القراء السبعۃ علی الرفع فلابدّ اَنْ یکونَ الفاء بمعنی الشرط کماھو مذھب المبرّد او تکون الایۃ جملتین کماھو مذھب سیبویہ۔

درس نمبر ۱۰٦

(۱) اَلرَّابِعُ التَّحْذِیْرُ وَھُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا مِمَّا بَعْدَہٗ، اَوْ ذُکِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْہُ مُکَرَّرًا مِثْلُ اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ (۲) وَاِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ، وَالطَّرِیْقَ وَالطَّرِیْقَ، (۳) وَتَقُوْلُ اِیَّاکَ مِنَ الْاَسَدِ وَمِنْ اَنْ تَحْذِفَ وَاِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ بِتَقْدِیْرِ مِنْ، وَلَا تَقُوْلُ اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ لِاِمْتِنَاعِ تَقْدِیْرِ مِنْ.

ترجمہ: چوتھا تحذیر ہے، تحذیر معمول ہوتا ہے ''اِتَّقِ'' فعل اَمر حاضر مقدر کا مابعد سے ڈرانے کیلئے، یا پھر ذکر کیا جائے محذر منہ کو مکرر، جیسے: ''اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ، وَاِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ'' اور ''اَلطَّرِیْقَ اَلطَّرِیْقَ''، اور تو ''اِیَّاکَ مِنَ الْاَسَدِ'' بھی کہہ سکتا ہے اور ''اِیَّاکَ مِنْ اَنْ تَحْذِفَ'' بھی اور ''اِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ'' بتقدیر ''مِنْ'' بھی کہہ سکتا ہے، اور ''اِیَّاکَ الْاَسَدَ'' نہ کہہ کیونکہ اس میں تقدیر ''مِنْ'' ممتنع ہے۔

(۱) جن مواضع میں مفعول بہ کے عاملِ ناصب کو وجوباً قیاساً حذف کیا جاتا ہے ان میں سے چوتھا موضع تحذیر ہے، تحذیر لغت میں ''تخویف شیٔ عن شیٔ وتبعیدہ منہ'' (کسی شیٔ کو دوسری شیٔ سے ڈرانے اور شیٔ اول کو دوسری سے دور رکھنے) کو کہتے ہیں، جس کو ڈرایا جائے اسکو ''محذَّر'' اور جس سے ڈرایا جائے اسکو ''محذر منہ'' کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں تحذیر وہ اسم ہے جو بناء بر مفعولیت ''اِتَّقِ'' مقدر، یا ''بَعِّدْ'' مقدر کا معمول ہو۔ پھر تحذیر دو قسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔ ''اِتَّقِ'' مقدر کی وجہ سے منصوب ہو اور اسکو مابعد سے ڈرایا جائے، جیسے: ''اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ''، یہ مثال ہے کہ تحذیر محذر ہے اور محذر منہ اسم صریح مذکور بالواو ہے، تقدیری عبارت اس طرح

ہے "اِتَّقِ نَفْسَکَ مِنَ الْاَسَدِوَالْاَسَدَ مِنْ نَفْسِکَ"، پھر معطوف علیہ کے "نفسک" پر اکتفاء کرتے ہوئے معطوف کے "نفسک" کوحذف کردیا،تو "اِتَّقِ نَفْسَکَ من الاسدو الاسدَ" رہ گیا پھر معطوف کے "والاسد" پر اکتفاء کرتے ہوئے معطوف علیہ کے "من الاسد" کوحذف کردیاتو "اِتَّقِ نفسک والاسد" رہ گیا، پھر تنگی وقت کی وجہ سے "اِتَّقِ" کوبھی حذف کیااور چونکہ لفظ نفس ضمیر فاعل اور مفعول کے درمیان برائے فصل لایا تھا تو اب ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے اسے بھی حذف کیاتو "کَ والاسدَ" رہ گیا پھر ضمیر متصل کومنفصل کے ساتھ تبدیل کیاتو "ایاکَ والاسد" بن گیا۔

سوال:۔ "اَوْذُکِرَ الْمُحَذَّرُمِنْهُ مُکَرَّراً" معطوف ہے "معمولٌ" پر تو یہ عطف الجملہ علی المفرد ہے جوکہ صحیح نہیں؟

جواب:۔ "اَوْذُکِرَ المحذَّرمنه مکررا" عطف ہے "حُذِّرَ" یا "ذُکِّرَ" فعل مقدر پر، "معمولٌ" پرعطف نہیں۔

سوال:۔ "وَالْاَسَدَ" کاعطف "اِیَّاکَ" پر صحیح نہیں اسلئے کہ معطوف علیہ کاعامل معطوف میں مقدر ہوتا ہے تو تقدیری عبارت اس طرح ہوگی "بَعِّدْنفسک مِنَ الْاَسَدِوَبَعِّدِالْاَسَدَمِنَ نَفْسِکَ"، حالانکہ مخاطب کااسدکودورکرنافی نفسہ مقدورنہیں؟

جواب:۔ یوں تاَویل کرینگے کہ محذَّر پھربھی "نفس" ہے اور "الاسد" محذَّ رمنہ ہے کیونکہ مقصود "نفس" کو "اَسد" سے ڈرانا ہے نہ کہ "اسد" کو "نفس" سے ڈرانا۔

(۲)**قولہ وایّاک واَنْ تحذف**:یہ تحذیر کی اس قسم کی مثال ہے کہ تحذیر محذَّر ہواور محذَّ رمنہ اسم تاویلی (اَنْ کی وجہ سے فعل بتاویل مصدر ہے) مذکور بالواو ہو،تقدیری عبارت اس طرح ہے "بَعِّدْنفسک مِنْ اَنْ تَحْذِفَ وَاَنْ تَحْذِفَ مِنْ نَفْسِکَ"، عمل مذکورفی المثال السابق اس میں بھی جاری ہواتو "اِیَّاکَ واَنْ تحذف" بن گیا۔معنی یہ ہے "بچاؤ خودکوخرگوش کے مارنے سے"۔مذکورہ دونوں مثالیں تحذیر کی قسم اول کی ہیں مگرسوال یہ ہے کہ ممثل لہ کی توضیح کیلئے مثال واحد کافی ہے تو تعدد اَمثلہ کی کیا ضرورت ہے؟ جواب یہ ہے کہدراصل تحذیر کی قسم اول کی دوقسمیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔تحذیر محذَّر ہواور محذَّ رمنہ اسم صریح مذکور بالواو ہو۔/**نمبر ۲**۔تحذیر محذَّر ہو اور محذَّ رمنہ اسم تاویلی مذکور بالواو ہو،تو "اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ" قسم اول کی مثال ہے اور "اِیَّاکَ واَنْ تحذف" قسم ثانی کی مثال ہے۔

/**نمبر ۲**۔تحذیر کی دوسری قسم یہ ہے کہ "اِتَّقِ" مقدر کی وجہ سے منصوب ہو اور معمولِ مذکورمکرر ہواور محذرمنہ ہو،جیسے: "الطریق الطریق" تقدیری عبارت ہے "اِتَّقِ الطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ"۔

سوال:۔ "اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ" میں "اَلْاَسَدَ" نہ تحذیر کی قسم اول بن سکتا ہے اور نہ ثانی، کیونکہ اول میں شرط یہ ہے کہ تحذیر محذَّر ہو جبکہ "الاسد" محذَّ رمنہ ہے محذَّر نہیں۔اورقسم ثانی میں شرط یہ ہے کہ محذَّ رمنہ مکرر ہواور حالانکہ "اَلاسَدَ" مکرر نہیں؟

جواب:۔اگرمذکورہ مثال میں "الاسد" تحذیر سے خارج ہوتواس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ "اَلاسَدَ" تابع للتحذیر ہے عین تحذیر نہیں اور توابع محدودسے خارج ہیں کیونکہ توابع کا آگے مستقل ذکرآئے گا۔

(۳)**قولہ تَقُوْلُ اِیَّاکَ مِنَ الْاَسَدِالخ** یعنی جس طرح کہ تحذیر کی پہلی قسم کی دونوں قسموں میں محذرمنہ کوواو کے ساتھ

لانا جائز ہے اسی طرح ان دونوں میں محذر منہ کو ''مِنْ'' کے ساتھ لانا بھی جائز ہے لہذا ''ایاک من الاسد'' اور ''ایاک من اَنْ تحذف'' کہنا درست ہے۔ نیز قسم اول کی دو قسموں میں سے دوسری قسم میں محذر منہ کو بتقدیر ''مِنْ'' بھی پڑھنا بھی درست ہے لہذا ''ایاک اَنْ تحذف'' کہہ سکتے ہیں جو کہ اصل میں ''ایاک من انْ تحذف'' تھا۔ حذفِ ''مِنْ'' کی وجہ یہ ہے کہ ''اَنْ'' اور ''اَنّ'' سے حرفِ جر کو برائے تخفیف حذف کرنا جائز ہے۔ لیکن قسم اوّل کی دو قسموں میں سے پہلی قسم میں محذر منہ سے ''مِنْ'' کو حذف کرنا درست نہیں لہذا ''ایاک الاسد'' کہنا جائز نہیں کیونکہ ''مِنْ'' کی تقدیر ''اَنْ'' اور ''اَنّ'' کے غیر میں ممتنع ہے۔

فائدہ:۔ قسم اول میں ''اِتّق'' فعل مقدر ماننا صحیح نہیں کیونکہ ''اِتّق'' فعل لازم (بمعنی پرہیز کرنا) ہے جو کسی اسم کو نصب بناء بر مفعولیت نہیں دیتا، اور قسم ثانی میں ''بعِّدْ'' مقدر ماننا صحیح نہیں کیونکہ مقصود نفس کو راستہ سے بچانا ہے نہ کہ راستہ کو نفس سے دور کرنا، پس بہتر یہ ہوتا کہ مصنفؒ یوں کہتے کہ ''ھُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ بعِّدْ اَوِ اتّقِ'' پس قسم اول کے تمام افراد میں اور قسم ثانی کے بعض افراد مثلاً ''نَفْسَکَ نَفْسَکَ'' میں ''بعِّدْ'' مقدر مانتے اور قسم ثانی کے بعض افراد مثلاً ''الطریق الطریق'' میں ''اِتّق'' مقدر مانتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ قسم ثانی کے بعض افراد میں بھی ''اِتّق'' مقدر ماننا درست نہیں اسلئے کہ اِتقاء فعل لازم ہے اور فعل لازم کسی اسم کو بناء بر مفعولیت نصب نہیں دیتا؟ جواب:۔ جس مفعول بہ میں مفعول فیہ بننے کی صلاحیت ہو اس مفعول بہ میں مفعول فیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے فعل لازم عمل کر سکتا ہے اور ''الطریق'' ایسا مفعول بہ ہے جو مفعول فیہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ ''اَلطَّرِیْق'' امکنہ میں سے ایک مکان کا نام ہے۔

درس نمبر ۱۰۷

(۱) اَلْمَفْعُوْلُ فِیْهِ هُوَ مَافُعِلَ فِیْهِ فِعْلٌ مَذْکُوْرٌ (۲) مِنْ زَمَانٍ اَوْ مَکَانٍ، (۳) وَشَرْطُ نَصْبِهٖ تَقْدِیْرُ فِیْ، (٤) وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ کُلُّهَا تَقْبَلُ ذَالِکَ، (۵) وَظُرُوْفُ الْمَکَانِ اِنْ کَانَ مُبْهَمًا قَبِلَ ذَالِکَ وَاِلَّا فَلَا

ترجمہ:۔ مفعول فیہ اس شئی کا اسم ہے جس میں فعل مذکور کیا جائے زمان یا مکان میں سے، اور اسکے منصوب ہونے کی شرط تقدیر فی ہے، اور ظروف زمان سب تقدیر فی قبول کرتے ہیں، اور ظروفِ مکان اگر مبہم ہیں تو تقدیر فی قبول کرتے ہیں ورنہ نہیں۔

(۱) مصنفؒ بحثِ مفعول بہ سے فارغ ہو گئے تو مفاعیل خمسہ میں سے تیسرے مفعول یعنی مفعول فیہ کی بحث کو شروع فرمایا۔ مفعول فیہ وہ زمان یا مکان ہے کہ جس میں فعل مذکور یعنی حدث کیا گیا ہو، جیسے: ''صمتُ دھراً''، میں ''دھراً'' ظرف زمان مفعول فیہ ہے، اور ''جلستُ امامک'' میں ''امامک'' ظرف مکان مفعول فیہ ہے۔

سوال:۔ فعل سے متبادر فعل اصطلاحی ہے جو نسبت الی الفاعل، نسبت الی الزمان اور حدث سے مرکب ہے ان تین اُمور میں سے مذکور ہونے کا قابل صرف حدث ہے باقی دو اُمور مذکور ہونے کے قابل نہیں تو پھر تعریف میں ''مافعل فیه فعل مذکور'' کہنا کیسے صحیح ہوگا جس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ فعل اپنے تمام اجزاء کے اعتبار سے مذکور ہے؟

جواب:۔ تعریف میں فعل سے فعل لغوی (یعنی حدث) مراد ہے جس کو مذکور ہونے کی صفت کے ساتھ متصف کرنا درست ہے فعل

اصطلاحی مراد نہیں۔

سوال:۔جب فعل سے فعل لغوی مراد ہے تو آپکی تعریف جامع نہ ہوگی کیونکہ ''ضَرَبْتُ یومَ الجمعة'' میں ''یَوْمَ الْجُمْعَةِ'' مفعول فیہ ہے مگر یہاں تو فعل لغوی (یعنی حدث) مذکور نہیں؟

جواب:۔فعل لغوی کا مذکور ہونا عام ہے خواہ مطابقۃً ہو، جیسے: ''ضَرْبِی یَوْمَ الْجُمْعَةِ'' اور یا فعل اصطلاحی کے ضمن میں ہو جیسے: ''ضَرَبْتُ یومَ الجمعةِ'' میں فعل لغوی یعنی ''ضرب''، ''ضربتُ'' کے ضمن میں موجود ہے۔

سوال:۔مفعول فیہ کی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں کیونکہ ''شَهِدتُ یَوْمَ الْجُمْعَةِ'' میں ''یَوْمَ الْجُمْعَةِ'' مفعول بہ ہے مگر اس پر مفعول فیہ کی تعریف صادق ہے کیونکہ ''یَوْمَ الْجُمْعَةِ''، اسم ہے جس میں فعل مذکور یعنی شہود کیا گیا ہے؟

جواب:۔تعریف میں قیدِ حیثیت مراد ہے لہذا تعریف اس طرح ہے'' اَلْمَفْعُوْلُ فِیهِ هُوَاِسْمٌ فُعِلَ فِیهِ فِعْلٌ مَذْکُوْرٌمِنْ حَیْثُ اَنّه فُعِلَ فِیهِ فِعْلٌ مَذْکُوْرٌ''، (مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو اس حیثیت سے کہ اس میں فعل مذکور کیا گیا ہو) نہ اس حیثیت سے کہ اس پر فعل مذکور واقع ہوا ہے، جبکہ مثال مذکور میں ذکرِ''یوم الجمعةِ'' اس حیثیت سے ہے کہ اس پر فعل مذکور واقع ہوا ہے نہ اس حیثیت سے کہ اس میں فعل مذکور کیا گیا ہے۔

(۲)قولہ مِنْ زَمَان الخ اس عبارت سے مصنفؒ کے تین اغراض ہیں۔/**نمبر ۱**۔تعریف میں کلمہ ''ما'' ذکر ہے یہ عبارت اس کیلئے بیان ہے۔/**نمبر ۲**۔یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مفعول فیہ کی دو قسمیں ہیں، زمانی، مکانی۔/**نمبر ۳**۔آگے جا کر یہ بیان کریں گے کہ ان میں سے ہر ایک کا حکم مغایر ہے دوسرے سے۔تو یہ عبارت اس بیان کیلئے تمہید ہے۔

(۳)قولہ وشرط نصبه الخ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ ''فی'' مقدر ہو مذکورہ نہ ہو۔نصب مفعول فیہ کیلئے تقدیرِ''فی''اسلئے شرط ہے کہ ذکرِ''فی'' کی صورت میں مابعدِ''فی'' منصوب نہ ہوگا بلکہ مجرور ہوگا۔مصنفؒ نے ''وشرط نصبه'' کہا ''وشرط مفعول فیه'' نہیں کہا، یہ اسلئے کہ مصنفؒ کے نزدیک لفظ فی خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہر دو صورتوں میں مابعدِ''فی''مفعول فیہ ہے۔ اور جمہور نحاۃ کے نزدیک لفظ''فی''اگر مذکور ہو تو مابعدِ''فی''، مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے۔

(٤)قولہ وظروف الزمان کلها الخ ظروفِ زمان دو قسم پر ہیں، مبہم، محدود۔مبہم وہ ہے جس کے لئے حد معین نہ ہو جیسے''حین، دهر، زمان''، اور محدود وہ ہے جس کیلئے حد معین ہو، جیسے: ''یوم، اسبوع، شهر، سنة''۔ظروفِ زمان مبہم تقدیر ''فی'' کو قبول کرتے ہیں اسلئے کہ زمان فعل کے مفہوم کا جزء ہے مفعول مطلق کی طرح، تو جس طرح کہ فعل کا تعلق مفعول مطلق کے ساتھ بالذات ہوتا ہے بلا واسطہ حرف جر، اسی طرح ظروفِ زمان مبہم کے ساتھ بھی فعل بلا واسطہ حرفِ جر متصل ہوگا، جیسے''صمتُ دهراً''۔اور ظروفِ زمان محدود کو ہم تقدیرِ''فی'' میں ظروفِ زمان مبہم پر حمل کرتے ہیں کیونکہ دونوں ذات یعنی زمانیت میں مشترک ہیں، جیسے: ''صمتُ شهراً''۔

(۵) ظروفِ مکان بھی دو قسم پر ہیں، مبہم، محدود۔ظروفِ مکان مبہم چونکہ صفتِ ابہام میں ظروف زمان مبہم کے ساتھ شریک

ہیں لہذا تقدیر ''فی'' کے اعتبار سے ظروفِ مکان مبہم کوظروفِ زمان مبہم پر قیاس کرتے ہیں، جیسے ''جَلَسْتُ خَلْفَکَ''۔ لیکن اگر ظرفِ مکان مبہم نہ ہو بلکہ محدود ہو تو پھر تقدیر فی قبول نہیں کرتا، جیسے: ''نحو جَلَسْتُ فِی الْمَسْجِد''، یہ اسلئے کہ ظروفِ مکان محدود ظروفِ زمان کے ساتھ نہ ذات میں شریک ہیں جیسا کہ ظروفِ زمان محدود اور نہ صفت میں شریک ہیں جیسے ظروف مکان مبہم۔

درس نمبر ۱۰۸

(۱) وفُسِّرَ الْمُبْهَمُ بِالْجِهَاتِ السِّتِ، (۲) وَحُمِلَ عَلَيْهِ عِندَ وَلَدَی وَشبهُهُمَا لِابْهَامِهِمَا، (۳) وَلَفْظُ مَكان لِكَثْرَتِهِ، (٤) وَمَابعْد دَخَلْتُ عَلَى الْاَصَحِّ، (٥) وَيُنْصَبُ بِعَامِلٍ مُضْمَرٍ وَعَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ

ترجمہ:۔ اور مبہم کی تفسیر کی گئی ہے جہاتِ ستہ سے، اور اسی پر ''عند'' اور ''لدی'' اور انکے مشابہ کوبھی حمل کیا گیا ہے بوجہ ان کے ابہام کے، اور لفظِ ''مکان'' بوجہ کثرت استعمال کے، اور جو اسم مکان محدود ''دَخَلْتُ'' کے بعد واقع ہو بر مذہبِ صحیح، اور اسم مفعول منصوب ہوتا ہے عامل مقدر کے ساتھ اور منصوب ہوتا ہے بشرط التفسیر۔

(۱) قوله وفُسِّر المبهم الخ. ''المبهم'' صفت ہے جسکے لئے موصوف ''المکان'' مقدر ہے۔ یہاں سے مصنفؒ ظرفِ مکان مبہم کی تشریح کرتے ہیں کہ جہاتِ ستہ (یعنی اَمام، خلف، یمین، یسار، فوق اور تحت اسی طرح ان کے ہم معنی الفاظ جیسے: علو، سفل، شمال اور جنوب وغیرہ) کو ظروفِ مکان مبہم کہا جاتا ہے کیونکہ یہ غیر معین مکان پر دلالت کرتے ہیں مثلاً ''اَمَامَ زَیْد''، ان تمام امکنہ کو شامل ہے جو انقطاع ارض تک وجہ زید کے مقابل ہیں۔

(۲) قوله وحُمِلَ علیه عندالخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ کہ ''عند، لدی'' اسی طرح ان کے مشابہ یعنی ''دون'' اور ''سوی'' وغیرہ ظروف مکان مبہم نہیں کیونکہ ظروف مکان مبہم کی تفسیر آپ نے جہاتِ ستہ سے کی ہے یہ جہاتِ ستہ میں سے نہیں تو تقدیر ''فی'' قبول نہ کرنا چاہئے تھا حالانکہ یہ تقدیر ''فی'' کو قبول کرتے ہیں؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ چونکہ یہ ظروف ابہام میں ظروفِ مبہم کے ساتھ شریک ہیں اسلئے انکو بھی اُن پر حمل کرتے ہیں۔

سوال:۔ مصنفؒ نے ''لِاِبْهَامِهِمَا'' سے ''عند'' اور ''لدی'' کی وجہ حمل تو بیان کی ہے مگر ان کے اشباہ یعنی ''دون'' اور ''سوا'' کی وجہ بیان نہیں کی، وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ بعض نسخوں میں ''لابهامهما'' کے بجائے ''لِاِبْهَامِهَا'' ہے اس میں ھاء ضمیر سب کی طرف راجع ہے لہذا یہ سب کی وجہ حمل کا بیان ہوگا۔ اور جن نسخوں میں ''هما'' ضمیر ہے ان میں بے شک ''عند'' اور ''لدیٰ'' کے اشباہ کی وجہ حمل کا بیان نہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اَشباہ ''عند و لدیٰ'' کے حکم میں ہیں کوئی الگ حکم نہیں رکھتے اسلئے انکی علیحدہ وجہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) قوله وَلَفْظُ مَكان الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ لفظِ مکان ظرف مکان محدود ہے لہذا تقدیر ''فی'' کو قبول نہیں کرنا چاہئے، حالانکہ یہ تقدیر ''فی'' کو قبول کرتا ہے؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ لفظِ مکان کو جہاتِ ستہ پر حمل کیا ہے، کیونکہ

جیسا کہ جہاتِ ستہ کا استعمال کثیر ہے اسی طرح لفظِ مکان کا استعمال بھی کثیر ہے (نہ کہ علاقہ ابہام کی وجہ سے) اور کثرت استعمال تخفیف کو چاہتی ہے اور تخفیف تقدیر ''فی'' کے ساتھ منصوب پڑھنے میں ہے۔

(٤)قولہ ومابعد دخلتُ الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ ظرف مکان محدود تقدیر ''فی'' کو قبول نہیں کرتا حالانکہ ''دَخَلْتُ الدار'' میں ''الدار'' ظرف مکان محدود ہے پھر بھی تقدیر ''فی'' کو قبول کرتا ہے؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ ''دَخَلْتُ'' کا مابعد کثرت استعمال کی وجہ سے جہاتِ ستہ پر یعنی مکان مبہم پر محمول ہے صحیح قول کے مطابق۔ ''دَخَلْتُ'' سے ہر وہ فعل مراد ہے جس کا مفعول فیہ، مفعول بہ کے ساتھ مشابہ ہو۔ اور ''علی الاصح'' کی قید سے مذہب غیر اصح سے احتراز کیا۔ مابعد ''دخلتُ'' میں اختلاف ہے اَصح مذہب یہ ہے کہ مابعد ''دخلتُ'' مفعول فیہ ہے اور اصل اس میں ذکرِفی ہے لیکن کثرتِ استعمال کی وجہ سے حذف ہوا ہے۔ اور غیر اصح مذہب یہ ہے کہ مابعد ''دَخَلْتُ'' مفعول بہ ہے۔

سوال:۔ مفعول فیہ کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اس وقت واقع ہوتا ہے جب فعل مفعول بہ کے ساتھ تام ہو جائے جبکہ دخول کا معنی تو ''دار'' ہی کے ساتھ تام ہوتا ہے تو یہ تو مابعدِ ''دخلتُ'' کے مفعول بہ ہونے کی علامت ہے مفعول فیہ ہونے کی نہیں؟

جواب:۔ دخول فعل لازم ہے اور فعل لازم مفعول بہ میں نصب کا عمل نہیں کرتا ہے، لہذا فعل لازم ہونے کی صورت میں فعل فاعل کے ساتھ تام ہوتا ہے جس کے بعد مفعول فیہ آتا ہے اس لئے ''دار'' مفعول بہ نہیں مفعول فیہ ہے۔

سوال:۔ مفعول فیہ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ جو فعل مکانِ خاص کی طرف منسوب ہو کہ یہ فعل اس مکان میں واقع ہو تو اس فعل کا ایسے عام مکان کی طرف بھی نسبت صحیح ہے جو اس مکان خاص اور اسکے غیر کو شامل ہو مثلاً ''ضَرَبْتُ زَیْداً فِی الدَّارِ'' میں ''ضرب''، ''الدار'' کی طرف منسوب ہے یوں کہ ''ضرب'' اس ''دار'' میں واقع ہے تو اس ضرب کی نسبت اس بلد کی طرف بھی صحیح ہے جو بلد اس دار اور اسکے غیر کو شامل ہو لہذا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ''ضَرَبْتُ زیداً فی البلد'' ۔ مگر دخول کی نسبت دار کی طرف ایسی نہیں کیونکہ بلد میں داخل شخص یہ تو کہہ سکتا ہے کہ ''دَخَلْتُ الدارَ'' مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ ''دَخَلْتُ البلَد''، کیونکہ دخول کے لئے پہلے خروج کا ہونا ضروری ہے جبکہ وہ شہر سے خارج نہیں لہذا یہ علامت ہے کہ ''دَخَلْتُ الدّار'' میں ''الدار'' مفعول فیہ نہیں؟

جواب:۔ مفعول فیہ کا یہ خاصہ ہر اس فعل میں ہے جسکے مفہوم میں نقل من الخارج الی الداخل یا من الداخل الی الخارج معتبر نہ ہو جبکہ مفہوم دخول میں نقل من الخارج الی الداخل معتبر ہے۔

(٥)قولہ ویُنصب بفعل الخ یعنی مفعول فیہ فعل مقدر کیوجہ سے بھی منصوب ہوتا ہے پھر کبھی اس مقدر فعل کی تفسیر نہیں ہوتی جیسے سائل کے سوال ''مَتٰی صُمْتَ؟'' کے جواب میں آپ ''یَوْمَ الْجُمْعَةِ'' کہیں تو ''یَوْمَ الْجُمْعَةِ'' مفعول فیہ ہے اور فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور فعل مقدر کی تقدیر پر قرینہ سائل کا سوال ہے کیونکہ المذکور فی السوال کاالمعادفی الجواب ہوتا ہے۔ اور کبھی فعل مقدر علی شریطۃ التفسیر مفعول فیہ کیلئے ناصب ہوتا ہے جیسے: ''یَوْمَ الْجُمْعَةِ صُمْتُ فِیْهِ اَیْ صُمْتُ یَوْمَ الْجُمْعَةِ صُمْتُ

فِیْهِ''۔اوراس میں بالکل وہی تفصیل ہے جومفعول بہ میں گذرگئی ہے۔

درس نمبر ۱۰۹

(۱)اَلْمَفْعُوْلُ لَهُ هُوَمَافُعِلَ لِاَجْلِهِ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌمِثْلُ ضَرَبْتُهُ تَادِيْباًوَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْناً،(۲)خلافاًلِلزَّجَاجِ فَاِنَّه عِنْدَهُ مَصْدَرٌ،(۳)وَشَرْطُ نَصْبِهٖ تَقْدِيْرُ اللَّامِ،(٤)وَاِنَّمَايَجُوْزُحَذْفُهَااِذَاكَانَ فِعْلًا لِفَاعِلِ الْفِعْلِ الْمُعَلَّلِ بِهٖ وَمُقَارِناًلَّهُ فِي الْوُجُوْدِ .

ترجمہ:۔مفعول لہ وہ اس شئی کا اسم ہے جسکی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو، جیسے:''ضَرَبْتُه تَادِيْباً''اور''قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْناً''،زجاج اسکے مخالف ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ مصدر ہے،اور مفعول لہ کے نصب کی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو،اور بے شک لام کا حذف کرنا جائز ہے جبکہ مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہواور وجود میں اس سے ملا ہوا ہو۔

(۱) مصنفؒ بحث مفعول فیہ سے فارغ ہو گئے تو مفاعل خمسہ میں پانچویں مفعول یعنی مفعول لہ کی بحث کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں مفعول لہ وہ اسم ہے جس کے حصول کے لئے یا جس کے پائے جانے کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔جس کے حصول کے لئے کیا گیا ہو جیسے:''ضربته تادیباً''(میں نے اس کو مارا حصول ادب کے لئے) یہاں ادب کے حصول کے لئے فعل ضرب کیا گیا ہے لہذا''تادیباً''مفعول لہ ہے۔اور جس کے پائے جانے کی وجہ فعل مذکور کیا گیا ہو، جیسے:''**قعدت عن الحرب جبناً**''(میں جنگ سے بیٹھ گیا بزدلی کے پائے جانے کی وجہ سے) یہاں بزدلی کے پائے جانے کی وجہ سے قعود کیا گیا ہے لہذا''جبناً''مفعول لہ ہے۔مذکورہ بالا تفصیل سے مفعول لہ کی دو قسمیں ثابت ہوئیں۔/**نمبر ۱**۔جسکے حصول کیلئے فعل کیا گیا ہو۔/**نمبر ۲**۔جسکے وجود کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔تعریف میں''ما''جنس ہے تمام مفاعیل کو شامل ہے اور''فُعِلَ لِاَجْلِه''فصل اول ہے جس سے تمام مفاعیل خارج ہو گئے، اور''مذکورٌ''فصل ثانی ہے جس سے''اَعْجَبَنِی التَّادِیْب''سے احتراز ہوا کیونکہ اس میں وہ فعل مذکور نہیں جو مفعول لہ کیلئے صادر ہوا ہو۔

سوال:۔''ضَرَبْتُه تَادِيْباً'' میں''تَادِيْباً''مفعول لہ ہے اور مفعول لہ وہ ہے جس کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہو حالانکہ مذکورہ مثال میں فعل ضرب لفظ''تادیب'' کیلئے نہیں کیا گیا ہے بلکہ مدلولِ''تادیب'' کیلئے کیا گیا ہے،تو تعریف جامع نہ ہوئی۔نیز تعریف مانع بھی نہیں کیونکہ مدلول''تادیب''داخل ہوا حالانکہ مفعول لہ از قبیل مدلولات نہیں بلکہ از قبیل الفاظ ہے؟

جواب:۔عبارت مقدر ہے''اَیْ هُوَاِسْمُ مَافُعِلَ لِاَجْلِهٖ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ''(یعنی مفعول لہ اس شئی کا نام ہے جس کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہو) پس لفظ اسم بڑھانے کے بعد اب تعریف جامع و مانع ہے۔

سوال:۔جب کوئی سائل کہے''لِمَ ضَرَبْتَ زیداً''؟آپ جواب میں کہیں''تَادِيْباً''تو یہ''تَادِيْباً''مفعول لہ ہے مگر یہاں کوئی فعل نہیں جو''تادیباً'' کیلئے یا''تَادِيْباً'' کی وجہ سے کیا گیا ہو،لہذا''تادیباً''پر مفعول لہ کی تعریف صادق نہیں؟

جواب:۔فعل عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً مثال مذکور میں فعل تقدیراً ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے''ضَرَبْتُه تادیباً''۔

سوال:۔''مذکورٌ'' کی قید سے احتراز ہوا''اَعْجَبَنِی التَّادِیْبَ'' سے کیونکہ''التَّادِیْب'' کا فعل مذکور نہیں۔مگر سوال یہ کہ ہمیں یہ تسلیم

نہیں کہ ''التَادِیْبَ'' کا فعل مذکور نہیں اسلئے کہ یہاں اگر چہ فعل مذکور نہیں مگر فی الجملہ تو اس کا فعل مذکور ہے، جیسے: ''ضَرَبْته زیداً'' میں؟

جواب: ۔فعل'' التادیب'' کے ذکر سے مراد یہ ہے کہ ''التادیب'' (یعنی مفعول فیہ) ہی کیساتھ ذکر ہو جبکہ ''ضربتُ زیداً'' میں فعل ''زیداً'' (مفعول بہ) کے ساتھ ذکر ہے ''التادیب'' (مفعول فیہ) کے ساتھ ذکر نہیں۔

(۲)**قوله خلافاًلِلزُّجَاجِ الخ** زجاج نحوی کہتے ہیں کہ مفعول لہ کا کوئی وجود نہیں بلکہ جس کو آپ مفعول لہ کہتے ہیں وہ مفعول مطلق ہے۔زجاج کے اس قول پر اعتراض یہ ہے کہ مفعول مطلق تو وہ ہے جس پر فعل مشتمل ہو از قبیل **اشتمال الکل علی الجزء** اور'' ضَرَبْتُه تادیباً'' میں تو ''ضربتُ'' مشتمل نہیں ''تادیباً'' پر، تو یہ مفعول مطلق کیسے ہے؟ زجاج جواب دیتے ہیں کہ اشتمال عام ہے صراحۃً ہو یا تاویلاً۔تو مذکورہ تراکیب میں اشتمال صراحۃً اگر چہ نہیں مگر اشتمال تاویلی ہے اس طرح کہ ''ضربته تادیباً'' کی تقدیر ''اَدّبْتُه بالضربِ تادیباً'' ہے، اور ''قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبناً'' کی تقدیر ''جَبُنْتُ فِي الْقُعُوْدِعَنِ الْحَرْبِ جُبْناً'' ہے۔اور یا یوں تاویل کریں گے ''ضَرَبْتُه ضَربَ تَادِيْبٍ وقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ قُعُوْدَجُبْنٍ''، یعنی ''تادیباً'' اور ''جبناً'' باعتبار مضاف مقدر کے مجازاً مفعول مطلق ہیں۔

جمہور جواب دیتے ہیں کہ ایک نوع میں تاویل کر کے دوسری نوع میں تبدیل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول عین ثانی ہو جائے اسلئے کہ تاویل کے ذریعہ تو حال سے مفعول فیہ بنایا جاسکتا ہے، مگر تاویلات کی وجہ سے حال کا وجود تو ختم نہیں ہوتا جیسے :''جَاءَ زَيْدٌرَاكِباً'' کو ''جَاءَ زَيْدٌوَقْتَ الرّكُوْب'' کہہ سکتے ہیں۔

سوال: ۔''خِلافاً'' مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق پر فعل مشتمل از قبیل اشتمال الکل علی الجزء ہوتا ہے جبکہ یہاں فعل ہی نہیں؟

جواب: ۔فعل عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً، یہاں فعل مقدر ہے تقدیری عبارت اسطرح ہے ''اَلْقَائِلُ بِكَوْنِ الْمَفْعُوْلِ لَهُ مَفْعُوْلًا مُسْتَقِلًاغَيْرَدَاخِلٍ فِي الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ يُخَالِفُ خِلافاًلِلزّجَاجِ''۔

(۳)**قوله وشرط نصبه الخ** مصنفؒ مفعول لہ کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو بیانِ شرط کو شروع فرمایا کہ مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو، یہ اسلئے کہ اگر لام مذکور ہو تو مفعول لہ مجرور ہوگا منصوب نہ ہوگا۔مصنفؒ کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک مفعول لہ اس چیز کا نام ہے جس کیلئے فعل مذکور کیا گیا ہو خواہ لام اس میں مذکور ہو یا مقدر، البتہ اسکے منصوب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو۔یہ بھی قوم کی اصطلاح کے خلاف ہے اسلئے کہ قوم بصورتِ ذکرِ لام اس اسم کو مفعول لہ نہیں کہتی۔

سوال: ۔لام کی طرح ''مِنْ، باء'' اور ''فی'' بھی مفعول لہ پر داخل ہوتے ہیں۔''منْ'' کی مثال قول باری تعالیٰ ہے ﴿لَرَأَيْتَهُ خَاشِعاًمُتَصَدّعاًمِنْ خَشْيَةِ اللّهِ اَىْ لاَجْلِ خَشْيَةِ اللّهِ﴾۔اور باء کی مثال ﴿فَبِظُلْمٍ مِنَ الّذِيْنَ هَادُوْا اَىْ لِاَجْلِ ظُلْمٍ الخ﴾۔اور ''فی'' کی مثال نبی کریم ﷺ کا قول ہے ''اِنّ امرأة دَخَلَتِ النّارفِى هِرّةٍ اَىْ لِاَجْلِ هِرّةٍ'' تو مناسب تھا کہ مصنفؒ یوں فرماتے مفعول فیہ کے نصب کی شرط تقدیر لام، من، فی اور باء ہے؟

جواب:۔وجہ تخصیص لام یہ ہے کہ تعلیلات میں غالب استعمال لام کا ہےلہذا لام کے غیر کو مقدر نہیں مانیں گے کیونکہ غیر لام کی تقدیر کی طرف عدم شہرت کی وجہ سے ذہن سبقت نہیں کرتا۔

(٤)قولہ وانّمایجوز الخ مفعول لہ کے لام کے جوازِ حذف کے لئے تین شرطیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔مفعول لہ حدث ہوعین نہ ہو اگر عین ہوتو حذفِ لام جائز نہیں،جیسے:''جِئتُکَ لِلسَّمنِ'' میں''سمن'' عین ہےلہذا اس سے حذفِ لام جائز نہیں ۔/**نمبر ۲**۔مفعول لہ اور فعل معلل بہ کا فاعل ایک ہو اگر فاعل ایک نہ ہوتو حذفِ لام جائز نہیں،جیسے:''جِئتُکَ لِمَجِیْئِکَ اِیَّایَ'' میں''جِئتُکَ''،فعل کا فاعل متکلم ہے اور مفعول لہ کا فاعل مخاطب ہے تو فعل ومفعول لہ کا فاعل ایک نہ رہالہذا حذفِ لام جائز نہیں ۔/**نمبر ۳**۔مفعول لہ اور فعل معلل بہ کا زمانۂ وجود ایک ہو یا ایک کا زمانہ دوسرے کے زمانے کا جزء ہوورنہ تو حذف لام جائز نہیں ہوگا، جیسے:''اَکرمتُکَ الیَومَ لِوَعْدِیْ بِذٰلِکَ اَمسِ'' میں''لِوَعْدِی''مفعول لہ ہے جس کا زمانہ گذشتہ کل ہے اور ''اکرمتُ''،فعل معلل بہ ہے جس کا زمانہ آج ہے تو زمانہ ایک نہ رہالہذا حذفِ لام جائز نہیں۔

جواز حذفِ لام کیلئے یہ تین شرائط اسلئے ہیں کہ ان شرائط کی وجہ سے مفعول لہ مفعول مطلق کا مشابہ ہوجاتا ہے کیونکہ یہ تین شرائط (مفعول مطلق کا حدث ہونا،فعل مذکور کے فاعل کا فعل ہونا،اور فعل ومفعول مطلق کے زمانہ کا ایک ہونا)مفعول مطلق میں بھی پائی جاتی ہیں،لہذا جس طرح کہ فعل کا تعلق مفعول مطلق کے ساتھ بلا واسطہ ہوتا ہے اسی طرح فعل کا تعلق مفعول لہ کے ساتھ بھی بلا واسطہ ہوگا۔

درس نمبر ۱۱۰

(۱)اَلْمَفْعُوْلُ مَعَہُ ھُوَالْمَذْکُوْرُبَعْدَالْوَاوِلِمُصَاحِبَۃِ مَعْمُوْلَ فِعْلٍ لَفْظاًاَوْمَعْنیً،(۲)فَاِنْ کَانَ الْفِعْلُ لَفْظاًوَجَازَالْعَطْفُ فَالْوَجْھَانِ مِثْلُ جِئتُ اَنَاوَزَیْدٌوَزَیْداً،(۳)وَاِلَّاتَعَیَّنَ النَّصْبُ مِثْلُ جِئتُ وَزَیْداً،(٤)وَاِنْ کَانَ مَعْنیً وَجَازَالْعَطْفُ تَعَیَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُمَالِزَیْدٍوَعَمْرٍو،(۵)وَاِلَّاتَعَیَّنَ النَّصْبُ مِثْلُ مَالَکَ وَزَیْداًوَمَاشَانُکَ وَعَمْرواًلِاَنَّ الْمَعْنیٰ مَاتَصْنَعُ .

ترجمہ:۔مفعول معہ وہ اسم ہے جو واو کے بعد مذکور ہوتا کہ وہ فعل کے معمول کے مصاحب ہو فعل خواہ لفظاً ہو یا معنیً ،پس اگر فعل لفظوں میں ہو اور عطف جائز ہوتو دو وجہ جائز ہیں جیسے''جئتُ اَناوزیدٌ وزیداً''،ورنہ نصب متعین ہے جیسے''جِئتُ وَزَیْداً''،اور اگر فعل معنیً ہو اور عطف جائز ہوتو عطف متعین ہے جیسے''مالزیدٍوعمرٍو''،ورنہ نصب متعین ہے جیسے''مَالَکَ وَزَیْداً''اور''مَاشَانُکَ وَعَمْرواً'' کیونکہ معنیٰ''ماتصنع'' ہے۔

(۱)مصنفؒ بحثِ مفعول لہ سے فارغ ہوگئے تو مفاعیل خمسہ میں سے پانچویں مفعول یعنی مفعول معہ کی بحث کو شروع فرمایا ۔فرماتے ہیں مفعول معہ وہ اسم ہے جو ایسی واؤ کے بعد واقع ہو جو مع کے معنی میں ہوتا کہ فعل کے معمول کا مصاحب اور شریک ہو خواہ فعل لفظاً ہو یا معنیً۔اور معمول فعل (جسکے ساتھ اس اسم منصوب کو معیت حاصل ہے) خواہ فاعل ہو یا مفعول ہو۔فاعل کی مثال جیسے:''جِئتُ وَزَیْداً''،اور مفعول کی مثال جیسے:''کَفَاکَ وَزَیْداًدِرْھَمٌ'' مثال مذکور میں''کفا'' فعل ہے اور معمولِ فعل کاف خطاب ہے جو کہ مفعول

ہے۔جس کے ساتھ ''زیداً'' اسم منصوب کومعیت حاصل ہے۔اور یافعل معنوی ہواور معمول فعل (جسکے ساتھ اسم منصوب کومعیت حاصل ہے) فاعل ہو جیسے: ''مالَکَ وزیداًای ماتصنَعُ وَزَیْداً''۔

فعل جب فاعل یا مفعول کی طرف منسوب ہوتو دوحال سے خالی نہیں ہوگا یا تو بالاصالہ منسوب ہوگا یا بواسطۃ الواو۔پہلی صورت میں منسوب الیہ فاعل یا مفعول ہوگا اور دوسری صورت پھر دوحال سے خالی نہیں یا تو مابعدِ واو ماقبل واو کے ساتھ فعل میں شریک ہوگا مع اتحادالزمان والمکان یا صرف فعل میں شریک ہوگا بدون اتحادالزمان والمکان۔اول مفعول معہ ہے ثانی معطوف ہے۔لہذا مفعول معہ اور معطوف میں فرق واضح ہوگیا کہ مفعول معہ میں واو کے ماقبل و مابعد کا زمانہ ومکان ایک ہونا شرط ہے جبکہ معطوف میں یہ شرط نہیں، پس ہمارے اس قول ''لَوْتُرِکَ الناقۃَ وَفَصِیْلَتَھَالَرَضَعَتْھَا'' میں ''فصیلتھا'' مفعول معہ ہے معطوف نہیں۔

سوال:۔''واو''،''مع'' کی جگہ میں کیوں وضع ہوئی ہے یعنی خود لفظ ''مع'' کو کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب:۔''واؤ'' مختصر ہے''مع'' سے اسلئے ''واؤ'' کو اختیار کیا ہے۔فاء بھی اگرچہ مختصر ہے مگر فاء چونکہ تعقیب کے لئے ہے فلاینا سب المعیۃ۔جبکہ واؤ میں جمعیت کا معنی پایا جارہا ہے۔

(۲) **قولہ فان کان الفعل لفظاًالخ** مصنفؒ مفعول معہ کی تعریف سے فارغ ہوگئے تو اب ان مواضع کو بیان فرماتے ہیں کہ جن میں اسم مذکور کا مفعول معہ ہونا مختار ہے یا معطوف ہونا مختار ہے، کیونکہ دونوں واو کے بعد ہوتے ہیں۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر فعل لفظاً ہو اور واو کے مابعد کا عطف ماقبل پر جائز ہوتو مابعد الواو اسم میں دووجہ جائز ہیں، بناء برعطف رفع جائز ہے اور بناء برمفعول معہ نصب، جیسے: ''جئت اَنَا وزیدٌ وزیداً''، ''زیدٌ'' کا عطف ''انا'' ضمیر منفصل پر جائز ہے لہذا زید کو بناء برعطف مرفوع پڑھ سکتے ہیں اور زید کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں کہ واو بمعنی مع کے ہو اور ''زیداً'' مفعول معہ ہو۔

سوال:۔یہ حکم (یعنی جواز وجہین) جس طرح کہ فعل میں جاری ہوتا ہے اسی طرح شبہ فعل میں بھی جاری ہوتا ہے پھر تخصیص فعل بالذکر کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔فعل سے مراد وہ اُمر ہے جو دال علی الحدث ہو خواہ فعل ہو یا شبہ فعل۔

(۳) **قولہ والاّتعین النصب الخ** یعنی اگر فعل ملفوظ تو ہو مگر واؤ کے مابعد کا عطف ماقبل پر جائز نہ ہو تو پھر نصب متعین ہے کیونکہ اسکے سوا کوئی چارہ نہیں، جیسے: ''جئتُ وزیداً'' مثال مذکور میں فعل ملفوظ ہے اور واؤ کے مابعد کا عطف واؤ کے ماقبل پر جائز نہیں اسلئے کہ ضمیر متصل پر عطف جائز نہیں جب تک کہ اسکی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ نہ لائی جائے یا کوئی اور چیز (مثلاً ظرف) معطوف اور ضمیر متصل میں فاصل نہ ہو۔اور مذکورہ مثال میں نہ تاکید ہے اور نہ فاصل ہے، لہذا '' زیداً'' منصوب بناء برمفعول معہ ہی ہوگا۔

(٤) **قولہ وان کان معنی الخ** یعنی اگر فعل معنوی ہو اور واؤ کے مابعد کا عطف ماقبل پر جائز ہو تو عطف ہی متعین ہے، جیسے: ''مَالِزَیْدٍوَعَمْرٍو'' میں ''عمرو'' میں عطف متعین ہے کیونکہ مفعول معہ بنا کر منصوب پڑھنے کی صورت میں اسکا عامل فعل معنوی ہو

گا جبکہ عطف کی صورت میں عامل لفظی (یعنی لام جارہ) موجود ہے۔تو ''عمرو'' کو بلاضرورت عامل معنوی کا معمول قرار دینا جائز نہیں ۔عامل معنوی کا معمول بنانے کی صورت میں تقدیری عبارت ہوگی ''مَالِزَیْدٍوَعَمْرٍو ای ایُّ شئ حصل لزیدٍوعمروٍ''۔

سوال:۔''جازَ العطف''اور''تعیّن العطف'' میں تناقض ہے کیونکہ''جازَ'' میں وجودِعطف وعدمِ عطف برابر ہوتے ہیں یعنی عطف وغیرعطف برابر ہیں جبکہ''تعیّن'' میں برابرنہیں ہوتے بلکہ''تعین العطف'' کا معنی یہ ہے کہ عطف واجب ہے اورنصب جائزنہیں؟

جواب:۔''جازَ'' بمعنی امکان خاص نہیں جس میں سلب الضرورۃ من الجانبین ہوتا ہے، بلکہ بمعنی امکان عام مقید بجانبِ وجود ہے جس میں جانبِ عدم سے سلب ضرورت ہوتا ہے یعنی کہ عدمِ عطف ضروری نہیں پھر خواہ وجودِعطف ضروری ہو یا غیرضروری ہو۔

(**۵**)قولہ والّاتعیّن النصب الخ یعنی اگرفعل معنوی ہواورعطف جائز نہ ہوتو نصب بناء برمفعول معہ متعین ہے جیسے:''مالَکَ و زیداً''اور''ماشانُکَ وَعَمْرواً''ان دومثالوں میں عطف جائزنہیں کیونکہ ضمیر مجرور پرعطف اس وقت جائز ہے جس وقت کہ معطوف پر جار کا اعادہ کیا جائے وہ یہاں نہیں، لہذا عطف جائزنہیں اورنصب بناء برمفعول معہ متعین ہے۔اور''مَاشَانُکَ وَعَمْرواً'' میں اگرکاف ضمیر پرعطف کروگے تو عدم جواز کی وہی وجہ ہے جوابھی مذکورہ ہوئی۔اور اگرلفظ شان پرعطف کروگے تو خلاف مقصود لازم آئیگا کیونکہ اس وقت معنی ہوگا کہ''تیری شان اورعمرو کی ذات کیسی ہے''۔حالانکہ مقصود دونوں کی شان سے سوال کرنا ہے۔ مصنفؒ نے دومثالیں اسلئے ذکرکیں کہ مثال اول مجرور بحرف الجر کی ہے اورمثال ثانی مجرور باضافت کی ہے۔فعل معنوی وہ ہے جونہ لفظاً ہونہ تقدیراً بلکہ انداز کلام سے معلوم ہو۔قولہ لِاَنّ المعنٰی ماتصنع: یہ اَمثلہ مذکورہ میں فعل کے معنوی ہونے کی دلیل ہے۔

سوال:۔مصنف کا یہ جملہ''لِاَنّ المعنٰی ماتصنع'' دلیل ہے مگردعویٰ مذکورنہیں؟

جواب:۔دعویٰ مقدر ہے ای اِنّماحکمْنابمعنویۃ الفعل فی ھذہ الامثلۃ لِاَنّ المعنی ماتصنع اومایُماثلہ،پس مثال اول کا معنی ہے''مایصنعُ زیدٌوعمروٌ''اوردوسری دومثالوں کا معنی ہے''ماتصنع و زیداً''۔

فائدہ:۔مفعول معہ کے عامل کے بارے میں جمہوراورعبدالقاہر جرجانی کے درمیان اختلاف ہے۔جمہور کے نزدیک عامل فعل ہے کیونکہ فعل عمل میں اصل ہے اوراصل کے ہوتے ہوئے غیر کی طرف عمل کی نسبت کرنا جائزنہیں۔شیخ عبدالقاہر جرجانی کے نزدیک عامل واو ہے کیونکہ واومفعول معہ کے قریب ہے بنسبت فعل کے۔

درس نمبر ۱۱۱

(**۱**)اَلْحَالُ مَایُبَیِّنُ ھَیْئَۃَالْفَاعِلِ اَوِالْمَفْعُوْلِ بِہٖ لَفْظًااَوْمَعْنیً نَحْوُضَرَبْتُ زَیْداًقَائِماًوَزَیْدٌفِی الدَّارِقَائِماًوَھٰذَازَیْدٌ قَائِماً،(**۲**)وَعَامِلُھَاالْفِعْلُ اَوْشِبْھُہٗ اَوْمَعْنَاہُ،(**۳**)وَشَرْطُھَااَنْ تَکُوْنَ نَکرَۃًوَصَاحِبُھَامَعْرِفَۃً غَالِبا.

ترجمہ:۔حال وہ اس شی کا اسم ہے جوفاعل یامفعول کی ہیئت کوبیان کرے خواہ لفظاً ہو یامعنًی ،جیسے:''ضَرَبْتُ زَیداًقَائِماً، وَزَیْدٌفِی الدّارِقَائِماً''اور''ھٰذَازَیْدٌقَائماً''،اوراس کا عامل فعل ہوتا ہے یاشبہ فعل یااسکا معنی،اوراس کی شرط یہ ہے کہ نکرہ ہواورذوالحال

غالباً معرفہ ہو۔

(۱) مصنفؒ مفاعیل خمسہ کے بیان سے فارغ ہوگئے تو ملحقات مفاعیل کے بیان کو شروع فرمایا۔ ملحقات مفاعیل سات ہیں، حال، تمیز، مستثنیٰ، خبر کان وغیرہ، اسم انّ وغیرہ، اسم لائے نفی جنس اور خبر ما ولا مشبہتین بلیس۔ مصنفؒ نے سب سے پہلے حال کی تعریف کی ہے، کہ حال اس شئی کا اسم ہے جو فاعل یا مفعول بہ کا حال فاعل ومفعول بہ ہونے کی حیثیت سے بیان کرے خواہ فاعل ومفعول لفظی ہوں یا معنوی، فاعل لفظی ومفعولِ لفظی سے مراد یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت لفظ کلام سے سمجھ میں آجائے کسی اُمر خارجی کے اعتبار کرنے کے بغیر، جیسے ''ضربتُ زیداً قائماً'' یہ مثال فاعل لفظی کی بھی ہوسکتی ہے کہ ''قائماً'' تاءِ ضمیر متکلم سے حال ہو، اور مفعول لفظی کی بھی، کہ ''قائماً''، ''زیداً'' سے حال ہو۔ اور مثال مذکور میں فاعلیت متکلم اور مفعولیتِ ''زیداً'' لفظ کلام سے سمجھ میں آتی ہے لہذا دونوں حقیقۃً ملفوظ ہیں۔ ''زیدٌ فی الدار قائماً'' یہ مثال بھی فاعل لفظی سے حال ہونے کی ہے، گذشتہ مثال اور اس میں فرق یہ ہے کہ گذشتہ مثال میں فاعل حقیقتاً ملفوظ تھا اس میں حکماً ملفوظ ہے، کیونکہ ''قائماً'' اس مثال میں اس ضمیر سے حال ہے جو کہ ظرف میں مستتر اور حکماً ملفوظ ہے لہذا یہ حکماً ملفوظ فاعل سے حال ہونے کی مثال ہے۔

فاعل اور مفعول معنوی سے مراد یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت کی نہ لفظ کلام میں تصریح ہو اور نہ تقدیراً ہو بلکہ فحوائے کلام سے سمجھی جاتی ہو جیسے ''ھذا زیدٌ قائماً'' یہ مثال مفعول معنوی سے حال واقع ہونے کی ہے کیونکہ یہاں ''زیدٌ'' کی مفعولیت لفظ کلام سے نہیں سمجھی جاتی ہے بلکہ معنی اشارہ اور تنبیہ سے مفہوم ہوتی ہے، جو لفظ ''ھذا'' سے سمجھی جاتی ہے، پس اسوقت کلام کی یوں تقدیر ہوگی ''اُشِیْرُ اِلٰی زیدٍ حالَ کَوْنِہٖ قَائِماً''۔ بہرحال اگرچہ مطلق تنبیہ اور مطلق اشارہ لفظ ''ھذا'' سے مفہوم ہے مگر یہ اشارہ اور تنبیہ جو متکلم کی طرف منسوب ہے فحوائے کلام ہی سے مفہوم ہوتی ہے۔

تعریف میں ''ما'' جنس ہے اور ''ھیئۃ'' فصل ہے جس سے تمیز نکل گئی کیونکہ تمیز حالت بیان نہیں کرتی بلکہ ذاتِ مذکورہ یا مقدرہ بیان کرتی ہے، اور ''ھیئۃ'' کی اضافت بسوئے فاعل یا مفعول بہ سے وہ اسم خارج ہوگیا جو غیر فاعل ومفعول بہ کی حالت کو بیان کرے، جیسے ''زیدٌ العالِم اَخوکَ'' میں ''العالم''، ''زید'' کی حالت کو بیان کرتا ہے، اور ''زید'' مبتدأ ہے، فاعل یا مفعول بہ نہیں ہے۔ حال کو تمیز پر اسلئے مقدم کیا کہ حال ہمیشہ منصوب ہوتا ہے بخلاف تمیز کے کہ وہ کبھی مجرور بھی ہوتی ہے۔

متن میں قید حیثیت ملحوظ ہے جس سے صفتِ فاعل ومفعول بہ خارج ہوجائیگی کیونکہ صفت اگرچہ فاعل اور مفعول بہ کی ہیئت بیان کرتی ہے مگر یہ بیان فاعل یا مفعول بہ ہونے کی حیثیت سے نہیں کرتی، جیسے: ''جَاءَ نِیْ زَیْدُ الْعَالِمُ وَرَأَیْتُ زَیْدَاً الْعَالِمَ'' کہ ''اَلْعَالِم''، فاعل ومفعول بہ کی حالت تو بیان کرتا ہے مگر فاعل ومفعول بہ ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مطلقاً یہ بیان کرتا ہے کہ ''زید''، علم کے ساتھ متصف ہے خواہ ''جاء'' کا فاعل اور ''رأیت'' کا مفعول ہو یا نہ ہو۔

سوال: ''ضَرَبْتُ الضَّربَ شَدِیْداً'' میں ''شَدِیْداً''، ''اَلضَّرْبَ'' سے حال ہے اور ''الضرب'' نہ فاعل ہے اور نہ مفعول بہ، بلکہ

مفعول مطلق ہے۔اسی طرح ''جِئتُ وَزَیداًرَاکِباً''، میں ''رَاکِباً''، ''زیداً'' سے حال ہے جوکہ نہ فاعل ہےاور نہ مفعول بہ بلکہ مفعول معہ ہے؟

جواب: ۔فاعل ومفعول عام ہیں خواہ حقیقۃً ہوں یاحکماً۔مثال اول میں ''الضرب'' حکماً مفعول بہ ہے کیونکہ اس جملہ کامعنی ''اَحدثت الضربَ شدیداً'' ہے،اورمثالِ ثانی میں ''زیداً'' مفعول معہ فاعل کے ساتھ مصاحب ہونے کی بناء پرحکماً فاعل ہے لہٰذااس سے حال کا واقع ہونادرست ہے۔اورکبھی مفعول معہ،مفعول بہ کے ساتھ مصاحب ہوتا ہے اس صورت میں مفعول معہ،مفعول بہ کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذااس وقت بھی مفعول معہ سے حال کاواقع ہوناصحیح ہوگا۔

سوال: ۔قول باری تعالیٰ ﴿بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفاً﴾ میں ''حَنِیْفاً'' حال ہے ''اِبْرَاهِیْمَ'' سےاور ''اِبْرَاهِیْمَ'' نہ فاعل ہےاور نہ مفعول بہ بلکہ مضاف الیہ ہے؟

جواب: ۔آیتِ مذکورہ میں لفظ ''ابراهیم'' حکماً مفعول بہ ہے کیونکہ جومضاف فاعل یامفعول بہ ہواوراسکوحذف کر کے مضاف الیہ اسکے قائم مقام کیا جاسکتا ہوتوایسامضاف الیہ حکماً فاعل یامفعول بہ ہوتا ہے لہٰذااس سے حال کا واقع ہوناصحیح ہے،اور مذکورہ مثال میں ایساہی ہے کہ ''ملّة'' کوحذف کر کے ''ابراهیم'' اس کے قائم مقام ہوسکتا۔

سوال: ۔قول باری تعالیٰ ﴿اِنَّ دَابِرَ هٰؤُلاءِ مَقْطُوْعٌ مُصْبِحِیْنَ﴾ میں ''مُصْبِحِیْنَ'' حال ہے ''هٰؤُلاءِ'' سےاور ''هٰؤُلاءِ'' ایسامضاف الیہ ہے کہ نہ تواس کے مضاف کاحذف کرناصحیح ہےاورنہ مضاف الیہ اس مضاف کا قائم مقام ہوسکتا ہے؟

جواب: ۔چونکہ مثالِ مذکورمیں مضاف،مضاف الیہ کاجزء ہے لہٰذامضاف الیہ سے حال ہونابعینہ مضاف سے حال ہونا ہے اس لئے درست ہے،باقی مثال مذکورمیں ''دَابِرَ'' اگرچہ ''اِنَّ'' حرف مشبہ بالفعل کااسم ہے فاعل یامفعول بہ نہیں ہے مگر چونکہ ''مقطوعٌ'' میں ضمیر مستکن ہے جوکہ ''دَابِرَ'' کی طرف راجع ہےاورنائب فاعل ہے اسی ضمیر کے اعتبار سے ''دَابِرَ'' نائب فاعل ہے۔

(۲)**قوله وعاملها الفعل الخ** یعنی حال کاعامل کبھی توفعل ملفوظ ہوتا ہے،جیسے: ''جَاءَ زَیْدٌرَاکِباً''، اورکبھی مقدرہوتا ہے ،جیسے: ''زَیْدٌفِی الدَّارِقَائِماًاَیْ ثَبَتَ زیدٌفِی الدَّارِقَائِماً''، اورکبھی شبہ فعل ہوتا ہے،جیسے: ''زیدٌذاهبٌ رَاکِباً''، اورکبھی عامل نہ مقدرہوتا ہےاورنہ مصرّح ہوتا ہے بلکہ معنوی ہوتا ہے،جیسے: ''هٰذازَیْدٌقَائِماً'' کہ اس میں عامل معنیٰ فعل ہے جوکہ فحوائے کلام سے مستنبط ہورہا ہے کمامرّ۔

(۳)**قوله وشرطهاان تکون نکرةً الخ** یعنی حال کیلئے یہ شرط ہے کہ نکرہ ہواسلئے کہ ذوالحال کی طرف جس معنی حدثی کی نسبت ہے حال اس کیلئے قید ہےاوراس معنی حدثی کی تقیید نکرہ سے حاصل ہوسکتی ہے لہٰذامعرفہ کی ضرورت نہیں۔اورذوالحال غالب مواد میں معرفہ ہوتا ہے اسلئے کہ ذوالحال محکوم علیہ ہےاورمحکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔

سوال: ۔عبارت میں تناقض ہے اسلئے کہ ''شَرْطُهَا'' عدم تخلف کا تقاضا کرتا ہے کہ ذوالحال کامعرفہ ہوناضروری ہے غیرمعرفہ ہوناجائز

نہیں، جبکہ لفظ ''غالباً'' جواز تخلف کا تقاضا کرتا ہے یعنی لفظ '' غالباً'' سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ذوالحال کا غیر معرفہ ہونا بھی جائز ہے؟

جواب:۔ ایک جواب تو شارح ہندیؒ نے دیا ہے کہ ''صَاحِبُهَا'' مبتدا اور ''مَعْرِفَةٌ'' خبر ہے یہ جملہ اسمیہ معطوف ہے ''شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ مَعْرِفَةً'' پر۔ اس صورت میں معطوف ''شرطها'' کے تحت داخل نہیں کیونکہ معطوف میں بطور قید معطوف علیہ کا ماقبل داخل ہوتا ہے نہ کہ نفس معطوف علیہ لہذا اس صورت میں ''صاحبها معرفة'' میں صرف ''غالباً'' قید ہے ''شرطها'' نہیں۔ مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اس صورت میں عبارت کو ظاہر سے غیر ظاہر کی طرف پھیرنا لازم آتا ہے کیونکہ ''صاحبها الخ'' کو معطوف علیہ بعید پر عطف کیا ہے جبکہ قریب پر عطف کرنا بعید پر عطف کرنے سے اولیٰ ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ ''صاحبها'' مرفوع ہو ''تکون'' کے اسم پر عطف ہو اور ''معرفةً'' منصوب ہو ''تکون'' کی خبر پر عطف ہو اس صورت میں معطوف شرط کے تحت داخل ہوگا مگر پھر بھی تناقض لازم نہیں کیونکہ ''غالباً الخ'' اشتراط کیلئے قید ہے جو کہ ''شرطها'' سے مفہوم ہوتا ہے نہ کہ ''صاحبها معرفة'' کیلئے یعنی صاحب الحال غالب مواد میں مشروط بشرط تعریف ہے اور تمام مواد میں مشروط بشرط تعریف نہیں۔

درس نمبر ۱۱۲

(۱) وَاَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ وَمَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ وَنَحْوُهٗ مُتَاَوَّلٌ، (۲) فَاِنْ كَانَ صَاحِبُهَا نَكِرَةً وَجَبَ تَقْدِيْمُهَا، (۳) وَلَاتَتَقَدَّمُ عَلَى الْعَامِلِ الْمَعْنَوِيِّ (۴) بِخِلَافِ الظَّرْفِ، (۵) وَلَا عَلَى الْمَجْرُوْرِ عَلَى الْاَصَحِّ

ترجمہ:۔ اور ''اَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ'' اور ''مَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ'' اور ان جیسی مثالیں مؤول ہیں، پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم واجب ہے، اور حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا البتہ ظروف اسکے خلاف ہیں، اور حال مقدم نہیں ہوتا ذوالحال مجرور پر بناء بر قول اصح۔

(۱) **قولہ وارسلها العراک الخ** یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ کہ آپ نے کہا کہ حال کے لئے شرط یہ ہے کہ نکرہ ہو حالانکہ ''وارسلها العراک'' میں ''العراک'' ضمیر منصوب سے حال ہے اور معرفہ ہے۔ اسی طرح ''مَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ'' میں ''وحده'' ضمیر مجرور سے حال اور بوجہ اضافت معرفہ ہے۔ اسی طرح ''فَعَلْتَ جُهْدَكَ'' میں ''جُهْدَكَ'' بوجہ اضافت معرفہ ہے اور ضمیر مخاطب سے حال ہے؟

جواب:۔ یہ تینوں مثالیں ماؤل ہیں، اس طرح کہ یہ حال نہیں بلکہ مفعول مطلق ہیں فعل مقدر کیلئے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''اَرْسَلَهَا تَعْتَرِكُ الْعِرَاكَ''، ''تعترک العراک'' فعل با فاعل و مفعول مطلق ملکر جملہ فعلیہ حال ہے اور جملہ نکرہ کی قوۃ میں ہے۔ اور دوسری مثال کی تقدیر ''مَرَرْتُ بِهٖ يَنْفَرِدُ وَحْدَهٗ'' ہے، اور تیسری مثال کی تقدیر ''فَعَلْتَ تَجْتَهِدُ جُهْدَكَ'' ہے۔ یا یوں جواب دیا جائے کہ مذکورہ مادے صورۃً معرفہ ہیں مگر حقیقت میں نکرہ ہیں کیونکہ نکرہ کے مقام میں واقع ہیں تو ''ارسلها العراک'' بمعنی ''ارسلها مُعْتَرِكاً'' ہے، اور ''مررت به وحده'' بمعنی ''مررت به منفرداً'' ہے، اور ''فعلت جهدک'' بمعنی ''فعلت مجتهداً'' ہے۔

قولہ وارسلها الخ یہ لبید شاعر کے شعر کا حصہ ہے، پورا شعر اس طرح ہے۔

شعر:۔وارسلھاالعراک ولم یزدھا::ولم یشفق علی نغص الدخال

لبید نے دیکھا کہ وحشی گدھوں میں جونر تھا اس نے مادیوں کو پانی کی طرف چھوڑا خودنگرانی کیلئے ایک طرف کھڑا ہوگیا تو لبید نے یہ شعر کہا جس کا معنی ہے کہ حمارِ وحشی نے مادیوں کو پانی کیلئے بھیج دیا اس حال میں کہ وہ ازدھام کے ساتھ گئیں اور انکو ازدھام سے روکا بھی نہیں اور نہ اسکو یہ خطرہ گذرا کہ بوجہ ازدھام پیاسی رہ جائیں گی۔''عراک''بمعنی ازدھام،اور''یزد''بمعنی منع،اور''اشفاق''بمعنی خوف،''نغص''بمعنی پیاسا رہ جانا،''دخال''سے یہاں''دخول البعض علی البعض''مراد ہے۔

(۲)قوله فان کان صاحبھاالخ یعنی اگر ذوالحال نکرہ ہوتو ذوالحال پر تقدیم حال دووجہ سے واجب ہے/**نمبر۱**۔ذوالحال اور حال درحقیقت مبتدا ٔوخبر ہیں اور مبتدا ٔوخبر میں اگر مبتدا ٔنکرہ ہوتو تقدیم خبر واجب ہے اسی طرح حال وذوالحال بھی ہیں۔/**نمبر۲**۔ اگر حال کو مقدم نہ کیا جائے تو ذوالحال کے منصوب ہونے کی بصورت میں حال کا صفت کے ساتھ التباس آئیگا،جیسے:''ضَرَبْتُ رَجُلًامُجَرّداًعَن ثِیَابِهِ''اس میں یہ معلوم نہ ہوگا کہ''مجرداً''حال ہے یا صفت ہے۔اور رفع وجر کی صورتیں طرداً للباب نصب کی صورت پر محمول ہیں۔

سوال:۔''جَاءَ نِی رَجُلٌ مِنْ بَنِی تَمِیمٍ فَارِساً''میں''رجلٌ''ذوالحال نکرہ ہے پھر بھی حال اس پر مقدم نہیں؟

جواب:۔نکرہ سے مراد نکرہ محضہ ہے اور مثالِ مذکور میں''رجل''نکرہ محضہ نہیں بلکہ مخصصہ ہے۔

(۳)قوله ولایتقدم علی العامل الخ یعنی حال کا عامل اگر معنوی ہوتو حال اس پر مقدم نہیں ہوسکتا اسلئے کہ عامل معنوی ضعیف ہے معمول متاخر میں تو عمل کرسکتا ہے متقدم میں نہیں۔

سوال:۔''زیدٌقَائِماًکَعَمرٍوقَاعِداً''میں''قَائِماً''،''زَیدٌ''سے حال ہے اور اس میں عامل معنوی یعنی تشبیہ ہے جو کہ کاف تشبیھی سے مستفاد ہے اور حال یعنی''قائماً''اس معنوی عامل سے مقدم ہے جبکہ آپ کہتے ہیں کہ حال عامل معنوی سے مقدم نہیں ہوتا؟

جواب:۔یہ تقدیم ایک قاعدہ پر مبنی ہے وہ یہ کہ جب دوحال دوذوالحالوں سے دومختلف اعتباروں سے واقع ہوں تو ہر ایک حال کا اپنے ذوالحال کے ساتھ اتصال واجب ہے۔

(٤)قوله بخلاف الظروف الخ، ظرف کے بارے میں دومذہب ہیں۔/**نمبر۱**۔مذہب سیبویہ۔/**نمبر۲**۔مذہب اخفش۔سیبویہ کے نزدیک حال کی تقدیم ظرف پر جائز نہیں کیونکہ ظرف عاملِ ضعیف ہے معمول متاخر میں تو عمل کرسکتا ہے متقدم میں نہیں۔اور اخفش کے نزدیک ظرف نے یا تو مبتدا ٔپر اعتماد کیا ہوگا یا نہیں یعنی ظرف سے پہلے مبتداء ہوگا یا نہیں۔پہلی صورت میں حال کی تقدیم ظرف پر جائز ہے کیونکہ بسبب اعتماد ایک گنا قوۃ اسے حاصل ہوئی اس لئے معمول متاخر ومتقدم ہر دو میں عمل کرسکتا ہے، لہذا''زیدٌقائماًفی الدار''جائز ہے۔اور دوسری صورت میں حال کی تقدیم ظرف پر بالاتفاق جائز نہیں کیونکہ ظرف عامل ضعیف ہے معمولِ متاخر میں تو عمل کرسکتا ہے متقدم میں نہیں،لہذا''قائماًزیدٌفی الدار''جائز نہیں۔

(۵)قوله ولاعلى المجرور الخ یعنی اگر ذوالحال مجرور ہوتو بھی حال ذوالحال سے مقدم نہیں ہوسکتا خواہ مجرور بالاضافۃ ہو یا مجرور بحرف الجر ہو۔ پھر اگر مجرور بالاضافۃ ہوتو بالاتفاق تقدیم حال جائز نہیں کیونکہ حال ذوالحال کا تابع اور فرع ہے اور ذوالحال یہاں مضاف الیہ ہے تو اگر حال مضاف الیہ (یعنی ذوالحال) سے مقدم ہوگا تو لامحالہ مضاف سے بھی مقدم ہوگا (ورنہ تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل آئیگا) جبکہ مضاف سے تو خود مضاف الیہ (یعنی ذوالحال) بھی مقدم نہیں ہوسکتا جو کہ اصل ہے تو حال تو بطریقہ اولیٰ مقدم نہیں ہو سکے گا کیونکہ حال ذوالحال کا تابع اور فرع ہے، جیسے: ''جاء تنی مجرداًعن الثیاب ضاربة زید'' میں ''زید'' ذوالحال مضاف الیہ ہے اور ''مجرداً'' حال مقدم ہے جو کہ جائز نہیں۔

اور اگر ذوالحال مجرور بحرف الجر ہوتو اس میں دو مذہب ہیں، اصح، غیر اصح۔ مذہب اصح یہ ہے کہ یہاں بھی تقدیم حال مذکورہ وجہ کی بناء پر جائز نہیں۔ اور مذہب غیر اصح یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ حرف جار فعل لازم کو متعدی بناتا ہے تو گویا حرفِ جار فعل کے بعض حروف میں سے ہے اور حال فعل سے مقدم ہوسکتا ہے تو حروف جارہ سے بھی مقدم ہوسکتا ہے کقوله تعالیٰ ﴿وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّةً لِلنَّاس﴾ میں ''کافَّةً'' حال ہے ''لِلنَّاسِ'' (ذوالحال مجرور بحرف الجار) سے مقدم واقع ہے۔

مگر اس دلیل کا یوں جواب دیا جاسکتا ہے کہ ''کافَّةً''، ''للنّاس'' سے حال نہیں بلکہ کاف خطاب سے حال ہے اور ''کافَّةً'' میں تاء برائے تانیث نہیں بلکہ برائے مبالغہ ہے۔ اور یا ''کافَّةً'' مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رسالةً کافّةً للنّاس''۔ اور یا ''کافَّةً'' مفعول مطلق ہے اس کا عامل یعنی فعل محذوف ہے ''ای وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلارسالةَ اَنْ تَکُفَّ کافَّةً للنّاس''۔

درس نمبر ۱۱۳

(۱)وَکُلّ مَادَلّ عَلٰی هَیْئَةٍ صَحَّ اَنْ یَقَعَ حَالًا مِثْلُ هٰذَابُسْرًااَطْیَبُ مِنْهُ رُطَباً،(۲)وَقَدْیَکُوْنُ جُمْلَةً خَبَرِیَّةً،(۳)فَالاسْمِیَّةُ بِالْوَاوِوَالضَّمِیْرِاَوْبِالْوَاوِاَوْبِالضَّمِیْرِعَلٰی ضُعْفٍ

ترجمہ:۔اور ہر وہ اسم جو کسی نہ کسی ہیئت پر دلالت کرے اسکا حال واقع ہونا صحیح ہے، جیسے: ''هٰذَابُسْرًااَلخ'' میں ''بُسْراً'' اور ''رُطَباً'' اسم جامد ہیں حال واقع ہیں، اور کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے، پس جملہ اسمیہ واو اور ضمیر کے ساتھ حال واقع ہوگا یا تنہاء واو یا صرف ضمیر کے ساتھ لیکن یہ ضعیف ہے۔

(۱) یہاں سے مصنفؒ جمہور نحاۃ پر رد کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اسم مشتق حال واقع ہوسکتا ہے اسم جامد نہیں۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جو بھی اسم ہیئت پر دلالت کرے وہ حال بن سکتا ہے خواہ اسم جامد ہو یا مشتق، کیونکہ حال سے مقصود فاعل یا مفعول کی حالت بیان کرنا ہے اور یہ مقصود جب جامد سے حاصل ہو جائے تو اسے مؤول بالمشتق بنانے کی ضرورت نہیں، جیسے: ''هٰذابُسْرًااَطْیَبُ مِنْهُ رُطَباً'' مثال مذکور میں ''بسر اور ''رطب'' دونوں اسم جامد ہیں اور حال واقع ہیں کیونکہ یہ صفتِ بسریت ورطبیت پر دلالت کرتے ہیں اس لئے

کہ ''بسر'' نیم پختہ کھجور کو کہتے ہیں جس میں قدرترشی باقی ہوتو اسکی دلالت نیم پختگی پر ہوئی، اور ''رطباً'' پختہ کھجور کو کہتے ہیں جس میں خالص مٹھاس ہوتو اسکی دلالت پختگی پر ہوئی، اور نیم پختگی و پختگی دونوں حالت ہیں تو جب ''بُسراً'' اور ''رُطباً'' دونوں نے حالت پر دلالت کی تو انکا حال بننا صحیح ہے، لہذا اسے ''مبسر'' اور ''مرطب'' کی تاویل میں کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور جو حضرات اسم جامد کے حال بننے کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ ''بُسراً'' اور ''رُطباً''، ''مبسر'' اور ''مرطب'' کی تاویل میں ہیں۔ ''ھذا'' کا مشار الیہ ''تمرٌ'' ہے جو باعتبار بسریت مفضّل اور باعتبار رطبیت مفضّل علیہ ہے۔

فائدہ:۔ باتفاقِ نحاۃ ''رُطباً'' میں عامل ''اَطْیَبُ'' ہے۔ اور ''بُسراً'' کے عامل میں محققین اور عام نحاۃ کا اختلاف ہے، محققین کہتے ہیں کہ ''بُسراً'' میں عامل ''اَطْیَب'' ہے۔ مگر ان پر اعتراض یہ ہے کہ ''اَطْیَب'' اسم تفضیل ہے جو کہ عامل ضعیف ہے معمولِ متاخر میں تو عمل کرسکتا ہے متقدم میں نہیں؟ محققین جواب دیتے ہیں کہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر شئ واحد کے ساتھ دو حال دو مختلف اعتباروں سے متعلّق ہوں تو ہر ایک کا اپنے متعلّق کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہے، پس ''بسراً''، ''ھذا'' کے مشار الیہ کے ساتھ اس حیثیت سے متعلق ہے کہ مفضّل ہے تو ضروری ہے کہ ''بسراً'' کو ''ھذا'' کے متصل کیا جائے تا کہ ''مِنْ'' سے مقدم ہو جائے کیونکہ مفضّل ''مِنْ'' سے مقدم ہوتا ہے، اور ''رطباً''، ''ھذا'' کے مشار الیہ سے اس اعتبار سے حال ہے کہ مفضّل علیہ ہے لہذا ''منہ'' کے متصل ہوگا کیونکہ مفضّل علیہ ''مِنْ'' کے بعد ہوتا ہے۔

عام نحاۃ کہتے ہیں کہ ''بسراً'' کا عامل معنوی ہے جو کہ ''ھذا'' سے مستفاد ہے ''اَیْ اُشِیْرُ''۔ اور ''رطباً'' کا عامل ''اَطْیَب'' ہے۔ مگر یہ قول دو وجہ سے ضعیف ہے۔ / **نمبر ۱**۔ حال عامل ذوالحال کیلئے قید ہوتا ہے جبکہ بسریۃ اشارہ اور تنبیہ کیلئے قید نہیں اسلئے کہ ممکن ہے کہ مشار الیہ تمر یابس ہو۔ / **نمبر ۲**۔ یہ بھی تو جائز ہے کہ اسم اشارہ کے موقع میں اسم صریح واقع ہو جس سے عامل مستفاد نہ ہوتو پھر ''اَطْیَب'' کو عامل ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں، جیسے: ''تَمرۃُ نَخْلِیْ بُسراً اَطْیَب مِنْهُ رُطَباً'' لہذا فیما نحن فیہ میں بھی عامل ''اَطْیَب'' ہی ہے۔

(۲) **قولہ وقد یکون جملۃً الخ** یعنی حال کبھی جملہ بھی ہوتا ہے کیونکہ مقصود فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت بیان کرنا ہے اور یہ مقصود جس طرح کہ مفرد سے حاصل ہوتا ہے جملہ سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ حال جملہ خبریہ ہوگا جملہ انشائیہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ذوالحال بمنزلہ مبتدأ محکوم علیہ ہے اور حال بمنزلہ خبر محکوم بہ ہے اور جملہ انشائیہ تاویل کے بغیر محکوم بہ نہیں ہوسکتا تو حال بھی نہیں بن سکتا۔ نیز حال مربوط بذی الحال ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ میں ربط نہیں۔

(۳) **قولہ فالاسمیۃ بالواو الخ** جملہ چونکہ مستقل ہوتا ہے مربوط بالغیر نہیں ہوتا اور حال مربوط بذی الحال ہوتا ہے، پس جب جملہ حال واقع ہو تو جملہ میں رابط کا ہونا ضروری ہے تا کہ جملہ حالیہ کو ذوالحال سے جوڑ دے، اور رابط واو یا ضمیر ہوتی ہے اور جملہ حالیہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو اسمیہ ہوگا یا فعلیہ، اور فعلیہ یا تو مضارع مثبت یا منفی ہوگا اور یا ماضی مثبت یا منفی ہوگا۔ پس حال اگر جملہ اسمیہ ہو تو

چونکہ جملہ اسمیہ استقلال میں قوی ہے لہذا ذوالحال سے جوڑنے کیلئے رابط بھی قوی ہونا چاہئے اور قوی رابط واو اور ضمیر دونوں کا مجموعہ ہے، جیسے: ''جئتُ وَاَنَارَاکِباً'' اور صرف واو بھی کافی ہے کیونکہ واؤ وجوباً کلام کی ابتداء میں واقع ہوتا ہے تو اول اُمر میں ربط پر دلالت کرے گا لہذا صرف واو پر اکتفاء کرنا درست ہے، جیسے فرمانِ رسولؐ ہے ''کُنتُ نَبِیاً وَ آدمُ بَینَ الـمَاءِ وَالطِّینِ'' ۔اور صرف ضمیر پر اکتفاء کرنا ضعف سے خالی نہیں کیونکہ ضمیر کیلئے ابتداء میں واقع ہونا ضروری نہیں کہ اول اُمر میں ربط پر دلالت کرے۔

درس نمبر ۱۱٤

(۱)وَالْمَضَارِعُ الْمُثْبَتُ بِالضَّمِیرِوَحْدَهُ،(۲)وَمَاسِوَاهُمَابِالْوَاوِوَالضَّمِیرِاَوْبِاَحَدِهِمَا،(۳)وَلَابُدَّفِی الْمَاضِی الْمُثْبَتِ مِنْ قَدْظَاهِرَةً اَوْمُقَدَّرَةً،(٤)وَیَجُوزُحَذْفُ الْعَامِلِ کَقَوْلِکَ لِلْمُسَافِرِرَاشِداًمَهْدِیاً،(۵)وَیَجِبُ فِی الْمُؤکَدَةِ مِثْلُ زَیْدٌ اَبُوکَ عَطُوفاًاَیْ اُحِقُّهُ،(٦)وَشَرْطُهَااَنْ تَکُوْنَ مُقَرِّرَةً لِمَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ اِسْمِیَّةٍ

ترجمہ:۔اور مضارع مثبت صرف ضمیر کے ساتھ حال ہوگا، اور ان دو کے علاوہ واو اور ضمیر دونوں کے ساتھ یا دو میں سے ایک کے ساتھ حال ہوگا، اور ضروری ہے ماضی مثبت میں ''قد'' ظاہر ہو کر یا مقدر، اور حال کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے تمہارا قول مسافر کیلئے ''راشداًمَهْدِیاً''، اور حالِ مؤکدہ میں عامل کا حذف کرنا واجب ہے، جیسے: ''زَیْدٌاَبُوکَ عَطُوفاً'' یعنی ''اُحِقُّه''، اور حال کے عامل کے حذف کی شرط یہ ہے کہ وہ حال جملہ اسمیہ کے مضمون کو ثابت کرنے والا ہو۔

(۱)قولہ والمضارع المثبت الخ یعنی مضارع مثبت اگر حال واقع ہو تو اس میں ربط کیلئے صرف ضمیر ہوگی اسلئے کہ مضارع لفظاً ومعنیً اسم فاعل کا مشابہ ہے اور ایک دوسرے کی جگہ میں استعمال بھی ہوتے ہیں، جیسے: ''جـاء نـی زیدٌیَسرَعُ'' کو ''جـاء نـی زیدٌسَارِعاً'' بھی پڑھ سکتے ہیں اور اسم فاعل کے حال ہونے کی صورت میں برائے ربط ضمیر ہوتی ہے لہذا مضارع میں بھی صرف ضمیر ہوگی۔

(۲)قولہ وماسواهماالخ یعنی جملہ اسمیہ وفعلیہ (مشتمل بر فعل مضارع مثبت) کے علاوہ خواہ مضارع منفی ہو یا ماضی مثبت یا ماضی منفی ہو تینوں صورتوں میں رابط واو اور ضمیر دونوں ہوں گی یا ان میں سے کوئی ایک ہوگی۔اور یہ (صرف ضمیر کی صورت) بغیر کسی ضعف کے جائز ہوگی اسلئے کہ جملہ فعلیہ کا استقلال جملہ اسمیہ کی طرح نہیں کہ رابط قوی کا مقتضی ہو۔مضارع منفی کی مثال جس میں رابط ضمیر اور واو دونوں ہوں، جیسے: ''جَاءَ نِی زَیْدٌوَمَایَتَکَلّمُ غلامه''، اور جس میں صرف ضمیر ہو، جیسے: ''جَاءَ نِی زَیْدٌمَایَتَکَلّمُ غُلامُه'' ۔اور جس میں صرف واو ہو، جیسے: ''جاء نی زیدٌ ومایتکلم عمروٌ''۔

اور ماضی مثبت جس میں واو اور ضمیر دونوں ہوں کی مثال، جیسے: ''جاء نی زیدٌوقدخَرَجَ غُلامُه''، اور جس میں رابط صرف ضمیر ہو، جیسے: ''جَاءَ نِی زَیدٌقَدْخَرَجَ غُلامُهُ'' اور جس میں صرف واو ہو، جیسے: ''جاء نی زیدٌوقَدْخَرَجَ عمروٌ'' ۔اور ماضی منفی کی مثال جس میں واو اور ضمیر دونوں ہوں، جیسے: ''جـاء نـی زیـدٌ ومـاخـرج غـلامـه''، اور جس میں صرف ضمیر ہو جیسے: ''جـاء نـی زیدماخرج غلامه''، اور جس میں صرف واو ہو، جیسے: ''جَاءَ نِی زَیْدٌوَمَاخَرَجَ عَمْروٌ''۔

(۳)قوله ولابُدّفي الماضي المثبت الخ یعنی ماضی مثبت اگر حال واقع ہوتو اس کے شروع میں ''قد''کالانا ضروری ہے ،خواہ لفظاً ہو جیسے ﴿اَنّٰی یکونُ لِیْ غُلامٌ وَقَدْبَلَغَنِیَ الْکِبَرُ ﴾، یا تقدیراً ہو، جیسے ﴿جاءُ وْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَیْ قَدْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ ﴾،وجہ یہ ہے کہ حال اور عامل ذوالحال کے زمانے کا متحد ہونا واجب ہے اور مقام حال میں واقع ہونے والے ماضی سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اسکا زمانہ عامل کے زمانے پر مقدم ہے تو قد داخل کیا تا کہ اس پر دلالت کرے کہ مدخول قد کا زمانہ عامل کے زمانے کے قریب ہے کیونکہ ''قد'' کی وضع اس لئے ہے تا کہ زمانہ ماضی کو حال کے قریب کردے اور قریبِ شی حکم میں شی کے ہوتا ہے۔

سوال: ۔اگر حال ماضی ہو اور عامل ذوالحال بھی ماضی ہو تو حال اور عامل ذوالحال کا زمانہ تو ایک ہوالہذا اب تو ''قد'' لانے کی ضرورت نہیں، جبکہ آپ کا قاعدہ اس صورت کو بھی شامل ہے؟

جواب:۔ ماضی سے متبادر ماضی بعید یا ماضی متوسط ہے ماضی قریب الی الحال مراد نہیں۔اور یہ قاعدہ ہے کہ جب فعل یا شبہ فعل کسی شیٔ کی طرف منسوب ہو اور وہ شیٔ مقید بالقید ہو تو ضروری ہے کہ وہ شیٔ فعل یا شبہ فعل کی نسبت سے پہلے اس قید کے ساتھ مقید ہو تو ذوالحال کا حال اگر ماضی ہو تو ذوالحال کی طرف عامل کی نسبت سے پہلے ذوالحال حال کے ساتھ مقید ہوگا لہذا حال اور عامل ذوالحال کا زمانہ ایک نہیں رہا لہذا اب بھی ''قد'' داخل کر کے زمانہ حال کو عامل ذوالحال کے زمانے کے قریب کرنا مقصود ہے۔

(٤)قوله ويجوز حذف العامل الخ یعنی اگر قرینہ موجود ہو تو حال کے عامل کا حذف کرنا جائز ہے خواہ قرینہ حالیہ ہو، جیسے کسی مسافر کو کہا جائے ''راشداًمهدياً''، ''مهدياً'' صفت ہے ''راشداً'' کی یا حال بعد حال ہے، تو حال مسافر قرینہ ہے ''سِرْ'' مقدر پر ''اي سِرْ راشداًمهدياً'' ۔اور یا قرینہ مقالیہ ہو، جیسے کوئی سائل کہے ''كيف جئت''؟ مجیب کہے ''راكباًاي جئت راكباً'' تو سوال سائل حذفِ عامل پر قرینہ ہے۔اور قرینہ مقالیہ کی اَمثلہ میں سے باری تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے ﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ بَلٰی قَادِرِیْنَ اَیْ بَلٰی نَجْمَعُهَاقَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُسَوِّیَ بَنَانَه ﴾۔

(٥)قوله ويجب في المؤكدة الخ یعنی حال مؤکدہ میں عامل کا حذف کرنا واجب ہے، جیسے: ''زيدٌابوك عطوفاًاي اُحِقّه عطوفاً''میں ''عطوفاً'' حال ہے اور ''ابوك'' ذوالحال ہے، اور ''عطوفاً'' حال مؤکدہ اس لئے ہے کہ ''عطوفاً'' بمعنی مہربان، اور باپ سے مہربانی اکثر جدا نہیں ہوتی۔اور یہاں فعل مقدر ''اُحِقّه'' ہے۔اور ''عطوفاً'' کا منصوب ہونا حذفِ فعل کا قرینہ ہے۔حالِ مؤکدہ وہ ہے کہ جو ذوالحال سے غالباً جدا نہ ہو جیسے باپ کے لئے مہربان ہونا۔اور حال منتقلہ اس کے برعکس ہے، جیسے: ''جائني زيدراكباً'' کہ ''راكباً'' غالباً اپنے ذوالحال سے جدا ہو جاتا ہے۔نیز حال منتقلہ عامل کے لئے قید ہوتا ہے بخلافِ حالِ مؤکدہ کے۔''زيدٌابوك عطوفاً'' کا معنی ہے ''میں نے تیرے لئیابوۃ کی تحقیق کرلی یا میں نے تیرے لئے ابوۃ کا اثبات کردیا اس حال میں کہ تیرا باپ مہربان ہے''۔

(٦)قوله وشرطها ان تكون الخ یعنی حالِ مؤکدہ کے عامل کا حذف اس وقت واجب ہے جب حالِ مؤکدہ جملہ اسمیہ

کے مضمون کو ثابت کرنے والا ہو، جیسے: ''زیدٌ ابوہ عطوفاً'' میں ''زیدٌ ابوک'' جملہ اسمیہ ہے جس سے زید کا مہربان ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ باپ مہربان ہوتا ہے، اور ''عطوفاً'' کا معنی بھی مہربان ہونا ہے لہذا اس سے سابقہ جملہ اسمیہ کے معنی کو ثابت کیا ہے۔ پس اس سے وہ حال خارج ہو گیا جو مضمونِ جملہ کی نہیں بلکہ جزء جملہ کی تقریر کرتا ہو جیسے ﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا﴾ میں ''رَسُوْلًا'' جزء جملہ یعنی صرف ارسال کی تقریر کرتا ہے لہذا حذف عامل واجب نہیں۔ اور جملہ اسمیہ کی قید سے وہ حال خارج ہو گیا جو جملہ فعلیہ کے مضمون کی تقریر کرتا ہو جیسے ﴿شَهِدَ اللّٰه .... قائماً بِالْقِسْطِ﴾ میں ''قائماً بِالْقِسْطِ'' جملہ فعلیہ کے مضمون کی تقریر کرتا ہے لہذا حذف عامل واجب نہیں۔

سوال:۔ ''اللّٰہ شاهدٌ قائماً بالقسط'' میں ''قائماً'' حال ہے اور اس میں حذفِ عامل کی تمام شرائط موجود ہیں پھر بھی حذف عامل واجب نہیں؟

جواب:۔ ایک شرط اور بھی ہے وہ یہ کہ جملہ اسمیہ میں کوئی ایسا جزء نہ ہو جو حال میں عمل کر سکے ورنہ پھر وہی جزء عمل کریگا کیونکہ لفظی عامل محذوف عامل سے اولیٰ ہے اور مذکورہ مثال میں ''شاهدٌ'' عامل لفظی موجود ہے۔

درس نمبر 115

(۱) التميز مايرفع الابهام المستقر عن ذاتٍ مذكورةٍ او مقدرةٍ، (۲) فالّاول عن مفردٍ مقدارٍ غالباً اِمّافي عدد نحو عشرون درهماً وسيأتي، واِمّافي غيره نحو رِطلٌ زيتاً ومنوانِ سمناً وقفيزانِ بُراً (۳) وعلى التمرةِ مثلها زبداً

ترجمہ:۔ تمیز وہ اس شی کا اسم ہے جو ثابت ابہام کو دور کرتی ہو ذات مذکورہ سے یا مقدرہ سے، پس قسم اول غالباً ایسی مفرد مقدار سے ابہام دور کرتی ہے جو یا تو عدد میں متحقق ہو، جیسے: ''عشرون درهماً'' اور ان کا بیان عنقریب آئیگا، یا غیر عدد میں متحقق ہو، جیسے: ''رطلٌ زيتاً، منوانِ سمناً، قفيزانِ براً'' اور ''على التمرة مثلها زبداً''۔

(۱) مصنفؒ بحثِ حال سے فارغ ہو گئے تو بحث تمیز کو شروع فرمایا چونکہ تمیز مستثنیٰ کی بنسبت اَدْخَلْ فی المنصوبات ہے کیونکہ اکثر منصوب ہوتی ہے، بخلافِ مستثنیٰ کے کہ اس پر تینوں قسم کے اعراب آتے ہیں اس لئے تمیز کو مستثنیٰ سے مقدم ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں تمیز اس شئ کا اسم ہے جو ذاتِ مذکورہ یا ذاتِ مقدرہ سے وضعی ابہام کو دور کرے، جیسے: ''عندي عشرون درهماً''، میں ''عندي عشرون'' میں ابہام تھا کہ عشرون کیا ہے ''درهماً'' نے اس ابہام کو دور کیا۔ ابہام مستقر سے مراد وضعی ابہام ہے جو معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے ہو، وجہ یہ ہے کہ مستقر لغت میں مطلقاً ثابت کے معنی میں ہے اور قاعدہ ہے کہ مطلق کو جب اطلاق پر رکھنا متعذر ہو تو اس سے فردِ کامل مراد ہوتا ہے، یہاں مستقر کو اطلاق پر رکھنا متعذر ہے ورنہ اسکا ذکر لغو ہو جائے گا کیونکہ اگر اطلاق مراد ہوتا تو ''يرفع الابهام'' کہنا کافی ہوتا لہذا ابہام مستقر سے فرد کامل مراد لیں گے یعنی جو ابہام معنی موضوع لہ میں ہو۔

''المستقر'' قید سے تین چیزیں خارج ہوتی ہیں۔/ نمبر ۱۔ لفظ مشترک کی صفت، جیسے: ''رأيت

عیناً جاریۃً'' میں ''عیناً'' کے کئی معانی ہیں لہذا اس میں ابہام ہے ''جاریۃً'' نے اس ابہام کو دور کیا، مگر یہ تمیز نہیں کیونکہ ''عیناً'' میں ابہام وضعی نہیں بلکہ تعدد موضوع لہ کی وجہ سے ہے۔/ **نمبر ۲**۔اسم مبہم کی صفت خارج ہوتی ہے، جیسے: ''ھذا الرجل'' میں ''ھذا'' میں ابہام تھا ''الرجل'' نے رفع کیا، مگر ''الرجل'' تمیز نہیں اسلئے کہ ''ھذا'' یا تو مفہوم کلی کیلئے وضع ہوا ہے بشرط استعمالہ فی الجزئیات تو وضعی معنی کے اعتبار سے کوئی ابہام نہیں بلکہ ابہام تعدد مستعمل فیہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے لہذا ''الرجل'' تمیز میں داخل نہیں، یا ''ھذا'' کلی کے نیچے جتنی جزئیات ہیں ان میں سے ہر ایک کے لئے وضع ہوا ہے، ظاہر ہے کہ جزئی میں وضع کے اعتبار سے ابہام نہیں بلکہ تعدد موضوع لہ کے اعتبار سے ابہام ہے لہذا ''الرجل'' تمیز میں داخل نہیں۔/ **نمبر ۳**۔عطف بیان خارج ہوا جیسے: ''ابو حفصٍ عمر'' کہ ''ابو حفصٍ'' میں عدم شہرت کی وجہ سے خفاء تھا ''عمر'' نے رفع کیا پس یہ ابہام وضعی نہیں، لہذا ''عمر'' تمیز سے خارج ہوا۔

قولہ عن ذات الخ ذات کی قید سے نعت اور حال خارج ہو گئے کیونکہ یہ دو وصف سے ابہام کو رفع کرتے ہیں ذات سے نہیں۔ذاتِ مذکورہ ومقدرہ سے تمیز کی دو قسموں کی طرف اشارہ کیا۔/ **نمبر ۱**۔تمیز ذاتِ مذکورہ سے ابہام دور کرے، جیسے: ''عندی رطلٌ زیتاً'' میں ''رطلٌ'' ذاتِ مذکور سے ''زیتاً'' نے ابہام دور کیا ہے۔/ **نمبر ۲**۔ذاتِ مقدرہ سے ابہام دور کرے، جیسے: ''طابَ زیدٌ نفساً'' میں ''نفساً'' تمیز ہے جس نے ذاتِ مقدرہ یعنی شیٔ سے ابہام دور کیا ہے کیونکہ یہ ''طابَ شیٔ منسوبٌ الی زیدٍ نفساً'' کی قوۃ میں ہے۔

(۲) قولہ فالاول الخ یعنی جو تمیز ذاتِ مذکورہ سے ابہام رفع کرتی ہے وہ غالب مواد میں مفرد مقدار سے رفع ابہام کرتی ہے۔مفرد کی قید سے جملہ، شبہ جملہ اور اضافت سے احتراز ہوا اور مقدار کی قید سے غیر مقدار سے احتراز ہوا۔اور مقدار اس چیز کو کہتے ہیں جس سے اشیاء کا اندازہ کیا جائے۔پھر یہ مقدار کبھی عدد کے ضمن میں پائی جائے گی جیسے: ''عندی عشرون درھماً'' میں ''درھماً'' نے ''عشرون'' سے ابہام رفع کیا جو کہ ذاتِ مذکور اور عدد ہے۔اور ''عشرون'' مفرد ہے جملہ نہیں اور نہ اس میں اضافت ہے، لیکن چونکہ ''عشرون'' اپنے جنسی مجازی معنی (یعنی معدود بالعشرین) کے اعتبار سے مبہم ہے کہ معدود کیا چیز ہے، جب ''درھماً'' کہا تو ابہام دور ہوا۔تمیز عدد کی بحث بیان عدد میں آئیگی۔

اور کبھی مفرد مقدار غیر عدد کے ضمن میں پائی جائیگی مثلاً وزن میں، جیسے: ''عندی رِطلٌ زیتاً''، میں ''رِطلٌ'' مفرد مقدار اور وزن ہے مفرد اسلئے ہے کہ جملہ نہیں اور نہ اس میں اضافت ہے، اور اس میں ابہام ہے ''زیتاً'' نے اس ابہام کو دور کیا۔اسی طرح ''عندی منوان سمناً'' میں ''منوان'' مفرد مقدار اور وزن ہے اور مفرد اس لئے ہے کہ نہ جملہ ہے اور نہ اس میں اضافت ہے، اور اس میں ابہام ہے ''سمناً'' نے اس ابہام کو دور کیا۔

اور کبھی مفرد مقدار کیل کے ضمن میں پائی جائے گی، جیسے: ''عندی قفیزانِ بُراً''، میں ''قفیزان'' مفرد مقدار اور کیل ہے مفرد اسلئے ہے کہ نہ جملہ ہے اور نہ اس میں اضافت ہے، اور اس میں ابہام ہے ''بُراً'' نے اس ابہام کو دور کیا۔اور کبھی مفرد مقدار مقیاس کے

ضمن میں پائی جائے گی، جیسے: ''وعلی التمرة مثلها زبداً'' میں ''مثلها'' مفرد مقدار اور مقیاس ہے جس کے ابہام کو ''زبداً'' نے دور کیا۔

سوال:۔ مثال تو ایک کافی ہوتی ہے مصنفؒ نے تمیز کی متعدد مثالیں کیوں پیش کی ہیں؟

جواب:۔ تمیز کا عامل یعنی اسم تام جن چیزوں سے تام ہوتا ہے ان کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے چنانچہ تمیز کا عامل کبھی تنوین سے تام ہوتا ہے، جیسے: ''رطلٌ'' اور کبھی نونِ تثنیہ سے تام ہوتا ہے جیسے: ''منوان'' اور کبھی نون جمع سے تام ہوتا ہے، جیسے: ''عشرون'' اور کبھی اضافت سے تام ہوتا ہے جیسے: ''مثلها''۔

بھی ممیز تام بنونِ تثنیہ ہے فرق یہ ہے کہ یہ مکیل کی مثال ہے اور منوانِ موزون کی مثال ہے

(۳) قوله وعلى التمرة مثلها زبداً:۔ یہ اس تمیز کی مثال ہے جس کا ممیز تام باضافتہ ہے، مگر سوال یہ ہے کہ مثال مثل لہ کے مطابق نہیں کیونکہ مثل لہ مفرد اور مثال میں ''مثلها'' مضاف ہے جو کہ مفرد کا مقابل ہے؟۔ جواب یہ ہے کہ مفرد مضاف کا مقابل نہیں بلکہ نسبتِ اضافیہ کا مقابل ہے اور ''مثلها'' میں مثل مضاف ہے جو کہ مفرد میں داخل ہے اور ''زبداً'' اسی سے تمیز ہے۔

سوال:۔ مثل ہو یا باقی مقادیر سب کی وضع معین معنی کیلئے ہوئی ہے پھر ان میں ابہام کہاں ہے؟

جواب:۔ مقادیر سے مراد مقدرات ہیں یعنی عدد سے معدود، وزن سے موزون، کیل سے مکیل اور مقیاس سے مقیس مراد ہے۔ اور مقدرات میں جنس کے اعتبار سے ابہام ہے کہ معدود کس جنس سے ہے ''درهماً'' نے اس ابہام کو دور کیا، اسی طرح ابہام ہے کہ موزون، مکیل اور مقیس کس جنس سے ہیں تو ''زیتاً، براً'' اور ''زبداً'' نے اس ابہام کو دور کیا۔

سوال:۔ مقدرات پانچ ہیں، معدود، مکیل، موزون، مساحت، مقیاس، تو مصنفؒ نے مساحت کی مثال کیوں ذکر نہیں کی جبکہ موزون کی دو مثالیں ذکر کی ہیں؟

جواب:۔ مثالوں سے مقدرات کی اقسام کی مثالیں بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود ان چیزوں کا بیان تھا جن سے مفرد مقدار تام ہوتی ہے کما مر۔ اور ان کا بیان اسلئے مقصود تھا تا کہ اس سے تمیز کی وجہ نصب معلوم ہو جائے وہ یہ کہ جس طرح فعل فاعل پر تام ہو کر مفعول بہ کو نصب دیتا ہے اسی طرح ان چیزوں سے ممیز تام ہو کر تمیز کو نصب دیتا ہے۔

سوال:۔ الف لام سے بھی تو اسم تام ہوتا ہے یعنی جس اسم پر الف لام داخل ہو وہ اسی حالت میں آگے مضاف نہیں ہوسکتا تو معرف باللام کے بعد واقع ہونے والا اسم بناء بر تمیز منصوب ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں یہی وجہ ہے کہ ''عِندِی الرّاقودُ خلاً'' جائز نہیں کیونکہ ''الراقود'' الف لام کی وجہ سے تام ہے دیگر اُمور کی وجہ سے نہیں؟

جواب:۔ الف لام سے اسم تام نہیں ہوتا اسلئے کہ جن چیزوں سے اسم تام ہوتا ہے وہ فاعل کے مشابہ ہوتی ہیں اور الف لام فاعل کے مشابہ نہیں کیونکہ فاعل فعل کے بعد ہوتا ہے اور الف لام اسم سے مقدم ہوتا ہے۔

3/3

درس نمبر ۱۱۶

(۱)فیفرد انْ کان جنساً،(۲)الّا انْ یقصدَ الانواع،(۳)ویجمع فی غیرہ،(٤)ثمّ ان کان بتنوینٍ اوبنون التثنیة جازتِ الاضافة والّا فلا،(۵)وعن غیر مقدارٍ مثل خاتم حدیداً والخفض اکثر،(٦)والثانی عن نسبةٍ فی جملةٍ او ماضاھاھا

ترجمہ :۔پس تمیز مفرد لائی جائیگی اگر جنس ہولیکن اگر انواع مقصود ہوں (تو مفرد نہ ہوگی)،اور جنس کے علاوہ میں جمع لائی جائیگی،پھر اگر مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ ہوتو اضافت بسوئے تمیز جائز ہے ورنہ نہیں،اور کبھی غیر مقدار سے ابہام دور کرتی ہے، جیسے:''خاتم حدیداً''اس صورت میں جر اکثر ہے،اور ثانی (وہ تمیز جوذاتِ مقدرہ سے ابہام کودور کرتی ہے) وہ جملہ یا شبہ جملہ کی نسبت سے ابہام دور کرتی ہے۔

(۱)قولہ فیفرد ان کان جنساًالخ تمیز اگر جنس ہوتو ممیّز خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع،ہر حال میں تمیز مفرد لائی جائیگی اسلئے کہ جنس کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر برابر ہوتا ہے لہذا تمیز تثنیہ یا جمع لانے کی کی ضرورت نہیں،جیسے:''عندی رطلٌ زیتاً'' اور''عندی اَرطالٌ زیتاً'' ۔جنس وہ ہے جس کے اجزا ئمیں سے ہر ہر جزء کا کل کے ساتھ نام میں اشتراک ہو یعنی جس نام کا اطلاق کل پر صحیح ہو اس کا اطلاق ہر ہر جزء پر بھی درست ہو۔اور یا جنس وہ ہے جس کا اطلاق بلاتاءِ وحدۃ کے قلیل وکثیر پر درست ہو،جیسے:''ماء،تمرٌ،ضربٌ'' وغیرہ۔اور اسم جنس وہ ہے جسکا اطلاق اپنی جنس کے فرد فرد پر تو صحیح ہو مگر زیادہ پر اسکا اطلاق درست نہ ہو،جیسے :''تمرةٌ،ضربةٌ''۔

(۲)قولہ الّا انْ یقصدالانواع الخ یعنی اگر تمیز کی انواع مقصود ہوں تو مقصود کے مطابق تمیز تثنیہ وجمع لائی جائیگی ،جیسے:''عندی رطلٌ زیتینِ وعندی رطلٌ زیوتاً''یعنی،میرے پاس دوقسم کے روغن زیتون ایک رطل ہے،اور،میرے پاس مختلف قسم کے زیتون ایک رطل ہے۔اور یہ اسلئے کہ جنس اگرچہ کثرتِ افراد پر دلالت کرتی ہے مگر کثرتِ انواع پر دلالت نہیں کرتی لہذا تمیز کا تثنیہ وجمع ہونا ضروری ہے تاکہ کثرتِ انواع پر دلالت کرے۔

(۳)قولہ ویجمع الخ یعنی اگر تمیز جنس نہ ہوتو بحسب القصد تمیز تثنیہ وجمع لائی جائیگی یعنی اگر تثنیہ کا قصد ہوتو تمیز تثنیہ لائی جائے گی اور اگر جمع کا قصد ہوتو تمیز جمع لائی جائے گی،جیسے:''عندی عَدْلٌ ثوبَیْنِ او اثواباً''۔

فائدہ:۔''یقصدالانواع''میں انواع سے مافوق الواحد مراد ہے لہذا اگر دونوع مقصود ہوں تو بھی تمیز مفرد نہ ہوگی۔نیز''ویجمع فی غیرہ''میں بھی''یُجمعُ''سے مراد مافوق الواحد ہے،لہذا بوقتِ قصدِ تثنیہ تمیز تثنیہ ہوگی اور بوقتِ قصدِ جمع تمیز جمع ہوگی۔

(٤)قولہ ثمّ ان کان بتنوین الخ یعنی اگر مفرد مقدار تام بتنوین یا بنون تثنیہ ہوتو اسوقت مفرد مقدار یعنی ممیّز کو تمیز کی طرف مضاف کرنا جائز ہے کیونکہ اضافت میں رفع ابہام بھی ہے اور تخفیف بھی،جیسے:''عندی رطلُ زیتٍ'' میں''رطلٌ''مفرد مقدار تام

بتنوین ہے اور تمیز کی طرف مضاف ہے۔ اور ''عندی قفیزا بُرٍ''، میں ''قفیزان'' مفرد مقدار تام بنون تثنیہ ہے اپنی تمیز کی طرف مضاف ہے۔ اور اگر ممیّز تام ہو نونِ جمع کے ساتھ یا اضافت کے ساتھ تو اس وقت ممیّز کی اضافت تمیز کی طرف جائز نہیں، جیسے: ''عندی عشرون درهماً'' سے ''عندی عشرو درهمٍ'' ۔ وجہ یہ ہے کہ بعض صورتوں میں تمیز کا غیر کے ساتھ التباس آئیگا کیونکہ تام بنون جمع غیر تمیز کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے، جیسے: ''عشرئ رمضان'' میں۔ تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ اضافت تمیز کی طرف ہے اور رمضان کے بیس مہینے مراد ہیں یا غیر تمیز کی طرف ہے اور رمضان کا بیسواں دن مراد ہے، لہذا اسکی اضافت جائز نہیں۔ اور اگر چہ بعض صورتوں میں التباس نہیں آتا مثلاً ''عندی عشرون درهماً''، مگر طرداً للباب ان میں بھی اضافت جائز نہیں۔ اسی طرح ''عندی ملئه رطلاً'' سے ''عندی ملء رطلٍ'' بھی جائز نہیں، کیونکہ اس صورت (یعنی اضافت کی صورت) میں اضافتِ مضافت لازم آئیگی جو کہ جائز نہیں۔

(۵) **قوله وعن غير مقدار الخ** اس کا عطف ''عن مفرد مقدارٍ'' پر ہے یعنی تمیز کبھی تو مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اور کبھی مفرد غیر مقدار سے، غیر مقدار سے مراد یہ ہے کہ وزن، عدد وغیرہ نہ ہو، جیسے: ''خاتم حديداً'' میں ''خاتم'' مقدار نہیں مگر اس میں ابہام تھا کہ چاندی کی ہے سونے کی ہے یا تانبے کی ''حديداً'' نے اس ابہام کو رفع کیا۔ اور ممیّز مفرد غیر مقدار کی تمیز اکثر مجرور ہوتی ہے کیونکہ اس میں ممیّز تمیز کی طرف مضاف ہوتا ہے جس سے رفع ابہام اور تخفیف دونوں حاصل ہوتے ہیں۔

(۶) **قوله والثاني عن نسبةٍ الخ** یعنی تمیز کی دوسری قسم وہ ہے جو جملہ یا شبہ جملہ کی نسبت سے ابہام کو دور کرتی ہے۔ ''ضاهاها'' بمعنی مشابہ جملہ۔ یعنی تمیز کی دوسری قسم جملہ یا شبہ جملہ کی نسبت سے ابہام دور کرتی ہے جملہ سے رفع ابہام کی مثال جیسے: ''طاب زيدٌ نفساً'' اور شبہ جملہ کی مثال ''زيدٌ طيّبٌ اباً'' ہے۔

سوال:۔ اجمال میں تمیز کی دو قسمیں بیان کی تھیں۔ **/نمبر ۱**۔ جو ذاتِ مذکورہ سے ابہام رفع کردے۔ **/نمبر ۲**۔ جو ذاتِ مقدرہ سے ابہام رفع کردے۔ پہلی قسم کی تفصیل ''فالاول عن مفرد'' سے فرمائی ہے اور دوسری قسم کی تفصیل ''الثاني عن نسبةٍ'' سے۔ تو سوال یہ ہے کہ تفصیل اجمال کے مطابق نہیں کیونکہ اجمال میں قسم ثانی وہ ہے جو ذاتِ مقدرہ سے ابہام دور کردے اور تفصیل میں قسمِ ثانی وہ ہے جو نسبت سے ابہام دور کردے، لہذا ''الثاني عن ذاتِ مقدرة'' کہنا چاہئے تھا؟

جواب:۔ طرفِ نسبت شیٔ مقدّر کو کہتے ہیں، جیسے: ''طاب زيدنفساً'' میں ''شيء'' مقدّر ہے، اور طرفِ نسبت میں ابہام کا ہونا ابہام فی النسبۃ کو مستلزم ہے اور نسبت سے ابہام کو دور کرنا طرفِ نسبت سے ابہام کے دور کرنے کو لازم ہے، لہذا اختصاراً مصنفؒ نے ''عن نسبةٍ'' کہا، مراد ہے طرفِ نسبت یعنی شیٔ مقدر سے ابہام دور کرنا۔ یا اس سے اس امر پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ قسم اول وثانی میں تقابل صرف نسبت کے اعتبار سے ہے نہ کہ ذکرِ ذات اور عدمِ ذکرِ ذات کے اعتبار سے، اسلئے کہ کبھی قسم اول میں بھی ذات ذکر نہیں ہوتی، جیسے: ''نِعْمَ رجلاً'' میں ''رجلاً'' ذاتِ مقدرہ یعنی ''نِعْمَ'' کی ضمیر سے ابہام کو دور کرتا ہے حالانکہ یہ قسم اول سے ہے، پس معلوم ہوا کہ تمیز کی دونوں قسموں میں ذات مذکورہ ومقدرہ کا فرق نہیں بلکہ فرق یہ ہے کہ اول میں رفع ابہام ذات سے ہوتا ہے اور ثانی میں نسبت

سے۔لہذا اگر تمیز ذات سے ابہام رفع کرتی ہے تو یہ قسم اول ہے خواہ ذات مذکور ہو، جیسے: ''عندی رطلٌ زیتاً'' یا مقدر ہو جیسے: ''نِعْمَ رجلاً'' اور اگر تمیز نسبت سے ابہام رفع کرتی ہے تو یہ قسم ثانی ہے خواہ نسبت میں جو ذات مبہم ہو وہ مذکور ہو، جیسے: ''طابَ زیدٌ نفساً'' یا مقدر ہو، جیسے: ''طابَ زیدٌ اَباً ای طابَ شیٔ منسوبٌ الی زیدٍ اَباً''۔

درس نمبر ۱۱۷

(۱) مثل طابَ زیدٌ نفساً، (۲) وزیدٌ طیّبٌ اَباً، (۳) واُبُوۃً، (٤) وداراً، (۵) وعلماً، (٦) اوفی اضافةٍ مثل یُعْجِبُنی طیبه اباًاُوابوۃًوداراًوعلماً وللّٰهِ درّہ فارساً، (۷) ثمّ ان کان اسماًیصح جعله لمااِنتصب عنه جازان یکون له ولمتعلقه، (۸) والّافهو لمتعلقه

ترجمہ:۔جیسے ''طابَ زیدٌ نفساً، زیدٌ طیّبٌ اَباً، اُبوّۃً، داراً'' اور ''علماً'' یا اضافت میں جیسے ''یعجبنی طیبه اباً''، ابوۃً، داراً'' اور ''علماً'' اور ''للّٰہ درّہ فارساً'' پھر اگر تمیز ایسا اسم ذات ہو کہ اسکو منتصب عنہ کیلئے کرنا درست ہو تو اسکو منتصب عنہ اور اسکے متعلق دونوں کیلئے کرنا جائز ہے، ورنہ وہ متعلق ہی کیلئے ہوگا۔

(۱) مصنفؒ نے متعدد مثالیں اس لئے لائی ہیں کہ تمیز عن النسبت چار قسم پر ہے، یوں کہ نسبت کی تمیز کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی عرض ہوتی ہے، دونوں میں سے ہر ایک عام ہے کہ اضافی ہو یا غیر اضافی۔نیز تمیز عن النسبت منتصب عنہ (جس کے باعث تمیز منصوب ہوتی ہے یعنی ممیز) کے اعتبار سے تین قسم پر ہے، یوں کہ تمیز کبھی منتصب عنہ کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور کبھی اسکے متعلق کے ساتھ مخصوص ہوتی، اور کبھی دونوں کیلئے صالح ہوتی ہے۔مصنفؒ نے ان اقسام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مختلف مثالیں لائی ہیں، ''طابَ زیدٌ نفساً'' یہ اس نسبت کی مثال ہے جو جملہ میں ہے اور اس میں ''نفساً''، تمیز عین ہے عرض نہیں، اور غیر اضافی ہے یعنی اسکے مفہوم میں اضافت الی الغیر ماَ خوذ نہیں اور منتصب عنہ یعنی ''زید'' کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ''نفساً'' بمعنی ذاتِ شیٔ سے مثال مذکور میں عین ''زید'' مراد ہے۔

(۲) وزیدٌ طیّبٌ اباً ۔یہ اس نسبت کی مثال ہے جو شبہ جملہ یعنی صفت مشبہ میں ہے اور تمیز یعنی ''اباً''، عین اضافی ہے کیونکہ اب کے مفہوم میں اضافت الی الغیر ماَ خوذ ہے اور یہ منتصب عنہ (یعنی ''طیّب'' میں مستتر ضمیر فاعل جو ''زید'' سے عبارت ہے) اور اسکے متعلق دونوں کیلئے صالح ہے، جب منتصب عنہ سے تعلق ہوگا، تو معنی ہوگا ''زید اچھا باپ ہے'' اور جب اسکے متعلق سے متعلق ہوگا، تو معنی ہوگا ''زید کا باپ اچھا ہے''۔اور جو چیز جملہ سے تمیز واقع ہوسکتی ہے وہ شبہ جملہ سے بھی تمیز واقع ہوسکتی ہے اسی طرح اسکا عکس ہے لہذا مصنفؒ کی پیش کردہ یہ دو مثالیں چار مثالوں کی قوۃ میں ہیں، گویا مصنفؒ نے یوں کہا ''طابَ زیدٌ نفساً، طابَ زیدٌ اَباً''، ''زیدٌ طیّبٌ نفساً، زیدٌ طیّبٌ اَباً''۔

(۳) قوله واُبُوّۃً ای زیدٌ طیّبٌ ابوّۃً ۔یہ اس نسبت کی مثال ہے جو شبہ جملہ میں ہے، اور اس میں ''ابوّۃً'' شبہ جملہ کی نسبت سے تمیز ہے، لیکن عین نہیں عرض ہے کیونکہ قائم بالغیر ہے اور اضافی ہے کیونکہ اس کے مفہوم میں اضافت الی الغیر ماَ خوذ ہے، اور منتصب

عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہے۔

(٤)قولہ وَداراًای زیدٌطیّبٌ داراً ۔یہ بھی اس نسبت کی مثال ہے جوشبہ جملہ میں ہے اوراس میں ''داراً'' شبہ جملہ کی نسبت سے تمیز ہے،لیکن یہ عین ہے کیونکہ قائم بنفسہ ہے،اور غیر اضافی ہے کیونکہ اس کے مفہوم میں اضافت الی الغیر مأخوذ نہیں۔اور یہ بھی منتصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہے منتصب عنہ کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ اس کا اطلاق منتصب عنہ پر درست نہیں اور معنی ہے''زید کا گھر اچھا ہے''۔

(٥)قولہ علماای زیدٌ طیّبٌ علماً ۔یہ بھی اس نسبت کی مثال ہے جوشبہ جملہ میں ہے،اور''علماً''اس سے تمیز ہے،لیکن یہ عرض ہے کیونکہ قائم بنفسہ نہیں بلکہ قائم بالغیر ہے،اور غیر اضافی ہے کیونکہ اس کے مفہوم اضافت الی الغیر مأخوذ نہیں،اور منتصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہے منتصب عنہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیونکہ اس کا طلاق منتصب عنہ پر درست نہیں۔

سوال:۔مذکورہ بالاتفصیل سے معلوم ہوا کہ تمیز کی چارقسمیں ہیں جبکہ آپ نے مثالیں پانچ ذکر کی ہیں کیا وجہ ہے؟

جواب:۔تمیز باعتبار منتصب عنہ کے تین قسم پر ہے۔/**نمبر ١**۔جومنتصب عنہ کے ساتھ خاص ہو۔/**نمبر ٢**۔جومتعلق منتصب عنہ کے ساتھ خاص ہو۔/**نمبر ٣**۔جودونوں کیلئے محتمل ہو،پس نفس منتصب عنہ کے ساتھ خاص ہے یعنی نفس کا اطلاق منتصب عنہ پر درست ہے کیونکہ''زیدٌ نفسٌ''،کہنا درست ہے۔اور''دار''منتصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہے منتصب عنہ کے ساتھ خاص نہیں یعنی''دار'' کا اطلاق منتصب عنہ پر درست نہیں لہذا''زیدٌ دارٌ'' کہنا درست نہیں۔پس اس فرق کی وجہ سے مصنفؒ نے عین غیر اضافی کی دومثالیں ذکر کی ہیں۔

فائدہ:۔لفظ منتصب عنہ میں''عن''برائے تعلیل ہے جس کا مدخول کسی چیز کیلئے سبب ہوتا ہے،اور شک نہیں کہ مثال مذکور میں ''زید''انتصابِ نفس کیلئے سبب ہے کیونکہ''زید'' کی طرف اگر''طابَ'' کی نسبت نہ ہوتی تو''نفساً''منصوب نہ ہوتا بلکہ مرفوع ہوتا کیونکہ وہ اصل میں فاعل ہے اسلئے کہ معنی ہے''طابَ نفسُ زید'' ۔اور یا منتصب عنہ میں''عنْ'' بمعنیٰ''بعد'' کے ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿طَبقاًعَنْ طَبَقٍ ای بعدَطبَقٍ﴾،تو ظاہر ہے کہ''زید''ایسا اسم ہے جسکے بعد اسم یعنی تمیز کونصب دیا گیا ہے۔

فائدہ:۔''نفساً''جس طرح کہ نسبتِ جملہ سے تمیز واقع ہوسکتا ہے اسی طرح شبہ جملہ سے بھی تمیز ہوسکتا ہے،اور''اَباً،وابوۃً ،وداراً،وعلماً''جس طرح کہ شبہ جملہ کی نسبت سے تمیز ہوسکتے ہیں اسی طرح جملہ کی نسبت سے بھی تمیز ہوسکتے ہیں،اس طرح جملہ اور شبہ جملہ میں سے ہر ایک کی پانچ پانچ مثالیں نکل سکتی ہیں۔

(٦)قولہ اوفی اضافۃ الخ، یہ''الثانی عن النسبۃ الخ'' پرعطف ہے،یعنی تمیز یا تو جملہ یا شبہ جملہ کی نسبت سے ابہام رفع کرتی ہے اور یا اضافت کی نسبت سے ابہام رفع کرتی ہے،جیسے:''اَعجبنی طیبہ نفساً'' ۔اضافت کی صورت کی بھی مصنفؒ نے متعدد مثالیں ذکر کی ہیں لمامرّ۔البتہ لفظ''نفس''ذکر نہیں کیا ہے،یہ اسلئے کہ''نفس''اظہر التمیزات میں سے ہے جس میں کوئی خفاء نہیں۔

مصنفؒ نے اضافت کی ایک مزید مثال یعنی ''لـلّٰـه درّه فـارسـاً'' کو ذکر کیا ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ تمیز کبھی اسم جامد ہوتی ہے اور کبھی صفت مشتق۔ مذکورہ مثال تمیز مشتق کی ہے جبکہ گذشتہ مثالیں جامد کی تھیں۔

سوال: ۔صاحبِ مفصل نے'' لله درّه فارساً'' کو تمیز کی قسم اول (یعنی تمیز عن مفرد مقدار) کی مثال قرار دیا ہے جبکہ مصنفؒ نے قسمِ ثانی (یعنی تمیز عن النسبۃ) کی مثال قرار دی ہے وجہ اختلاف کیا ہے؟

جواب: ۔اصل وجہ یہ ہے کہ ''درّہ'' کی ضمیر میں دو احتمال ہیں، یا تو اس ضمیر کا مرجع معلوم ہوگا تو یہ ضمیر معلوم ہے اور یا مرجع مجہول ہوگا تو یہ ضمیر غیر معلوم ہے، پس اگر اول ہے تو ضمیر میں تو ابہام نہ ہوگا البتہ ضمیر کی طرف ''درّ'' کی نسبت میں ابہام ہوگا لہذا یہ قسمِ ثانی کی مثال ہوگی، اور اگر ثانی ہے تو پھر ابہام ضمیر میں ہے جو کہ مفرد ہے لہذا پھر یہ قسم اول کی مثال ہوگی، تو مصنفؒ نے ضمیر کو معلوم قرار دیا اور صاحب مفصل نے غیر معلوم اسلئے اختلاف پیدا ہوا۔

(۷)قوله ثمّ ان كان اسمًاالخ یعنی تمیز عن النسبۃ دو حال سے خالی نہیں یا تو اسم ہوگی یا صفت، اگر صفت ہو تو منتصب عنہ کے ساتھ خاص ہوگی اور افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں منتصب عنہ کے مطابق ہوگی چنانچہ مصنفؒ کے قول ''وان كـــان صـــفةً الـخ'' سے اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔اور اگر تمیز ایسا اسم ہو جو منتصب عنہ کے ساتھ خاص تو نہ ہو البتہ منتصب عنہ کیلئے قرار دینا صحیح ہو یعنی منتصب عنہ پر اس کا اطلاق درست ہو یوں کہ منتصب عنہ کو مبتدأ اور اس اسم کو اس کے لئے خبر بنانا درست ہو، تو اس اسم میں یہ جائز ہے کہ بحسبِ قرائن کبھی یہ منتصب عنہ کے لئے اور کبھی متعلق منتصب عنہ کے لئے ہو، جیسے:'' طـابَ زيـدٌ ابًا'' ، کہ 'ابـاً'' ایسا اسم ہے جو زید کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ اس کا اطلاق ''زيـد'' پر بھی صحیح ہے یعنی ''زيـدٌ ابٌ'' کہنا درست ہے، اور متعلق زید پر بھی صحیح ہے یعنی'' بكرٌ ابٌ'' کہا جا سکتا ہے جبکہ بکر زید کا باپ ہو، لہذا ''ابا'' کا منتصب عنہ اور متعلق منتصب عنہ دونوں سے تمیز ہونا صحیح ہے۔

فائدہ: ۔اگر زید کو اولاد کے ساتھ حُسن سلوک کرتے ہوئے کسی نے دیکھ کر کہا ''طابَ زيدٌ ابًا'' تو یہ قرینہ ہے کہ ''ابًا'' منتصب عنہ کی تمیز ہے اور معنی ہوگا ''زید اچھا باپ ہے'' اور اگر زید کے باپ کو زید کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے کہا ''طابَ زيدٌ ابًا'' تو یہ قرینہ ہے کہ ''ابًا'' منتصب عنہ کے متعلق کی تمیز ہے اور معنی ہوگا ''زید کا باپ اچھا ہے''۔

(۸)قوله والّافلمتعلقه الخ یعنی اگر تمیز عن النسبۃ کو منتصب عنہ کے لئے قرار دینا درست نہ ہو تو وہ تمیز متعلق منتصب عنہ کے ساتھ خاص ہوگی، جیسے:''طـابَ زيدٌ عِلماً'' کہ علم کا اطلاق زید پر صحیح نہیں کیونکہ ''زيدٌ علمٌ'' نہیں کہا جا سکتا لہذا یہ تمیز متعلق منتصب عنہ کے ساتھ خاص ہوگی (جو کہ ''طاب زيدٌ'' میں مقدر ہے) تقدیری عبارت ہوگی ''طابَ شئ منسوبٌ الٰی زيدٍ عِلماً''۔

درس نمبر ۱۱۸

(۱)فیطابق فیهماماقصد،الّااذا کان جنساًالّاان یقصدالانواع،(۲)وان کانت صفة کانت له وطبقه،(۳)واحتملت الحال،(٤)ولایتقدم التمیزعلی عامله،والاصح ان لایتقدم علی الفعل،(۵)خلافاًللمازنی والمبرد

ترجمہ:۔پس تمیز دونوں صورتوں میں مقصود کے مطابق (تثنیہ وجمع) ہوگی،البتہ اگر جنس ہو(تو تثنیہ وجمع نہ ہوگی) لیکن اگر انواع مقصود ہوں(تو قصد کے مطابق ہوگی) اور اگر تمیز صفت ہوتو منصب عنہ کیلئے مقصود کے مطابق ہوگی،اور یہ صفت حال ہونے کا بھی احتمال رکھے گی،اورنہیں مقدم ہوتی ہے تمیز اپنے عامل پر،اوراصح یہ ہے کہ فعل پر بھی مقدم نہیں ہوتی مازنی اور مبرد کا اختلاف ہے۔

(۱)قوله فیطابق فیهماالخ یعنی تمیز منصب عنہ کیلئے ہو(پھر خواہ منصب عنہ کے ساتھ خاص ہو یا منصب عنہ ومتعلقہ دونوں کیلئے صحیح ہو) یا متعلق منصب عنہ کے ساتھ خاص ہو دونوں صورتوں میں تمیز مقصود کے مطابق لائی جائیگی،اگر مقصود افراد ہوتو تمیز مفرد اور اگر مقصود تثنیہ وجمع ہوں تو تمیز بھی تثنیہ وجمع لائی جائیگی۔پھر کبھی تو منصب عنہ کی موافقت کیلئے تمیز تثنیہ وجمع لائی جاتی ہے،جیسے:''طابَ زیدٌ اباً،طابَ الزیدانِ ابوینِ،طابَ الزیدونَ آباءً''،اور کبھی تمیز میں ایسا معنی پایا جاتا ہے جو اسکے تثنیہ وجمع ہونے کا مقتضی ہوتا ہے،جیسے:''طابَ زیدٌاَباً'' جبکہ صرف اَب زید مراد ہو،اور''طابَ زیدٌابوین'' جبکہ زید کے اب وجد دونوں مراد ہوں،اور''طابَ زیدٌآباءً''جبکہ زید کے باپ،دادا اور پردادا تینوں مراد ہوں۔

ہاں اگر تمیز جنس ہوتو پھر تثنیہ وجمع لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جنس کا اطلاق قلیل وکثیر سب پر ہوتا ہے،جیسے:''طابَ زیدٌاوالزیدانِ اوالزیدونَ علمًا''، لیکن اگر اس جنس کے انواع مراد ہوں تو مقصود کے مطابق لائی جائیگی،جیسے:'''طابَ الزیدان علمین،طاب الزیدون علومًا''،جب''زَیدَیْن''میں سے ہر ایک کیلئے نوع آخر من العلم مراد ہو۔

(۲)قوله وان کان صفة الخ یعنی اگر تمیز عن النسبۃ صفت ہو خواہ صفت مشتق ہو،جیسے''للّٰه درّه فارساً'' یاماً ول بہ مشتق ہو، جیسے:''کفٰی زیدٌ رجلاًای کفٰی زیدٌ کاملاًفی الرجلیة''تو ایسی تمیز منصب عنہ کے ساتھ خاص ہوگی متعلق منصب عنہ کے لئے نہیں ہوگی اسلئے کہ صفت موصوف کو چاہتی ہے اور منصب عنہ مذکور ہے بخلاف متعلق منصب عنہ کے کہ وہ مذکور نہیں اور مذکور موصوف بنانے کا زیادہ لائق ہے لہذا تمیز منصب عنہ کے ساتھ خاص ہوگی،جیسے:''طابَ زیدٌوالداً'' تو والد زید ہوگا نہ کہ زید کا باپ۔اور یہ ضروری ہے کہ صفت افراد،تثنیہ،جمع،تذکیر اور تانیث میں منصب عنہ کے مطابق ہو اسلئے کہ صفت میں ضمیر راجع بسوئے منصب عنہ ہے تو اگر منصب عنہ کے مطابق نہ ہوگی تو راجع ومرجع میں مطابقت نہیں رہے گی،یوں کہا جائیگا''للّٰه درّه فارساً،للّٰه درّهمافارسین ولله درّهم فَوَارِسَ''۔

سوال:۔''وطِبقه''مصدر معطوف ہے خبر''کان''پر،اور اسم''کان''پر محمول ہے یہاں حمل صحیح نہیں کیونکہ صرف وصف کا حمل ذات پر آئیگا؟

جواب:۔یہ واو عاطفہ نہیں بلکہ''مع''کے معنی میں ہے''ای مع طبقه''۔یا واو عاطفہ ہے اور''وطِبقه''مصدر مبنی للفاعل ہے''ای

کانت صفة و مطابقة له"۔

(۳)قولہ احتملتِ الحال الخ یعنی اس صفت میں یہ احتمال بھی ہے کہ حال ہو کیونکہ بر تقدیر حالیت بھی معنی صحیح ہے، جیسے "طابَ زیدٌ فارساًای مِنْ حیثُ انّه فارسٌ" یا "حالَ کَوْنه فارساً"۔ لیکن اسکا تمیز ہونا راجح ہے یہی وجہ ہے کہ مصنفؒ نے حال ہونے کو بلفظِ احتمال ذکر کیا ہے۔ وجہ رجحان یہ ہے کہ اس صفت پر کبھی "مِنْ" بیانیہ داخل ہوتا ہے، جیسے: "لِلّٰه دَرّه مِنْ فارسٍ" اصل میں "درّه فارساً" ہے اور "مِنْ" بیانیہ تمیز پر داخل ہوتا ہے حال پر نہیں۔

(٤)قولہ ولا یتقدم الخ یعنی تمیز اپنے عامل سے مقدم نہیں ہوتی اگر اسکا عامل اسم تام جامد ہو وجہ یہ ہے کہ اسم جامد ضعیف عامل ہے معمول متاخر میں تو عمل کرتا ہے معمولِ متقدم میں نہیں لہذا "عندی زیتًا رطلٌ و عندی سمنًا منوانِ" نہیں کہا جائیگا۔

لیکن اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر تمیز کا عامل فعل ہو تو چونکہ وہ عامل قوی ہے لہذا تمیز اس پر مقدم ہوسکتی ہے، تو اس وہم کو دفع کرنے کیلئے مصنفؒ نے کہا "والاصح الخ" کہ اصح مذہب یہ ہے کہ تمیز کا عامل اگر فعل ہو تو بھی اس پر تمیز مقدم نہیں ہوسکتی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تمیز بمنزلہ فاعل کے ہے یعنی تمیز بمعنی فاعل ہے، جیسے: "طابَ زیدٌ اباًای طابَ ابُوه" اور فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوسکتا تو تمیز بھی مقدم نہیں ہوسکے گی۔

سوال:۔ آپ نے کہا کہ تمیز بمنزلہ فاعل کے ہے حالانکہ "فجّرنا الارضَ عُیُوْناً" میں "عُیُوْناً" تمیز ہے مگر فاعل نہیں بن سکتا اسی طرح "اِمْتلاء الاناءُ ماءً" میں "ماءً" تمیز ہے مگر فاعل نہیں بن سکتا؟

جواب:۔ تاویل کیبعد یہ دونوں فاعل بن سکتے ہیں "فجّرنا" بابِ تفعیل بمعنی انفعال ہے، تقدیری عبارت اس طرح ہوگی "اِنْفَجَرَتْ عُیُوْنُ الارضِ" اور "اِمْتلأ" بابِ افتعال بمعنی مجرد ہے، تقدیری عبارت اس طرح ہوگی "مَلَأَ الماء الاناءَ"۔

(۵)قولہ خلافاً للمازنی الخ یعنی بخلاف مازنی و مبرد کے کہ وہ عامل پر تقدیم تمیز (جبکہ فعل یا اسم فاعل یا اسم مفعول ہو) کو جائز قرار دیتے ہیں انکی دلیل شاعر کا شعر ہے۔

شعر:۔ اَتَهْجُرُ سَلْمٰی بِالفراقِ حَبِیْبها :: وَمَا کادَ نَفْسًا بالفراقِ تطیبُ

وجہ استدلال یہ ہے کہ "نفساً" تمیز ہے، عامل اس میں "تطیبُ" ہے، "تطیبُ" میں ضمیر مؤنث "سلمیٰ" کی طرف راجع ہے اور "تطیب" اسکی طرف منسوب ہے اس نسبت میں ابہام ہے "نفساً" مقدم نے اس ابہام کو رفع کیا تو یہ تمیز کی تقدیم کے جواز کی دلیل ہے۔ نیز فعل عمل میں قوی ہے لہذا معمول متقدم میں بھی عمل کرسکتا ہے۔

جمہور جواب دیتے ہیں۔ /**نمبر۱**۔ یہ ضرورتِ شعری ہے وفی الشعر یجوز ما لا یجوز فی غیرہ۔ /**نمبر۲**۔ ایک روایت میں "نفساً" کے بجائے "نفسی" ہے تو یہ مانحن فیہ سے نہیں۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ "تطیبُ" کے بجائے "یطیبُ" ہو اس میں ضمیر مذکر حبیب کی طرف راجع ہو اور "کادَ" میں بھی ضمیر مذکر راجع بسوئے حبیب ہو اور "کادَ" اس ضمیر کی طرف منسوب ہو اور

اسی ''کادَ'' کی نسبت میں ابہام ہو''نفسًا'' نے اسی ابہام کو رفع کیا ہوتو اس صورت میں تمیز کا عامل ''کاد'' ہے جو کہ تمیز سے مقدم ہے لہذا یہ شعر مازنی اور مبرد کیلئے دلیل نہیں بن سکتا۔

درس نمبر ۱۱۹

(۱)المستثنٰی متصلٌ ومنقطعٌ فالمتصل المخرج عن متعددلفظاًاوتقدیراًبالّاواخواتها،(۲)والمنقطع المذکور بعدهاغیرمخرج،(۳)وهومنصوب اذاکان بعدالّاغیرالصفة فی کلام موجب،(٤)اومقدماًعلی المستثنٰی منه ،(۵)اومنقطعاًفی الاکثر،(٦)اوکان بعدخلاوعدافی الاکثر،(۷)اوماخلاوماعداولیس ولایکون

ترجمہ :۔ مستثنٰی متصل ہوتا ہے اور منقطع،متصل وہ ہے جو متعدد سے نکالا گیا ہو لفظاً یا تقدیراً الّا اور اسکے اخوات کے ذریعے،اور منقطع وہ ہے جو اسکے بعد مذکور ہو متعدد سے نہ نکالا گیا ہو،اور وہ منصوب ہوتا ہے جبکہ صفت کے مغایر الّا کے بعد واقع ہو کلامِ موجب میں،یا مستثنٰی منہ سے مقدم ہو،یا مستثنٰی منقطع ہو تو اکثر منصوب ہوتا ہے،یا مستثنٰی ''خلا'' اور ''عدا'' کے بعد واقع ہو تو اکثر منصوب ہوتا ہے،اور یا ''ماخلا'' اور ''ماعدا'' اور ''لیس'' اور ''لایکون'' کے بعد واقع ہو۔

(۱) مصنفؒ بحثِ تمیز سے فارغ ہو گئے تو مستثنٰی منصوب کی بحث کو شروع فرمایا،اور مستثنٰی غیر منصوب کے احکام بھی طرداً للباب ذکر کئے ہیں۔مستثنٰی دو قسم پر ہے،متصل اور منقطع۔مستثنٰی متصل وہ اسم ہے جو ''الّا'' یا اسکے اخوات کے ذریعے متعدد سے نکالا گیا ہو، پھر خواہ متعدد یعنی مستثنٰی منہ مذکور ہو یا غیر مذکور،مذکور کی مثال ''جاء نی القوم الّازیداً'' اور غیر مذکور کی مثال ''ماجاء نی الّا زید'' ۔متعدد (یعنی مستثنٰی منہ) میں تعمیم ہے کہ کلی ہو ماتحت جزئیات کے اعتبار سے متعدد ہو،جیسے:''ماجاء نی اَحدٌالّازیداً'' اور یا کل ہو اپنے ماتحت اُجزاُ کے اعتبار سے متعدد ہو،جیسے:''اشتریت العبدالّانصفه'' ۔اخوات اِلّا سے ''غیر،سویٰ،سواء،حاشا،خلا،عدا،لیس'' اور ''لایکون'' مراد ہیں۔

(۲) اور مستثنٰی منقطع وہ ہے جو ''الّا'' اور ''اخواتِ الّا'' کے بعد واقع ہو اور متعدد سے نہ نکالا گیا ہو،مستثنٰی منہ سے عدم اخراج یا تو اسلئے ہو کہ مستثنٰی خلافِ جنس مستثنٰی منہ ہو،جیسے:''جاء نی القوم الّاحماراً'' ۔اور یا خلافِ جنس تو نہ ہو مگر اسکو مستثنٰی منہ میں داخل اعتبار نہیں کیا گیا ہو،جیسے:''ماجاء نی القوم الّازیداً'' ،جبکہ قوم سے ایسی جماعت مراد ہو کہ زید اس جماعت کا فرد نہ ہو۔

سوال :۔ مستثنٰی کا لغوی معنی ہے ''المخرج عن الشیٔ'' ،تو مستثنٰی بایں معنی مستثنٰی متصل کو تو شامل ہے مگر منقطع کو شامل نہیں کیونکہ منقطع متعدد سے نکالے گئے کو نہیں کہا جاتا؟

جواب :۔ مستثنٰی بمعنی لغوی (نکالا گیا) کا اطلاق اگرچہ منقطع پر نہیں ہوتا مگر مستثنٰی بمعنی اصطلاحی (المذکور بعدالّا واخواتهاسواءٌ کان مخرجاًاوغیرمخرج) کا اطلاق منقطع پر بھی ہوتا ہے یہاں مستثنٰی بمعنی اصطلاحی مراد ہے۔

سوال :۔ پہلے تعریف ہوتی ہے پھر تقسیم،جبکہ مصنفؒ نے مستثنٰی کی تعریف کو ترک کر دیا ہے اور تقسیم کو شروع فرمایا؟

جواب :۔اتنا معلوم ہے کہ مستثنیٰ سے اصطلاحی معنی مراد ہے اور صحت تقسیم کیلئے یہی کافی ہے۔اور چونکہ ہر ایک قسم کے علیحدہ خاص احکام ہیں اسلئے مصنفؒ نے ہر ایک کی علیحدہ تعریف کی۔

(۳)قولہ وھو منصوب الخ مصنف تقسیم مستثنیٰ کے بعد اعراب مستثنیٰ بیان فرماتے ہیں۔پانچ صورتوں میں مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے/**نمبر ۱**۔جب مستثنیٰ کلام موجب میں الّا غیر صفتی کے بعد واقع ہو تو مستثنیٰ وجوباً منصوب ہوگا۔کلام موجب سے مراد وہ کلام ہے جس میں نفی،نہی اور استفہام نہ ہو جیسا کہ شعر ہے۔کلام موجب آن باشد کہ باشد:: ز نفی،نہی،استفہام خالی۔اور بعد الّا کی قید سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے جس میں مستثنیٰ غیر اور سوا وغیرہ کے بعد واقع ہو کیونکہ اس وقت مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے منصوب نہیں۔اور''غیر صفة'' کی قید سے الّا صفتی کے مابعد سے احتراز ہوا کیونکہ الّا صفتی کے مابعد کا یہ حکم نہیں۔اور''غیرُ صفة'' کہہ کر اشارہ کیا کہ الّا دو قسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔الّا استثنائی۔/**نمبر ۲**۔الّا صفتی۔''الّا'' استثنائی وہ ہے جسکے بعد واقع ہونے والا مستثنیٰ ہوتا ہے، اور''الّا'' صفتی وہ ہے جو بمعنیٰ''غیر'' ہوتا ہے۔

اور کلام موجب میں الّا غیر صفتی کے بعد مستثنیٰ وجوباً منصوب اس لئے ہوتا ہے کہ نصب کے لئے محل مستثنیٰ کا بناء بر بدل مرفوع،منصوب یا مجرور ہونا ہے جبکہ مذکورہ صورت میں مستثنیٰ میں بدل ہونے کا احتمال نہیں کیونکہ بدل تکریر عامل کے حکم میں ہے تو یہاں اگر تکرار عامل ہو تو فساد معنی لازم آئیگا کیونکہ''جاء نی القوم الازیداً'' کی تقدیر''جاء نی القوم الاجاء نی زیداً'' ہوگی جس کا فساد ظاہر ہے۔اور اگر تکریر عامل نہ ہو تو قاعدہ بدل کی مخالفت لازم آئیگی،لہذا مستثنیٰ منصوب ہوگا جیسے:''جاء نی القوم الّازیداً''۔

(٤)قولہ او مقدما علی المستثنیٰ منه الخ یہ دوسری صورت ہے جہاں مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے یعنی مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے مقدم ہو خواہ کلام موجب میں ہو یا غیر موجب میں،جیسے:''جاء نی الّازیداً القوم'' یا''ماجاء نی الّازیداً احدٌ'' اس صورت میں وجوب نصب کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت بھی مستثنیٰ میں بدل کا احتمال نہیں کہ بناء بر بدلیت مرفوع یا مجرور ہو اور بدلیت کا احتمال اسلئے نہیں کہ بدل مبدل منہ سے مقدم نہیں ہوسکتا۔

(۵)قولہ او منقطعاً فی الاکثر الخ یہ مستثنیٰ کے وجوباً منصوب ہونے کی تیسری صورت ہے کہ مستثنیٰ منقطع الّا کے بعد واقع ہو تو اکثر لغات میں مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے(اکثر سے مراد حجازیین کی لغت ہے کیونکہ وہ قبائل کثیرہ ہیں)جیسے:''مافی الدار احدٌ الّا حماراً''،اس صورت میں وجوب نصب کی وجہ یہ ہے کہ مستثنیٰ منقطع میں بدل الغلط کے سوا باقی اقسام بدل(بدل الکل،بدل البعض اور بدل الاشتمال)متصور نہیں،اور بدل الغلط چونکہ بوجہ سہو وغفلت کے واقع ہوتا ہے اور مستثنیٰ منقطع قصد اور فکر کے بعد واقع ہوتا ہے لہذا بدل الغلط بھی نہیں ہوسکتا،لہذا نصب بناء بر استثنائیت متعین ہوا۔

مستثنیٰ منقطع کے اندر دو مذہب ہیں۔/**نمبر ۱**۔حجازیین کے نزدیک منصوب ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہوگئی۔/**نمبر ۲**۔بنو تمیم کے نزدیک مستثنیٰ منقطع کی دو قسمیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔وہ جس میں بدل کی خاصیت پائی جاتی ہو یعنی مستثنیٰ منہ کو حذف

کرکے مستثنیٰ کو اس کے قائم مقام بنایا جاسکتا ہو، جیسے: ''جاء نی القوم الاحماراً''، تو اس صورت میں بنوتمیم استثناء اور بدل دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں۔/ **نمبر ۲**۔ دوم وہ ہے کہ جس میں بدل کی خاصیت نہ پائی جاتی ہو اس قسم میں بنوتمیم حجازیین کے ساتھ مستثنیٰ کے بناء براستثناء منصوب پڑھنے میں متفق ہیں جیسے: **قولہ تعالیٰ** ﴿لاعاصمَ الیوم مِنْ أمرِ اللّٰہ اِلاّمَنْ رَّحِمَ﴾، اس مثال میں ''مَنْ رَّحِمَ'' ، مرحوم ومعصوم ہے جو کہ ''عاصم الیوم'' میں داخل نہیں لہٰذا یہ مستثنیٰ منقطع بناء براستثناء منصوب ہے کیونکہ اس میں خاصیتِ بدل نہیں اسلئے کہ اگر اس مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کی جگہ میں رکھا جائے تو معصوم ومرحوم کی نفی لازم آئیگی حالانکہ مقصود طوفان سے بچانے والے عاصم کی نفی ہے، معصوم کی نفی مقصود نہیں کیونکہ معصوم ومرحوم یعنی کشتی والے تو موجود ہیں۔

(٦) **قولہ او کان بعد خلا الخ** یہ مستثنیٰ کے وجوباً منصوب ہونے کی چوتھی صورت ہے کہ مستثنیٰ ''خلا'' یا ''عدا'' کے بعد واقع ہو، جیسے: ''جاء نی القوم خلازیداً، جاء نی القوم عدازیداً''، وجہ نصب یہ ہے کہ ''خلا'' اور ''عدا'' افعال ہیں ان کا فاعل مقدر ہے اور بعد میں جو اسم ہوگا وہ منصوب بناء برمفعولیت ہوگا۔

سوال: ۔''عدا'' بے شک متعدی ہے اس کے بعد واقع ہونے والا اسم بناء برمفعولیت منصوب ہوگا، مگر ''خلا'' تو لازمی ہے تو اس کے بعد واقع ہونے والا اسم منصوب کیسے ہوگا؟

جواب: ۔''خلا'' اگرچہ فعل لازم ہے مگر بواسطہ حرفِ جر متعدی ہوتا ہے جیسے: ''خَلَتِ الدّیارمِنَ الاَنِیس''۔ اوریا ''خلا'' کے مابعد حرف جر کو حذف کرکے ''خلا'' کو اپنے معمول کے ساتھ ملادیا گیا ہے اور فعل متعدی بحرف جر سے جب حرفِ جر ہٹادیا جائے تو وہ متعدی بنفسہ ہوجاتا ہے۔ اوریا ''خلا'' بمعنیٰ ''جاوَزَ'' کے ہے اور ''جاوَزَ'' متعدی ہے۔

فائدہ: ۔مذکورہ بالا اکثر نحاۃ کا مسلک ہے، بعض نحوی ''خلا'' اور ''عدا'' کو حروفِ جارہ قرار دیتے ہیں جو اپنے مابعد کو جر دیتے ہیں، اور اکثر نحاۃ فرماتے ہیں کہ ان پر ''ما'' مصدریہ داخل ہوتا ہے اور ''ما'' مصدریہ فعل پر داخل ہوتا ہے لہٰذا یہ افعال ہیں۔

(٧) **قولہ او ماخلا وماعدا الخ** یہ مستثنیٰ کے وجوباً منصوب ہونے کی پانچویں صورت ہے کہ مستثنیٰ ''ماخلا'' اور ''ماعدا'' کے بعد واقع ہو، جیسے: ''جاء نی القوم ماخلا زیداًوجاء نی القوم ماعدازیداً''، وجہ نصب یہ ہے کہ ''ما'' مصدریہ ہے اور ''ما'' مصدریہ فعل پر داخل ہوتا ہے، لہٰذا ''خلا'' فعل ہے اور اس میں ضمیر فاعل ہے اس کے بعد جو اسم واقع ہوگا وہ بناء برمفعولیت منصوب ہوگا۔

''ماخلا'' اور ''ماعدا'' کی طرح اگر مستثنیٰ ''لیس'' یا ''لایکون'' کے بعد واقع ہو تو بھی منصوب ہوگا اسلئے کہ ''لیس'' اور ''لایکون'' افعال ناقصہ ہیں انکے بعد واقع ہونے والا مستثنیٰ بناء برخبریت منصوب ہوگا اور ان کا اسم ان میں ضمیر مستتر ہے جیسے: ''جاء نی القوم لیس زیداً، جاء نی القوم لایکون زیداً''۔

☆ ☆ ☆

درس نمبر ۱۲۰

(۱)ویجوزفیه النصب ویختار البدل فی مابعدالّافی کلام غیرموجب وذکر المستثنٰی منه مثل مافَعَلُوْهُ الّاقَلِیْلٌ والّاقَلِیْلاً،(۲)ویعرب علی حسب العوامل اذاکان المستثنٰی منه غیرمذکوروهوفی غیرالموجب لیفیدمثل ماضربنی الّازیدٌ،(۳)الّااَنْ یستقیم المعنی مثل قرأتُ الّایوم کذا،(٤)ومِنْ ثَمّ لم یجزمازال زیدٌالّاعالماً،(۵)واذا تعذر البدل علی اللفظ فعلی الموضع مثل ماجاء نی من احدالّازیدٌولااحدافیهاالّاعمروٌومازیدٌشیأالّاشئٌ لایُعْبَاُ به لانّ مِنْ لاتزاد بعد الاثبات،(٦)وماولالاتقدران عاملتین بعده لانهماعملتاللنفی وقدانتقض النفی بالّا،(۷)بخلافِ لیس زیدٌ شیًاالّاشیألانهاعملت للفعلیة فلاأثرفیهالنقض معنی النفی لبقاء الأمر العاملة لاجله،(۸)ومن ثَمّ جازلیس زیدٌالّاقائماًو امتنع مازیدٌالّاقائماً

ترجمہ:۔اور مستثنیٰ میں نصب جائز ہےاور بدل مختار ہے جبکہ الّا کے بعد کلام غیرموجب میں ہواور مستثنیٰ منہ مذکور ہو جیسے ﴿مافَعَلُوْ اِلّا قلیلٌ﴾اور''الّاقلیلا''اور مستثنیٰ کوبحسب عوامل اعراب دیا جاتا ہے جب مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہواور وہ کلام غیرموجب میں ہوتا کہ فائدہ دے جیسے:''ماضَرَبَنی الّازیدٌ''، مگر یہ کہ معنی درست ہوجیسے''قرأتُ الّایومَ کذا''،اسی وجہ سے جائز نہیں''مازال زیدٌالّاعالماً''اور جب لفظ میں بدل متعذر ہوتومحل کے اعتبار سے ہوگا،جیسے''ماجاء نی من احدالّازیدٌ''اور''لااحدَفیهاالّاعمروٌ''اور''مازیدٌ شیأالّاشیئ لایُعْبَاُبه''اسلئے کہ''مِنْ''اثبات کے بعدزائدنہیں ہوتا،اور''ماولا''اسکے بعد عامل ہوکرمقدر نہیں ہوتے کیونکہ دونوں نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اورنفی توالّا'' کی وجہ سے ٹوٹ گئی،بخلاف''لیس زیدٌشیأالّاشیأ'' کیونکہ''لیس''نےفعل ہونے کی وجہ سے عمل کیا ہےاسلئے اس میں معنی کے ٹوٹنے کا کوئی اُثرنہیں کیونکہ وہ اُمرباقی ہےجسکی وجہ سے''لیس''عامل تھا،اسی وجہ سے جائز ہے''لیس زیدٌالّاقائماً''اور''مازیدٌالّاقائماً''ممنوع ہے۔

(۱)**قوله ویجوزنصب فیه ویختار البدل الخ** مصنفؒ مواقع وجوب نصب کے بیان سے فارغ ہوگئےتو جوازِنصب کے مواقع کوشروع فرمایا،چنانچہ فرماتے ہیں:اگرمستثنیٰ الّا کے بعدکلام غیرموجب میں واقع ہواور مستثنیٰ منہ مذکور ہوتومستثنیٰ میں نصب جائز ہےمگراولیٰ یہ ہے کہ ماقبل سے بدل ہو،اور بدل سے مراد بدل البعض ہے اسلئے کہ''الّا'' کے بعد بدل البعض ہوتا ہے۔اولویت بدل کی وجہ یہ ہے کہ مستثنیٰ جب''الّا'' کے بعد منصوب بناء براستثناء ہوتو اسکا اعراب مستثنیٰ کا مفعول بہ کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے بالاصالۃ نہیں کیونکہ اس میں فعل مقدم بواسطہ''الّا''عمل کرتا ہے،اور اگرمستثنیٰ بدل ہوتو اسکا اعراب بالاصالۃ ہے اس میں مبدل منہ والاعامل عمل کرتا ہے جو بلاواسطہ عامل ہے،اوراعراب بلاواسطہ اولیٰ ہے اعراب بالواسطہ سے لہٰذا مستثنیٰ کو بدل قرار دینا اولیٰ ہے جیسے ﴿مافَعَلُوه الّاقلِیْلٌ﴾میں''قلیلٌ''مرفوع ہے''فَعَلُوه'' کی ضمیر(جوکہ واو ہے)سے بدل ہونے کی بناء پر،اور''الّاقلیلاً'' کی صورت میں منصوب بناء براستثنائیت ہے۔

(۲)قولہ ویعرب علی حسب العوامل الخ یعنی اگر مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو تو مستثنیٰ کو ماقبل عامل کے تقاضے کے مطابق اعراب دیا جائیگا، جیسے: ''ماضَرَبَنی الّازیدٌ و ماضَرَبتُ الّازیداً و مامررتُ الّا بزیدٍ''۔ کلام غیر موجب میں ہونے کی قید اسلئے لگائی تاکہ کلام مفید رہے، جیسے: ''ماضَرَبَنی الّازیدٌ'' کہ مجھے زید کے سوا کسی نے نہیں مارا ہے اور یہ معنی صحیح ہے، لیکن اگر کلام موجب ہو جیسے: ''ضَرَبَنی الّازیدٌ'' تو معنی صحیح نہ ہوگا کیونکہ معنی ہوگا کہ زید کے سوا تمام لوگوں نے مجھے مارا ہے حالانکہ یہ ناممکن ہے۔ اور اس طرح کے مستثنیٰ کو مستثنیٰ مفرّغ کہا جاتا ہے اسلئے کہ عامل کسی اور میں عمل کرنے سے فارغ ہے، تو مستثنیٰ مفرّغ درحقیقت مفرّغ لہ ہے جیسا کہ مشترک درحقیقت مشترک فیہ ہے۔

(۳)قولہ الّاانْ یستقیم الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ مستثنیٰ کو بحسب العوامل اعراب دینے کیلئے شرط یہ ہے کہ کلام غیر موجب ہو حالانکہ ''قرأتُ الّایومَ کذا''، کلام غیر موجب نہیں بلکہ موجب ہے پھر بھی مستثنیٰ کو بحسب العوامل اعراب دیا گیا ہے؟

جواب: ۔اگر معنی صحیح ہو تو کلام موجب میں واقع مستثنیٰ کا بھی وہی حکم ہے جو کلام غیر موجب میں واقع مستثنیٰ کا ہے۔اور ''قرأتُ الّایوم الجمعة'' کا معنی صحیح ہے کیونکہ معنی ہے کہ جمعہ کے دن کے سوا باقی تمام 'ایام' میں مَیں نے پڑھا ہے، اور 'ایام' سے مراد دنیا کے سارے 'ایام' نہیں بلکہ ''اُسبوع'' یا 'شھر' یا 'سنة' کے 'ایام' مراد ہیں۔

سوال: ۔صحتِ معنی کی قید تو کلامِ غیر موجب میں بھی ہونی چاہئے کیونکہ 'ماماتَ الّازیدٌ' کلام غیر موجب ہے مگر اس کا معنی صحیح نہیں؟

جواب: ۔غالب کا اعتبار ہے کلام غیر موجب میں غالب یہ ہے کہ معنی صحیح رہتا ہے اسلئے کہ کسی فعل کی نسبت کسی جنس کے تمام افراد کی طرف منفی ہو اور اسکے ایک فرد کی طرف مثبت ہو یہ شائع ہے اور اسکے برعکس کسی فعل کی نسبت کسی جنس کے تمام افراد کی طرف تو مثبت ہو اور ایک فرد کی طرف منفی ہو یہ شاذ ونادر ہے۔

(٤)قولہ و من ثمّ لم یجز الخ قاعدہ گذر گیا کہ حذف مستثنیٰ منہ کلام موجب میں اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ معنی درست نہ ہو لہذا ''مازال زیدٌ الّاعالماً'' صحیح نہیں کیونکہ مذکورہ مثال میں مستثنیٰ منہ کلام موجب میں بغیر صحتِ معنی کے محذوف ہے اور معنی صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس عبارت کا معنی ہے ''زید علم کے سوا تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا ہے'' حالانکہ یہ ناممکن ہے کیونکہ زید کیلئے تمام صفات متضادہ وغیر متضادہ ممکنہ وغیر ممکنہ کا ثابت ہونا محال ہے۔اور مثال مذکور میں 'ما'' نافیہ ہے اور ''زالَ'' زوال کے معنی میں ہے جو کہ منفی معنی ہے اور نفی پر نفی کا دخول اثبات کا فائدہ دیتا ہے لہذا یہ کلام موجب ہے۔

(۵)قولہ واذاتعذر البدل علی اللفظ الخ یعنی جن صورتوں میں مستثنیٰ کو بدل پڑھنا مختار ہے تو مستثنیٰ کو بدل قرار دے کر اگر مستثنیٰ کا لفظِ مستثنیٰ منہ پر حمل کرنا دشوار ہو تو محل مستثنیٰ منہ سے بدل مان لیں گے تاکہ بقدرالامکان مختار پر عمل ہو سکے جیسے: ''ماجاء نی مِنْ احدٍ الّازیدٌ'' میں ''زیدٌ'' بدل ہے ''احدٍ'' سے بدل ہے اور مرفوع ہے محل 'احدٍ' پر محمول ہے۔اور ''لااَحدَ فیھا الّاعمروٌ'' میں''

عمروٌ" بدل ہے "احد" سے اور مرفوع ہے "احد" کے محل پر محمول ہے۔ اور "مازیدٌ شیأ الاشیٌ لایُعْبَأُبہ" میں "شیٌ" بدل ہے "شیئاً" سے اور مرفوع ہے "شیئاً" کے محل پر محمول ہے۔

سوال:۔ اَمثلہ مذکورہ میں مستثنیٰ کا حمل مستثنیٰ منہ پر کیوں متعذر ہے؟

جواب:۔ "لِاَنَّ مِنْ لاتزاد" سے مصنفؒ جواب دیتے ہیں کہ مثال اول میں مستثنیٰ کا حمل لفظِ "اَحَدٌ" پر صحیح نہیں اسلئے کہ بدل تکریر عامل کے حکم میں ہے اور عامل "مِنْ" ہے جس کی زیادتی زید کے اول میں ہونہیں سکتی کیونکہ مِنْ استغراقیہ برائے تاکید نفی بڑھایا جاتا ہے اور مثال مذکور میں نفی الّا کی وجہ سے ختم ہو کر اسکا مابعد کلام مثبت ہو گیا ہے تو اب بھی اگر زید کے اول میں "مِنْ" کا اضافہ کرینگے تو "ماجاء نی مِنْ اَحَدٍ الّازیدٍ (بالجر)"، "جاء نی مِنْ زیدٍ" کی قوۃ میں ہوگا جو کہ جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں اثبات میں "مِنْ" کی زیادتی لازم آتی ہے حالانکہ اثبات میں "مِنْ" کی زیادتی جائز نہیں، پس جب مستثنیٰ کا حمل لفظِ "اَحَد" پر ممکن نہ ہوا تو اسکے محل پر حمل کرینگے اور محل بناء بر فاعلیت رفع کا ہے لہذا مستثنیٰ مرفوع ہوگا۔ اور محل بناء بر فاعلیت اسلئے مرفوع ہے کہ "اَحَد" درحقیقت فعل کا فاعل ہے۔

(۶) قولہ وما ولا لاتقدران الخ یہاں سے مثال ثانی وثالث کے حمل علی اللفظ کی وجہ تعذر کو بیان فرماتے ہیں کہ مثالِ ثانی میں اگر عمرو کو لفظِ مستثنیٰ منہ یعنی "اَحَدَ" پر حمل کریں گے تو یہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ مثال مذکور میں "اَحَدَ" لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی بناء پر مفتوح ہے تو اگر عمرو کو "احدَ" کے لفظ پر حمل کریں گے تو "لا" عمرو میں بھی عمل کرے گا حالانکہ "لا" اور "ما"، "لیس" کے ساتھ معنی نفی میں مشابہ ہونے کی وجہ سے عمل کرتے ہیں جبکہ نفی الّا کی وجہ سے ٹوٹ گئی لہذا "لا"، "الا" کے مابعد میں عمل نہیں کرسکے گا تو لامحالہ اس کے مابعد کو محل مستثنیٰ منہ پر حمل کرینگے تاکہ بقدر الامکان مختار پر عمل ہو جائے، اور محل مستثنیٰ منہ بناء برابتدائیت رفع کا ہے لہذا "عمرو" کو مرفوع پڑھیں گے۔ اور مثال ثالث کی بھی یہی وجہ ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مثالِ ثالث میں محل مستثنیٰ منہ مرفوع بناء برخبریت ہے

سوال:۔ مثال ثالث میں "لایُعْبَأُبہ" کیوں بڑھایا گیا ہے؟

جواب:۔ یہ شیٔ کی صفت ہے اور اسلئے بڑھایا گیا ہے تاکہ استثناء الشیٔ عن نفسہ لازم نہ آئے، اور اس صفت کے بڑھانے کے بعد شیٔ اول عام ہے اور ثانی خاص ہے اور استثناء الخاص عن العام جائز ہے۔

(۷) قولہ بخلاف لیس الخ یہ سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ "لیس زیدٌ شیأ الاشیأ" میں بھی تو نفی الّا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے تو مستثنیٰ کو محل مستثنیٰ منہ پر حمل کرنا چاہئے حالانکہ لفظ پر حمل کر کے اسکو آپ منصوب پڑھتے ہیں؟

جواب:۔ ٹھیک ہے نفی تو الّا نے ختم کردی ہے مگر "لیس" معنی نفی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا بلکہ "لیس" فعلیت کی وجہ سے عمل کرتا ہے تو اگرچہ "لیس" کی نفی الّا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے مگر جس وجہ سے "لیس" عمل کرتا ہے وہ وجہ (یعنی فعلیت) برقرار ہے۔

(۸) قولہ ومِنْ ثَمّ الخ یہ ماقبل پر تفریع ہے کہ "لیس" فعلیت کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور وہ اب بھی برقرار ہے لہذا اس کا عمل درست ہے، تو "لیس زیدٌ الاقائما" جائز ہے، اور "ما" چونکہ معنی نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے جب نفی ٹوٹ گئی تو "ما" عمل بھی نہیں

کر سکے گا لہذا ''مازیدٌ الاقائما'' جائز نہیں بلکہ ''قائماً'' کو محلِ مستثنیٰ منہ پر حمل کر کے مرفوع پڑھنا ضروری ہے۔

درس نمبر ۱۲۱

(۱)ومخفوضٌ بعدغیروسِویٰ وسواء وبعدحاشافی الاکثر،(۲)واعراب غیرفیه کاعراب المستثنیٰ بالّاعلی التفصیل،(۳)وغیرصفةٍ حملت علی الّافی الا ستثناء کماحملت الّاعلیهافی الصفة اذاکانت تابعةً لجمعٍ منکورٍغیرمحصورٍ لتعذرالاستثناء مثل لوکان فیهما آلهةٌ الّاالله لفسدتا(٤)وضعف فی غیره،(۵)واعراب سِویٰ وسواء النصب علی الظرف علی الاصح

ترجمہ:۔اور مستثنیٰ مجرور ہے''غیر،سویٰ''اور''سواء'' کے بعد،اور ''حاشا'' کے بعد اکثر مجرور ہوتا ہے،اور ''غیر''کا اعراب اس مستثنیٰ کی طرح ہے جو الّا کے ساتھ ہو بالتفصیل،اور لفظ غیر صفت ہوتا ہے جو استثناء میں الّا پر حمل کیا گیا ہے جیسا کہ الّا اس پر محمول کیا جاتا ہے صفت میں جبکہ وہ اس جمع کا تابع ہو جو نکرہ غیر محصور ہو بوجہ تعذر استثناء کے جیسے ﴿لَوْ کَانَ فِیْهِمَا آلِهَةٌ الّااللّٰه لَفَسَدَتَا﴾ اور اسکے علاوہ میں ضعیف ہے،اور''سِویٰ وسواء'' کا اعراب نصب بناء برظرفیت ہوتا ہے بناء برقولِ صحیح۔

(۱)قوله ومخفوضٌ الخ یعنی مستثنیٰ اگر''غیر،سویٰ''یا''سواء'' کے بعد واقع ہو تو مجرور ہوگا،وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ مضاف ہوتے ہیں اور انکا مابعد مضاف الیہ،اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے لہذا انکے بعد واقع ہونے والا مستثنیٰ مجرور ہوگا۔اور''حاشا'' کے بعد بھی اکثر نحاۃ کے نزدیک مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے اسلئے کہ''حاشا'' حرف جر ہے اسکا مدخول مجرور ہوتا ہے،اور بعض نحاۃ''حاشا'' کو فعل متعدی قرار دیتے ہیں اور اس میں ضمیر فاعل اور اس کے بعد واقع ہونے والا اسم کو بمنزلہ مفعول قرار دے کر منصوب پڑھتے ہیں۔

(۲)قوله واعراب غیرالخ لفظ''غیر'' دو قسم پر ہے(۱)صفتی (۲) استثنائی۔اگر''غیر''استثنائی ہو تو لفظ''غیر'' کا اعراب مستثنیٰ بـالّا کی طرح ہوگا یعنی جن مواقع میں مستثنیٰ اِلّا کے بعد منصوب ہے ان مواقع میں''غیر'' بھی منصوب ہوگا جیسے مستثنیٰ متصل کی مثال''جاء نی القوم غیرَزیدٍ''اور مستثنیٰ منقطع کی مثال''جاء نی القوم غیرَحمارٍ''،اور مستثنیٰ مقدم کی مثال''جاء نی غیرَ زیدٍالقومُ''۔اور جہاں اِلّا کے بعد مستثنیٰ میں جوازِ نصب اور اختیار بدل ہے وہاں''غیر''میں بھی جواز نصب واختیار بدل ہوگا جیسے:''فعلوہ غیرُقلیل،غیرَقلیل''علیٰ ھذا القیاس۔وجہ یہ ہے کہ''غیر''نے جب اپنے مابعد کو بناء براضافت جر دیا تو مابعد کا اعراب خود قبول کیا۔البتہ''غیر''صفتی کا اعراب اس طرح نہیں ہوگا بلکہ وہ موصوف کے موافق ہوگا۔

(۳)قوله وغیر صفة حملت علی الاالخ یعنی اصل لفظِ''غیر''میں یہ ہے کہ صفت واقع ہو کیونکہ لفظِ''غیر''ایسی مبہم ذات پر دلالت کرتا ہے جسکے ساتھ مغایرت کا معنی قائم ہو،جیسے:''جـاء نـی رجـلٌ غیـرُزیـدٍ'' میں''رجـلٌ''موصوف اور''غیـرزیدٍ''مضاف مضاف الیہ صفت ہے۔اور لفظِ''غیر'' کا ایسا ہی استعمال اکثر ہوتا ہے،لیکن کبھی کبھی لفظِ''غیر'' کو الّا پر محمول کر کے استثناء کے لئے بھی لایا جاتا ہے کیونکہ دونوں اس بات میں مشترک ہیں کہ ہر ایک کا مابعد ماقبل کا مغایر ہوتا ہے جیسے:''جاء نی

القوم غیر زید ‘‘میں غیر صفتی معنی میں مستعمل نہیں کیونکہ صفت وموصوف میں مطابقت فی التعریف و التنکیر ضروری ہے جبکہ مثال مذکور میں ’’القوم‘‘معرفہ اور’’غیر‘‘ نکرہ ہے۔’’غیر‘‘اگر چہ معرفہ کی طرف مضاف ہے مگر توغل فی الابہام کی وجہ سے نکرہ ہے۔

بخلاف ’’الّا‘‘ کے کہ اسکا اکثر استعمال استثناء میں ہے اور کبھی لفظِ ’’غیر‘‘ پرحمل کر کے صفتی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔اور’’ الّا‘‘ کو’’غیر‘‘صفتی پراس وقت حمل کرتے ہیں جس وقت کہ اس میں تین شرطیں پائی جائیں۔/**نمبر ۱**۔’’الّا‘‘ جمع (یعنی متعدد) کے بعد واقع ہو۔/**نمبر ۲**۔جمع نکرہ ہو۔/**نمبر ۳**۔جمع نکرہ غیر محصور ہو یعنی اسکے افراد شمار کئے ہوئے معین نہ ہوں جیسے ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ مثال مذکور میں ’’الّا‘‘صفتی معنی میں ہے کیونکہ اس میں استثنائی معنی متعذر ہے خواہ استثناء متصل ہو یا منقطع۔اسلئے کہ مستثنیٰ متصل میں مستثنیٰ کا دخول مستثنیٰ منہ میں یقینی ہوتا ہے اور مستثنیٰ منقطع میں عدم دخول یقینی ہوتا ہے جبکہ مثال مذکور میں ’’ آلِهَة‘‘،جمع منکر غیر محصور ہے،جس میں اللہ کا نہ دخول یقینی ہے اور نہ عدم دخول،لہذا یہ لفظِ ’’غیر‘‘ پر محمول ہو کر صفتی معنی میں ہے۔

پھر’’الّا‘‘صفتی کے ماقبل کا جمع ہونا (متعدد ہونا) اسلئے شرط ہے تا کہ حالتِ صفتی حالتِ استثنائی کے مطابق ہو جائے کیونکہ استثناء میں مستثنیٰ کو ماقبل متعدد سے خارج کیا جاتا ہے۔اور نکرہ ہونا اسلئے شرط ہے کہ معرف باللام ہونے کی صورت میں دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو الف لام استغراقی ہوگا تو مستثنیٰ متصل ہونا متعذر نہ ہوگا لہذا ’’الّا‘‘ حرفِ استثناء ہوگا،اور یا الف لام عہد خارجی ہوگا جس سے ایک ایسی جماعت کی طرف اشارہ ہوگا جس میں مستثنیٰ یقیناً داخل ہوگا یا یقیناً داخل نہ ہوگا پہلی صورت میں مستثنیٰ کا متصل ہونا متعذر نہیں دوسری صورت میں منقطع ہونا متعذر نہیں،بہر دوصورت ’’الّا‘‘ کا حرفِ استثناء ہونا درست ہے اسلئے صفتی نہ ہوگا کیونکہ ’’الا‘‘صفتی وہاں ہوتا ہے جہاں استثناء کی دونوں قسمیں متعذر ہوں۔

اور مذکورہ جمع کا غیر محصور ہونا اسلئے شرط ہے کہ بصورت حصر یا تو جنس مستغرق مراد ہوگی اور یا بعض معلوم العدد افراد مراد ہونگے، بہر دوصورت ’’الّا‘‘ کا مابعد ’’الا‘‘ کے ماقبل میں یقیناً داخل ہوگا لہذا مستثنیٰ متصل ہونا متعذر نہیں،اسلئے ’’الّا‘‘صفتی نہ ہوگا۔

(۴)قوله وضعف فی غیره الخ یعنی جمع منکور غیر محصور کے علاوہ کسی اور صورت میں ’’الّا‘‘ کو صفتی معنی میں کرنا ضعیف ہے اسلئے کہ اس وقت استثنائی معنی صحیح ہے تو صفتی معنی میں کر دینے کی ضرورت نہیں۔مگر سیبویہ کے نزدیک صحتِ استثناء کے باوجود ’’الّا‘‘ کو’’غیر‘‘صفتی کے معنی میں کیا جا سکتا ہے سیبویہ شاعر کے درج ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں،

شعر:۔كلّ اَخٍ مفارقه اَخوه:: لعَمرُ اَبيكَ اَلّاالفرقدان

اس شعر میں ’’الّا‘‘صفتی ہے اور’’فرقدان‘‘،’’كل اَخ ‘‘ کی صفت ہے اسی لئے تو مرفوع ہے،اگر’’الّا‘‘ استثنائی ہوتا تو ’’فرقدان‘‘ منصوب ہوتا۔مگر سیبویہ کو جواب دیا گیا ہے کہ یہ شعر محمول علی الشذوذ ہے۔

(۵)قوله واعراب سوىٰ الخ سیبویہ کے نزدیک ’’سِوىٰ وسواء‘‘ منصوب بناء برظرفیت ہیں کیونکہ ’’جاء نی القوم سِوىٰ زید‘‘ کا معنی ہے ’’جاء نی القوم مكان زيدٍ ‘‘۔اور کوفیین کے نزدیک ’’سوىٰ‘‘ کا اعراب ’’غیر‘‘ کی طرح ہے جسکی تفصیل

گذر گئی ہے کوفیین کی دلیل شاعر کا درج ذیل شعر ہے،

شعر:۔ فلم یبق سِویٰ العدوان::دنّاھم کمادانوا

اس شعر میں ''سویٰ'' مرفوع ہے اسلئے کہ ''لم یبق'' کا فاعل ہے ظرف نہیں۔ مصنفؒ نے ان دو مذاہب کی طرف اپنے قول ''علی الاصح'' سے اشارہ کیا ہے کہ ایک اصح اور دوسرا غیر اصح ہے۔

درس نمبر ۱۲۲

(۱)خبر کان واخواتھاھو المسندبعددخولھامثل کان زیدٌقائماً،(۲)وأمرہ کأمرخبر المبتدأ،(۳)ویتقدم معرفة،(٤)وقد یحذف عاملہ فی نحوالناس مجزیّون باعمالھم انْ خیراًفخیرٌوانْ شرّاًفشرٌّ،(۵)ویجوزفی مثلھااربعة اوجہ،(٦)ویجب الحذف فی مثل اِمّاانت منطلقاًای لِانْ کنتَ منطلقاً،(۷)اسم انّ واخواتھاھو المسندبعددخولھامثل اِنّ زیداً قائمٌ.

ترجمہ:۔ ''کان''اور اسکے اخوات کی خبر، وہ مسند ہوتی ہے انکے دخول کے بعد جیسے: ''کان زیدٌقائماً''، اور اسکا حکم مبتدأ کی خبر کی طرح ہے، اور بصورتِ معرفہ مقدم ہو جاتی ہے، اور کبھی اسکا عامل حذف کر دیا جاتا ہے ''النّاس مجزیّون الخ'' جیسی مثالوں میں، اور ان جیسی مثالوں میں چار صورتیں جائز ہیں، اور اس کا حذف واجب ہے ''اِمّاانت منطلقاًالخ'' جیسی مثالوں میں اسکی اصل ''لِانْ کنتَ منطلقاً'' ہے، ''اِنّ'' اور اسکے اخوات کا اسم وہ مسند الیہ ہوتا ہے انکے دخول کے بعد جیسے: ''اِنّ زیداًقائمٌ''۔

(۱)قولہ خبر کان واخواتھاالخ مصنفؒ مستثنیٰ کے بیان سے فارغ ہو گئے تو افعالِ ناقصہ کی خبر کے بیان کو شروع فرمایا۔ فرماتے ہیں: افعالِ ناقصہ کی خبر وہ اسم منصوب ہے جو ''کان'' وغیرہ کے دخول کے بعد مسند ہو، جیسے: ''کان زیدٌقائماً''۔

سوال:۔ ''کان'' کا اسم اور خبر در حقیقت مبتدأ و خبر ہیں تو ان میں تو پہلے سے اسناد موجود ہے لہٰذا ''ھو المسند بعد دخولھا'' سے تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئیگی؟

جواب:۔ ''المسندبعددخولھا'' سے اسناد جدید مراد ہے۔

سوال:۔ ''کان زیدٌابوہ قائمٌ'' اور ''کان زیدٌیضربُ ابوہ'' میں ''قائمٌ'' اور ''یضربُ'' دخولِ کان کے بعد مسند ہیں حالانکہ صرف ''قائمٌ'' اور ''یضربُ''، ''کان'' کی خبر نہیں بلکہ ''ابوہ قائمٌ'' کا مجموعہ اور ''یضربُ ابوہ'' کا مجموعہ ''کان'' کی خبر ہے؟

جواب:۔/نمبر ۱۔ مراد یہ ہے کہ ''کان'' کیلئے اسم اور خبر مقرر ہونے کے بعد جو مسند ہوگا وہ ''کان'' کی خبر ہے جبکہ مذکورہ مثالوں میں ''قائمٌ'' اور ''یضرب''، ''کان'' کے لئے خبر مقرر ہونے سے پہلے مسند ہیں۔ **/نمبر ۲۔** دخولِ ''کان'' سے مراد یہ ہے کہ ''کان'' اسم اور خبر میں عمل کرنے کیلئے وارد ہو جبکہ مذکورہ مثالوں میں صرف ''قائمٌ'' اور ''یضربُ'' میں ''کان'' عامل نہیں بلکہ ''ابوہ

قائمٌ‘‘ کے مجموعہ اور ’’یضرب ابوہ‘‘ کے مجموعہ میں عامل ہے۔

(۲) **قولہ وأمرہ کأمر خبر المبتدأ الخ** یعنی ’’کان‘‘ کی خبر اقسام، احکام اور شرائط میں مبتدأ کی خبر کی طرح ہے یعنی جس طرح کہ مبتدأ کی خبر کی اقسام مفرد، جملہ، معرفہ اور نکرہ ہیں اسی طرح ’’کان‘‘ کی خبر کی بھی یہی اقسام ہیں۔ اور احکام میں بھی ’’کان‘‘ کی خبر مبتدأ کی خبر کی طرح ہے یعنی جس طرح کہ مبتداء کی خبر واحد، متعدد، مثبت اور محذوف ہوتی ہے اسی طرح ’’کان‘‘ کی خبر بھی ہے۔ اور شرائط میں بھی ایک جیسی ہیں مثلاً دونوں میں یہ شرط ہے کہ خبر اگر جملہ ہو تو عائد بسوئے مبتدأ ضروری ہے۔

(۳) **قولہ ویتقدم الخ** یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ ’’کان‘‘ کی خبر احکام، اقسام اور شرائط میں مبتدأ کی خبر کی طرح ہے حالانکہ مبتدأ کی خبر کا ایک حکم یہ ہے کہ اگر معرفہ ہو تو اسکی تقدیم مبتدأ پر جائز نہیں جبکہ ’’کان واخواتھا‘‘ کی خبر اگرچہ معرفہ ہو پھر بھی اسکی تقدیم اسم ’’کان واخواتھا‘‘ پر جائز ہے؟

مصنفؒ نے جواب دیا ہے کہ بوقتِ عدم التباس ’’کان‘‘ کی خبر اگرچہ معرفہ ہو اسم ’’کان‘‘ پر مقدم ہو سکتی ہے اسلئے کہ قرینہ اعرابیہ موجود ہے جو یہ تعین کرتا ہے کہ یہ خبر ہے اور یہ اسم ہے کیونکہ ’’کان‘‘ کی خبر منصوب اور ’’کان‘‘ کا اسم مرفوع ہوتا ہے جبکہ مبتدأ و خبر اگر دونوں معرفہ ہوں تو ان میں چونکہ میں فرق نہیں پایا جاتا ہے کیونکہ اعراب دونوں کے ایک جیسے ہیں لہذا مذکورہ صورت میں خبر کی تقدیم مبتداء پر جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ’’کان‘‘ کے اسم اور خبر پر قرینہ اعرابیہ نہ ہو تو اس میں بھی تقدیم خبر جائز نہیں جیسے: ’’کان الفتیٰ ھذا‘‘ کیونکہ تقدیم خبر کی صورت میں اسم اور خبر میں التباس آئیگا۔

(۴) **قولہ وقد یحذف الخ** یعنی کثرۃِ استعمال کی وجہ سے کبھی ’’کان‘‘ کی خبر کا عامل یعنی کان کو حذف کر دیا جاتا ہے مراد صرف ’’کان‘‘ ہے اخوات کان حذف نہیں ہوتے کیونکہ ’’کان‘‘ کثیر الاستعمال ہے حذف کی صورت میں ذہن اس کی طرف سبقت کرتا ہے لہذا یہ شہرت قرینۂ حذف ہے، جیسے: ’’النّاسُ مجزِیّونَ بِاَعمالِهِمْ اِنْ خَیرًا فَخَیرٌ واِنْ شرًّا فشرٌّ‘‘، جیسی ترکیب میں کان محذوف ہے۔ اس جیسی ترکیب سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں اِنْ شرطیہ کے بعد اسم ہو اس کے بعد فاء ہو اور اسکے بعد ایک اور اسم ہو، جیسے: ’’اِنْ راکبًا فراکبٌ واِنْ ماشیًا فماشیٌ‘‘۔ مذکورہ ترکیب میں ’’کان‘‘ محذوف ہے جس پر قرینہ ’’اِنْ‘‘ شرطیہ کا اسم پر داخل ہونا ہے حالانکہ ’’اِنْ‘‘ شرطیہ فعل پر داخل ہوتا ہے لہذا یہاں ’’کان‘‘ مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ’’اِنْ کان عملُھم خیرًا فجزائُھم خیرٌ واِنْ کان عملھم شرًّا فجزائُھم شرٌّ‘‘۔

(۵) اس جیسی ترکیب میں چار وجوہ جائز ہیں۔ **نمبر ۱**۔ ’’خیرًا‘‘ منصوب ہو ’’کان‘‘ محذوف کے لئے خبر ہونے کی بناء پر اور ’’خیرٌ‘‘ ثانی مرفوع ہو مبتداء محذوف کے لئے خبر ہونے کی بناء پر، تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ’’اِنْ کان عملھم خیرا فجزائھم خیرٌ‘‘۔ **نمبر ۲**۔ دونوں جگہ ’’خیرًا‘‘ منصوب ہو ’’کان‘‘ محذوف کے لئے خبر ہونے کی بناء پر، تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ’’اِنْ کان عملھم خیرًا کان جزائھم خیرًا‘‘۔ **نمبر ۳**۔ دونوں جگہ ’’خیر‘‘ مرفوع ہو، اول ’’کان‘‘ کے لئے اسم ہونے کی بناء پر، ثانی

مبتداء کے لئے خبر ہونے کی بناء پر، تقدیری عبارت ہوگی ''اِنْ کان فی عملھم خیرٌ فجزاء ھم خیرٌ'' ۔/**نمبر ٤**۔ ''خیر'' اول ''کان'' کے لئے اسم ہونے کی بناء پر مرفوع ہو اور ثانی ''کان'' کے لئے خبر ہونے کی بناء پر منصوب ہو، تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ''اِنْ کان فی عملھم خیرٌ فکان جزاء ھم خیراً''۔

(٦) **قولہ ویجب الحذف الخ** یعنی ''اَمَّا اَنْتَ منطلقاً انطلقتُ'' جیسی ترکیب میں حذفِ ''کان'' واجب ہے۔ اس جیسی ترکیب سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ''کان'' کو حذف کر کے اسکے عوض میں دوسری شئی لائی جائے۔ وجوب حذف کی وجہ یہ ہے کہ ذکر ''کان'' کی صورت میں عوض اور معوض کا مجتمع ہونا لازم آتا ہے۔ اس ترکیب کی تقدیری عبارت اس طرح ہے ''لِاَنْ کُنْتَ منطلقاً اِنْطلقتُ'' لام کو حذف کیا اور ''کان'' کو بھی اختصاراً حذف کیا اور اسکے عوض میں ''ما'' لایا اور ضمیر متصل کو بہ منفصل بدل دیا پھر نون کو میم میں مدغم کیا تو ''اَمَّا اَنْتَ منطلقاً انطلقت'' ہوا۔ مذکورہ مثال میں وجوبِ حذف ''کان'' بوجہ قرینہ وسدّ مسد کے ہے قرینہ تو معمول کا منصوب ہونا ہے اور سد مسد ''ما'' ہے جو ''کان'' کا قائم مقام ہے۔

(٧) **قولہ اسم اِنّ واخواتھا الخ** مصنفؒ ''کان واخواتھا'' کی خبر کے بیان سے فارغ ہو گئے تو ''اِنّ واخواتھا'' کے اسم کے بیان کو شروع فرمایا۔ فرماتے ہیں: ''اِنّ'' کا اسم وہ منصوب ہے جو ''اِنّ واخواتھا'' کے دخول کے بعد مسند الیہ ہو جیسے: ''اِنّ زیداً قائمٌ''۔ اخوات ''اِنّ'' سے مراد دیگر حروف مشبہ بالفعل ہیں جن کو کسی شاعر نے اس شعر میں جمع کیا ہے۔

شعر:۔ اِنّ بااَنّ، کاَنّ، لکنّ، لیت، لعلّ :: ناصب اسم اندر رافع درخبر ضد ماولا

درس نمبر ۱۲۳

(١) المنصوب بلاالتی لنفی الجنس ھو المسند بعد دخولھا (٢) یلیھا نکرۃ مضافاً او مشبھاً بہ مثل لاغلام رجل ظریفٌ فیھا و لاعشرین درھماً لک، (٣) فان کان مفرداً فھو مبنی علی ما ینصب بہ، (٤) وان کان معرفۃً او مفصولاً بینہ وبین لاوجب الرفع والتکریر، (٥) ومثل قضیۃ ولااَباحسنٍ لھا متأولٌ، (٦) وفی مثل لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ خمسۃ اوجہ فتحھما وفتح الاول ونصب الثانی ورفعہ ورفعھما ورفع الاول علی ضعف وفتح الثانی.

ترجمہ:۔ اسم منصوب بلائے نفی جنس وہ اسکے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ایک ایسا نکرہ ملا ہوا ہوتا ہے جو مضاف یا شبہ مضاف ہو جیسے: ''لاغلام رجل ظریفٌ فیھا'' اور ''لاعشرین درھماً لکَ''، پس لائے نفی جنس کا اسم اگر مفرد ہو تو وہ مبنی ہوتا ہے ایسی چیز پر جسکے ساتھ نصب دیا جاتا ہے، اور اگر معرفہ ہو اور یا اسکے اور لا کے درمیان فصل لایا گیا ہو تو رفع واجب ہے اور تکرار بھی ضروری ہے، اور قضیہ ''لااَباحَسنٍ لھا'' جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے، اور ''لاحولَ ولاقوۃَ الخ'' جیسی مثالوں میں پانچ وجوہ جائز ہیں دونوں اسموں کا فتحہ اول کا فتحہ دوسرے کا رفع اول کا رفع مگر یہ ضعیف ہے اور دوسرے کا فتحہ۔

(١) **قولہ المنصوب بلاالتی الخ** مصنفؒ ''اِنّ واخواتھا'' کے اسم کے بیان سے فارغ ہو گئے تو منصوب بلائے نفی جنس

کے بیان کو شروع فرمایا۔ منصوب بلائے نفی جنس وہ اسم ہے جو''لا'' کے دخول کے بعد مسند الیہ ہو اور''لا'' کے بعد بلا فاصلہ واقع ہو اس حال میں کہ وہ نکرہ مضاف یا شبہ مضاف ہو، جیسے:''**لاغلام رجل ظریفٌ فی الدار** ''۔ یہ اسم لائے نفی جنس مضاف کی مثال ہے، اور''**لاعشرین درھماً لک**'' شبہ مضاف کی مثال ہے۔ اور شبہ مضاف وہ ہے جس کا معنی اَمرِ آخر کے ملائے بغیر تام نہ ہو، اور''عشرین''کا معنی ذکر معدود کے بغیر تام نہیں اسلئے''عشرین''شبہ مضاف ہے۔

سوال:۔ مصنفؒ نے سابقہ اسلوب سے عدول کیوں کیا ہے یعنی جس طرح کہ اس سے پہلے''**خبر لا، اسم اِنّ**''وغیرہ کہا تو یہاں بھی''**اسم لا**'' کہنا چاہئے تھا؟

جواب:۔ عدول اسلئے کیا کہ لائے نفی جنس کا اسم ہمیشہ منصوب نہیں ہوتا بلکہ کبھی مبنی اور کبھی مرفوع بھی ہوتا ہے تو اگر اسم **لا** کہتے تو یہ وہم ہوتا کہ **لا** کا ہر اسم منصوب ہوتا ہے حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔

(۲)**قولہ یلیھانکرۃ الخ** یہاں سے لائے نفی جنس کے اسم کے منصوب ہونے کی شرائط بیان کرتے ہیں۔/**نمبر ۱**۔ لائے نفی جنس کا اسم لائے نفی جنس کے ساتھ متصل ہو، یہ اسلئے کہ **لا** عامل ضعیف ہے معمول متصل میں تو عمل کرسکتا ہے منفصل میں نہیں۔/**نمبر ۲**۔ لائے نفی جنس کا اسم نکرہ ہو، یہ اسلئے کہ لائے نفی جنس کثرت کا تقاضا کرتا ہے اور تعریف قلت کا اور کثرت وقلت میں منافات ہے۔/**نمبر ۳**۔ لائے نفی جنس کا اسم مضاف یا شبہ مضاف ہو، یہ اسلئے کہ اضافت اسم کے خواصِ معظمہ میں سے ہے جس سے جہت اسمیت مضبوط ہوتی ہے اور جہت حرفیت ضعیف۔

سوال:۔''**لارجل قائمٌ**'' میں لائے نفی جنس کا ہے مگر جنس کی نفی تو نہیں کرتا بلکہ صفت جنس یعنی''قائمٌ'' کی نفی کرتا ہے؟

جواب:۔ عبارت میں مضاف مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے''**لاالتی لنفی صفۃ الجنس**''، اور مراد بھی صفت جنس کی نفی ہے، جنس کی نفی مراد نہیں۔

(۳)**قولہ فان کان مفرداً الخ** یعنی اگر لائے نفی جنس کا اسم مفرد ہو مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو تو چونکہ شرط ثالث نہ پائی گئی لہذا ایسا اسم منصوب نہیں ہوتا بلکہ علامتِ نصب پر مبنی ہوگا، یہ علامت یا تو فتحہ کی شکل میں ہوگی جیسے مفردات میں، اور یا یاء کی شکل میں ہوگی جیسے جمع مذکر سالم اور تثنیہ میں، اور یا کسرہ بلا تنوین کی شکل میں ہوگی جیسے جمع مؤنث سالم میں۔ اور وجہ بناء یہ ہے کہ یہ''مِنْ'' کے معنی کو متضمن ہے اسلئے کہ''**لارجلَ فی الدار**'' دراصل سائل کے سوال مثلاً''**ھَلْ مِنْ رجلٍ فی الدار**''؟ کا جواب ہے، تو چونکہ سائل کے سوال میں لفظ''مِنْ''تھا اور **المذکور فی السوال کالموعود فی الجواب** ہوتا ہے لہذا''**لارجلَ فی الدار**'' حرف یعنی''مِنْ'' کو متضمن ہے اور''مِنْ''چونکہ حرف ہے مبنی ہے تو متضمن''مِنْ'' بھی مبنی ہوگا۔ اور علامتِ نصب پر اسلئے مبنی ہے تاکہ حرکت وحرفِ بنائیہ موافق ہوجائیں حرکت وحرفِ اعرابیہ کے۔

(٤)**قولہ وان کان معرفۃ الخ** یعنی اگر شرطِ اول وثانی نہ پائی گئیں تو اسمِ لاء کا رفع اور لائے نفی جنس کا اسم کے ساتھ تکرار

واجب ہے بصورت فصل اسلئے رفع واجب ہے کہ لاعامل ضعیف ہے مفصول میں عمل نہیں کرسکتا لہذا ہم نے بناء برابتدا اسکو رفع دیدیا۔اور معرفہ میں رفع بایں وجہ واجب ہے کہ لا کا اثر معرفہ میں ممتنع ہے کیونکہ لاجنس کی نفی کیلئے ہے اور جنس کی نفی نکرہ میں متحقق ہوسکتی ہے معرفہ میں نہیں اور کوئی دوسرا عامل بھی نہیں لہذا ہم نے بناء برابتدا اسکو رفع دیا۔

اور مذکورہ صورتوں میں لاءنفی جنس کا تکرار اسلئے واجب ہے تاکہ معرفہ ہونے کی صورت میں جواب اور سوال میں موافقت ہو اسلئے کہ ''لازیدٌفی الدار و لاعمروٌ''، سائل کے اس سوال کا جواب ہے کہ ''اَزیدٌفی الدار اَمْ عمروٌ''؟۔اور بصورت فصل بھی جواب سوال کے مطابق ہوجائیگا کیونکہ ''لافی الدار رجلٌ و لاامرأۃٌ'' جواب ہے ''اَفی الدار رجلٌ اَمْ امرأۃٌ'' کا۔

(۵)قولہ ومثل قضیۃ الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ اگر لاءنفی جنس کا اسم معرفہ ہوتو رفع اور تکرار واجب ہے حالانکہ قضیۃ ''لااَباحَسَن لھا'' میں ''اباحَسَن'' معرفہ ہے(اباحسن حضرت علیؓ کی کنیت ہے اسلئے معرفہ ہے) مگر مرفوع نہیں اور نہ لامکرر ہے؟ مصنفؒ جواب دیتے ہیں کہ یہ عبارت دوطرح سے تاویل کی گئی ہے۔/**نمبر ۱**۔مضاف مقدر ہے ''ای لامِثلَ اَبی حَسَن لھا'' تولاء کا اسم لفظ مثل ہے یہ اگرچہ معرفہ کی طرف مضاف ہے مگر توغل فی الابہام کی وجہ سے نکرہ ہے معرفہ نہیں۔/**نمبر ۲**۔''لااَباحَسَن''، فی الاصل اگرچہ معرفہ ہے کہ اس سے حضرت علیؓ مراد ہیں مگر یہاں اس سے وصفِ مشہور مراد ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''ھذہ قضیۃ لافیصل لھا'' لہذا نکرہ ہے جیسے ''لِکُلِ فِرعَونِ موسیٰ'' سے وصف مشہور مبطل ومحِق مراد ہیں۔حضرت علیؓ چونکہ فیصلہ کرنے میں مشہور تھے تو جب صحابہ کرامؓ کو کوئی مشکل بات پیش آتی تو فرماتے ''ھذہ قضیۃ لااَباحَسَنٍ لھا'' (یہ ایک ایسا قضیہ ہے جس کے لئے ابوالحسن کے مثل فیصل نہیں ہے)۔

(۶)قولہ وفی مثل لاحولَ و لاقوۃَ الخ،''لاحولَ و لاقوۃ الخ'' سے مراد ہروہ ترکیب ہے جس میں لابرسبیل عطف مکرر ذکر ہواور ہر لا کے بعد اسم نکرہ مفرد بلافصل واقع ہو جیسے:''لارجلَ فی الدار و لاامرأۃَ'' ۔اس جیسی ترکیب میں پانچ وجوہ جائز ہیں۔/**نمبر ۱**۔دونوں اسموں کومفتوح پڑھنا،اسلئے کہ دونوں جگہوں میں لاءنفی جنس کا ہے اور لاءنفی جنس کا اسم نکرہ غیر مفصول مفتوح ہوتا ہے۔/**نمبر ۲**۔اول مفتوح ثانی منصوب ہو،اسلئے کہ اول لائے نفی جنس ہے جسکا اسم نکرہ غیر مفصول مفتوح ہوتا ہے۔اور ثانی اسلئے منصوب ہے کہ لاء ثانی زائدہ تاکید نفی کیلئے ہے اور مابعد اسم یعنی ''قوۃ'' کا عطف ماقبل اسم یعنی ''حول'' کے لفظ پر ہوگا۔

/**نمبر ۳**۔اول مفتوح ثانی مرفوع ہو،فتح اول کی تو وہی وجہ ہے جوگذرگئی اور ثانی اسلئے مرفوع ہے کہ لا زائدہ برائے تاکید نفی ہے اور مابعد اسم کا عطف لاء اول کے اسم کے محل پر ہے جو کہ بناء برابتدا مرفوع ہے۔/**نمبر ۴**۔دونوں لاء کے اسم مرفوع ہوں بناء برابتدائیت اور لاملغی عن العمل ہو اس بناء پر کہ یہ ''اَحَولٌ لنا اَمْ قوۃ''؟ کا جواب ہے۔ان چاروجوہ میں عطف الجملہ علی الجملہ صحیح ہے اس طرح کہ ''لاحَولَ'' کی خبر مقدر ہے اور ''لاقوۃَ'' کی خبر مذکور ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''لاحَولَ اِلاباللّٰہ و لاقوۃَ اِلاباللّٰہ''۔ اوران وجوہ میں عطف المفرد علی المفرد بھی صحیح ہے اس طرح کہ ''لاحَولَ'' معطوف علیہ اور ''و لاقوۃَ''، معطوف ہو دونوں ملکر مبتدا ہو

اور ''اِلّا باللہ'' دونوں کیلئے خبر ہو۔

/نمبر ۵ ۔اول مرفوع ثانی مفتوح ہو،اول کے مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لاء اول بمعنیٰ ''لیس'' ہے جس کا اسم مرفوع ہوتا ہے۔یہ وجہ ضعیف ہے کیونکہ ''لا'' بمعنیٰ ''لیس'' کا استعمال قلیل ہے۔اور ثانی کے مفتوح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لاء نفی جنس کا اسم نکرہ غیر مفصول مفتوح ہوتا ہے۔اس صورت میں عطف الجملہ علی الجملہ متعین ہے کیونکہ عطف المفرد علی المفرد کی صورت میں ''اِلّا باللہ'' دونوں لا کیلئے خبر ہوگی تو لا اول اس خبر کو نصب دے گا کیونکہ لاء اول مشبہ بلیس ہے اور لا ثانی اس کو رفع دیگا کیونکہ لاء ثانی برائے نفی جنس ہے جو خبر کو رفع دیتا ہے تو بیک وقت ایک اسم کا مرفوع و منصوب ہونا لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔

لیکن اس وجہ کو ضعیف قرار دینا درست نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ لاء اول بوجہ تکریر ملغٰی عن العمل ہو کیونکہ الغاء کیلئے صرف تکریر کافی ہے جو کہ یہاں موجود ہے اس توجیہ کے مطابق سے عطف المفرد علی المفرد بھی صحیح ہے۔

درس نمبر ۱۲٤

(۱)واذادخلت الهمزة لم يتغير العمل ومعناهاالاستفهام والعرض والتمنى والنعت،(۲)ونعت المبنى الاول مفرداًيليه مبنى ومعربٌ رفعاًونصباًمثل لارجل ظريفَ وظريفٌ وظريفاً،(۳)والّافالاعراب،(٤)والعطف على اللفظ وعلى المحل جائزفى مثل لااَبَ وابناًوابنٌ،(۵)ومثل لااباله ولاغلامَى له جائزتشبيهاًله بالمضاف لمشاركته له فى اصل معناه،ومِنْ ثَمّ لم يجزلااَبافيها(٦)وليس بمضاف لفسادالمعنى خلافاًللسيبويه.

ترجمہ:۔اور جب ہمزہ داخل ہو تو عمل نہیں بدلتا اور اسکے معنی استفہام اور عرض اور تمنّی کے ہوتے ہیں،اور مبنی کی پہلی صفت اس حال میں کہ وہ صفت مفرد اور ملی ہوئی ہو اس مبنی سے مبنی ہے اور معرب ہے باعتبار رفع اور نصب کے جیسے:''لارجل ظريفَ وظريفٌ وظريفاً''،ورنہ پھر صرف معرب ہوگا،اور عطف لفظ و محل دونوں پر جائز ہے جیسے''لااَبَ وابناًوابنٌ''اور جیسے:''لااباً له ولاغلامَى له'' بھی جائز ہے اسکو مضاف سے تشبیہ دیتے ہوئے اسکے شریک ہونے کی وجہ سے اصل معنی میں،اور اسی وجہ سے جائز نہیں ''لااَبافيها'' اور یہ مضاف نہیں فساد معنی کی وجہ سے اس میں سیبویہ کا اختلاف ہے۔

(۱)قولہ واذادخلت الهمزة الخ یعنی اگر لاء نفی جنس پر ہمزہ استفہام داخل ہوجائے تو اسکا عمل نہیں بدلیگا اگر لا کا اسم مبنی ہو تو مبنی ہی رہیگا اور اگر معرب ہو تو معرب رہیگا کیونکہ عامل کا عمل کلماتِ استفہام کے دخول کی وجہ سے متغیر نہیں ہوتا ہے۔البتہ اس ہمزہ کا معنی کبھی استفہام کا ہوتا ہے،جیسے:''اَلارجل فى الدار''،اور کبھی عرض کا جیسے:''اَلانُزُولَ عندى''اور کبھی تمنی کا جیسے:''اَلا ماء اَشْربه''۔

سوال:۔قول شاعر''اَلارجلاًجزاه الله خيراً''میں''رجلاً''،لاء نفی جنس کا اسم مبنی بر فتحہ تھا مگر ہمزہ استفہام کے دخول کے بعد بناء سے متغیر ہوکر اعراب کی طرف آیا ہے؟

جواب:۔ یہ لا حرفِ تخصیص ہے لائے نفی جنس نہیں۔اور یا یوں جواب دیں کہ بے شک لائے نفی جنس ہے چاہئے کہ ''رجلاً'' مبنی برفتحہ ہو مگر ضرورت شعری کی وجہ سے ''رجلاً'' کو نصب اور تنوین دیا۔

(۲)قولہ ونعت المبنی الخ مصنفؒ اسمِ لا کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اسمِ لا کے توابع کو شروع فرمایا چنانچہ فرمایا **ونعت المبنی الخ** لفظ ''الاول'' نعت کی صفت ہے اور ''مفرداً'' مبنی کی ضمیر (جو نعت کی طرف لوٹتی ہے) سے حال ہے اس صورت میں حال ذوالحال سے مقدم ہے، مطلب یہ ہے کہ جب لائے نفی جنس کی وجہ اسم مبنی ہو اور اس کی اول صفت ہو ثانی یا ثالث نہ ہو اور مفرد ہو مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو اور اسم کے متصل ہو درمیان میں فاصل نہ ہو تو اس صفت میں تین وجوہ جائز ہیں۔/**نمبر ۱**۔مذکورہ صفت کو مبنی برفتحہ پڑھیں گے جیسے: ''لارجلَ ظریفَ''، وجہ یہ ہے کہ نعت ومنعوت میں اتصال ہوتا ہے اور وجود کے لحاظ سے دونوں میں اتحاد ہوتا ہے اسلئے اسے منعوت کا حکم دیا ہے۔نیز کلام منفی جب مقید بقید ہو تو نفی درحقیقت قید کی ہوتی ہے نہ کہ مقید کی تو گویا یہ نفی قید پر داخل ہے اور قید سے مراد یہاں نعت ہے تو گویا نفی نعت پر داخل ہے اور نعت چونکہ مفرد ہے لہذا مبنی برفتحہ ہوگی۔/**نمبر ۲**۔مذکورہ نعت کو مرفوع پڑھیں گے۔/**نمبر ۳**۔مذکورہ نعت کو منصوب پڑھیں گے۔ان دو قسم کے اعراب کی وجہ یہ ہے کہ مبنی کے توابع میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے متبوع کے اعراب میں تابع ہوں نہ کہ بناء میں اسلئے کہ بناء ایک عارضی اَمر ہے اور اسم میں اصل اعراب ہے لہذا نعت مذکور یا تو اسمِ لا کے محل پر حمل کرنے کی وجہ سے مرفوع ہوگی اور یا اسمِ لا کے لفظ پر حمل کرنے کی وجہ سے منصوب ہوگی۔

(۳)قولہ والّا فالاعراب الخ یعنی اگر نعت اوصافِ مذکورہ کے ساتھ متصف نہ ہو تو پھر مبنی نہ ہوگی اسلئے کہ وجہ بناء نہ رہی لہذا معرب مرفوع یا منصوب ہوگی۔فقدان شرائط بالترتیب اَمثلہ سے سمجھیں۔/**نمبر ۱**۔''**لاغلام رجل ظریفٌ**،ظریفاً، جبکہ نعت معرب کی ہو۔/**نمبر ۲**۔''**لارجل ظریف کریمٌ او کریماً فیھا**''، جبکہ نعت اول نہ ہو۔/**نمبر ۳**۔''**لارجل راکب فرس عندی**''،''**لارجل خیر اَمنک فی البلد**''، جبکہ نعت مفرد نہ ہو مضاف یا شبہ مضاف ہو۔/ **نمبر ٤**۔''**لارجل فی الدار کریمٌ**''، جبکہ نعت متصل نہ ہو۔

(٤)قولہ والعطف علی اللفظ الخ مصنفؒ اسمِ مبنی کی صفت کے احکام سے فارغ ہوگئے تو عطف کے احکام کو شروع فرمایا، فرماتے ہیں: ہر وہ ترکیب جس میں معطوف نکرہ بلا تکرارِ لا، لائے نفی جنس کے اسم مبنی پر معطوف ہو تو اس معطوف میں دو وجہ جائز ہیں۔معطوف علیہ کے محل پر عطف کرتے ہوئے اس کو مرفوع پڑھنا جائز ہے اور معطوف علیہ کے لفظ پر عطف کرتے ہوئے اس کو منصوب پڑھنا جائز ہے جیسے: ''**لااَبَ وابناً وابنٌ**'' اور بناء جائز نہیں کیونکہ بناء متصل میں ہوتی ہے جبکہ معطوف ومعطوف علیہ میں واو عاطفہ فاصل ہے اور دونوں میں بحسب الذات مغایرت بھی ہے۔یہ فرزدق کے شعر کا ایک حصہ ہے پورا شعر اس طرح ہے، شعر: **لااب وابناً مثل مروان وابنہ::اذھو بالمجدارتدیٰ وتازرا** (مروان اور اس کے بیٹے کی طرح کوئی باپ اور بیٹا نہیں کیونکہ اس نے بزرگی کی قمیص اور شلوار پہنی ہے)

سوال:۔’’لاغلام لکَ و الفرس‘‘اور’’لاحول و لاقوۃ‘‘ میں مثال اول میں’’الفرس‘‘پرصرف رفع جائز ہےاورثانی میں پانچ وجوہ جائز ہیں تو آپکا یہ قاعدہ تو ٹوٹ گیا؟

جواب:۔ہم نے دوشرطیں لگائی تھیں۔/**نمبر ۱**۔معطوف نکرہ ہو۔/**نمبر ۲**۔تکرارِلاءنہ ہو،تو مثالِ اول میں پہلی شرط نہیں اور ثانی میں دوسری شرط نہیں لہذا قاعدہ نہیں ٹوٹا۔

(**۵**)**قولہ ومثل لاَاَباله الخ** یہ سوال مقدرکا جواب ہے،سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ اسم لاءجب متصل،مفرداورنکرہ ہوتووہ مبنی برفتحہ ہوگا حالانکہ ان دومثالوں میں اسم لاءایسا ہی ہےمگرمنصوب ہےمبنی برفتحہ نہیں؟مصنفؒ نے جواب دیا کہ ان جیسی ترکیبوں میں یہ جائز ہےاوران جیسی ترکیبوں سے مراد ہروہ ترکیب ہے جس میں اسم لاءکے بعد لام اضافت ہواوراسمِ لاءپراحکامِ مضاف جاری ہوں(یعنی معرب منصوب ہو)جسکی علامت مثالِ اول میں اثباتِ الف ہےاورثانی میں حذفِ نون ہے جوکہ اصل میں’’لاغلامَینِ له‘‘ تھا ،وجہ جواز یہ ہے کہ یہ مضاف کے ساتھ اصل معنی میں(یعنی اختصاص میں)شریک ہیں اگرچہ مضاف سے کبھی تعریف اورکبھی تخصیص بھی مقصود ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ’’لااَبـــــــاَفیھـــــــا‘‘جائزنہیں کیونکہ مضاف کے ساتھ اصل معنی(یعنی تخصیص)میں شریک نہیں کیونکہ’’لااَباَله‘‘میں اب بیٹے کے ساتھ اوربیٹااب کے ساتھ خاص ہے جبکہ’اَباَفیھا(ای فی الدار)‘‘میں’’اب‘‘،’’دار‘‘کے ساتھ اور’’دار‘‘،’’اب‘‘کے ساتھ خاص نہیں۔

(**٦**)**قولہ ولیس بمضاف الخ** یہ سوال مقدرکا جواب ہے،سول یہ ہے کہ’’لااَباله و لاغلامی له‘‘میں’’اب‘‘اور’’غلام‘‘ کوھاءضمیرکی طرف مضاف قراردیا جائےاسکومضاف کے ساتھ تخصیص میں مشابہ کیوں قراردیا جاتا ہے؟مصنفؒ نے جواب دیا کہ مضاف قراردینا صحیح نہیں کیونکہ مضاف قراردینے سے دوخرابیاں لازم آتی ہیں،لفظی،معنوی۔لفظی خرابی تو یہ ہے کہ اضافتِ حقیقیہ میں مضاف الیہ سے لام کوحذف کردیا جاتا ہے یہاں ایسا نہیں۔اورمعنوی خرابی یہ ہے کہ’’لااَبـــالــه‘‘کا معنی ہے’’فلاں آدمی ثابت النسب نہیں‘‘اور’’لااَبـــاہ‘‘کا معنی ہے’’فلاں آدمی کا باپ جومعلوم الوجود ہےوہ اب موجودنہیں‘‘ظاہر ہے کہ ان دونوں معنی میں بہت فرق ہے ۔نیز’’لااَباہ‘‘بوجہ اضافت معرفہ ہوجائیگااوراسم لاجب معرفہ ہوتورفع اورتکرارِلاواجب ہے جبکہ یہاں نہ رفع ہےاورنہ تکرارِلاءہے۔

درس نمبر ۱۲۵

(۱)خلافاًلسیبویه،(۲)ویحذف کثیراًفی مثل لاعلیک ای لابأس علیک،(۳)خبرماولاالمشبھتین بلیس ھوالمسندبعد دخولھما(٤)وھی لغۃحجازیۃ،(۵)واذا زیدتْ اِنْ مع ماوانتقض النفی بالاّوتقدم الخبربطل العمل،(٦)واذا عطف علیه بموجب فالرفع

ترجمہ:۔اوراس میں سیبویہ کااختلاف ہے،اوراسمِ **لا** کثرت سے حذف کردیا جاتا ہے’’لاعلیک‘‘جیسی مثالوں میں ای لابأس علیک،ماولامشبہ بلیس کی خبروہ ان میں سے کسی ایک کے دخول کے بعد مسند ہوتی ہے یہ اہلِ حجاز کی لغت ہے،اور جب ’’ما‘‘ کے

ساتھ ''اِن'' زیادہ کر دیا جائے یا نفی کو ''الّا'' کے ذریعے توڑ دیا جائے یا خبر مقدم ہو جائے تو عمل باطل ہو جاتا ہے، اور جب اس پر کسی موجب کو عطف کیا جائے تو رفع واجب ہے۔

(۱) **قولہ خلافاًلسیبویہ الخ** گذشتہ درس میں گذری ہوئی دو ترکیبوں کے بارے میں سیبویہ فرماتے ہیں کہ ان دو ترکیبوں میں اضافت حقیقی پائی جاتی ہے، تو سیبویہ پر وہ اعتراضات وارد ہونگے جو اوپر مذکورہ ہوئے، مگر سیبویہ ان سب اعتراضوں کا جواب دیتے ہیں، سیبویہ فرماتے ہیں کہ لامِ ''لا ابا لہ'' اور ''لا غلامی لہ'' میں تاکید کے لئے ہے اور یہ لا مقدرہ کے عوض میں ہے لام اضافت نہیں اسلئے کہ نحویوں کے نزدیک یہ قاعدہ مانا ہوا ہے کہ وہ جب اس جیسے معرفہ کو نکرہ کرتے ہیں تو دوسرا لام عوض میں محذوف کی تاکید کے لئے لاتے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ نکرہ ہے پس اس وقت یہ تینوں اعتراض دور ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ معلوم ہو گیا کہ یہ لام لامِ اضافت نہیں، نیز اضافت منتفی ہونے سے تعریف بھی منتفی ہوگئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ ''اب'' اور ''غلام'' نکرہ ہیں معرفہ نہیں ہیں اور جب معرفہ نہ ہوئے تو نہ رفع واجب ہوگا اور نہ تکریر اور فسادِ معنی لازم آئیگا۔

(۲) **قولہ ویحذف کثیراًالخ** یعنی جب کوئی قرینہ موجود ہو تو لا کا اسم کثرت سے حذف ہوتا ہے، جیسے: ''لا عَلَیکَ ای لا بأسَ علیکَ''، اس ترکیب سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جس میں اسمِ لا محذوف ہو اور حذفِ اسم پر قرینہ موجود ہو اور لاء کی خبر مذکور ہو، جس طرح کہ مثالِ مذکور میں حرف پر لاء کا دخول قرینہ ہے کہ اسم محذوف ہے کیونکہ لا حرف پر داخل نہیں ہوتا بلکہ اسم پر داخل ہوتا ہے اور لاء کی خبر مذکور ہے، اور بصورتِ حذفِ اسم خبر کا وجود اسلئے ضروری ہے تا کہ لا ملغٰی نہ ہو۔

(۳) **قولہ خبرِ ما و لا الخ** مصنفؒ اسم لاء نفی جنس کے بیان سے فارغ ہو گئے تو ما و لا مشبہ بلیس کی خبر کے بیان کو شروع فرمایا۔ تو ما و لا معنیٰ نفی اور جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کے اعتبار سے مشبہ بلیس ہے اس لئے ان کی خبر بھی منصوب ہوتی ہے۔ اور ما و لا مشبّہ بلیس کی خبر وہ اسم ہے جو ما و لا کے دخول کے بعد مسند ہو جیسے: ''**مازیدٌ قائماً و لا رجلٌ افضل منکَ**''۔

(٤) **قولہ وھی لغۃ اھل الحجاز الخ** یعنی ''ما'' اور ''لا'' کو عامل قرار دینا اہل حجاز کی لغت ہے بخلاف بنو تمیم کے کہ وہ ''ما'' اور ''لا'' کو عامل نہیں قرار دیتے انکے نزدیک ''ما'' اور ''لا'' کے بعد دونوں اسم مرفوع بناء بر مبتدأ و خبر ہیں۔ بنو تمیم کے دو دلائل ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ عامل کیلئے شرط یہ ہے کہ نوع واحد کے ساتھ خاص ہو جبکہ ''ما'' اور ''لا'' اسم و فعل دونوں پر داخل ہوتے ہیں۔/ **نمبر ۲**۔ شاعر کا قول ہے۔

شعر:۔ وَمُھَفھَف کالغصنِ قلتُ له انتسِبْ:: فَاَجابَ ماقَتلُ المحِبِّ حرام (برفع حرام)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر ''ما'' عامل ہوتا تو ''حرامٌ'' منصوب ہوتا۔

حجازیین کے بھی دو دلائل ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ ما و لا مشبہ بلیس ہیں جب مشبہ بہ عامل ہے تو مشبہ بھی عامل ہوگا۔/ **نمبر ۲**۔ کلام اللہ شریف میں ''ما'' کو عامل قرار دیا ہے جیسے ﴿مَاھٰذا بَشراً﴾ اور ﴿ماھنّ اُمھاتِھم﴾ (بکسر التاء)۔ حجازیین کا مذہب اولیٰ ہے

کیونکہ کلام اللہ شریف کے موافق ہے۔اور بنوتمیم کوانکے دلائل کا جواب دیا گیا ہے دلیل اول کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ''ما'' اور ''لا'' دوقسم پر ہیں، عاملتین ، غیر عاملتین ۔پس بوقتِ عمل یہ صرف اسم کے ساتھ خاص ہیں فعل پر داخل نہیں ہوتے۔ / **نمبر ۲**۔جس شعر سے بنوتمیم نے استدلال کیا ہے اسکا شاعر خود بنوتمیم میں سے ہے لہذا اسکا قول حجت نہیں۔

(۵)قولہ اذازیدتْ الخ یعنی اگر ''ما'' کے بعد لفظِ ''اِنْ'' زیادہ کردیا جائے تو پھر ''ما'' عمل نہیں کریگا اسلئے کہ ''ما'' عامل ضعیف ہے جہاں مااور اسکے معمول کے درمیان فاصل ہو وہاں ''ما'' عمل نہیں کرسکے گا جیسے: ''ماانْ زیدٌقائمٌ'' ۔پھر بصریین کے نزدیک یہ اِنْ زائدہ ہے اور کوفیین کے نزدیک نفی اول کی تاکید کرتا ہے۔

اسی طرح اگر ''ما'' کی نفی ''الّا'' کے ذریعے ٹوٹ جائے تو بھی ''ما'' عمل نہیں کریگا اسلئے کہ ''ما''، ''لیس'' کے ساتھ نفی میں مشابہ ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے جب نفی ٹوٹ گئی تو سببِ عمل (مشابہت بلیس)نہیں رہیگا اسلئے عمل بھی نہیں کریگا جیسے: ''مازیدٌالّاقائمٌ'' ۔اسی طرح اگر ''ما'' کی خبر ''ما'' کے اسم پر مقدم ہوتو بھی ''ما'' عمل نہیں کریگا اسلئے کہ ''ما'' عاملِ ضعیف ہے اور عامل ضعیف معمولاتِ مرتبہ میں عمل کرسکتا ہے غیر مرتبہ میں نہیں جیسے: ''ماقائمٌ زیدٌ'' ۔

(٦)قولہ واذاعطف علیہ الخ یعنی اگر ''ما'' اور ''لا'' کی خبر پر کسی اسم کا عطف ایسے حرف عطف کے ساتھ کیا جائے جو حرف عطف موجب ہو یعنی جو اپنے مابعد کے ثبوت پر دلالت کرے جیسے: ''بَلْ'' اور ''لٰکنْ'' ،تو معطوف کو مرفوع پڑھنا واجب ہے اسلئے کہ عمل ''ما'' کا سبب معنیٔ نفی ہے تو جب حرفِ عاطفہ موجبہ کی وجہ سے نفی ٹوٹ گئی تو ''ما'' عمل نہیں کرسکے گا لہذا ہم معطوف کو محلِ خبر پر عطف کرینگے اور اسکا محل چونکہ مبتدأ کی خبر کا محل ہے لہذا مرفوع ہے تو معطوف میں بھی رفع واجب ہوگا جیسے ''مازیدٌقائماً بل قاعدٌ'' ۔اور اگر حرفِ عطف غیر موجب ہوتو پھر منصوب ہی رہیگا دیگر معطوفات کی طرح جیسے: ''مازیدٌقائماً و لاقاعداً'' ۔

تمّ بحث المنصوبات فلِلّٰہ الحمداوّلاًو آخراً

درس نمبر ۱۲٦

(۱)المجرورات ھوماشتمل علی عَلَم المضاف الیہ،(۲)والمضاف الیہ کل اسم نسب الیہ شیٔ بواسطۃحرف الجر لفظاًاو تقدیراًمراداً

ترجمہ :۔مجرورات وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو،اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جسکی طرف کسی چیز کی نسبت کی جائے بواسطہ حرفِ جر خواہ ملفوظ ہو یا مقدر مراد ہونے کی حیثیت سے۔

(۱) مصنف منصوبات کی بحث سے فارغ ہوگئے تو مجرورات کی بحث کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔مضاف الیہ کی علامت مفردات اور جمع مؤنث سالم میں کسرہ ہے جیسے: ''غلام زیدٍ''، ''غلام مسلماتٍ'' اور غیر منصرف میں فتحہ ہے جیسے: ''غلام احمدَ'' اوراسماء ستہ مکبرہ اور تثنیہ وجمع مذکر سالم میں یاء ہے جیسے: ''غلام

ابیک،غلام رجلَین،غلام مسلِمِینَ ''۔

لفظِ''المجرورات''مرفوع ہے بناء برخبراز مبتدأ محذوف''اَیْ ھٰذِہِ الْمجروراتُ''، یامرفوع ہے بناء برمبتدأاور اس کی خبرمحذوف ہے''ای، اَلْمجروراتُ ھٰذِہٖ''، یامرفوع ہےخبراس کی''مَااشْتَمَلَ عَلی عَلَمِ الْمَضاف الیہِ'' ہے،اوریا مجرور ہے بناء بر مضاف الیہ اور مضاف مقدر ہے''اَیْ بَحثُ الْمَجروراتِ ھٰذِہٖ''، اوریامبنی برسکون ہے کیونکہ غیر مرکب مع الغیر ہے صرف فصل کیلئے لایا گیاہے۔

سوال:۔''المجروراتُ''یاتو''مجرورةٌ'' کی جمع ہےاوریا''مجرورٌ'' کی۔اول توصحیح نہیں کیونکہ''المجرورات'' کا موصوف ''الاسماء'' ہےتو''مجرورةٌ'' کاموصوف''الاسم''ہوگااور''الاسم''مذکر ہےتو موصوف وصفت میں مطابقت نہیں رہےگی،اور ثانی بھی صحیح نہیں کیونکہ''مجرورٌ''مذکر ہےجس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں آتی ؟

جواب :۔''المجروات''،''مجرورٌ''کی جمع ہے۔رہا یہ اعتراض کہ''مجرورٌ''مذکر کی جمع الف اور تاء کے ساتھ نہیں آتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ''مجرورٌ''اسم کی صفت ہےاوراسم مذکر غیر عاقل ہےاور مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آنا صحیح ہے ،جیسے''اَیَّامٍ مَعْدُوْدَاتٍ''میں''ایام''مذکر غیر عاقل ہے اسلئے اسکی صفت(یعنی معدود) کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آئی ہے۔

سوال:۔''ھو''ضمیر اگر''المجرورات'' کی طرف راجع ہےتو راجع ومرجع میں مطابقت نہیں،اور اگر''مجرورٌ'' کی طرف راجع ہے تو''مجرورٌ''توماقبل میں مذکورنہیں لہذااضمارقبل الذکرلازم آئیگا؟

جواب:۔''مجرورٌ'' کی طرف راجع ہے جو''المجرورات''کے ضمن میں موجود ہےاور مرجع کا ضمنی ہونا جائز ہے جیسے ﴿اِعْدِلُوْاھواَقربُ للتقویٰ﴾ میں''ھو''ضمیر عدل کی طرف راجع ہے جوکہ''اِعْدِلوا''کے ضمن میں ہے۔

سوال : ۔مرفوعات ومنصوبات میں تو تعددانواع کالحاظ کرتے ہوئے جمع کا صیغہ لایا تھا مجرورات میں تو متعددنہیں صرف مضاف الیہ ہے پھر جمع کا صیغہ کیوں لایا ہے؟

جواب:۔طرداًللباب مجرورات کوبھی جمع لایا۔یایوں کہوکہ مجرورات بھی متعدد ہیں۔/ **نمبر۱** ۔مضاف الیہ باضافتِ لفظی۔/**نمبر۲**۔مضاف الیہ باضافتِ معنوی۔/**نمبر۳**۔جس میں حرفِ جراصلی ہوجیسے:''المال لزیدٍ''۔/ **نمبر٤** ۔جس میں حرفِ جرزائد ہوجیسے:''کفیٰ باللّٰہ''۔

(۲)**قولہ والمضاف الیہ کل اسم الخ** پس مضاف الیہ کی تعریف یہ ہوئی کہ وہ ایسااسم ہےجس کی طرف کوئی چیز منسوب کی گئی ہو بواسطہ حرفِ جرملفوظ جیسے:''مررتُ بزیدٍ''یا مقدر،جیسے:''غلامُ زیدٍ''۔''بواسطۃِ حرف الجر'' کی قید لگائی تا کہ اس سے فاعل ومفعول خارج ہوجائیں کیونکہ انکی طرف فعل منسوب تو ہوتا ہےمگر بواسطہ حرفِ جرنہیں۔

سوال:۔اضافت لفظی خارج ہوگئی ان لوگوں کے مذہب کےمطابق جن کے نزدیک اضافت لفظی بتقدیرحرفِ جرنہیں؟

جواب:۔ مصنفؒ نے خود شرح کافیہ میں تصریح کی ہے کہ لفظی و معنوی کی طرف وہ اضافت منقسم ہے جو بتقدیر حرف جر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کے نزدیک اضافت لفظی میں بھی حرف جر مقدر ہے۔ البتہ مصنفؒ نے اس حرف جر کو بیان نہیں کیا پس بعض علماء نے یہ تکلف کیا ہے کہ اگر اضافت لفظی میں اسم فاعل اپنے مفعول کی طرف مضاف ہو تو حرف جر لام مقدر ہوگا، جیسے:'' ضاربُ زیدٍ ای ضاربٌ لِزیدٍ'' اور اگر صفت مشبہ اپنے فاعل کی طرف مضاف ہو تو حرف جر ''مِنْ'' مقدر ہوگا جیسے:''حَسَنُ الوجهِ ای حَسَنٌ مِنْ حیث الوجه''۔

سوال:۔''حَسَنُ الوجه'' میں ''حَسَن'' عام تھا ''الوجه'' نے خاص کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اضافت لفظی تخصیص کا بھی فائدہ دیتی ہے؟

جواب:۔ یہ تخصیص اضافت سے پہلے حاصل ہوئی ہے کیونکہ ''الوجه'' اضافت سے پہلے فاعل ہے جس سے تخصیص حاصل ہوئی ہے۔

سوال:۔''صُمْتُ یَومَ الجمعةِ'' میں ''صُمْتُ'' بتقدیر ''فی''، ''یومَ'' کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ اصل میں ''صمت فی یوم الجمعة'' ہے مگر ''یومَ'' مضاف الیہ نہیں؟

جواب:۔ مصنفؒ نے ''مراداً'' کی قید سے جواب دیا کہ حرف جر مقدر مراد بھی ہو یعنی لفظ میں اسکا اثر بھی ہو، جیسے:''غلام زیدٍ'' میں زید میں حرف جر مقدر کا اثر یعنی جر باقی ہے بخلاف ''صُمتُ یوم الجمعةِ'' کہ ''یومَ'' میں حرف جر مقدر کا اثر باقی نہیں ورنہ تو ''یوم'' مجرور ہوتا۔

درس نمبر ۱۲۷

(۱) فالتقدیر شرطه اَنْ یکونَ المضاف اسماً مجرداً تنوینه لاجلها، (۲) وهی معنویة ولفظية (۳) فالمعنویة ان یکون المضاف غیر صفة مضافة الی معمولها، (٤) وهی اِمّا بمعنی اللام فی ماعدا جنس المضاف و ظرفه واِمّا بمعنی مِنْ فی جنس المضاف اوبمعنی فی فی ظرفه (۵) وهو قلیلٌ مثل غلام زیدٍ و خاتم فضةٍ وضربُ الیوم، (٦) وتفید تعریفاً مع المعرفة وتخصیصاً مع النکرة، (۷) وشرطها تجرید المضاف من التعریف، (۸) وما اَجازه الکوفیون مِن الثلثة الاثواب وشبهه من العدد ضعیفٌ

ترجمہ:۔ حرف جر کے مقدر ہونے کی شرط یہ ہے کہ مضاف اسم ہو جس سے تنوین بوجہ اضافت دور کی گئی ہو، اور اضافت معنوی ہے اور لفظی ہے، پس معنوی یہ ہے کہ اس میں مضاف اس صفت کے مغایر ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، اور معنوی یا بمعنی لام ہوتی ہے جبکہ مضاف الیہ نہ جنس مضاف سے ہو اور نہ ظرف ہو مضاف کا یا بمعنی ''مِنْ'' ہوتی ہے جبکہ مضاف کی جنس سے ہو یا بمعنی ''فی'' ہوتی ہے جبکہ مضاف کیلئے ظرف ہو اور یہ قلیل ہے جیسے:''غلام زیدٍ و خاتم فضةٍ وضرب الیوم''، اور معرفہ کے ساتھ تعریف کا فائدہ دیتی ہے اور نکرہ کے ساتھ تخصیص کا، اور اسکی شرط مضاف کا خالی کرنا ہے تعریف سے، اور جو جائز رکھا ہے نحاۃ کوفہ نے یعنی ''الثلثة الاثواب'' یا

اس کے مشابہ عدد میں سے تو یہ ضعیف ہے۔

(۱)قوله فالتقدير شرطه الخ "فالتقدیر" میں فاء تفصیلیہ ہے یعنی تقدیر حرف جر کیلئے شرط یہ ہے کہ مضاف اسم ہو، یہ اسلئے کہ فعل تقدیرِ حرفِ جر کے ساتھ مضاف نہیں ہوتا ہے کیونکہ اگر فعل بتقدیرِ حرفِ جر مضاف ہوگا تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا مضاف باضافت لفظی ہوگا یا مضاف باضافت معنوی۔ اضافتِ لفظی کے ساتھ تو مضاف ہونا جائز نہیں کیونکہ اضافتِ لفظی میں ضروری ہے کہ مضاف صیغہ صفت ہو جبکہ فعل صفت نہیں۔ اور فعل اضافتِ معنوی کے ساتھ بھی مضاف نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ اضافتِ معنوی کے لئے تعریف یا تخصیص لازم ہے جبکہ فعل میں تعریف وتخصیص منفی ہیں اور انتفاء لازم انتفاء ملزوم کو مستلزم ہے، لہٰذا اضافت بتقدیرِ حرف جر کے لئے مضاف کا اسم ہونا ضروری ہے، فعل بتقدیرِ حرفِ جر مضاف نہیں ہوسکتا۔

اور تقدیر حرف جر کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ مضاف تنوین وقائم مقام تنوین سے خالی ہو۔ قائم مقام تنوین سے مراد نون تثنیہ ونون جمع ہیں۔ یہ شرط اس لئے ہے کہ تنوین کلمہ کے انقطاع اور تام ہونے پر دلالت کرتی ہے جبکہ اضافت بتقدیر حرف جر ایسے اتصال سے عبارت ہے کہ جس میں مضاف، مضاف الیہ سے تعریف، تخصیص اور تخفیف حاصل کرے، اور ظاہر ہے کہ اتصال وانفصال میں منافات ہے پس تنوین وقائم مقام تنوین کے ساتھ اضافت بتقدیرِ حرفِ جر متصور نہیں۔

(۲)قوله وهي معنوية و لفظية الخ یعنی اضافت بتقدیرِ حرفِ جر دو قسم پر ہے، لفظی اور معنوی۔ وجہ حصر یہ ہے کہ مضاف یا تو صفت کا صیغہ ہوکر مضاف الیہ میں اضافت سے پہلے عامل ہوگا یا نہیں، اول لفظی ہے ثانی معنوی ہے۔ اور اضافتِ معنوی کو معنوی اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ مضاف کی تخفیف یا تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اور تخفیف اور تخصیص معنی سے تعلق رکھتی ہے، اور لفظی کو لفظی اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس سے صرف لفظ مضاف میں تخفیف آتی ہے اور معنیٰ تعریف وتخصیص حاصل نہیں ہوتی۔

(۳)قوله فالمعنوية الخ یعنی اضافت معنویہ یہ ہے کہ مضاف صفت کا صیغہ نہ ہو جیسے: ''غلام زيدٍ'' یا صفت کا صیغہ تو ہو مگر ایسے اسم کی طرف مضاف نہ ہو جو قبل از اضافت اسکا معمول ہو بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے: ''كَرِيمُ مِصرٍ'' اور ''مالِكِ يَومِ الدين''۔ معمول سے مراد فاعل یا مفعول ہے۔

(٤)قوله وهي اِمّابمعنى ا للام الخ یعنی اضافت معنوی تین قسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔ بمعنی لام۔/**نمبر ۲**۔ بمعنی مِن۔/**نمبر ۳**۔ بمعنی فی۔ بمعنی لام وہاں ہوگی جہاں مضاف الیہ مضاف کی جنس سے نہ ہو اور نہ مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہو جیسے: ''غلام زيدٍاي غلام لزيدٍ'' اس قسم کو اضافتِ لامیہ کہتے ہیں۔ اور بمعنی مِن وہاں ہوگی جہاں مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو۔ مضاف الیہ کا مضاف کی جنس سے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مضاف، مضاف الیہ اور غیر مضاف الیہ دونوں پر صادق آئے اور اسکی یہ صورت ہے کہ دونوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہو جیسے: ''خاتم فضةٍاي خاتم من فضةٍ'' اس میں ''خاتم'' اور ''فضة'' میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ اس قسم کو اضافت بیانیہ کہتے ہیں۔ اور بمعنی فی وہاں ہوگی جہاں مضاف الیہ، مضاف کیلئے ظرف ہو خواہ ظرف زمان ہو یا

ظرف مکان جیسے: ''ضرب الیوم، ای ضرب فی الیوم''۔

(۵)قولہ وھو قلیلٌ الخ یعنی اضافت معنوی بمعنی فی قلیل الاستعمال ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر نحاۃ اسکو بمعنی اللام کی طرف ردّ کرتے ہیں، پس ''ضَربُ الیومِ'' بمعنیٰ ''ضربٌ لہ اِختِصاصٌ بالیومِ بملابسۃ وقوعہ فیہ''۔

فائدہ :۔اضافت معنوی کے اقسام ثلاثہ میں منحصر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہوگا یا نہیں اول بمعنی فی ہے جیسے: ''ضربُ الیوم'' اور صورت ثانی میں دیکھا جائے گا کہ مضاف و مضاف الیہ میں تبائن کی نسبت ہے یا مساوات یا عموم وخصوص مطلق یا من وجہ کی نسبت ہے، اول بمعنی اللام ہے جیسے: ''غلام زیدٍ'' اور ثانی ممتنع ہے کیونکہ ایسی اضافت میں کوئی فائدہ نہیں جیسے ''لیث'' کی اضافت ''اسد'' کی طرف اور ''حبس'' کی اضافت ''منع'' کی طرف، اور ثالث دو حال سے خالی نہیں یا تو اضافۃ العام الی الخاص ہوگی یا اسکا عکس، اول بمعنی اللام جیسے ''یوم الاحد'' اور ثانی ممتنع ہے کیونکہ ایسی اضافت میں فائدہ نہیں جیسے ''احد الیوم'' اور صورت رابع بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف بنسبتِ مضاف الیہ اصل ہوگا یا بالعکس، اول بمعنی اللام ہے جیسے ''فضّۃ خاتمک خیرٌ من فضۃ خاتمی'' اور ثانی بمعنی مِنْ ہے جیسے: ''خاتم فضۃ''۔

(٦)قولہ وتفید تعریفا الخ یعنی اضافت معنوی میں اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو اضافت تعریف کا فائدہ دے گی کیونکہ اضافت معنویہ میں ہیئت ترکیبیہ مضاف کی معلومیت و معہودیت کیلئے وضع ہوئی ہے، جیسے: ''غلام زیدٍ''۔ اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت تخصیص یعنی قلتِ اشتراک کا فائدہ دیتی ہے جیسے: ''غلام رجلٍ'' یہاں مضاف میں تخصیص اس طرح پیدا ہوئی ہے کہ غلام پہلے عام تھا مرد اور عورت دونوں کے غلام کو شامل تھا اب خاص ہوا صرف مرد کے غلام کو شامل ہے۔

البتہ لفظ ''غیر'' اور لفظِ ''مثل'' توغّل فی الابہام کی وجہ سے اگرچہ مضاف ہوں معرفہ نہیں ہوتے ہیں الا یہ کہ مضاف الیہ کے لئے ایک ہی ضد ہو جو غیریتِ مضاف الیہ سے وہی معلوم ہو تو پھر لفظِ غیر معرفہ ہو جاتا ہے جیسے: ''علیک بالحرکۃ غیر السکون''۔ اسی طرح اگر لفظ ''مثل'' کی صورت میں مضاف الیہ کی ایک ہی مثل ہو جو مماثلتِ مضاف الیہ کے ساتھ مشہور ہو تو پھر لفظِ ''مثل'' معرفہ ہو جاتا ہے جیسے: ''جاء مثلک''۔

(۷)قولہ وشرطھا الخ یعنی اضافت معنوی میں شرط یہ ہے کہ مضاف معرفہ نہ ہو اسلئے کہ اضافت سے مقصود یا تو تعریف ہوتی ہے یا تخصیص یعنی اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو ایسی اضافت سے مقصود مضاف کی تعریف ہے حالانکہ وہ پہلے سے معرفہ ہے لہذا تحصیل حاصل کی خرابی لازم آتی ہے اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت سے مقصود مضاف کی تخصیص ہے حالانکہ وہ پہلے معرفہ ہے تو حصول اعلیٰ کے باوجود ادنیٰ کی طلب لازم آتی ہے جو کہ مذموم ہے۔

(۸)قولہ وما اجازہ الکوفیون الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ مضاف معرفہ نہ ہو حالانکہ ''الثلاثۃ الاثواب'' اسی طرح جو اسکا مشابہ (یعنی عدد معرف باللام جو اپنے معدود کی طرف مضاف ہو) ہو جیسے: ''الخمسۃ

الدراھم" کوکوفیین جائز قرار دیتے ہیں باوجودیکہ مضاف معرفہ ہے؟۔مصنفؒ جواب دیتے ہیں کہ یہ تراکیب قیاساً واستعمالاً ضعیف ہیں قیاساً تو اسلئے ضعیف ہیں کہ تحصیل حاصل کی خرابی لازم آتی ہے اور استعمالاً اسلئے ضعیف ہیں کہ فُصحاء کی تراکیب میں سے نہیں۔

سوال :۔ تحصیل حاصل کی خرابی جس طرح کہ معرفہ کی اضافت میں آتی ہے اسی طرح معرفہ کے عَلَم بنانے میں بھی آتی ہے جیسے:"النّجم،الصعق،الثریّا،ابن عباسؓ"وغیرہ تو چاہئے کہ یہ تراکیب ناجائز ہوں حالانکہ یہ جائز ہیں؟

جواب: ۔ مذکورہ بالا مثالوں میں تحصیل حاصل (یعنی تحصیل تعریف) نہیں بلکہ ان میں ایک تعریف (جو الف لام یا اضافت کی وجہ سے حاصل ہو) کا زوال اور دوسری تعریف (جو تعریف علمیت سے حاصل ہو) کا حصول ہے جو کہ جائز ہے۔

درس نمبر ۱۲۸

(۱)واللفظية ان يكون المضاف صفةً مضافةًالى معمولهامثل ضارب زيدٍوحسن الوجه،(۲)ولاتفيدالّاتخفيفاًفى اللفظ،(۳)ومِنْ ثَمَّ جازمررت برجلٍ حسن الوجه،وامتنع مررتُ بزيدٍحسن الوجه،(۴)وجازالضاربازيد والضاربوازيد،وامتنع الضارب زيد(۵)خلافاًللفراء،وضعُفَ: ع. الواهب المائة الهجان وعبدها

ترجمہ :۔اور اضافت لفظی یہ ہے کہ مضاف ایسی صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے:"ضارِبُ زید"اور"حسن الوجه"اور یہ صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے،اسی وجہ سے جائز ہے"مررتُ برجلٍ حسن الوجه"اور"مررتُ بزيدٍحسن الوجه"ممنوع ہے،اور"الضاربازيدٍوالضاربوازيدٍ"جائز ہے،اور"الضارب زيدٍ"ممنوع ہے فرّاء نحوی اسکے خلاف ہیں ،اور"الواهب المائةالخ"(میں"الواهب"کی اضافت"عبدها"کی طرف)ضعیف ہے۔

(۱) مصنفؒ اضافتِ معنوی کے بیان سے فارغ ہوگئے تو اضافتِ لفظی کے بیان کو شروع فرمایا۔فرماتے ہیں:اضافتِ لفظی یہ ہے کہ مضاف صفت کا صیغہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے:"ضاربُ زيد" اس میں صیغہ صفت اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے،اور"الحسن الوجه" میں صیغہ صفت مشبہ مضاف بسوئے فاعل ہے۔صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل،اسم مفعول،صفت مشبہ اور اسم تفضیل ہیں،اور معمول سے مراد فاعل ومفعول ہیں۔

(۲)قوله ولاتفيدالاتخفيفاًالخ یعنی اضافتِ لفظیہ صرف تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے،تعریف وتخصیص کا فائدہ نہیں دیتی،پھر تخفیف فی اللفظ یا تو جانب مضاف میں ہوگی یا جانبِ مضاف الیہ میں یا دونوں میں جیسے:"ضارب زيدٍ" میں تخفیف جانبِ مضاف میں ہے کیونکہ تنوین مضاف سے حذف ہوئی ہے،اور"القائم الغلام" میں تخفیف جانب مضاف الیہ میں ہے کیونکہ اصل میں"القائم غلامه" تھا"غلامه" کی ضمیر حذف کر کے"القائم" میں اسکو مستتر مان لیا تاکہ شبہ جملہ بغیر عائد کے نہ رہے اور یہ ضمیر"القائم" کے الف لام اسمی بمعنی"الذی" کی طرف راجع ہے۔اور"زيدٌقائم الغلام" میں دونوں جانب میں تخفیف ہے، یوں کہ"قائم" سے تنوین حذف ہوئی ہے اور"الغلام"اصل میں"غلامه" تھا ضمیر کو حذف کر کے"قائم" میں مقدر مان لیا اور ضمیر کے

عوض میں الف لام لایا۔

(۳)قولہ ومن ثمّ جاز الخ یہ ماقبل پر تفریع ہے کہ اضافتِ لفظی صرف تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے تخصیص اور تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لہذا ''مررتُ برجلٍ حسن الوجہ'' جائز ہے، جس میں ''رجل'' موصوف ''حسن الوجہ'' صفت ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ''حسن الوجہ'' اضافت کی وجہ سے معرفہ ہے اور اسکا موصوف یعنی ''رجل'' نکرہ ہے لہذا یہ ترکیب موصوف وصفت میں عدم موافقت فی التعریف والتنکیر کی وجہ سے ناجائز ہے کیونکہ یہ اضافت لفظی ہے تعریف کا فائدہ نہیں دیتی، لہذا موصوف وصفت میں مطابقت فی التنکیر برقرار ہے۔البتہ ''مررتُ بزیدٍ حسن الوجہ'' جائز نہیں کیونکہ ''زید'' موصوف معرفہ ہے اور ''حسن الوجہ'' صفت نکرہ ہے کیونکہ اس میں اضافت لفظی ہے جو کہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی، جب موصوف وصفت میں مطابقت نہ رہی تو یہ ترکیب جائز نہ رہی۔

سوال:۔''ثَمَّ'' کا مشار الیہ تین چیزیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔تخفیف فی المضاف۔/**نمبر ۲**۔انتفاء تعریف فی المضاف۔/**نمبر ۳**۔انتفاء تخصیص فی المضاف، تو اس سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تفریع اول کے جواز اور ثانی کے عدم جواز میں ان تینوں اُمور کا دخل ہے حالانکہ مضاف میں انتفاء تخصیص کا اول کے جواز میں کوئی دخل نہیں اور انتفاء تخفیف کا ثانی کے عدم جواز میں کوئی دخل نہیں؟

جواب:۔''ثَمَّ'' سے بے شک تینوں اُمور کی طرف اشارہ ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متفرعات کے جواز وعدم جواز میں تینوں اُمور کا دخل بھی ہو کیونکہ کبھی فعل کی نسبت کل کی طرف ہوتی ہے حالانکہ وہ بعض سے صادر ہوتا ہے جیسے:''قَتَلَ بنو فُلان'' جبکہ قتل بعض سے صادر ہو، اسی طرح یہاں بھی جواز وامتناع اُمور ثلاثہ کی طرف منسوب ہیں مگر صادر صرف امتناع التعریف اور افادۃ التخفیف سے ہیں۔

(٤)قولہ وجاز الضارِبازیدالخ یعنی مذکورہ دو مثالوں میں بوجہ اضافت تخفیف آئی ہے اس طرح کہ اول میں نون تثنیہ اور ثانی میں نون جمع حذف ہوا ہے لہذا یہ جائز ہے۔لیکن ''الضاربُ زیدٍ'' ممتنع ہے اسلئے کہ اس میں تخفیف لفظی نہیں آئی ہے کیونکہ ''الضارب'' کی تنوین الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

(۵)قولہ خلافاًللفرّاالخ مثالِ ثالث یعنی ''الضاربُ زیدٍ'' میں فرّا نحوی کا اختلاف ہے وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں انکی چار دلیلیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔''الضارب'' کی تنوین اضافت کی وجہ سے حذف ہوئی ہے نہ کہ الف لام کی وجہ سے، کیونکہ اضافت الف لام سے مقدم ہے لہذا تخفیف آ گئی ہے۔/**نمبر ۲**۔میمون ابن قیس کے شعر میں بالکل ''الضارب زیدٍ'' جیسی ترکیب ہے میمون جاہلی شاعر ہے جب اس نے اس جیسی ترکیب اپنے شعر میں استعمال کی ہے تو یہ دلیل ہے کہ یہ ترکیب جائز ہے میمون کا شعر یہ ہے

شعر:۔الواھب المائۃالھجان وعَبدھا::عوذاًیزجی خلفھااطفالھا(میرے ممدوح کے بخشش کا یہ عالم ہے کہ سفید ونوزائدہ بچوں والی سو(۱۰۰)اونٹنیاں چرواہے کے ساتھ بخشش کرتا ہے جوانکے بچوں کوانکے پیچھے ہانکتا ہے)

اس شعر میں ''الواھب'' مضاف ہے ''المائۃ'' کی طرف اور ''المائۃ'' پر ''عبدھا'' معطوف ہے تو ''المائۃ'' کی طرح یہ بھی مضاف الیہ

ہے تو ''الواھب عبدھا'' میں صیغہ صفت معرف باللام مضاف ہے مضاف الیہ معرفہ غیر معرف باللام کی طرف، اسی طرح ''الضارب زیدٍ'' بھی ہے تو جب ''الواھب عبدھا'' جائز ہے تو ''الضارب زیدٍ'' بھی جائز ہونا چاہئے۔

جمہور دلیل اول کا جواب دیتے ہیں کہ الف لام حساً اضافت سے مقدم ہے تو آپ کا یہ کہنا کہ اضافت الف لام پر مقدم ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ اضافت کو مقدم قرار دینے کی صورت میں خلاف حس لازم آتا ہے۔ دلیل ثانی کا یوں جواب دیتے ہیں کہ اس شعر سے استدلال کرنا ضعیف ہے اسلئے کہ دلیل مذکور قطعی نہیں بلکہ احتمال ہے کہ ''عبدھا'' مجرور بناء برمضاف الیہ نہ ہو بلکہ بناء برمفعول معہ منصوب ہو۔ اور اگر ''عبدھا'' کو مضاف الیہ قرار دیا جائے تو بھی استدلال صحیح نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ''الواھب عبدھا'' بغیر عطف کے جائز نہ ہو اور ''المائۃ'' پر معطوف ہو کر جائز ہوا اسلئے کہ بسا اوقات معطوف میں کوئی حکم جائز ہوتا ہے مگر بغیر عطف کے وہی حکم جائز نہیں ہوتا جیسے: ''رُبَّ شاۃٍ وَسَخْلَتِھا''، کہ ''سخلتھا'' معرفہ ہے مگر بوجہ معطوف ہونے کے ''رُبَّ'' کا دخول اس پر جائز ہے جبکہ بغیر عطف کے ''رُبَّ سخلتھا'' جائز نہیں کیونکہ ''رُبَّ'' معرفہ پر داخل نہیں ہوتا۔

درس نمبر ۱۲۹

(۱) وانّما جاز الضارب الرجل (۲) حملًا علی المختار فی الحسن الوجہ، (۳) والضاربک وشبھہ فیمن قال انّہ مضاف حملاً علی ضاربک، (۴) ولا یضاف موصوفٌ الی صفۃ ولا صفۃٌ الی موصوفھا، (۵) ومثل مسجد الجامع وجانب الغربی وصلوٰۃ الاولیٰ وبقلۃ الحمقاء متأوّلٌ، (٦) ومثل جَردُ قطیفۃٍ واخلاق ثیابٍ متأوّلٌ

ترجمہ:۔ سوا اسکے نہیں کہ ''الضارب الرجل'' جائز ہے حمل کرتے ہوئے اسکو اس صورت پر جو ''الحسن الوجہ'' میں مختار ہے، اور ''الضاربک'' اور جو اسکے مشابہ ہیں جائز ہے اسکے قول میں جس نے کہا کہ وہ مضاف ہے حمل کرتے ہوئے اسکو ''ضاربک'' پر، اور مضاف نہیں ہوتا موصوف صفت کی طرف اور نہ صفت موصوف کی طرف، اور ''مسجد الجامع وجانب الغربی وصلوٰۃ الاولیٰ وبقلۃ الحمقاء'' جیسی مثالیں ماً وّل ہیں، اور ''جرد قطیفۃٍ'' اور ''اخلاق ثیابٍ'' جیسی مثالیں ماً وّل ہیں۔

(۱) قولہ وانّما جاز الضارب الرجل الخ یہ دراصل فرّا کی تیسری دلیل ہے، فرّا کہتے ہیں کہ ''الضارب زید'' کی ترکیب ''الضارب الرجل'' کی طرح ہے (کہ دونوں میں مضاف اسم فاعل معرف باللام ہے اور مضاف الیہ معرفہ ہے) اور ''الضارب الرجل'' میں اضافت لفظی ہے باوجود عدم تخفیف کے جائز ہے تو ''الضارب زید'' کی ترکیب بھی جائز ہونی چاہئے۔ مصنفؒ نے جواب دیا ہے کہ ''الضارب الرجل'' تو ''الحسن الوجہ'' کی وجہ مختار پر حمل ہے اسلئے جائز ہے، اور وجہ حمل یہ ہے کہ دونوں میں مضاف معرف باللام ہے اور مضاف الیہ اسم جنس معرف باللام ہے جبکہ ''الضارب زیدٍ'' اس طرح نہیں کیونکہ اسکا مضاف الیہ اسم جنس معرف باللام نہیں لہٰذا یہ جائز نہیں۔

(۲) قولہ حملاً علی المختار الخ مطلب یہ ہے کہ ''زید الحسن الوجہ'' کے ''الوجہ'' میں تین قسم کے اعراب جائز

ہیں، رفع ،نصب اور جر۔ رفع صیغہ صفت سے فاعل ہونے کی بناء پر جائز ہے مگر یہ قبیح ہے کیونکہ شبہ جملہ بغیر کسی عائد بما قبل کے رہ گیا۔ اورنصب مفعول کے ساتھ مشابہت کی بناء پر جائز ہے کیونکہ مفعول بہ کی طرح مقام ثالث میں واقع ہے جیسے ''زید الحسن الوجہ'' ۔ اور جر بناء بر مضاف الیہ جائز ہے اور یہ صورت مختار ہے کیونکہ اس وقت عائد بما قبل بھی ہے اور معمول کا جر بالاصالۃ بھی ہے کسی کی مشابہت کی وجہ سے نہیں۔

(۳)قولہ والضاربک الخ یہ فرّا کی چوتھی دلیل ہے، فرّا کہتے ہیں کہ ''الضارب زید'' کی ترکیب ''الضاربک'' کی طرح ہے کہ دونوں میں تنوین الف لام کی وجہ سے گری ہے اور ''الضاربک'' میں اضافت لفظی ہے باوجود عدم تخفیف کے جائز ہے تو ''الضارب زید'' بھی جائز ہونی چاہیے۔ مصنفؒ نے جواب دیا ہے کہ ''الضاربک'' اوراس کے مشابہ ''الضاربی، الضاربہ'' وغیرہ کواول تو بعض نحاۃ از باب اضافت نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ الف لام بمعنی ''الذی'' کے ہے اور ''ضارب'' بمعنی ''ضَرَبَ'' ہے اور کاف مفعول ہے لہذا یہ مانحن فیہ سے نہیں۔ اور بعض دیگر نحاۃ جو اس کو مضاف ومضاف الیہ قرار دیتے ہیں وہ انکو ''ضاربک'' پرحمل کرتے ہیں کیونکہ نحاۃ نے جب اسم فاعل واسم مفعول مجرد عن اللام کو اپنے مفعولات کے ساتھ متصل کرلیا اس حال کہ میں مفعولات بھی انکے مضمرات ہوں تو انہوں نے بلا لحاظ تخفیف اضافت کا التزام کیا پس ''ضاربک'' میں بلا تخفیف اضافت جائز قرار دیتے ہیں، پھر ''الضاربک'' کو بھی اس پرحمل کیا کیونکہ دونوں باب واحد سے ہیں کہ مضاف صفت کا صیغہ ہے اور مضاف الیہ ضمیر متصل ہے اور تنوین اضافت سے پہلے اتصال ضمیر کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے، مگر ''الضارب زید'' چونکہ ایسا نہیں کیونکہ مضاف الیہ ضمیر نہیں اسلئے جائز نہیں۔

فائدہ:۔ مذکورہ بالاعبارات جس طرح کہ فرا کی دلیل بن سکتی ہیں اسی طرح ان کو ایسے مستقل مسائل قرار دینا بھی درست ہے جو کہ امتناع ''الضارب زید'' کے حکم کے مناسب ہوں مثلاً ''الواھب الخ'' سے ہم یہ مسئلہ مستنبط کریں گے کہ مجرد عن اللام کا عطف ایسے معرف باللام پر ناجائز ہے جس کی طرف ایسی صفت مضاف ہورہی ہو کہ جس پر الف لام داخل ہو اس لئے کہ عطف کی صورت میں وہ کلام ''الضارب زید'' کی طرح ہوجائیگا اور ''الضارب زید'' جیسا کہ معلوم ہو چکا ناجائز ہے لہذا یہ ترکیب بھی ناجائز ہو گی۔ اور ''الضارب الرجل'' سے مستنبط مسئلہ کی تفصیل یوں ہے کہ وصف معرف باللام کی اضافت اسم معرف باللام کی طرف ''الحسن الوجہ'' کی وجہ مختار پرحمل کرتے ہوئے جائز ہے اگر چہ اس اضافت سے تخفیف حاصل نہ ہو، لہذا ''الضارب الرجل'' جائز ہے اور چونکہ ''الضارب زید'' اس کی مثل نہیں اس لئے یہ ناجائز ہے۔ اور ''الضاربک'' سے یہ مسئلہ مستنبط ہورہا ہے کہ وصف معرف باللام کی اضافت ضمیر کی طرف بغیر افادۂ تخفیف کے ایسی صفت پرحمل کرتے ہوئے جائز ہے کہ جو مجرد عن اللام اور ضمیر کی طرف مضاف ہو اور وہ ''ضاربک'' ہے پھر چونکہ ''الضارب زید'' اس کی طرح نہیں اس لئے یہ جائز نہیں۔

(٤)قولہ ولا یضاف موصوف الی صفۃ الخ یعنی موصوف صفت کی طرف اور صفت موصوف کی طرف (بشرطیکہ توصیفی معنی برقرار رہو) مضاف نہیں ہوتا کیونکہ ترکیبِ اضافی وتوصیفی میں سے ہر ایک کا الگ معنی ہے تو ایک دوسرے کا قائم مقام نہیں ہوسکتی ہے

کیونکہ ترکیب توصیفی کا مبنیٰ اتحاد پر ہے یعنی صفت وجود میں موصوف کے ساتھ ایک ہوتی ہے جبکہ مضاف الیہ مغایراز مضاف ہوتا ہے لہذا اگر موصوف کو صفت کی طرف مضاف کیا جائے تو عینیت غیریت میں تبدیل ہو جائے گی۔

(۵)قولہ ومسجد الجامع الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ اُمثلہ مذکورہ میں تو موصوف صفت کی طرف مضاف ہے جبکہ آپ کہتے ہیں کہ موصوف صفت کی طرف مضاف نہیں ہوتا؟۔ مصنفؒ جواب دیتے ہیں کہ قاعدہ تو یہی ہے اب جبکہ اسکے خلاف ہم نے مذکورہ ترکیبیں پائیں تو ان میں ہم تأویل کرتے ہیں اس طرح کہ ان میں مضاف موصوف نہیں بلکہ موصوف مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ''مسجد الوقت الجامع''، ''جانب المکان الغربی''، ''صلٰوۃ الساعۃ الاولیٰ''، ''بقلۃ الحبۃ الحمقاء'' (یعنی احمق دانے کی ساگ) پس ان موصوفات کو مقدر مان لینے سے اعتراض دو طرح سے دفع ہوگا۔/ **نمبر ۱**۔ مذکورہ مثالوں میں موصوف مضاف نہیں بلکہ موصوفات ان کے مقدر ہیں۔/ **نمبر ۲**۔ مذکورہ مثالوں میں مضاف الیہ مضاف کی صفت نہیں۔

(۶)قولہ ومثل جَرد قطیفۃٍ الخ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ ''جَرد قطیفۃٍ'' (پرانی چادر) اور ''اخلاق ثیـــــابٍ'' (پرانے کپڑے) میں صفت موصوف کی طرف مضاف ہے جبکہ آپ کہتے ہیں کہ صفت موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوتی؟۔ مصنفؒ نے جواب دیا ہے کہ قاعدہ صحیح ہے لیکن اگر کوئی مثال اسکے خلاف کہیں پائی جائے تو اس میں ہم تأویل کریں گے، تو اُمثلہ مذکورہ میں ہم یوں تأویل کریں گے کہ ''جَرد قطیفۃٍ'' اور ''اخلاق ثیابٍ'' اصل میں ''قطیفۃٌ جردٌ'' اور ''ثیابٌ اخلاقٌ'' ہے جو کہ موصوف صفت ہیں پھر ''قطیفۃٌ'' کو حذف کیا تو ''جَرد'' (صفت) بغیر موصوف کے رہ گیا اور ''جَرد'' بمعنی پرانا، ہر پرانی شئ کو شامل ہے جب اسکی تخصیص کرنی چاہی تو ایک نوع کی طرف اسکی اضافت کر دی تو یہ ازقبیل اضافۃ العام الی الخاص ہے نہ کہ ازقبیل اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ہے۔ اسی طرح کی تقریر ''اخلاق ثیابٍ'' کی بھی ہے۔

درس نمبر ۱۳۰

(۱)ولایضاف اسم مماثل للمضاف الیہ فی العموم والخصوص کلیث واسدوحبس ومنع لعدم الفائدۃ، (۲)بخلاف کل الدراھم وعین الشئ فانہ یختص بہ،(۳)وقولھم سعید کرزونحوہ متأوّل،(۴)واذااُضیف الاسم الصحیح اوالملحق بہ الی یاء المتکلم کُسِرَ آخرہ والیاء مفتوحۃ اوساکنۃ،(۵)فان کان آخرہ الفٌ تثبت، وھذیل تقلبھالغیر التثنیۃ یاء،وان کان یاء اُدغِمتُ،(۶)وانْ کان واو اقُلِبتُ یاء وأُدغِمتُ وفتحت الیاء للساکنین

ترجمہ:۔ اور وہ اسم جو مضاف الیہ کا مماثل ہو عموم وخصوص میں مضاف نہیں ہوتا جیسے ''لیث'' اور ''اسد'' اور ''حبس'' اور ''منع'' بوجہ عدم فائدہ کے، بخلاف ''کل الدراھم'' اور ''عین الشیٔ'' کے کیونکہ یہ اضافت سے خاص ہوتے ہیں، اور ان کا قول ''سعید کُرزٍ'' اور اس جیسی مثالیں مأوّل ہیں، اور جب اسم صحیح یا ملحق بصحیح مضاف ہو جائے یاء متکلم کی طرف تو اسکے آخر کو کسرہ دیا جائیگا اور یاء متکلم مفتوح یا ساکن ہوگی، پھر اگر اسکے آخر میں الف ہو تو باقی رہیگا، اور بنو ہذیل اس الف کو اگر تثنیہ کا نہ ہو یاء سے بدل دیتے ہیں، اور

اگر اسکے آخر میں یاء ہو تو مدغم ہو جائیگی اور اگر واو ہو تو یاء سے بدل کر پھر یاء میں ادغام کیا جائیگا اور بوجہ ساکنین یاء کو فتحہ دیا جائیگا۔

(۱) **قولہ ولا یضاف اسم مماثل الخ** یہاں سے ایک اور قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ایک اسم دوسرے کے ساتھ عموم وخصوص میں مماثل ہو پھر خواہ اعیان ہوں جیسے: ''لیث'' اور ''اسد'' یا معانی ہوں جیسے: ''حبس'' اور ''منع'' تو ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ مقصود صرف مضاف سے حاصل ہو سکتا ہے لہذا اضافت کی ضرورت نہیں۔

(۲) **قولہ بخلاف کل الدراھم الخ** یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ ''کل الدراھم'' اور ''عین الشیٔ'' میں تو ایک مماثل دوسرے مماثل کی طرف مضاف ہوا ہے کیونکہ ''کل'' بعینہ ''دراھم'' ہے اور ''عین'' بعینہ ''الشیٔ'' ہے حالانکہ آپ کہتے ہیں کہ ایک مماثل کی اضافت دوسرے کی طرف جائز نہیں؟۔ مصنفؒ نے جواب دیا ہے کہ مذکورہ مثالوں میں مضاف مضاف الیہ کا مماثل نہیں کیونکہ ''کل'' عام ہے دراہم وغیر دراہم سب کو شامل ہے، مضاف الیہ یعنی ''الدراھم'' نے اسکی تخصیص کر دی تو یہ از قبیل اضافۃ العام الی الخاص ہے نہ کہ از قبیل اضافۃ الشیٔ الی المماثل۔ اسی طرح لفظِ ''عین'' موجود ومعدوم ہر دو کو شامل ہے لفظ ''الشیٔ'' نے اسکو موجودات کے ساتھ خاص کیا کیونکہ ''الشیء'' موجودات کے ساتھ خاص ہے لہذا یہ بھی از قبیل اضافۃ العام الی الخاص ہے نہ کہ از قبیل اضافۃ الشیٔ الی المماثل۔

(۳) **قولہ وقولھم سعید کُرزِ الخ** یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ ایک مماثل کی اضافت دوسرے مماثل کی طرف جائز نہیں حالانکہ ''سعید'' اور ''کُرز'' دونوں ایک ذات کے نام ہیں تو ایک دوسرے کے مماثل ہیں لہذا یہ اضافت جائز نہیں ہونی چاہئے؟۔ مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ ترکیب ماؤل ہے یوں کہ ''سعید'' سے مراد مفہوم ومسمّٰی ہے اور ''کُرز'' سے لفظ اور اسم مراد ہے اور اسم ومسمّٰی مغایر ہوتے ہیں مماثل نہیں لہذا ''جاء نی سعید کرزٍ'' کا معنی ہے ''جاء نی مفھوم ھذا اللفظ'' یا ''جاء نی مسمّٰی ھذا الاسم''۔ اور ''نحوہ'' سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں کسی کے نام کو اسکے لقب کی طرف مضاف کیا گیا ہو۔

(٤) **قولہ واذا اُضیف الخ** یعنی اسم صحیح یا جار مجریٰ صحیح جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جائے تو بمناسبت یاء ماقبل یاء کو کسرہ دیا جائیگا جیسے: ''غلامِی، دَلوِی''۔ صحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو اور جار مجریٰ صحیح وہ ہے جسکے آخر میں حرفِ علت ماقبل ساکن ہو اسکو جار مجریٰ صحیح اسلئے کہا جاتا ہے کہ حرف علت سکون کے بعد واقع ہے تو یہ استراحۃ اللسان میں حرف علت بعد السکوت کی طرح ہے دونوں (حرف علت بعد السکوۃ اور حرف علت بعد السکون) پر حرکت ثقیل نہیں جیسے ''دَلْوٌ'' اور ''ظَبیٌ''۔

اور بذات خود یاء متکلم یا تو مفتوح ہوگی یا ساکن۔ مفتوح اسلئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے اور سکون کی خفت تو ظاہر ہے۔ لیکن فتحہ اصل ہے کیونکہ وہ کلمات جو ایک حرف پر وضع شدہ ہوں ان میں حرکت اصل ہے تا کہ اگر کہیں ان سے ابتداء کرنا ہو تو ابتداءً بالسکون لازم نہ آئے، اور حرکات میں سے فتحہ بوجہ خفت اصل ہے۔

(۵)قولہ وان کان اخرہ الف الخ یعنی اگر یاءِ متکلم کی طرف مضاف اسم کے آخر میں الف ہو پھر خواہ الف تثنیہ کا ہو یا غیر تثنیہ کا ہر حال میں فصیح لغت کے مطابق وہ الف برقرار رہیگا کیونکہ موجب انقلاب نہیں جیسے: ''غلامایَ، عصایَ، رحایَ''۔ مگر قبیلہ ھُذَیل والے اس میں فرق کرتے ہیں کہ اگر الف تثنیہ کا ہو تو برقرار رکھا جائے گا تا کہ حالت رفعی کا غیر رفعی سے التباس نہ آئے جیسے: ''غلامای'' اور اگر الف تثنیہ کا نہ ہو تو بمناسبت یاءِ متکلم یاء سے تبدیل کیا جائیگا اور یاء، یاءِ متکلم میں مدغم ہو جائیگی جیسے: ''عصا'' سے ''عصیَّ'' اور ''رحیٰ'' سے ''رحیَّ''۔ اور یاءِ متکلم کی طرف مضاف اسم کے آخر میں اگر یاء ہو تو یاء کو یاءِ متکلم میں مدغم کیا جائے گا جیسے: ''مسلمین'' سے ''مسلمیّ'' اور ''قاضی'' سے ''قاضیّ''۔

(٦)قولہ وان کان واو الخ یعنی اگر یاءِ متکلم کی طرف مضاف اسم کے آخر میں واو ہو تو واو کو بقاعدہ صرفیہ یاء سے تبدیل کردینگے، وہ قاعدہ یہ ہے کہ جہاں واو اور یاء ایک کلمہ میں اکٹھے ہو جائیں اور اول ساکن ہو تو واو کو یاء سے تبدیل کیا جائے گا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا جائے گا جیسے: ''مسلمون'' سے ''مسلمیّ''۔ اور ماقبل یاء کو بمناسبت یاء کسرہ دینگے۔ اور یاء کو مذکورہ بالا تینوں صورتوں (یعنی خواہ اسم کے آخر میں الف ہو یا یاء ہو یا واؤ ہو تینوں صورتوں) میں مفتوح پڑھیں گے ساکن نہیں تا کہ التقاء ساکنین لازم نہ آئے۔

درس نمبر ۱۳۱

(۱)واَمّاالاسماء الستة فَاَخِیْ واَبِیْ،(۲)واَجازَ المبرّد اَخِیّ واَبِیّ،(۳)وتقول حمیْ وهنی،(٤)ويقال فِيَّ فی الاکثر وفِمِیْ،(۵)واذا قطعت قیل اَخٌ واَبٌ وحمٌ وهنٌ وفمٌ وفتح الفاء اَفْصَحُ منهما،(٦)وجاء حمٌ مثل يدٍ وخبء ودَلْو وعصاً مطلقاً وجاء هنٌ مثل يدٍ مطلقاً،(۷)وذو لايضاف الی مضمر ولايقطع

ترجمہ:۔ اور اسماء ستہ جب یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ''اَبِیْ واَخِیْ'' کہیں گے، اور مبرد ''اَخِیّ واَبِیّ'' جائز سمجھتے ہیں، اور عورت کہے گی ''حمیْ وهنیْ'' اور کہا جاتا ہے ''فِيَّ'' اکثر استعمال میں اور بعض میں ''فمی''، اور جب اضافت سے منقطع ہوں تو کہا جائیگا ''اَخٌ وهنٌ وفمٌ'' اور ''فمٌ'' میں فتح فاء کسرہ وضمہ سے افصح ہے، اور ''حمٌ'' مطلقاً آیا ہے ''ید وخبء ودلو وعصاً'' کی طرح اور ''هنٌ'' مطلقاً ''ید'' کی طرح آیا ہے، اور ''ذو'' ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور اضافت سے قطع نہیں کیا جاتا۔

(۱)قولہ واَمّاالاسماء الستة الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ یاءِ متکلم کی طرف مضاف اسم کے آخر میں اگر الف ہو تو بوقت اضافت برقرار رہیگا اور اگر آخر میں واو ہو تو بیاء تبدیل ہو جائیگا اور اگر آخر میں یاء ہو تو یاءِ متکلم میں مدغم ہوگی تو اسماء ستہ مکبرہ کے آخر میں احوال ثلاثہ میں یہ تینوں حروف ہیں تو چاہئے کہ اسماء ستہ مکبرہ پر یہ تینوں احکام جاری ہوں حالانکہ ایسا نہیں؟۔ مصنفؒ نے جواب دیا ہے کہ اسماء ستہ مکبرہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان اسماء کا آخری حرف نسیاً منسیاً محذوف ہے اب یہ اسم صحیح کے حکم میں ہیں لہذا ان کو ''اَخِیْ واَبِیْ'' پڑھیں گے۔

(۲)قولہ واجاز المبرد الخ یعنی مبرد اسماء ستہ مکبرہ کے آخری حرف کو یاءِ متکلم کی طرف مضاف کرتے وقت لوٹاتے ہیں اور

پھر اسکو یاء تبدیل کر کے یاء متکلم میں مدغم کر دیتے ہیں، مبرد شاعر کے اس شعر سے استدلال کرتے ہیں

شعر:۔قَدَرٌ اَحلّکَ ذاالمجازِ وقد اُرَیٰ: وَاَبِیّ مالکَ ذوالمجازِ بدار

شاعر نے مذکورہ شعر میں ''اَب'' کے آخری حرف یعنی واؤ کو لوٹا دیا ہے اور یاء متکلم میں مدغم کیا ہے، معلوم ہوا کہ آخری حرف کو یاء متکلم کی طرف اضافت کے وقت لوٹانا درست ہے اور ''اَخٌ'' کو ''اَبٌ'' پر حمل کیا ہے۔

مگر مبرد کو اسکا جواب دیا گیا ہے کہ یہ قیاس اور استعمال فصحاء کے خلاف ہے اسلئے کہ آخری حرف کے لوٹانے کا کوئی قاعدہ نہیں فصحاء عرب اسکو بلا رڈ استعمال کرتے ہیں۔ نیز اس شعر میں یہ بھی احتمال ہے کہ ''اَبِـیّ'' مقسم بہ ہو اور ''اَبِـیّ'' جمع ہو ''اَب'' کی ''ای اَبِین''، پھر یاء متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے نون گر گیا دو یاء جمع ہوگئیں تو یاء کو یاء میں مدغم کیا ''اَبِیّ'' ہوا۔ کلام عرب میں اسکی نظیر موجود ہے جیسے **شعر**:۔فَلَمّا تَبَیَّنَ اَصواتَنا: بَکَیْنَ وفَدَّیْنَنَا بِالاَبِینَا۔ ''ابینا'' جمع ہے ''اب'' کی۔

(۳)**قولہ وتقول حمی الخ** ''تقولُ'' مؤنث غائب کا صیغہ ہے مطلب یہ کہ عورت کیلئے جائز ہے کہ وہ ''حم وھن'' کو یاء متکلم کی طرف اضافت کے وقت ''حـمـیْ'' اور ''ھـنـیْ'' (بغیر لوٹائے حرف آخر کے) کہیں۔ ان دو الفاظ کو ''اَخٌ'' اور ''اَبٌ'' سے اسلئے الگ ذکر کیا کہ ان دو میں مبرد کا اختلاف جمہور کے ساتھ مشہور نہیں۔

(٤)**قولہ ویقال فیّ فی الاکثر الخ** ''فمٌ'' اصل میں ''فوۃ'' تھا ہاء کو حذف کیا اور واؤ کے عوض میں میم کو لایا ''فمٌ'' ہو گیا۔ اب اگر ''فمٌ'' کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائے تو اکثر استعمال میں واؤ کو لوٹا دیتے ہیں پھر واو کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کو یاء میں مدغم کر دیتے ہیں اور فاء کلمہ کو بمناسبت یا کسرہ دے کر ''فیّ'' پڑھتے ہیں۔ اور کبھی کبھی میم کو برقرار رکھ کر ''فمی'' بھی پڑھتے ہیں۔

(۵)**قولہ واذاقطعت الخ** یعنی اسماء ستہ میں سے مذکورہ پانچ اسماء کو جب اضافت سے قطع کرینگے تو ان پر مطلقاً اعراب بالحرکات جاری کر کے ''ابٌ، اخٌ، حمٌ، ھنٌ، فمٌ'' پڑھیں گے۔ اور ''فمٌ'' کے فاء کو فتحہ، کسرہ اور ضمہ تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ مگر اول افصح ہے اسلئے کہ فتحہ اَخف الحرکات ہے۔

(٦)**قولہ وجاء حمٌ مثل الخ** یعنی ''حـمٌ'' خواہ حالت اِفراد میں ہو یا اضافت میں چار طرح سے اسکا استعمال جائز ہے۔/**نمبر ۱**۔''یدٌ'' کی طرح یعنی بغیر ردّ محذوف کے تینوں حرکتوں سے تینوں احوال میں، جیسے: ''ھذاحمٌ وھذاحمُک ورأیت حمـاًوحمـکَ ومـررت بحمٍ وحمکَ'' ۔/**نمبر ۲**۔''خبءٌ'' کی طرح یعنی واو کو لوٹا کر ہمزہ سے تبدیل کر کے پڑھنا، جیسے: ''جـاء حـمءٌ وجـاء حـمـئُک الخ'' ۔/**نمبر ۳**۔''دَلوٌ'' کی طرح یعنی واو محذوف کو لوٹا کر کے پڑھنا جیسے: ''ھـذاحَموٌ وھذاحَموُک الخ''۔**نمبر ٤**۔ عصا کی طرح یعنی واو کو لوٹا کر الف سے تبدیل کرنا، جیسے: ''ھـذاحماً وھذاحماک الخ''۔ ''مطلقاً''، بمعنی حالت اِفراد واضافت ہر دو صورت میں یہ حکم ہے۔ اور ''ھنٌ'' بہر دو صورت (بصورت اِفراد واضافت) ''یدٌ'' کی

طرح ہے یعنی اعادہ محذوف کے بغیر جیسے: ''هذاهنٌ وهذاهنک''۔

(۷)قوله وذو لایضاف الخ یعنی اسماء ستہ میں سے ''ذو'' ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اسلئے کہ ''ذو'' کی وضع اسلئے ہوئی ہے کہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوکر اسکو دوسری چیز کی صفت قرار دے پس اگر وہ ضمیر کی طرف مضاف ہو جائے تو خلافِ وضع لازم آیگا اسلئے کہ ضمیر اسم جنس نہیں۔ اور شاعر کے اس قول ''انّما یعرف ذاالفضل من النّاس ذَوُوْہ'' میں بے شک ''ذو'' ضمیر کی طرف مضاف ہے مگر یہ شاذ ہے۔ اور چونکہ اسم جنس کے ساتھ کسی شی کی توصیف کا وسیلہ بغیر اضافت کے نہیں ہوسکتا اسلئے ''ذو'' اضافت سے منقطع بھی نہ ہوگا جیسے: ''جاء نی رجلٌ ذومال'' تو مال اسم جنس ہے بواسطہ ''ذُوْ'' رجل کی صفت ہے۔

تمتِ المجرورات بعون الملک العزیز الوهّاب

درس نمبر ۱۳۲

(۱)التوابع کل ثانٍ باعراب سابقه مِنْ جهة واحدة،(۲)النعت تابع یدلّ علی معنی فی متبوعه مطلقاً(۳)وفائدته تخصیص اوتوضیح،(٤)وقدیکون لمجردالثناء اوالذم اوالتوکیدنحو نفخةٌ واحدةٌ۔

ترجمه:۔ تابع ہروہ دوسرا اسم ہے جو اعراب میں اپنے سابق کے موافق ہو ایک جہت سے، اور نعت ایسا تابع ہے جو مطلقاً ایسے معنی پر دلالت کرے جو اسکے متبوع میں پایا جاتا ہے اسکا فائدہ تخصیص یا وضاحت ہے، اور کبھی صرف تعریف یا ذم یا تاکید کیلئے ہوتا ہے جیسے ''نفخةٌ واحدةٌ''

(۱)قوله التوبع الخ جن اسماء کے اعراب بالاصالہ تھے ان کے بیان سے فراغت کے بعد اب ان اسماء کا بیان ہے جن کے اعراب بالتبع ہیں۔ نحاۃ کی اصطلاح میں تابع ہروہ دوسرا اسم ہے جو اپنے سابق کے اعراب میں موافق ہو اور دونوں کے اعراب کی جہت ایک ہو۔ توابع پانچ ہیں، نعت، تاکید، عطف بیان، بدل اور معطوف۔ وجہ حصر اس طرح ہے کہ مقصود بالنسبۃ یا تو تابع ہوگا یا متبوع یا دونوں ہونگے اول بدل ہے اور ثانی تین حال سے خالی نہیں یا تو تابع لانے کی غرض متبوع میں ثابت شدہ معنی پر دلالت ہوگی یا متبوع میں ثابت شدہ معنی کی تکریر ہوگی اور یا توضیح ہوگی اول نعت، ثانی تاکید اور ثالث عطف بیان ہے، اور اگر مقصود بالنسبت دونوں ہوں تو یہ معطوف ہے۔

سوال:۔ ''توابع'' جمع ہے ''تابعٌ'' کی ''فاعلٌ'' کے وزن پر ہے مگر سوال یہ ہے کہ ''فاعلٌ'' کی جمع تو ''فواعل'' کے وزن پر آتی ہے؟

جواب:۔ ''فاعلٌ'' کا وزن دو قسم پر ہے، اسمی، صفتی۔ ''فاعلٌ'' صفتی کی جمع بے شک ''فواعل'' کے وزن پر نہیں آتی، مگر ''فاعلٌ'' اسمی کی جمع ''فواعل'' کے وزن پر آتی ہے جیسے ''کاهِلٌ'' سے ''کَوَاهِل'' اور یہاں ''تابع'' توابع خمسہ کا نام ہے لہذا یہ اسمی ہے صفتی نہیں۔

سوال:۔ تابعِ ثانی، ثالث اور رابع خارج ہوگئے کیونکہ یہ ''کُل ثانٍ بالنسبة الی المتبوع'' نہیں بلکہ ''کل ثالثٍ او رابعٍ او خامسٍ'' ہیں؟

جواب:۔ ''ثان'' سے متأخر مراد ہے پھر خواہ مقام ثانی میں ہو یا ثالث و رابع میں ہو۔

سوال:۔باب ''ظننتُ و اعطیت'' کے مفعول ثانی کو اول ہی کی جہت (یعنی از جہت مفعولیت) سے اعراب ملتا ہے تو انکو تابع ہونا چاہیے حالانکہ وہ تابع نہیں؟

جواب:۔ جہت واحد سے مراد جہت واحدہ شخصیہ ہے نوعیہ نہیں جبکہ مفعول ثانی کو اعراب سابق نوعی ملتا ہے شخصی نہیں کیونکہ ''ظننت'' اس حیثیت سے کہ مظنون فیہ کا تقاضا کرتا ہے تو اول میں عمل کرتا ہے اور اس حیثیت سے کہ مظنون کا تقاضا کرتا ہے تو ثانی میں عمل کرتا ہے۔ اور ''اعطیت'' اس حیثیت سے کہ آخذ کا تقاضا کرتا ہے تو اول میں عمل کرتا ہے اور اس حیثیت سے کہ مأخوذ کا تقاضا کرتا ہے تو ثانی میں عمل کرتا ہے۔

سوال:۔معرَّف وتعریف ہر دو میں کلام ہے معرَّف میں یوں کہ التوابع جمع ہے اور جمع افراد پر دلالت کرتی ہے حالانکہ معرَّف جنس ہوتا ہے، اور تعریف میں اس طرح کہ تعریف میں لفظِ ''کل'' ہے جو کہ احاطہ افراد کیلئے آتا ہے حالانکہ تعریف بالجنس ہوتی ہے نہ کہ بالافراد ؟

جواب:۔ ''التوابع'' میں الف لام جنسی ہے لہذا یہ جمع نہیں رہا اور لفظِ ''کل'' تعریف کا حصہ نہیں بلکہ تعریف لفظِ ''کل'' کے مدخول سے شروع ہوتی ہے۔لفظِ ''کل'' اس بات کی تصریح کے لئے لایا ہے کہ تعریف جامع ومانع ہے۔

(۲)**قوله النعت تابع الخ** مصنف تعریفِ تابع سے فارغ ہوگئے تو اقسام تابع کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ نعت وہ تابع ہے جو اس معنی اور وصف پر مطلقاً ہر حال میں دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہے، جیسے: ''جاء نی زید العاقل''، اس مثال میں ''العاقل'' تابع ہے اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے متبوع یعنی زید میں ہے۔ ''مطلقاً'' کی قید سے ''اَعْجَبَنِی زَیْدٌ عِلْمُهٗ'' خارج ہوا کیونکہ ''عِلْمُهٗ'' بدل ہے اور اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو متبوع میں ہے مگر ہر حال میں نہیں بلکہ اس میں خصوصیت مادہ ملحوظ ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ''علمه'' کے بجائے ''غلامه'' کہا جائے تو اس وقت بدل کی دلالت متبوع کے معنی پر نہ ہوگی۔اسی طرح معطوف بالحرف اور تاکید سے بھی احتراز ہوا جیسے: ''اعجبنی زید وعلمه'' اور ''جاء نی القوم کلهم'' کیونکہ ان توابع کی دلالت متبوع کے معنی پر خصوصیت مادے کی وجہ سے ہے مطلقاً نہیں۔

(۳)**قوله وفائدته الخ** یعنی نعت کا فائدہ متبوع معرفہ کی توضیح ہے اور نکرہ کی تخصیص ہے۔توضیح سے مراد معرفہ میں رفع احتمال ہے جیسے: ''جاء نی زیدٌ الظریف''، ''زیدٌ'' میں احتمال وتردد تھا کہ کونسا زید ہے ''الظریف'' نے اس احتمال وتردد کو رفع کردیا۔اور متبوع کی تخصیص سے مراد تقلیل افراد ہے جیسے: ''جاء نی رجلٌ عالمٌ'' کہ ''رجلٌ'' تمام افراد کو شامل تھا صفت ''عالمٌ'' سے اس میں تقلیل آئی۔

(٤)**قوله وقد یکون لمجرد الخ** یعنی کبھی نعت تخصیص وتوضیح کیلئے نہیں بلکہ صرف ثناء یا ذم یا تاکید کیلئے آتی ہے جیسے ''بسم اللّٰه الرّحمٰنِ الرّحیم'' کہ ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' لفظِ اللہ کی صفات ہیں مگر ان سے توضیح مقصود نہیں صرف ثناء مقصود ہے اور ذم کی مثال ''اعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم'' ہے کہ ''الرجیم''، ''الشیطٰن'' کی صفت ہے مگر توضیح مقصود نہیں صرف ذم مقصود ہے اور

تاکید کی مثال ''نفخةٌ واحِدَةٌ'' ہے کہ وحدت تاءِ ''نفخة'' سے مفہوم ہوتی ہے صفت (یعنی واحدةٌ) صرف برائے تاکیدِ وحدت لائی گئی ہے۔

درس نمبر ۱۳۳

(۱) ولافصل بین ان یکون مشتقاًاوغیرہ، (۲) اذاکان وضعه لغرض المعنی عموماًنحوتمیمی وذی مالٍ اوخصوصاًمثل مررتُ برجلٍ اَیِ رجلٍ ومررتُ بھذاالرجل وبزیدٍھذا، (۳) وتوصف النکرة بالجملة الخبریة ویلزم الضمیر، (٤) وتوصف بحال الموصوف وبحال متعلقه نحومررتُ برجلٍ حسنٍ غُلامُه (۵) فالاول یتبعه فی الاعراب والتعریف والتنکیروالافرادوالتثنیة والجمع والتذکیروالتانیث.

ترجمه:۔اوراس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ مشتق کا صیغہ ہو یا غیر مشتق کا جبکہ اسکی وضع غرض معنی کیلئے ہو عموماً جیسے: ''تمیمیٌ'' اور'' ذومال'' یادلالت متبوع کے معنی پر خصوصی ہو جیسے: ''مررتُ بِرَجُلٍ اَیِّ رجل'' اور''مررتُ بھذاالرجل وبزیدٍ ھذا''، اورنکرہ کی صفت جملہ خبریہ سے بھی لائی جاسکتی ہے اس وقت ضمیر کالانا ضروری ہے، اورموصوف کی حالت کے ساتھ بھی وصف لایا جاتا ہے اوراسکے متعلق کی حالت کے ساتھ بھی جیسے: ''مررتُ برجلٍ حسنٍ غلامہ'' پس اول (یعنی صفت بحالہ) اعراب، تعریف وتنکیر، افراد، تثنیہ ،جمع اورتذکیروتانیث میں اسکا تابع ہوتی ہے۔

(۱) **قوله ولافصل بین ان یکون الخ** چونکہ غالب موادِ صفات میں مشتقات استعمال ہوتے ہیں جس سے بہت سے نحاۃ کو یہ وہم ہوا کہ صفت کے لئے مشتق ہونا شرط ہے اور جہاں نعت مشتق نہ ہوتو اس میں تاویل کرکے مشتق بناتے ہیں۔مصنفؒ نے اس توہم کو دفع کیا اور کہا کہ نعت مشتق بھی ہوسکتی ہے اور جامد بھی، اسلیئے کہ نعت سے غرض منعوت میں ثابت شدہ معنی پر دلالت کرنا ہے یہ غرض جس طرح کہ مشتق سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح جامد سے بھی حاصل ہوتی ہے۔

(۲) **قولہ اذا کان الخ** یہ قید ہے غیر مشتق کی کہ جب غیر مشتق کی وضع معنی فی المتبوع پر دلالت کے لئے ہوئی ہوتو یا تو ہروقت میں اس معنی پر دلالت کریگا جیسے ''تمیمیٌ'' اور''ذومالٍ'' کہ ''تمیمیٌ'' ہروقت اس ذات پر دلالت کرتا ہے جوقبیلہ بنوتمیم کی طرف منسوب ہو، اور''ذومالٍ'' ہروقت اس ذات پر دلالت کرتا ہے جوصاحب مال ہو لہذا یہ دولفظ ہروقت صفت بن سکتے ہیں۔اوریا بعض استعمالات میں معنی فی المتبوع پر دلالت کرے گا اور بعض میں نہیں جیسے: ''مررتُ برجلٍ اَیِّ رجل'' کہ ''اَیِّ رجل'' اس ترکیب میں معنی ثابت فی المتبوع (یعنی کمال فی الرجولیۃ) پر دلالت کرتا ہے لہذا اس کا نعت واقع ہونا درست ہے، اور''ایّ رجل عندک'' میں معنی فی المتبوع پر دلالت نہیں کرتا لہذا اس صورت میں ''ایّ رجل'' کا نعت واقع ہونا درست نہیں۔

اسی طرح ''مررتُ بھذاالرجل'' میں ''ھذا'' ذاتِ مبہمہ پر دلالت کرتا ہے اور''الرجل'' معنی فی المتبوع یعنی ذاتِ مبہمہ کے تعین پر دلالت کرتا ہے لہذا اس ترکیب میں ''الرجل'' کا نعت واقع ہونا درست ہے، مگر''جاء نی الرجل'' میں ''الرجل'' نعت

نہیں بن سکتا کیونکہ ذاتِ مبہمہ پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی طرح ''مررتُ بزیدھذا'' میں ''ھذا'' اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو زید میں پایا جاتا ہے وہ ہے زید کا مشارالیہ واقع ہونا لہذا لفظ ''ھذا'' کا صفت واقع ہونا درست ہے، مگر ''ھذا زیدٌ'' میں لفظِ ''ھذا'' صفت نہیں بن سکتا۔

(۳)قولہ وتوصف النکرۃ بالجملۃ الخ یہاں تین اُمور ہیں۔/**نمبر ۱**۔ضروری نہیں کہ ہمیشہ مفرد صفت بنے بلکہ جملہ بھی صفت بن سکتا ہے۔/**نمبر ۲**۔جملہ خبریہ صفت بن سکتا ہے انشائیہ نہیں۔/**نمبر ۳**۔جملہ موصوف نکرہ کیلئے صفت بن سکتا ہے معرفہ کیلئے نہیں۔

اُمرِ اول کی وجہ یہ ہے کہ نعت سے غرض یہ ہے کہ معنی فی المتبوع کرے اور یہ غرض جس طرح کہ مفرد سے حاصل ہوسکتی ہے جملہ سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ اور اُمرِ ثانی کی وجہ یہ ہے کہ نعت وقتِ تکلم سے پہلے معنی فی اُلتبوع پر دلالت کرتی ہے جبکہ انشاء وقتِ تکلم کے بعد غیر موجود کا ایجاد کرنا ہے نہ کہ وقتِ تکلم سے پہلے لہذا جملہ انشائیہ صفت نہیں بن سکتا۔ اور اُمرِ ثالث کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اور نکرہ میں مناسبت موجود ہے کیونکہ نکرہ فردِ مبہم کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح جملہ حکمِ مبہم کا فائدہ دیتا ہے اسلئے کہ صرف ''ضَرَبَ زیدٌ'' مضمون مبہم یعنی ''ضَرب زید'' کا فائدہ دیتا ہے اور یہ مضمون اسلئے مبہم ہے کہ ''ضرب'' کی تغلیظ وتخفیف اور قلت وکثرت معلوم نہیں، لہذا مذکورہ مناسبت کی وجہ سے جملہ نکرہ کے لئے صفت بن سکتا ہے معرفہ کے لئے نہیں۔ اور جملہ کو صفت بنانے کی صورت میں اس جملے میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو موصوف کی طرف لوٹے، کیونکہ جملہ من حیث الجملہ مستقل ہوتا ہے اس لئے جملہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے تاکہ موصوف اور صفت میں ربط قائم ہو۔

(٤)قولہ وتوصف بحال الموصوف الخ مصنفؒ صفت کی تقسیم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ صفت دوقسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔صفت بحالہ۔/**نمبر ۲**۔صفت بحال متعلقہ۔ صفت بحالہ وہ ہے جس میں صفت حقیقۃً موصوف کیلئے واقع ہو بلا فرضِ فارض واعتبارِ معتبر جیسے: ''مررتُ برجلٍ حسنٍ''۔ اور صفت بحال متعلقہ وہ ہے جس میں صفت متعلقات موصوف کیلئے ہو حقیقۃً اور موصوف کیلئے ہو اعتباراً جیسے: ''مررتُ برجلٍ حسنٍ غُلامہ'' کہ ''حسن'' ''غلام'' کیلئے حقیقی اور ''رجل'' کیلئے اعتباری صفت ہے۔

(۵)قولہ فالاول یتبعہ الخ یعنی صفت کی قسم اول (صفت بحالہ) دس چیزوں میں موصوف کے ساتھ موافق ہوگی، مگر ان دس میں سے کسی ترکیب میں چار کا وجود ضروری ہے کیونکہ ان میں سے بعض کا دوسرے بعض کے ساتھ منافات ہے جو بیک وقت جمع نہیں ہوسکتی ہیں۔ اور وہ دس امور یہ ہیں، رفع، نصب، جر میں سے ایک، اِفراد، تثنیہ، جمع میں سے ایک، تعریف وتنکیر میں سے ایک اور تذکیر وتانیث میں سے ایک۔

سوال:۔ ''جاء تنی اِمرأۃٌ صبورٌ'' اور ''جاء تنی اِمرأۃٌ جریحٌ'' اور ''جاء نی رجلٌ علاّمۃٌ'' میں صفات بحالہ ہیں مگر موصوف وصفت میں مطابقت فی التذکیر والتانیث نہیں؟

جواب:۔ یہ مطابقت اس وقت ضروری ہے جبکہ صفت میں تانیث وتذکیر برابر نہ ہوں جبکہ ''فعول'' بمعنیٰ ''فاعل'' اور ''فعیل'' بمعنیٰ ''

مفعول" میں مذکر ومؤنث برابر ہیں۔اور یہ بھی شرط ہے کہ صفت ایسی بھی نہ ہو کہ ہوتو مؤنث مگر مذکر پر بھی جاری ہو سکتی ہو ورنہ تو مطابقت ضروری نہیں جیسے:"جاء نی رجلٌ علامّة"۔

درس نمبر ۱۳٤

(۱)والثانی یتبعه فی الخمسة الاول،(۲)وفی البواقی کالفعل،(۳)ومن ثمّ حَسُنَ قامَ رجلٌ قاعدٌغلمانه وضعف قاعدون غلمانه،(٤)ویجوزقعودٌغلمانه،(۵)والمضمر لایوصف ولایوصف به،(٦)والموصوف اخصّ اومساو(۷)ومِنْ ثمّ لم یوصف ذواللام الابمثله اوبالمضاف الی مثله،(۸)وانّماالتزم وصف باب هذابذی اللام للابهام(۹)ومن ثَمّ ضعف مررتُ بهذاالابیض وحَسُنَ بهذاالعالم

ترجمه:۔اور ثانی تابع ہوتی ہے اول پانچ میں اور باقی میں فعل کی طرح ہے،اور اسی وجہ سے "قامَ رجلٌ قاعدٌغلمانه" حسن ہے اور "قاعدون غلمانه" ضعیف ہے،اور"قعودٌغلمانه" جائز ہے،اور ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے اور نہ صفت،اور موصوف صفت سے خاص یا مساوی ہوتا ہے اسی وجہ سے ذواللام کی صفت ذواللام ہی لائی جاتی ہے یا جو اپنے مثل کی طرف مضاف ہو،اور بیشک التزام کیا گیا ہے باب هذا کی صفت ذواللام لانے کا ابہام کی وجہ سے اسی وجہ سے"مررتُ بهذاالابیض" ضعیف ہے اور "بهذاالعالم" حسن ہے۔

(۱)**قوله الثانی یتبعه فی الخمسة الاول الخ** یعنی صفت کی قسم ثانی (صفت بحال متعلقه) میں موصوف وصفت کا اول پانچ چیزوں میں موافق ہونا ضروری ہے یعنی رفع ،نصب ،جر،تعریف اور تنکیر۔لیکن کسی ترکیب میں ان پانچ میں سے صرف دو کا وجود ضروری ہے کیونکہ مذکورہ امور میں سے بعض دوسرے بعض کے منافی ہیں،لہذا رفع ،نصب ،جر میں سے ایک اور تعریف تنکیر میں سے ایک کا وجود ضروری ہے۔

(۲) **قوله وفی البواقی کا لفعل الخ** یعنی صفت بحال متعلقه باقی پانچ چیزوں (یعنی افراد،تثنیه،جمع اور تذکیر وتانیث) میں فعل کی طرح ہے کیونکہ فعل بھی مابعد کیلئے مسند ہوتا ہے اور صفت بحال متعلقه بھی مابعد کیلئے مسند ہوتی ہے تو جس طرح کہ فعل کا فاعل اگر اسم ظاہر ہوتو فعل ہمیشہ مفرد ہوتا ہے اسی طرح اگر صفتِ مذکورہ کا فاعل اسم ظاہر ہوتو صفت ہمیشہ مفرد ہوگی ،جیسے:" مررت برجل قاعدغلامه"اور"مررت برجلین قاعدغلاماهما"اور"مررت برجال قاعدغلمانهم"۔

اور اگر فعل کا فاعل مذکر ہوتو فعل مذکر اور اگر مؤنث حقیقی بلافصل ہو تو فعل مؤنث ہوگا اسی طرح نعت مذکورہ بھی ہے جیسے:"مررت بامرأةقائم غلامها" اور"مررت برجل قائمة جاریته"۔اور اگر فعل کا فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو یا حقیقی تو ہو مگر فعل وفاعل کے درمیان فاصل اجنبی موجود ہو تو فعل کی تذکیر وتانیث دونوں جائز ہیں اسی طرح نعتِ مذکور بھی ہے جیسے"مررت برجل معموراومعمورة داره"،"مررت برجل قائمِ اوقائمة فی الدارجاریته"۔

(۳)**قوله ومن ثمّ حسن الخ** یہ ماقبل پر تفریع ہے کہ نعت پانچ چیزوں میں فعل کی طرح ہے تو"قامَ رجلٌ قاعدٌ غلمانه"

ترکیب جائز ہے کیونکہ ''قاعدٌ'' نعت بمنزلہ ''یقعد'' کے ہے اور ''غلمانہ'' فاعل اسم ظاہر ہے اور فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل مفرد ہوتا ہے (کیونکہ علامتِ تثنیہ وجمع فعل میں لانا بظاہر جمع بین الفاعلین ہے) تو ''قاعدٌ'' نعت بھی مفرد ہوگی۔ اور ''قاعدون غلمانہ'' ضعیف ہے کیونکہ ''قاعدون'' بمنزلہ ''یقعدون'' کے ہے اور ''غلمانہ'' فاعل ہے اور فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل مفرد ہوتا ہے تو ''قاعدون'' بھی مفرد ہونا چاہئے تھا کیونکہ جمع ہونے کی صورت میں ایک طرح سے جمع بین الفاعلین لازم آتا ہے، حالانکہ ''قاعدون'' مفرد نہیں لہٰذا یہ ترکیب ضعف سے خالی نہیں۔

سوال:۔ جب اس ترکیب میں جمع بین الفاعلین ہے (جو کہ جائز نہیں) تو پھر ممنوع ہونی چاہئے ضعیف کیوں ہے؟

جواب:۔ ''قاعدون غلمانہ'' میں ایک اور ترکیب کا احتمال ہے وہ یہ کہ ''غلمانہ''، ''قاعدون'' کی ضمیر سے بدل ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ واو فاعل نہ ہو جمعیت فاعل کی علامت ہو اور فاعل اسم ظاہر ہو لہٰذا جمع بین الفاعلین لازم نہیں آتا۔

(٤) قولہ ویجوز قعودٌ غلمانہ الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ ''قعودٌ غلمانہ'' میں ''غلمانہ'' فاعل اسم ظاہر ہے پھر بھی صفت یعنی ''قعودٌ'' جمع ہے حالانکہ قاعدہ تو آپ نے یہ بیان کیا کہ فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو صفت مفرد ہوگی، اور یہ ترکیب ضعیف بھی نہیں؟۔ مصنفؒ نے جواب دیا کہ ''قعودٌ'' جمع تکسیر ہے اور جمع تکسیر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے لہٰذا ''قعودٌ غلمانہ''، ''یقعدون غلمانہ'' کی طرح نہیں جو کہ بظاہر تعدد فاعل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا ''قعودٌ غلمانہ'' صرف جائز ہے، حسن یا ضعیف نہیں۔

(٥) قولہ والمضمر لا یوصف الخ یعنی ضمیر نہ موصوف واقع ہوتی ہے اور نہ صفت، اول اسلئے کہ ضمیر مخاطب و متکلم اعرف المعارف اور اوضح ہے لہٰذا ان کی وضاحت کے لئے صفت لانے کی ضرورت نہیں اور ضمیر غائب ان دو پر محمول ہے۔ اور ضمیر صفت اس لئے واقع نہیں ہوسکتی کہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے معنی فی المتبوع پر نہیں حالانکہ صفت وہ ہے جو معنی فی المتبوع پر دلالت کرے۔

(٦) قولہ والموصوف اَخص الخ یعنی موصوف صفت سے اَخص یعنی اعلیٰ ہوگا یا مساوی، یہ اسلئے کہ اگر صفت اَخص ہو تو مزیۃ الفرع علی الاصل لازم آئیگا کیونکہ صفت فرع اور موصوف اصل ہوتا ہے۔ اعرف المعارف مضمرات ہیں پھر اَعلام پھر اسماء اشارات پھر معرف باللام اور موصولات ہیں ان دو میں مساوات ہے۔

(٧) قولہ ومِنْ ثَمّ لم یوصف الخ یہ ماقبل پر تفریع ہے کہ موصوف کا اَخص یا مساوی ہونا ضروری ہے، پس معارف میں ادنیٰ درجہ موصول اور معرف باللام کا ہے لہٰذا معارف میں سے کوئی معرفہ معرف باللام کی صفت نہیں ہوسکتا ورنہ مزیۃ الفرع علی الاصل لازم آئیگا۔ ہاں معرف باللام کی صفت موصول اور معرف باللام ہوسکتا ہے، جیسے: ''جاء نی الرجل الفاضل وجاء نی الرجل الذی کان عندک اَمس''، اسی طرح ایسے اسم کا معرب باللام کے لئے صفت واقع ہونا بھی درست ہے جو معرف باللام کی طرف بالواسطہ یا بلاواسطہ مضاف ہو کیونکہ مضاف تعریف میں مضاف الیہ کے مساوی ہوتا ہے جیسے: ''جاء نی الرجل صاحب

الفرس،وجاء نی الرجل صاحب لجام الفرس"۔

(۸)قولہ وانما اُلتزم وصف الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے،سوال یہ ہے کہ موصوف صفت سے اَخص یا مساوی ہوگا تو "ھذا" اسم اشارہ کی صفت "ھذا" اسم اشارہ صحیح ہونا چاہئے کیونکہ دونوں آپس میں مساوی ہیں حالانکہ یہ جائز نہیں بلکہ "ھذا" کی صفت معرف باللام لائی جاتی ہے۔نیز ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر "ھذا" کی صفت معرف باللام لائی جاتی ہے تو مضاف الی معرف باللام بھی درست ہونی چاہئے حالانکہ مضاف الی معرف باللام بھی "ھذا" کی صفت واقع نہیں ہوسکتی؟

جواب:۔"ھذا" اسم اشارہ میں وضعاً ابہام ہے جوکہ بیان جنس کا مقتضی ہے لہذا دوسرے "ھذا" سے یہ ابہام دورنہیں ہوسکتا اسلئے "ھذا" کی توصیف دوسرے "ھذا" سے صحیح نہیں۔اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مضاف الٰی معرف باللام میں خود ابہام ہے جو اضافت کی وجہ سے رفع ہوا ہے تو "ھذا" کا مضاف الی معرف باللام کے ذریعہ اپنا ابہام رفع کرنا استعارۃ من المستعیر والسوال من المحتاج الفقیر ہے پس مضاف الٰی معرف باللام دوسرے کا ابہام رفع نہیں کرسکتا،اسلئے "ھذا" اسم اشارہ کی صفت صرف معرف باللام لائی جاتی ہے۔اور موصول معرف باللام پر محمول ہے کیونکہ موصول باصلہ تعریف میں معرف باللام کے مساوی ہے لہذا "مررت بھذاالذی اکرم" جائز ہے۔

(۹)قولہ ومِنْ ثَمَّ الخ یہ مزید ترقی ہے کہ کبھی اسم اشارہ کی صفت معرف باللام ہوتے ہوئے بھی اس میں ضعف ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے موصوف کی جنس کو بیان کر کے ابہام رفع نہ کرسکتی ہو جیسے:"مررت بھذاالابیض" میں "الابیض" کسی ایک جنس کے ساتھ خاص نہیں پس یہ اپنے موصوف کی جنس کو بیان نہیں کرسکتا لہذا یہ ترکیب ضعیف ہے مگر چونکہ فی الجملہ "الابیض" ابہام کو رفع کرتا ہے لہذا ممتنع بھی نہیں۔اور "مررت بھذاالعالم" حسن ہے اسلئے کہ وصف سے رفع ابہام بالکلیہ ہوگیا ہے کہ مشارالیہ انسان بلکہ خاص مرد یعنی عالم ہے۔

درس نمبر۱۳۵

(۱)العطف تابع مقصود بالنسبة مع متبوعه ويتوسط بينه وبين متبوعه احدالحروف العشرة وسيأتي مثل قام زيدٌوعمروٌ،(۲)واذاعطف على المرفوع المتصل اُكِّدَبمنفصل مثل ضربت اَناوزيدٌ،الاّاَنْ يقع فصل فيجوز تركه مثل ضربت اليوم وزيدٌ،(۳)واذاعطف على الضمير المجرور اُعِيدَالخافض نحومررت بك وبزيد

ترجمہ:۔عطف ایسا تابع ہے جو مقصود بالنسبۃ ہوتا ہے اپنے متبوع کے ساتھ اور اسکے اور اسکے متبوع کے درمیان دس حروف عاطفہ میں سے ایک آتا ہے جنکی تفصیل آئیگی جیسے:"قامَ زیدٌ وعمروٌ"،اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو اسکی تاکید منفصل کے ساتھ لائی جاتی ہے جیسے:"ضَربتُ اَناوزیدٌ" لیکن اگر کوئی فصل واقع ہوجائے تو ترک جائز ہے جیسے "ضربتُ الیوم وزیدٌ"،اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو حرفِ جار کا اعادہ کیا جاتا ہے جیسے:"مررت بک وبزید"۔

(۱)قولہ العطف تابعٌ الخ مصنفؒ بیان نعت سے فارغ ہوگئے تو معطوف بحرف کے بیان کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے

ہیں: معطوف بحرف العطف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ نسبت میں مقصود ہو یعنی نسبت سے مقصود تابع ومتبوع دونوں ہوں، معطوف اور اسکے متبوع کے درمیان دس حروف عطف میں سے ایک واقع ہو جن کا ذکر مباحث حروف میں آئیگا۔ تعریف میں ''تابعٌ'' بمنز لہ جنس کے ہے''مقصودٌ بالنسبة'' سے نعت، تاکید اور عطف بیان خارج ہو گئے کیونکہ یہ مقصود بالنسبۃ نہیں اور''مع متبوعه'' سے بدل خارج ہوا کیونکہ بدل میں متبوع مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتا صرف تابع مقصود بالنسبۃ ہوتا ہے۔

سوال:۔''لا، بَل، لٰکن'' کے ذریعہ معطوف میں تو اَحَدُ الامرین مراد ہوتا ہے لہذا معطوف بھذہ الحروف کو معطوف نہیں کہنا چاہئے کیونکہ معطوف وہ ہے جس میں معطوف ومعطوف علیہ دونوں مقصود بالنسبۃ اور مراد ہوں؟

جواب:۔ متبوع کے مقصود ہونے سے مراد یہ ہے کہ تابع کیلئے توطیہ وتمہید نہ ہو اور تابع کے مقصود ہونے سے مراد یہ ہے کہ متبوع پر متفرع نہ ہو لہذا معطوف علیہ اور ان حروف کے ذریعہ معطوف بایں معنی مقصود ہے۔

سوال:۔ تعریف تو''یتوسط بینه الخ'' کے بغیر بھی تام ہے پھر اس جملہ کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:۔ یہ صرف مزید وضاحت کی غرض سے لایا گیا ہے۔

سوال:۔ اتنی تعریف کافی تھی کہ ''العطف تابعٌ یتوسط بینه وبین متبوعه'' تو مصنفؒ نے ''مقصودٌ بالنسبة مع متبوعه'' کیوں بڑھایا ہے؟

جواب:۔ اسکے بغیر تعریف مانع عن دخول غیر نہ ہوتی کیونکہ اسوقت وہ صفات داخل ہو جاتیں جن کے اور متبوع کے درمیان میں حروف عاطفہ میں سے کوئی ایک واقع ہو جیسے: ''زیدٌ العالم والشاعر والدبیر'' کہ ''الشاعر والدبیر''، ''زیدٌ'' کے لئے صفات ہیں پھر بھی ان پر آپکی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

(۲) قوله واذا عطف علی المرفوع الخ یعنی جب آپ ضمیر مرفوع متصل پر کسی چیز کو عطف کرینگے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائینگے یہ اسلئے کہ ضمیر مرفوع متصل بوجہ شدّۃ اتصال کے لفظاً ومعناً بمنزلہ جزء کلمہ کے ہے اور معطوف مستقل کلمہ ہوتا ہے تو مستقل کلمہ کا عطف جزء کلمہ پر آئیگا جو کہ ناجائز ہے۔ اور ضمیر مرفوع کی قید سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر ضمیر مجرور یا منصوب متصل ہو تو اس پر عطف بلا تاکید جائز ہے جیسے: ''مررتُ بِکَ وَبزید''، ''ضَربْتُکَ وزیداً''۔

سوال:۔ ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید کے بعد عطف مؤکَّد پر ہے یا مؤکِّد پر ہے اگر اول پر ہے تو محذور مذکور لازم آئیگا اور اگر ثانی پر ہے تو پھر معطوف نہیں رہیگا بلکہ مؤکِّد پر معطوف ہونے کی وجہ سے تاکید بن جائیگا؟

جواب:۔ عطف مؤکَّد پر ہے اور اس صورت میں یہ ضمیر، منفصل کے ساتھ مؤکَّد ہونے وجہ سے صرف متصل نہیں رہے گی لہذا جائز ہے۔

فائدہ:۔ اور اگر ضمیر متصل ومعطوف کے درمیان فاصل آیا ہو تو پھر عطف بغیر تاکید بمنفصل بھی جائز ہے خواہ فاصل حرفِ عطف کے بعد ہو جیسے ﴿مَا اَشْرَکْنَا وَلَا اٰبَاءُ نَا﴾، یا حرف عطف سے پہلے ہو جیسے: ''ضَرَبتُ الیومَ وزیدٌ''۔ اور وجہ جواز یہ ہے کہ اس وقت شی

فاصل بمنزلہ تاکید بمنفصل کے ہے۔ نیز اگر تاکید بمنفصل لائینگے تو طوالت کا خطرہ ہے اسلئے طوالت سے بچنے کیلئے بغیر تاکید بمنفصل کے عطف جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ''یـــجــوز'' سے اشارہ کیا کہ اگر پھر بھی تاکید بمنفصل کی گئی تو ممنوع نہ ہوگی جیسے قول باری تعالیٰ ﴿فَكُبْكِبُوْا فِيهَاهُمْ وَالْغَاوٗن﴾ میں ''فیھا'' کے ساتھ فصل کے باوجود ''ھُمْ ضمیر منفصل کو ذکر کیا ہے۔ **(۳)قولہ واذاعطف الضمیر المجرور الخ** یعنی جب ضمیر مجرور پر کسی چیز کو عطف کرینگے تو جار (خواہ حرف ہو یا اسم) کا اعادہ ضروری ہے ورنہ تو عطف کلمہ کے جزء پر لازم آئیگا ہے کیونکہ ضمیر مجرور عاملِ جارہ کے جزء کی طرح ہے اسلئے کہ ضمیر مجرور کا جار کے ساتھ شدتِ اتصال ہے۔

سوال:۔اعادۂ خافض کی صورت میں تو معطوف میں معمول واحد پر توارد عاملین لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے؟

جواب:۔معطوف عاملِ اول کی وجہ سے مجرور ہے ثانی معنًی کالعدم ہے جس کی دلیل یہ قول ہے ''المـال بینی وبینک'' کیونکہ لفظ ''بین'' مضاف نہیں ہوتا مگر متعدد کی طرف، یہاں اگر دونوں ''بین'' عامل قرار دیئے جائیں تو مضاف الیہ متعدد نہ ہوگا۔

درس نمبر ۱۳۶

(۱)والمعطوف فی حکم المعطوف علیه،(۲)ومِنْ ثَمّ لم یجز فی مازیدبقائم اوقائماو لاذاهبٌ عمروٌالّاالرفع،(۳)واِنّماجازالذی یطیرفیغضب زیدٌالذباب لانّهافاء السببیة،(٤)واذا عطف علی عاملین مختلفین لم یجز،خلافاللفرا،(۵)الّافی نحوفی الدارزیدٌوالحجرة عمروٌ،(٦)خلافالسیبویه

ترجمہ:۔اور معطوف حکم میں معطوف علیہ کے ہوتا ہے، اسی وجہ سے ''مازیدٌبقائم اوقائماًو لاذاهبٌ عمروٌ'' میں صرف رفع جائز ہے، اور ''الذی یطیر فیغضب زیدٌالذباب'' جائز ہے اسلئے کہ اس میں فاء سببیہ ہے، اور جب دو مختلف عاملوں پر عطف کیا جائے تو جائز نہیں اس میں فرّا کا اختلاف ہے لیکن ''فی الدارزیدٌوالحجرة عمروٌ'' جیسی مثالوں میں جائز ہے جواز میں سیبویہ کا اختلاف ہے۔

(۱)**قولہ والمعطوف فی حکم الخ** یعنی معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو چیز معطوف علیہ کے لئے جائز ہوتی ہے وہ معطوف کے لئے بھی جائز ہوگی اور جو معطوف علیہ کے لئے ممتنع ہوگی وہ معطوف کے لئے بھی ممتنع ہوگی جیسے: ''جَاءَ زیدٌ وعمروٌ'' میں زید فاعل ہے لہٰذا اس کے لئے رفع واجب اور نصب ممتنع ہے تو عمرو معطوف کے لئے بھی رفع واجب اور نصب ممتنع ہوگا۔

ســـوال:۔یہ تسلیم نہیں کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے کیونکہ کبھی معطوف مبنی اور معطوف علیہ معرب ہوتا ہے اور کبھی اسکا عکس ہوتا ہے، اور کبھی معطوف معرفہ اور معطوف علیہ نکرہ ہوتا ہے یا بالعکس، اور کبھی معطوف مفرد ہوتا ہے اور معطوف علیہ تثنیہ یا جمع ہوتا ہے یا بالعکس؟

جواب:۔احوال دو قسم پر ہیں۔/**نمبر۱**۔جو ماقبل سے معطوف علیہ کو عارض ہوں۔/**نمبر۲**۔جو من حیث نفسہ معطوف علیہ کو عارض ہوں سوال میں ذکر احوال قسم ثانی سے ہیں اور معطوف قسم اول میں معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

سوال:۔''رُبَّ شاة و سخلتها'' میں ''سخلتها'' معطوف علیہ کے حکم میں نہیں کیونکہ ''سخلتها'' بوجہ اضافت معرفہ ہے جبکہ معطوف علیہ یعنی ''شاة'' نکرہ ہے؟

جواب:۔''سخلتھا''عدم تعیّن کے قصد کی وجہ سے نکرہ کی تاویل میں ہے''ای رُبَّ شاۃ وسخلۃ لھا''۔**/نمبر ۲**۔دوسرا جواب یہ ہے کہ''رُبّہ رجلا'' کی طرح''سخلتھا''کو نکارتِ ضمیر پر حمل کیا جائیگا''ای رُبَّ شاۃ وسخلۃ شاۃ''یعنی ضمیر''شاۃ'' مذکورہ کی طرف عائد نہ ہو بلکہ''شاۃ''مطلقہ کی طرف عائد ہو۔

(۲)**قولہ ومن ثَمّ الخ** یعنی چونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے تو''مازیدٌ بقائم ولاذاھب عمروٌ''اور''مازیدٌ قائماو لاذاھب عمرو'' جائز نہیں اسلئے کہ جب''ذاھبٌ'' کو ہم نے''بقائمٍ''پر عطف کیا تو قائم چونکہ زید کیلئے خبر ہے اس میں ایک عائد ہے جو زید کی طرف راجع ہے جبکہ''ذاھبٌ''میں عائد نہیں کیونکہ اس کا فاعل''عمرو''اسم ظاہر ہے۔اسی طرح نصب کی صورت میں بھی ہے تو معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوا لہذا''ذاھب'' کو مجرور یا منصوب پڑھنا جائز نہیں۔البتہ''ذاھبٌ'' کو مرفوع پڑھنا جائز ہے اسلئے کہ مرفوع پڑھنے کی صورت میں''ذاھبٌ'' خبر مقدم اور عمرو مبتدأ مؤخر ہو جائیگا مبتدأ وخبر ملکر عطف الجملہ علی الجملہ ہو جائیگا۔

(۳)**قولہ وانّما جاز الذی یطیر الخ** یہ سوال مقدر کا جواب ہے،سوال یہ ہے کہ''الذی یطیر الخ''میں''یَطِیرُ'' معطوف علیہ ہے اس میں ضمیر راجع بسوئے موصول ہے فاء عاطفہ اور''یَغضِب'' معطوف ہے مگر معطوف میں ضمیر نہیں تو یہ ترکیب ناجائز ہونی چاہئے حالانکہ یہ جائز ہے؟۔مصنفؒ نے جواب دیا کہ''فیغضِبُ''میں فاء عاطفہ نہیں بلکہ سببیہ ہے لہذا یہ مما نحن فیہ سے نہیں۔اور یا ہم کہتے ہیں کہ فاء سببیت مع العطف کیلئے ہے مگر ایسی فاء دو جملوں کو ایک کی طرح بنا دیتی ہے لہذا اس رابط پر اکتفاء کیا جائیگا جو جملہ اولیٰ میں ہے۔اور یا کہا جائیگا کہ عائد مقدر ہے تقدیری عبارت ہے''الذی یطیر فیغضب زیدٌ بطیرانہ الذباب''۔

(٤)**قولہ واذاعطف علی عاملین الخ ای اذاعطف علی معمولی عاملین مختلفین الخ** یعنی اگر ایک حرف عطف کے ذریعہ دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کو عطف کیا جائے تو جمہور نحاۃ کے نزدیک یہ جائز نہیں اسلئے کہ ایک حرف عطف بوجہ ضعف کے دو مختلف عاملوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتا جیسے:''اِنّ زیداً فی الدار وعمرواً الحجرۃ'' کہ''زیداً'' اور''الدار'' دو مختلف عاملوں کے دو معمول ہیں پھر''عمرواً''پر''زیداً''پر''الدار''اور''الحجرۃ''پر''الدار''ایک حرف عطف کے ذریعے معطوف ہیں تو یہ جائز نہیں۔حرف عطف عامل کا قائم مقام اس طرح ہوتا ہے مثلاً آپ کے قول''قامَ زیدٌ وعمروٌ'' کی اصل''قامَ زیدٌ وقامَ عمروٌ''ہے،واؤ''قامَ''ثانی کا قائم مقام ہے۔

سوال:۔مصنفؒ کی عبارت کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ''جب دو اسموں کو ایک حرف عطف کے ذریعے دو عاملوں پر عطف کیا جائے''،حالانکہ مقصود یہ معنی نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ''دو اسموں کو ایک حرف عطف کے ذریعے دو عاملوں کے دو معمولوں پر عطف کیا جائے''،لہذا عبارت مصنفؒ مقصود کے مطابق نہیں؟

جواب:۔عبارت میں مضاف مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے''اذاعطف علی معمولی عاملین الخ''۔اَوْ نقول عاملین

سے معمولین مراد ہیں وھذا من قبیل ذکر المؤثّر وارادۃ الاثر ہے ۔او نقول عطف کا لغوی معنی مراد ہے یعنی اِمالَۃ الاسمین الی نحو العاملین بان یجعلا معمولیھما۔

فرا نحوی ایک حرف عطف کے ذریعہ دو اسموں کو دو عاملوں کے دو معمولوں پر عطف کو جائز سمجھتے ہیں وہ قیاس کرتے ہیں عامل واحد کے دو معمولوں پر دو اسموں کو عطف کرنے پر۔ نیز وہ عرب کے اس مقولہ سے استدلال کرتے ہیں کہ ''مـا کـلُ سوداءٍ تـمـرۃً وبیضاءٍ شحمۃً'' کہ ''بیضاءٍ''، ''سوداءٍ'' پر اور ''شحمۃً''، ''تمرۃً'' پر ایک حرفِ عطف کے ذریعہ معطوف ہیں۔ نیز وہ قول شاعر پر قیاس کرتے ہیں، **شعر**:۔ اَکُلُ امرءٍ تحسبین امرأً:: ونارٍ توقّد باللیلِ ناراً۔

جمہور جواب دیتے ہیں کہ آپ کا عامل واحد کے دو معمولوں پر دو اسموں کو عطف کرنے پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ واو حرف عطف ضعیف ہے ایک عامل کا قائم مقام ہوسکتا ہے دو عاملوں کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ نیز آپکے دیگر دلائل سماعی ہیں ان پر قیاس جائز نہیں۔

(۵) قولہ الّا فی نحو فی الدار الخ یعنی ''فی الدار زیدٌ والحجرۃِ عمروٌ '' جیسی مثالیں جائز ہیں۔ اس جیسی مثال سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ معطوف و معطوف علیہ میں مجرور مقدم ہو اور اسکا مابعد مرفوع یا منصوب ہو تو یہ عربوں سے سماع کی وجہ سے جائز ہے اور خلافِ قیاس ہونے کی وجہ سے مورد سماع پر بند ہوگی۔

(٦) قولہ خلافاً لسیبویہ الخ یعنی سیبویہ کا جمہور کے ساتھ اختلاف ہے کیونکہ وہ اس عطف کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں نہ صور مسموعہ میں جائز قرار دیتے ہیں اور نہ غیر مسموعہ میں۔ اور جو مثالیں عربوں سے مسموع ہیں مثلاً ''فـی الـدار زیـدٌ والحجرۃِ عمروٌ'' اس میں وہ تاویل کرتے ہیں اس طرح کہ معطوف میں حرفِ جار مقدر مانتے ہیں تقدیری عبارت اس طرح ہے ''فـی الـدار زیـدٌ وفـی الحجرۃِ عمروٌ'' تو اس وقت عطف الجملۃ علی الجملہ ہو جائیگا نہ کہ ایک حرف کے ذریعہ سے دو عاملوں کے معمولوں پر عطف۔

درس نمبر ۱۳۷

(۱) التاکید تابعٌ یقرر أمر المتبوع فی النسبۃ او الشمول، (۲) وھو لفظیٌ و معنویٌ فاللفظی تکریر اللفظ الاول نحو جاء نی زیدٌ زیدٌ (۳) ویجری فی الالفاظ کلھا، (٤) والمعنوی بالفاظ محصورۃ وھی نفسہ وعینہ وکلاھما وکلہ واجمع واکتع وابتع وابصع، فالاولان یعُمّانِ باختلاف صیغتھما وضمیرھما تقول نفسہ ونفسھا وانفسھما وانفسھم وانفسھنّ، (۵) والثانی للمثنّی تقول کلاھما وکلتاھما، (٦) والباقی لغیر المثنّی باختلاف الضمیر فی کلہ وکلھا وکلھم وکلھنّ والصیغ فی البواقی تقول اَجمع وجمعاء واجمعون وجُمَعُ، (۷) ولا یُؤکّد بکل واجمع اِلّا ذو اجزاء یصح افتراقھا حِسا او حکما مثل اَکرمتُ القوم کلھم واشتریت العبد کلہ بخلاف جاء زیدٌ کلہ، (۸) واذا اُکِّد الضمیر المرفوع المتصل بالنفس والعین اُکِّد بمنفصل مثل ضَربتَ انتَ نفسک، واکتع واخواہ اَتباع لاجمع فلا تتقدم علیہ وذکرھا دونہ ضعیفٌ۔

ترجمہ:۔تاکید ایسا تابع ہے جومتبوع کے اُمر کوثابت کرتا ہے نسبت میں یا شمول میں، اور تاکید لفظی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی پس تاکید لفظی پہلے لفظ کے مکرر لانے سے ہوتی ہے جیسے:''جاء نی زیدٌ زیدٌ''اور تاکید لفظی تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے، اور معنوی چند الفاظ کے ساتھ خاص ہے اور وہ ''نفسه و عینه و کلاهما و کله و اجمع و اکتع و ابتع و ابصع'' ہیں، پس اول دونوں عام ہیں اپنے صیغے اور ضمیر کے اختلاف کے ساتھ جیسے تو کہے ''نفسه، نفسها، انفسهما، انفسهم''اور''انفسهنّ''، اور ثانی تثنیہ کیلئے ہے تو کہے''کلاهما و کلتاهما''اور باقی تثنیہ کے علاوہ کیلئے ہیں ضمیر کے بدلنے کے ساتھ''کله و کلها و کلهم و کلهنّ''میں، اور باقی میں صیغوں کے اختلاف کے ساتھ تو کہے''اجمع، جمعاء و اجمعون و جُمَعُ''، اور''کل و اجمع''سے تاکید نہیں لائی جاتی مگر ذو اجزاء کی جن کا جدا ہونا حساً یا حکماً صحیح ہو جیسے:''اکرمت القوم کلهم و اشتریت العبد کله''بخلاف''جاء زیدٌ کله''کے، اور جب تاکید لائی جاتی ہے ضمیر مرفوع متصل کی''نفس و عین''کے ذریعے تو منفصل کے ذریعے تاکید لائی جاتی ہے جیسے:''ضربتَ انت نفسک''، اور''اکتع''اور اسکے اخوات، ''اجمع''کے تابع ہیں پس اس سے پہلے نہیں لایا جائیگا اور ان کا ذکر کرنا اسکے بغیر ضعیف ہے۔

(۱) قولہ التاکید تابعٌ الخ مصنفؒ معطوف بالحرف کے بیان سے فارغ ہوگئے تو تاکید کے بیان کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں: تاکید وہ تابع ہے جو حال اور شانِ متبوع کو ثابت کرے نسبت میں کہ متبوع ہی منسوب ہے یا منسوب الیہ، کوئی اور چیز نہیں، یا شمول میں اپنے متبوع کے حال کو ثابت کرے یعنی جس حکم کی نسبت اس کے متبوع کی طرف ہو رہی ہے وہ حکم اس متبوع کے تمام افراد کو شامل ہے جیسے:''ضَرَبَ ضربَ زیدٌ''اور''ضَرَبَ زیدٌ زیدٌ''اور''اشتریت العبید کلهم''۔تعریف میں لفظ''تابعٌ''جنس ہے تمام توابع کو شامل ہے،''یُقرر أمر المتبوع''، فصل اول ہے جس سے معطوف بالحرف اور بدل خارج ہو گئے اور''فی النسبة الخ''سے صفت اور عطف بیان خارج ہو گئے۔تاکید سے غرض یا تو سامع سے دفع غفلت ہے یا جو سامع کو متکلم کے حق میں غلطی کا گمان ہے اس گمان کو دفع کرنا ہے یا جو سامع کو متکلم پر مجاز کا گمان ہے اسکو دفع کرنا ہے یا بصورت شمول دفعِ ظن تخصیص ہے۔

(۲) قولہ و هو لفظی الخ مصنفؒ تاکید کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو تاکید کی تقسیم کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں: تاکید کی دو قسمیں ہیں لفظی، معنوی۔تاکید لفظی وہ ہے جو لفظ اول کو مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے جیسے:''جاء نی زیدٌ زیدٌ''۔اور معنوی وہ ہے جو معنی کے لحاظ کرنے سے حاصل ہوتی ہے جیسے:''جاء نی القوم کلهم''۔

(۳) قولہ و یجری الخ یعنی تاکید لفظی تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے یعنی اسماء، افعال اور حروف، اسی طرح مفردات اور مرکبات سب میں جاری ہوتی ہے جیسے:''جاء زیدٌ زیدٌ و ضرب ضرب زیدٌ و انّ انّ زیداً قائمٌ، و زیدٌ قائم زیدٌ قائمٌ''۔'' یجری'' کی ضمیر مطلق تکریر کی طرف راجع ہے نہ کہ تکریر اصطلاحی کی طرف جو اسم کے ساتھ خاص ہے یہ اس لئے کہ''فی الالفاظ کلها''سے متبادر عموم الفاظ ہے، جبکہ تکریرِ اصطلاحی صرف اسم میں پائی جاتی ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ''یجری''کی ضمیر تکریر خاص یعنی تاکید لفظی اصطلاحی کی طرف راجع ہو اور''فی الالفاظ کلها''میں''الالفاظ''کا الف لام عہدی ہو معہود الفاظ یعنی اسماء مراد ہوں، مطلب

یہ ہو کہ تکریرِ اصطلاحی یعنی تاکیدِ لفظی تمام اسماء میں جاری ہوتی ہے بخلاف تاکیدِ معنوی کے کہ وہ چند مخصوص الفاظ میں پائی جاتی ہے۔

(۴)قولہ والمعنوی الخ یعنی تاکیدِ معنوی چند مخصوص الفاظ میں پائی جاتی ہے ان کے علاوہ میں نہیں، اور وہ الفاظ ''نفس، عین، کلاو کلتا، کل، اجمع، اکتع، ابتع، ابصع'' ہیں۔ پھر ان میں سے اول دو یعنی ''نفس'' اور ''عین'' عام ہیں مفرد، تثنیہ، جمع سب کیلئے آتے ہیں البتہ متبوع کے لحاظ سے انکا صیغہ اور ضمیر بدلتی ہے یعنی اگر متبوع مذکر مفرد ہو تو انکا صیغہ اور ضمیر مفرد مذکر ہوگی جیسے: ''جاء خالدنفسه'' اور اگر متبوع جمع ہو تو انکا صیغہ وضمیر جمع ہوگی جیسے: ''جاء الزیدون انفسهم''۔ البتہ متبوع اگر تثنیہ ہو تو ضمیر تو متبوع کے مطابق ہوگی مگر صیغہ جمع ہوگا جیسے: ''جاء الزیدان انفسهما'' اور بعض عربوں سے صیغہ کا بھی تثنیہ پڑھنا ثابت ہے جیسے: ''جاء الزیدان نفساهماوعیناهما''۔

فائدہ:۔ ''اکتع، ابتع، ابصع'' میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ انکے کوئی معنی نہیں جب ''اَجمعُ'' کے ساتھ ذکر کئے جائیں تو بمعنی ''اَجمع'' کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ معنی دار الفاظ ہیں ''اَکتعُ''، ''حولِ کتیع'' بمعنی ''حولِ تام'' سے ہے، اور ''ابصع'' ''بصع العرق'' بمعنی ''سِیْلَ العرق'' سے ہے اور ''ابتع''، ''بتع'' بمعنی ''طول العنق مع شدّة المغزر'' سے ہے (المغزر موضع اتصال العنق بالصدر)۔

(۵)قولہ والثانی لمثنّی الخ قسم ثانی یعنی ''کلاهما'' اور ''کلتاهما'' تثنیہ کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور مذکر کے لئے اور ثانی مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے: ''جاء الرجلان کلاهما'' اور ''جاء تنی المرآتان کلتاهما''۔ مصنفؒ نے ''نفس'' اور ''عین'' کو ایک قسم شمار کر کے ''کِلا'' کو ثانی کہا ورنہ ثانی تو ''عین'' ہے ''کِلا'' تو ثالث ہے۔

(۶)قولہ والباقی لغیرہ الخ یعنی ''کلاو کلتا'' کے علاوہ باقی غیر تثنیہ کیلئے ہیں یعنی ''کلّ، اجمع، اکتع'' وغیرہ غیر تثنیہ کیلئے ہیں۔ نیز ''کل'' میں ضمیر متبوع کے مطابق بدلتی ہے صیغہ نہیں بدلتا جیسے: ''اشتریت العبد کله'' اور ''اشتریت الجاریة کلها'' اور ''جاء تِ النساء کلهنّ''۔ اور ''اجمع'' وغیرہ میں صرف صیغہ بدلتا ہے جیسے: ''اشتریت العبد کله اجمع اکتع ابتع ابصع'' اور ''جاء القوم کلهم اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون'' اور ''اشتریت الجاریة کلهاجمعاء کتعاء بتعاء بصعاء'' اور ''جاء تِ النسوة کلهنّ جُمَعُ کُتَعُ بتَعُ بُصَعُ''۔

(۷)قولہ ولا یُؤکّدبکل الخ یعنی ''کلّ'' اور ''اجمعُ'' کے ساتھ صرف اس شی کی تاکید لائی جاتی ہے جو ذو اجزاء ہو جس کا افتراق حساً یا حکماً صحیح ہو کیونکہ ''کلّ'' کلیت پر اور ''اجمعُ'' جمعیت پر دال ہے اور کلیت و جمعیت ذو اجزاء ہی میں متحقق ہوتی ہے جیسے: ''اَکرمت القوم کلهم'' کہ قوم کے افراد کا حساً افتراق صحیح ہے، اور ''اشتریت العبد کله'' میں ''عبد'' اگر چہ حساً ذو اجزاء نہیں لیکن حکماً ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ نصف ''عبد'' ایک خرید لے اور نصف دوسرا۔ بخلاف ''جاء زیدٌ کله'' کے کیونکہ مجیئت کے اعتبار سے

زید ذو اَجزاءنہیں نہ حساً اور نہ حکماً اسلئے یہ کہنا صحیح نہیں۔

(۸)قوله واذا اُكِّدالضمير الخ یعنی اگر ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لفظ''نفس''اور''عین''کے ساتھ لائی جائے تو ضمیر متصل کو منفصل کے ساتھ مؤکد کرنا ضروری ہے ورنہ تو بصورت ضمیر مستتر تاکید اور فاعل میں التباس آئے گا جیسے:''زیدٌ اکرمنی هو نفسه''یا''ضربت انتَ نفسک''۔اور ضمیر بارز کو ضمیر مستتر پر طرداً للباب حمل کرتے ہیں۔

اور یہ قید کہ''ضمیر مرفوع ہو''اسلئے لگائی کہ ضمیر منصوب ومجرور متصل کی تاکید''نفس''اور''عین''کے ساتھ بغیر تاکید بمنفصل لائی جاسکتی ہے جیسے:''ضربتک نفسک''اور''مررت بِک نفسک'' کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں۔اسی طرح یہ قید لگائی کہ''مؤکَّد نفس یاعین ہو''یہ اسلئے کہ اگر مؤکِّد''کلٌ''یا''اجمَع''ہوتو تاکید بمنفصل ضروری نہیں جیسے:''القوم جاؤنی کلهم اجمعون'' کیونکہ التباس بالفاعل کا خطرہ نہیں اسلئے کہ''کلٌ''اور''اَجمَعُ''بہت کم عامل کے ساتھ متصل ہوتے ہیں جبکہ''نفس''اور''عین'' بکثرت عوامل کے ساتھ متصل ہوتے ہیں پس ان کا فاعل واقع ہونا صحیح ہے اس لئے یہ تاکید کے محتاج ہیں۔جبکہ''کلٌ''اور''اجمَع''ایسا نہیں تو یہ تاکید کے بھی محتاج نہیں۔

درس نمبر ۱۳۸

(۱)البدل تابع مقصوذٌبمانُسبَ الى المتبوع دونه،(۲)وهو بدل الكل والبعض والاشتمال والغلط،فالاول مدلوله مدلول الاول والثانى جزئه والثالث بينه وبين الاول ملابسة بغيرهما،(۳)والرابع ان تقصداليه بعدان غلطت بغيره،(٤)ويكونان معرفتين ونكرتين ومختلفتين،(۵)واذاكان نكرة من معرفة فالنعت مثل بالناصية ناصية كاذبة

ترجمہ:۔بدل وہ تابع ہے جو مقصود ہوتا ہے اس نسبت سے جو اسکے متبوع کی طرف ہوتی ہے نہ کہ متبوع،اور وہ بدل الکل اور بدل البعض اور بدل الاشتمال اور بدل الغلط ہے،پس پہلا اسکا مدلول وہی ہوتا ہے جو متبوع کا ہوتا ہے اور ثانی وہ جو اول کا جز ہو اور ثالث وہ جو کہ اول اور اسکے درمیان ملابست ہوتی ہے ان دونوں قسموں کے علاوہ،اور رابع وہ کہ تو ارادہ کرے اسکی طرف غیر کے ساتھ غلطی کرنے کے بعد،اور یہ دونوں معرفہ بھی ہوتے ہیں نکرہ بھی اور مختلف بھی،اور جب بدل نکرہ واقع ہو کسی معرفہ سے تو اسکی صفت لانا واجب ہے جیسے:''بالناصية ناصية كاذبة''میں۔

(۱)قوله البدل تابع الخ مصنفؒ تاکید کے بیان سے فارغ ہوگئے تو بدل کے بیان کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں:بدل وہ تابع ہے جو مقصود ہو اس نسبت سے جو اسکے متبوع کی طرف ہوتی ہے اور اس نسبت سے متبوع مقصود نہ ہو بلکہ وہ تابع کیلئے تمہید ہو جیسے:''جاء نی زیدٌ اَخوک'' کہ مجیت کی نسبت مقصوداً'' اَخوک'' کی طرف ہے زید کا ذکر تمہیداً ہے۔تعریف میں''تابعٌ''بمنزلہ

جنس کے ہے اور ''مقصودٌ بمانُسِبَ الی المتبوع'' کی قید سے نعت، تاکید اور عطف بیان خارج ہو گئے اور ''دونہ'' کی قید سے معطوف بالحرف خارج ہوا۔

سوال:۔ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ معطوف بلفظ ''بل'' داخل ہوا کیونکہ اس میں بھی تابع مقصود ہوتا ہے نہ کہ متبوع؟

جواب:۔ ابتداءً اس میں بھی معطوف علیہ مقصود ہوتا ہے غلطی ظاہر ہونے پر اس سے اعراض کر کے معطوف کا قصد کیا جاتا ہے لہذا بایں معنی اس میں معطوف و معطوف علیہ دونوں مقصود ہیں۔

سوال:۔ تعریف جامع نہیں کیونکہ وہ بدل جو ''الّا'' کے بعد واقع ہو خارج ہوا جیسے: ''ماقامَ احدٌ الّا زیدٌ'' کہ متبوع کی طرف عدم قیام کی نسبت ہے اور تابع کی طرف قیام کی، لہذا تابع اس نسبت کے ساتھ مقصود نہیں جو اس کے متبوع کی طرف ہے؟

جواب:۔ مثال مذکور میں منسوب قیام ہے اور نسبت عام ہے ایجابی ہو یا سلبی، بایں معنی مثال مذکور میں قیام تابع و متبوع دونوں کی طرف منسوب ہے۔

(۲) **قولہ وھو بدل الکل الخ** مصنفؒ بدل کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو بدل کی تقسیم کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ بدل کی چار قسمیں ہیں **بدل الکل، بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط**۔ وجہ حصر اس طرح ہے کہ بدل و مبدل منہ میں مناسبت ہوگی یا نہیں ثانی بدل غلط ہے اول تین حال سے خالی نہیں یا تو بدل مبدل منہ کا کل ہوگا یا جزء ہوگا اور یا دونوں میں سے ایک دوسرے پر مشتمل ہوگا اول بدل الکل ہے ثانی بدل البعض ہے اور ثالث بدل الاشتمال ہے۔

پس بدل الکل وہ ہے جس میں بدل کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول ہو جیسے: ''جاء زیدٌ اَخوکَ'' کہ ''زید'' اور ''اَخوک'' کا معنی ایک ہے جو زید کا مدلول ہے وہی ''اخوک'' کا مدلول ہے۔

سوال:۔ بدل الکل و عطف بیان میں فرق نہیں رہا کیونکہ عطف بیان میں بھی ثانی کا مدلول بعینہ اول کا مدلول ہوتا ہے؟

جواب:۔ دونوں میں فرق اس طرح ہے کہ اگر مقصود بالنسبۃ اول ہو اور ثانی اول کی توضیح کے لئے ہو تو یہ عطف بیان ہے اور اگر مقصود بالنسبۃ ثانی ہو اول صرف تمہید و توطیہ کے لئے ہو تو یہ بدل الکل ہے۔

بدل البعض وہ ہے جس میں بدل کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو جیسے: ''ضربت زیداً رأسہ'' کہ مدلولِ رأس جزء ہے مدلولِ زید کا۔ اور بدل الاشتمال وہ ہے جس میں بدل و مبدل منہ کے درمیان تعلق ہو مگر کلیت و جزئیت والا تعلق نہ ہو بلکہ کوئی اور تعلق ہو، جیسے: ''سُلِبَ زیدٌ ثوبہ'' یہاں زید مبدل منہ ہے اور ''ثوبہ'' بدل اشتمال ہے کیونکہ ''ثوبہ'' نہ زید کا کل ہے اور نہ جزء۔

سوال:۔ بدل الاشتمال کی تعریف مانع نہیں کیونکہ بدل الغلط داخل ہوا جیسے: ''ضربتُ زیداً حمارہ'' کیونکہ مثال مذکور میں بدل و مبدل منہ میں کلیت و جزئیت والا تعلق نہیں (مالکیت و مملوکیت والا تعلق ہے) لہذا یہ بدل الاشتمال ہونا چاہئے حالانکہ یہ بدل الاشتمال نہیں؟

جواب:۔ بدل و مبدل منہ کے تعلق سے مراد یہ ہے کہ نسبت الی المتبوع اجمالاً نسبت الی التابع پر دلالت کرے حالانکہ ''ضرب'' کی

نسبت زید کی طرف دال نہیں ''ضرب'' کی نسبت ''حمار'' کی طرف پر۔

(۳)قوله والرابع اَنْ تقصدالخ یعنی بدل الغلط وہ ہے جس میں مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اسکا ذکر کیا جائے ،جیسے: ''جاء نی زیدٌحماره''، متکلم نے غلطی سے ''حمار'' کے بجائے زید کہا پھر تدارک غلطی کیلئے ''حماره'' کہا تو ''حماره'' بدل الغلط ہے۔

(٤)قوله ویکونان معرفتین الخ بدل ومبدل منہ کبھی دونوں معرفہ ہوتے ہیں، جیسے: ''جاء نی زیدٌاَخوک'' اور کبھی دونوں نکرہ ہوتے ہیں، جیسے: ''جاء نی رجلٌ غلامٌ لک'' اور کبھی ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ ہوتا ہے جیسے ﴿بالناصیةِ ناصیة کاذبة﴾ کہ مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہے، اور ''جاء نی رجلٌ غلامُکَ'' کہ مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہے۔

(۵)قوله واذاکان النکرة الخ یعنی اگر مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو تو اس وقت بدل کیلئے نعت لانا لازم ہے کیونکہ بدل مقصود ہے اگر اس کے لئے صفت نہ لائی جائے تو مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئیگا جیسے قول باری تعالیٰ ہے ﴿بالناصیة ناصیة کاذبة﴾ کہ ''الناصیة'' مبدل منہ معرفہ ہے اور ''ناصیة'' بدل نکرہ ہے لہذا اس کے لئے ''کاذبةٌ'' صفت لایا۔

درس نمبر ۱۳۹

(۱)ویکونان ظاهرین ومضمرین ومختلفین،(۲)ولا یبدل ظاهرٌمن مضمربدل الکل الّامن الغائب نحوضربته زیداً،(۳)عطف البیان تابعٌ غیرصفة یوضح متبوعه مثل اَقْسَمَ بِاللّٰه ابوحفصٍ عمر،(٤)وفصله من البدل لفظافی مثل اَناابن التارک البکری بشر

ترجمہ:۔اور دونوں اسم ظاہر بھی ہوتے ہیں ضمیر بھی اور مختلف بھی ہوتے ہیں، اور اسم ظاہر کو بدل نہیں لایا جاتا مضمر سے بدل الکل کی صورت میں مگر غائب سے لاسکتے ہیں جیسے: ''ضربته زیداً''، عطفِ بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو اپنے متبوع کو واضح کرے جیسے: ''اُقسم باللّٰه ابوحفص عمر'' میں ''عمر'' عطفِ بیان ہے، اور عطفِ بیان کا بدل سے لفظی فرق ''اَناابن التارک الخ'' جیسی مثال میں واقع ہے۔

(۱)قوله او یکونان ظاهرین الخ یعنی کبھی بدل ومبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں جیسے: ''جاء زیدٌاَخوکَ''، کہ زید اور ''اخوک'' دونوں اسم ظاہر ہیں۔ اور کبھی دونوں ضمیر ہوتے ہیں جیسے: ''جاء نی الزیدان لقیتهما ایّاهما'' کہ ''لقیتهما'' کی ضمیر مبدل منہ ہے اور ''ایاهما'' بدل ہے۔ اور کبھی دونوں مختلف ہوتے ہیں یعنی ایک اسم ضمیر اور دوسرا اسم ظاہر ہوتا ہے جیسے: ''اخوک ضربته زیداً'' کہ مبدل منہ ''ضربته'' کی ضمیر ہے اور بدل ''زیداً'' اسم ظاہر ہے۔ اور ''اخوک ضربتُ زیداًایّاه'' کہ مبدل منہ ''زیداً'' اسم ظاہر ہے اور بدل ''ایّاه'' ضمیر ہے۔

(۲)قوله ولایبدل ظاهرَالخ یعنی اسم ظاہر ضمیر مخاطب ومتکلم سے بدل الکل نہیں بن سکتا اسلئے کہ اسم ظاہر بمنزلہ غائب کے

ہے تو ضمیر مخاطب و متکلم کا غائب ہونا لازم آتا ہے کیونکہ مدلولِ بدل و مبدل منہ ایک ہوتا ہے جب بدل غائب ہے تو مبدل منہ بھی غائب ہوگا۔ نیز ضمائر اسم ظاہر سے اقویٰ اور اخص ہیں تو اگر اسم ظاہر بدل بنے گا تو مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئیگا باوجود یکہ دونوں کا مدلول ایک ہے۔ ہاں اسم ظاہر بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط بن سکتا ہے کیونکہ ان صورتوں میں تابع اور متبوع کا مدلول ایک نہیں ہوتا تو قباحت بھی نہیں جیسے: ''اشتریتک نصفک، واشتریتنی نصفی'' (بدل البعض کی مثالیں ہیں) ''واعجبتنی علمک واعجبتک علمی'' (بدل الاشتمال کی مثالیں ہیں) ''وضربتک الحمار وضربتنی الحمار'' (بدل الغلط کی مثالیں ہیں)۔ اس طرح ضمیر غائب سے اسم ظاہر کے بدل بننے میں بھی قباحت نہ ہونا ظاہر ہے جیسے: ''ضربته زیداً''۔

(۳) **قولہ وعطف البیان الخ** مصنفؒ بدل کے بیان سے فارغ ہو گئے تو عطف بیان کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں: عطف بیان وہ تابع ہے جو غیر صفت ہو کر متبوع کی وضاحت کرے جیسے: ''اَقْسَمَ بِاللّٰہِ اَبُو حفص عمر'' میں ''عمر'' عطف بیان ہے غیر صفت ہو کر متبوع کی وضاحت کر رہا ہے۔ تعریف میں لفظ ''تابعٌ'' جنس ہے اور ''غیرُ صفةٍ'' فصل ہے جس سے نعت خارج ہو گئی اور ''یُوضحُ متبوعه'' سے دیگر توابع خارج ہو گئے۔

فائدہ:۔ اسم اور کنیت میں جو زیادہ مشہور ہو وہ عطف بیان ہوگا مثالِ مذکور میں اسم، کنیت سے زیادہ مشہور ہے اسلئے اسم عطف بیان ہے۔ یہ ایک دیہاتی کا قول ہے جو حضرت عمرؓ سے کہنے لگا کہ میں دور جا رہا ہوں میری اونٹنی کا کمر زخمی اور ٹانگ میں سراخ ہے مجھے اونٹ دیا جائے حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر کہا کہ تو جھوٹا ہے اعرابی چلا گیا اور راستے میں یہ شعر پڑھتا رہا۔

شعر: اقسَم باللّٰه اَبو حفص عمر :: مامسّهامِنْ نقب ولادَبر :: اِغْفِر اللّٰهمّ اِنْ کانَ فَجر (ابوحفص عمرؓ نے قسم کھائی کہ اس اونٹنی کو نقب اور دبر کی بیماری نے نہیں چھوا ہے، اے اللہ اس کی مغفرت فرما اگر اس سے غلطی ہوگئی ہے)

حضرت عمرؓ سُن رہے تھے تو کہنے لگے ''اَللّٰهمّ صَدِّق صَدِّقْ ای فی سوال غفرانه لی'' حضرت عمرؓ دیہاتی کو بلایا اور اس کی اونٹنی سے سامان اتار دیا دیکھا تو دیہاتی کو سچا پایا پس حضرت عمرؓ نے اپنا ذاتی اونٹ اور پوشاک دیہاتی کو دے کر رخصت کر دیا۔

(٤) **قولہ وفصلہ من البدل الخ** عطفِ بیان اور بدل الکل میں معنوی فرق تو ظاہر ہے کہ بدل میں مقصود بالنسبة بدل ہوتا ہے مبدل منہ برائے تمہید ہوتا ہے اور عطف بیان میں مقصود متبوع ہوتا ہے عطفِ بیان متبوع کی توضیح کے لئے ہوتا ہے۔ مگر لفظی فرق خفی ہے اسلئے مصنفؒ اسکو بیان فرماتے ہیں کہ ''اَنا ابن التارک الخ'' جیسی مثال میں بدل اور عطفِ بیان میں فرق واضح ہو جاتا ہے کیونکہ مثالِ مذکور میں ''بشرٍ'' عطف بیان ہے تو اگر اس کو ''البکری'' سے بدل قرار دینگے تو بدل حکم میں تکریر عامل کے ہوتا ہے تو تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ''اَنا ابن التارک البکری التارک بشر'' اور یہ جائز نہیں کیونکہ یہ ترکیب (التارک بشر) ''الضارب زید'' جیسی ترکیب ہے، اور ''الضارب زید'' جائز نہیں کیونکہ اس میں اضافتِ لفظی کے ہوتے ہوئے تخفیفِ لفظی حاصل نہیں ہوئی ہے جو کہ جائز نہیں تو ''التارک بشر'' بھی جائز نہیں۔

اورعطف بیان کی صورت میں چونکہ عطف بیان حکم میں تکریر عامل کے نہیں ہوتا تو یہ ترکیب ''التارک البکری'' ہی رہے گی جوکہ ''الضارب الرجل'' کی طرح ہےاور ''الضارب الرجل'' محمول ہے ''الحسن الوجه'' پرلہذا جائز ہےتو ''التارک البکری'' بھی جائز ہے۔

اس مثال سے ہروہ ترکیب مراد ہے جس میں عطف بیان کا متبوع معرف باللام ہواورصفت معرف باللام اسکی طرف مضاف ہواور یہ اس کیلئے مضاف الیہ ہو، مثال مذکور میں ''بشر'' عطفِ بیان ہے اور ''البکری'' اس کا متبوع ہے جوکہ ''التارک'' کا مضاف الیہ ہےاور ''التارک'' صیغہ صفت معرف باللام مضاف ہے۔اسی طرح ''الضارب الرجل زید'' بھی ہے۔

پوراشعراس طرح ہے **شعر**:۔اَنَاابن التارک البکری بشر::علیه الطیرترقبه وقوعا

ترجمه:۔میں اس شخص کا بیٹا ہوں جوبکری بشر جیسے بہادر شخص کومیدان جنگ میں قتل کر کے چھوڑنے والا ہےاس حال میں کہ پرندے اس پرٹوٹ پڑنے کیلئے انتظارکررہے ہوں (تا کہ روح نکلےتو ہم کھائیں)۔

تمّ بحث المعرب فللّٰه الحمداوّلاًو آخراً

درس نمبر ۱۴۰

(۱)المبنی ماناسب مبنی الاصل اووقع غیرمرکب،(۲)والقابه ضمٌ وفتحٌ و کسرٌووقفٌ،(۳)وحکمه اَنْ لایختلف آخره لاختلاف العوامل،(٤)وهی المضمرات واسماء الاشاراةوالموصولات والمرکبات والکنایات واسماء الافعال والاصوات وبعض الظروف

ترجمه: مبنی وہ اسم ہے جومبنی الاصل کے مناسب ہو یا غیر مرکب واقع ہو،اوراسکے حرکات وسکنات کا نام ضم،فتح،کسراوروقف ہے،اور اسکا حکم یہ ہے کہ اسکا آخرعوامل کے اختلاف سے نہ بدلے،اوروہ مضمرات،اسماءاشارات،موصولات،مرکبات،کنایات،اسماء افعال،اسماءاصوات اوربعض ظروف ہیں۔

(۱)**قوله المبنی ماناسب الخ** مصنفؒ معرب اسماء کے بیان سے فارغ ہوگئےتو مبنی اسماء کے بیان کوشروع فرمایا۔**مطلق** مبنی اس سے عبارت ہے کہ جس کی حرکات وسکنات من غیرالعامل ہوں یعنی کسی عامل کی تابع نہ ہوں۔پھراسکی دوقسمیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔ مبنی الاصل جو بناء میں غیر کامحتاج نہ ہوجیسے فعل ماضی، اَمر حاضراور جملہ حروف ہی۔/**نمبر ۲**۔مبنی غیرالاصل وہ ہے جو بناء میں غیر کامحتاج ہو۔اسکی دوقسمیں ہیں۔(۱)اسم غیر متمکن یعنی جواسم مبنی الاصل کا مشابہ ہوجیسے ضمائر،اسماءاشارات،موصولات وغیرہ۔(۲)۔اسم متمکن جب غیر کے ساتھ مرکب نہ ہوجیسے زید،عمرو،بکروغیرہ، یہ قسم مبنی بالفعل اورمعرب بالقوہ ہے۔مصنفؒ نے صرف مبنی غیرالاصل کی تعریف کی ہے کہ جومبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوجیسے ضمائر جواحتیاج الی المرجع میں حرف کے ساتھ مشابہ ہیں۔یاترکیب میں واقع نہ ہوجیسے وہ اسم متمکن جوترکیب میں واقع نہ ہو۔

سوال:۔ یہ تعریف مضارع پر صادق ہے کیونکہ مضارع بھی مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہے کیونکہ مضارع ماضی کی طرح نکرہ کیلئے صفت واقع ہوتا ہے حالانکہ مضارع مبنی نہیں؟

جواب:۔تعریف میں ''ما'' سے مراد اسم ہے اور مضارع فعل ہے۔

سوال:۔ غیر منصرف فعل ماضی کے ساتھ وجودِ فرعیتین میں مشابہ ہے حالانکہ غیر منصرف مبنی نہیں؟

جواب:۔''نَاسَبَ'' سے مراد منع اعراب میں مؤثر مناسبت ہے غیر منصرف کی مناسبت ایسی نہیں۔

سوال:۔مبنی کی تعریف مبتدأ وخبر پر صادق ہے کیونکہ ترکیب سے مراد ترکیب مع العامل ہے اور مبتدأ وخبر کا عامل معنوی ہے جسکے ساتھ ترکیب محال ہے تو مبتدأ وخبر بھی غیر مرکب ہونے کی وجہ سے مبنی ہونے چاہئیں؟

جواب:۔ترکیب سے مراد ترکیب مع الغیر ہے پھر خواہ عامل ہو یا غیر عامل اور مبتدأ وخبر میں سے ہر ایک اپنے صاحب کے ساتھ مرکب ہے۔

(۲)قولہ والقابہ ضمّ الخ ای القاب حرکات المبنی الخ یعنی مبنی کی حرکات اور سکنات کے القاب ضم، فتح، کسر اور وقف ہیں یعنی مبنی کی حرکات کو تعبیر کرتے وقت ضمہ، فتحہ وغیرہ کہیں گے، رفع، نصب اور جر نہیں کہیں گے مثلاً کہا جائے گا ''منذ'' مبنی علی الضم ہے یوں نہیں کہیں گے کہ ''منذ'' مبنی علی الرفع ہے۔

سوال:۔کسی شئ کا لقب اسی شئ کے ساتھ مختص ہوتا ہے جبکہ ان القاب کا اطلاق جس طرح کہ حرکات بنائیہ پر ہوتا ہے حرکات اعرابیہ پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ مصنفؒ نے معرب کا اعراب بیان کرتے ہوئے کہا تھا ''**بالضمة رفعا والفتحة نصبا الخ**''؟

جواب:۔لقب دو معنی میں مستعمل ہے، بمعنی الخاص، بمعنی العام۔ مستعمل بمعنی الخاص وہ ہے جس میں خصوص من الجانبین ہو یعنی اسم مسمّٰی کے ساتھ خاص ہو اور مسمّٰی اسم کے ساتھ خاص ہو اور مستعمل بمعنی العام وہ ہے جس میں خصوص مسمّٰی کی جانب سے ہو اسم کی جانب سے نہ ہو یعنی اسم کا اطلاق جس طرح کہ مسمّٰی پر ہو غیر پر بھی ہو جبکہ مسمّٰی سے تعبیر بغیر اسم مذکور کے صحیح نہ ہو اور مذکورہ القاب قسم ثانی کے قبیل سے ہیں۔

(۳)قولہ وحکمہ الخ مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے اختلاف سے نہ بدلے جیسے: ''**جاء هذا، رأيت هذا، مررت بهذا**''۔ ''**حکمه**'' کی ضمیر مبنی کی قسم اول کی طرف راجع ہے ورنہ اگر دونوں قسموں کی طرف راجع کرو گے تو معنی ہوگا کہ قسم ثانی جو عدم ترکیب کی وجہ سے مبنی تھی ترکیب کے بعد (دخولِ عامل کے بعد) بھی مبنی رہے گی حالانکہ ترکیب کے بعد قسم ثانی معرب ہو جائیگی۔

(٤)قولہ وهی المضمرات مبنی اسماء کی آٹھ قسمیں ہیں، مضمرات، اسماء اشارات، موصولات، اسماء افعال، اسماء اصوات، کنایات اور بعض ظروف۔ بعض ظروف سے اشارہ کیا کہ تمام ظروف مبنی نہیں تو سوال یہ ہے کہ اسماء اشارات بھی تو تمام مبنی نہیں جیسے: ''ذان'' اور ''ذَين''، بعض کے نزدیک معرب ہیں تو ''**بعض الاشارة**'' کہنا چاہئے تھا؟۔ جواب یہ ہے کہ مصنفؒ نے بعض کے قول کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اسی طرح بعض موصولات مثلاً ''اَیٌّ و اَیَّةٌ''، بعض احوال میں معرب ہیں تمام احوال میں معرب نہیں۔ مصنفؒ ان

بعض احوال کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

"ھی"، ضمیر کا مرجع مبنی ہے مرجع اگرچہ مذکر ہے مگر ضمیر میں خبر کی رعایت کی ہے اسلئے مؤنث لائی ہے۔ رعایتِ خبر کی وجہ یہ وہ قاعدہ ہے کہ جب ضمیر خبر اور مرجع کے درمیان دائر ہو تو رعایتِ خبر اولیٰ ہے رعایتِ مرجع سے۔

درس نمبر ۱۴۱

(۱) المضمر ماوُضِعَ لمتکلم اومخاطب اوغائب تقدم ذکرہ لفظااومعنی اوحکما، (۲) وھو متصل اومنفصل فالمنفصل المستقل بنفسہ والمتصل غیر المستقل بنفسہ، (۳) وھو مرفوعٌ ومنصوبٌ ومجرورٌ، (٤) فالاوّلانِ متصل ومنفصلٌ والثالث متصل فقط فذالک خمسۃ انواع، (٥) الاول ضَرَبْتُ وضُرِبْتُ الی ضَرَبْنَ وضُرِبْنَ والثانی اَناالٰی ھنّ والثالث ضَرَبَنی الٰی ضَرَبَھنّ واِنّنی الی انّھنّ والرابع ایّایَ الٰی ایّاھنّ والخامس غلامی ولی الی غلامھنّ ولھنّ، (٦) فالمرفوع المتصل خاصۃ یستترفی الماضی للغائب والغائبۃ والمضارع للمتکلم مطلقاوالمخاطب والغائب والغائبۃ، وفی الصفۃ مطلقاً، (۷) ولایسوغ المنفصل الّالتعذّر المتصل وذالک بالتقدیم علی عاملہ اوبالفصل لغرض اوبالحذف اوبکون العامل معنویااوحرفاوالضمیرمرفوعٌ اوبکونہ مسند الیہ صفۃ جَرتْ علی غیر مَنْ ھی لہ مثل ایّاک ضربت وماضربک الّااَناوایّاک والشروانازیدٌ ومااَنت قائماوھندٌزیدٌضاربتہ ھی.

ترجمہ:۔ اور ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا غائب کیلئے وضع کیا گیا ہو وہ غائب جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہو لفظاً یا معنیً یا حکماً، اور ضمیر یا متصل ہوتی ہے یا منفصل پس منفصل مستقل بنفسہ اور متصل غیر مستقل بنفسہ ہوتی ہے، اور وہ ضمیر مرفوع اور منصوب اور مجرور ہوتی ہے اول دو متصل اور منفصل ہوتی ہے اور ثالث صرف متصل ہوتی ہے، پس یہ پانچ قسمیں ہوگئیں پہلی قسم "ضَرَبْتُ" اور "ضُرِبْتُ"، سے "ضَرَبْنَ" اور "ضُرِبْنَ" تک معلوم اور مجہول ہیں اور ثانی "اَنا" سے "ھنّ" تک ہے اور ثالث "ضَرَبَنی" سے "ضَرَبَھنّ" تک اور "اِنّنی" سے "اِنّھنّ" تک ہیں اور رابع "ایّایَ" سے "ایّاھنّ" تک ہیں اور خامس "غلامی" اور "لی" سے "غلامھنّ" اور "لھنّ" تک ہیں، پس ضمیر مرفوع متصل خاص کر ماضی غائب میں پوشیدہ ہوتی ہے مذکر ہو یا مؤنث اور مضارع متکلم اور مخاطب اور غائب اور غائبہ مذکر ومؤنث میں، اور صفت میں مطلقاً، اور نہیں جائز ضمیر منفصل مگر جب ضمیر متصل متعذر ہو اور یہ اس وقت جبکہ ضمیر عامل سے مقدم ہو یا اسکے اور عامل کے درمیان فصل کسی غرض کیلئے لائی جائے یا بوجہ حذف عامل کے یا عامل معنوی ہو اور ضمیر مرفوع کی ہو یا اس ضمیر کی طرف ایسی صفت کی اسناد کی گئی ہو جو اس شخص کے غیر پر جاری ہوئی ہو جسکے واسطے وہ صفت ہے جیسے: "ایّاکَ ضَرَبْتَ وماضَرَبَکَ الا اَناوایّاکَ والشّروانازیدٌومااَنتَ قائماًوھندٌزیدٌضاربتہ ھی"۔

(۱) **قولہ والمضمر ماوضع الخ** یہاں سے مصنفؒ مبنی کی آٹھ اقسام میں سے پہلی قسم کی تفصیل بیان فرمارہے

ہیں فرماتے ہیں! ضمیر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو متکلم یا مخاطب یا اس غائب کیلئے جسکا ذکر پہلے لفظاً یا معنیً یا حکماً ہو چکا ہو۔ لفظاً سے مراد یہ ہے کہ حقیقۃً ملفوظ ہو پھر خواہ حقیقۃً مقدم ہو یا حکماً، حقیقۃً جیسے: ''ضرب زیدٌ غلامه'' اس مثال میں غلام کے ساتھ جو ''هو'' ضمیر متصل ہے اس کا مرجع ''زید'' ہے جو لفظوں میں موجود اور حقیقۃً مقدم ہے۔ اور حکماً جیسے: ''ضربَ غلامه زیدٌ'' اس مثال میں ''غلامه'' کی ضمیر کا مرجع زید ہے جو لفظوں میں تو مؤخر ہے مگر حکماً مقدم ہے کیونکہ زید فاعل واقع ہے اور فاعل کا رتبہ فعل کے متصل بعد ہوتا ہے۔ اور تقدم معنوی یہ ہے کہ مرجع ملفوظ نہ ہو بلکہ من حیث المعنیٰ مفہوم ہو پھر یہ معنیٰ خواہ لفظ سے مفہوم ہو جیسے ﴿اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ کہ ''هو'' کا مرجع عدل ہے جو کہ ''اِعْدِلُوا'' کے لفظ سے مفہوم ہے، یا سیاقِ کلام سے مفہوم ہو جیسے ﴿وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ کہ ''اَبَوَیْه'' کی ضمیر کا مرجع میت ہے جو کہ سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور تقدمِ حکمی یہ ہے کہ پہلے نہ لفظاً مذکور ہو اور نہ حکماً بلکہ تعظیماً مفروض ہو جیسے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾۔

(۲) قوله ومتصل ومنفصل الخ مصنفؒ ضمیر کی تعریف سے فارغ ہوگئے تو تقسیم کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ ضمیر اپنے ماقبل کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ متصل، منفصل۔ متصل وہ ہے جو باعتبار تلفظ کے غیر مستقل ہو یعنی تلفظ میں کلمہ اُخریٰ کا محتاج ہو اس کو الگ سے ذکر نہ کیا جاسکتا ہو جیسے: ''ضرب'' میں ''هو'' ضمیر۔ اور منفصل وہ ہے جو باعتبار تلفظ کے مستقل ہو یعنی تلفظ میں کلمہ اُخریٰ کا محتاج نہ ہو جیسے: ''انا، نحن'' وغیرہ۔

(۳) قوله وهو مرفوع ومنصوب الخ یعنی ضمیر باعتبار اعراب کے تین قسم پر ہے، مرفوع، منصوب اور مجرور، کیونکہ ضمیر اسم ظاہر کا قائم مقام ہے اور اسم ظاہر تین قسم پر ہے تو ضمیر بھی تین قسم پر ہوگی۔ وجہ حصر اس طرح ہے کہ ضمیر کا عامل یا تو اسکے رفع کا مقتضی ہوگا یا نصب کا یا جر کا، اول مرفوع ثانی منصوب اور ثالث مجرور ہے۔ ضمیر لفظاً مضموم، مفتوح اور مکسور ہوتی ہے اور محلاً مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتی ہے لہذا اس اعتبار سے ضمیر کو مرفوع، منصوب اور مجرور کہنا درست ہے۔

(٤) قوله فالاولان الخ یعنی ضمیر مرفوع ومنصوب متصل بھی ہوتی ہے اور منفصل بھی اور ضمیر مجرور متصل ہوتی ہے منفصل نہیں، اسلئے کہ ضمیر میں اصل اتصال ہے تو جب تک کوئی مانع نہ ہو ضمیر متصل ہی رہے گی اور ضمیر مجرور میں اتصال سے مانع کوئی چیز نہیں لہذا ضمیر مجرور صرف متصل ہوگی منفصل نہیں۔ اس طرح ضمیر کی پانچ قسمیں ہوگئیں، مرفوع متصل، مرفوع منفصل، منصوب متصل، منصوب منفصل اور مجرور متصل۔

(۵) قوله الاول الخ یعنی ضمیر مرفوع متصل کے چودہ صیغے ہیں ''ضَرَبْتُ'' واحد متکلم سے لیکر ''ضَرَبْنَ'' جمع مؤنث غائبات تک۔ پوری گردان اس طرح ہے ''ضَرَبْتُ ضَرَبْنا ضَرَبْتَ ضَرَبْتُما ضَرَبْتُم ضربتِ ضربتما ضربْتُنَّ ضرَبَ ضربا ضَرَبُوا ضَرَبَتْ ضَرَبَتا ضَرَبْنَ''۔ اور مرفوع منفصل کے بھی ''انا'' سے لیکر ''هُنّ'' تک چودہ صیغے ہیں پوری گردان اس طرح ہے ''انا، نحن، انتَ، انتما، انتم، انتِ، انتما، انتنّ، هو، هما، هم، هی، هما، هنّ''۔ اور منصوب متصل کے ''ضَرَبَنِی'' سے لیکر

ضَـربھُنّ تک ہیں پوری گردان اس طرح ہے''ضـربـنـی ،ضـربـنـا ،ضـربکَ ،ضـربکما ،ضـربکم ،ضـربکِ ،ضـربکـمـا ،ضـربکنّ ،ضـربہ ،ضربھما ،ضربھم ،ضربھا ،ضربھما ،ضربھنّ'' اسی طرح ''اِنّی'' سے لیکر ''اِنّھن'' تک ہیں پوری گردان اس طرح ہے''انّـنـی ،انّـنـا ،انّکَ ،انّکما ،انّکم ،انّکِ ،انّکما ،انّکنّ ،انّہ ،انّھما ،انّھم ،انّھا ،انّھما ،انّھنّ'' ۔اور منصوب منفصل کے ''اِیّـــــایَ'' سے لے کر ''اِیّـــــاھـــــنّ'' تک ہیں، پوری گردان اس طرح ہے ''ایّـای ،ایّـانا ،ایّاکَ ،ایّاکما ،ایّاکم ،ایّاکِ ،ایّاکما ،ایّاکنّ ،ایّاہ ،ایّاھما ،ایّاھم ،ایّاھا ،ایّاھما ،ایّاھنّ'' ۔اور مجرور متصل کے ''غلامی'' اور ''لِیْ'' سے لیکر ''غلامھُنّ'' اور ''لَھُنّ'' تک ہیں ''غـلامـی'' میں ضمیر متصل باسم ہے اور ''لِیْ'' میں ضمیر متصل بحرف ہے، پوری گردان اس طرح ہے ''غلامی ،غلامنا ،غلامکَ ،غلامکما ،غلامکم ،غلامکِ ،غلامکما ،غلامکنّ ،غلامہ ،غلامھما ،غلامھم ،غلامھا ،غلامھما ،غلامھنّ'' اور ''لی ،لنا ،لکَ ،لکما ،لکم ،لکِ ،لکما ،لکنّ ،لہ ،لھما ،لھم ،لھا ،لھما ،لھنّ'' ۔

فائدہ :۔گردان میں نحاۃ ضمیر متکلم کو مقدم رکھتے ہیں اسلئے کہ ضمیر متکلم اَعرف المعارف ہے اور ضمیر غائب کو سب سے اخیر میں رکھتے ہیں کیونکہ ضمیر غائب تعریف میں سب سے ادنیٰ ہے۔

(۶) قـولـہ فـالـمـرفـوع المتصل الخ مصنفؒ اقسام ضمیر سے فارغ ہو گئے تو ضمیر متصل کے محل اتصال کے بیان کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ ضمیر مرفوع متصل (نہ کہ منصوب و مجرور متصل) ماضی کے صیغہ واحد مذکر غائب اور واحدہ مؤنثہ غائبہ میں مستتر ہوتی ہے بشرطیکہ مذکورہ فعل اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو جیسے ''زیـدٌ ضَـرَبَ'' اور ''هـنـدٌ ضَـرَبَـتْ'' ۔اور مضارع متکلم کے صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل مطلقاً مستتر ہوتی ہے خواہ ضمیر واحد ہو تثنیہ ہو یا جمع ،خواہ مذکر ہو یا مؤنث جیسے: ''اَضْـرِبُ'' اور ''نَـضْـرِبُ'' ۔اور مضارع مخاطب کے واحد مذکر اور غائب کے واحد مذکر و واحدہ مؤنثہ میں مستتر ہوتی ہے بشرطیکہ آخری دو فعل اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں جیسے: ''تَضْرِبُ'' اور ''زیدٌ یَضْرِبُ'' اور ''ھندٌ تضرِبُ'' ۔اور صیغہ صفت میں مطلقاً ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے بشرطیکہ اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو۔ اور مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ صیغہ صفت خواہ اسم فاعل ہو یا اسم مفعول ،صفت مشبہ ہو یا اسم تفضیل ،خواہ مذکر ہو یا مؤنث ،واحد ہو یا زائد، جیسے: ''زیدٌ ضارِبٌ'' میں ''ھو'' ضمیر مستتر ہے۔

(۷) قـولـہ و لایسُـوغُ الـمـنـفـصـل الـخ یعنی یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو ذکر کر رہے ہیں جہاں ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل لائی جاتی ہے۔ چونکہ ضمیر میں اتصال اصل ہے کیونکہ ضمیر برائے اختصار وضع ہوئی ہے اور اختصار متصل میں ہے منفصل میں نہیں لہذا ضمیر متصل ہی لائی جائے گی البتہ جہاں ضمیر متصل لانا دشوار ہو تو وہاں ضمیر منفصل لائینگے۔ اور ضمیر متصل چھ مقامات پر دشوار ہوتی ہے۔/**نمبر ۱**۔ جب ضمیر بقصد حصر عامل پر مقدم ہو جیسے: ''ایّاکَ ضَرَبَ'' تو اس وقت اتصالِ ضمیر دشوار ہے اسلئے ضمیر منفصل لائینگے بصورتِ اتصال وجہ دشواری یہ ہے کہ حصر نہیں رہیگا کیونکہ اتصال آخرِ عامل میں ہوتا ہے نہ کہ اول میں جبکہ حصر ضمیر کو عامل سے مقدم رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

/**نمبر ۲** ۔ جب ضمیر اور عامل کے درمیان کسی غرض کیلئے کوئی فاصل لایا گیا ہو ایسی غرض جو بغیر اس فاصل کے حاصل نہ ہو تو ایسی صورت میں اتصال ضمیر دشوار ہے کیونکہ غرض فوت ہو جائے گی لہذا ضمیر منفصل لائینگے جیسے: ''ماضربک الا انا'' یہاں برائے حصر ضمیر کو منفصل لایا ہے اتصال اسلئے دشوار ہے کہ ضمیر متصل اپنے عامل سے ملی ہوئی ہوتی ہے جبکہ یہاں ''الا'' فاصل ہے۔/**نمبر ۳**۔ جب ضمیر کا عامل محذوف ہو تو اتصال دشوار ہے اسلئے کہ اتصال کیلئے کوئی چیز نہیں لہذا ضمیر منفصل لائینگے جیسے: ''ایاک والشر ای اتق نفسک والشر''۔

/**نمبر ٤** ۔ جب ضمیر کا عامل معنوی ہو یعنی ضمیر مبتداء واقع ہو تو اتصال دشوار ہے کیونکہ اتصال کیلئے عامل مذکور نہیں اسلئے ضمیر منفصل ہوگی جیسے: ''انازید''۔/**نمبر ۵**۔ جب ضمیر کا عامل حرف ہو تو بھی اتصال دشوار ہے کیونکہ ضمیر مرفوع کا اتصال حرف کے ساتھ درست نہیں کیونکہ اس میں اتصال القوی بالضعیف ہے جو کہ باطل ہے لہذا ضمیر منفصل ہوگی جیسے: ''ماانتَ قائماً''۔

/**نمبر ٦** ۔ جب ضمیر کی طرف ایک ایسی صفت مسند ہو جو اس ذات کے غیر پر جاری ہو جسکی یہ صفت ہے تو بھی اتصال دشوار ہے اسلئے کہ اگر اس وقت ضمیر کو صفت سے منفصل کر کے نہ لائی جائے تو بعض صورتوں میں التباس پیدا ہوگا جیسے: ''زیدٌ عمروٌ ضاربه هو'' اس مثال میں ''زیدٌ'' مبتدا اول ہے اور ''عمروٌ'' مبتدا ثانی ہے ''ضاربٌ'' صفت اپنے فاعل ضمیر منفصل ''هو'' اور مفعول بہ ضمیر متصل (ہ) سے ملکر ''عمروٌ'' پر جاری ہو رہی ہے یعنی وہ صفت اس سے خبر ہے اور ''زید'' کے ساتھ قائم ہے پس اگر ''زیدٌ عمروٌ ضاربه'' کہتے تو التباس پیدا ہوتا کہ مارنے والا ''زید'' ہے یا ''عمرو''، بلکہ متبادر یہ ہوتا کہ مارنے والا ''عمرو'' ہے کیونکہ ''عمرو'' ضمیر مستتر سے جو ''ضاربٌ'' میں ہے زیادہ قریب ہے بخلاف ''زیدٌ عمروٌ ضاربه هو'' کہ اس میں التباس مذکور نہیں اسلئے کہ ضمیر میں اصل اتصال ہے اور انفصال خلاف اصل ہے پس جب ضمیر منفصل لائی گئی تو سامع جان لیگا کہ مرجع بھی خلاف ظاہر ہوگا اور وہ ''زیدٌ'' ہے کیونکہ اگر مرجع خلاف ظاہر نہ ہوتا تو انفصال کی ضرورت نہ ہوتی اب چونکہ انفصال سے التباس رفع ہوتا ہے لہذا اتصال دشوار ہے۔ اور یہ التباس بعض صورتوں میں ہے اور جن صورتوں میں التباس نہیں وہ طرداً للباب ان بعض پر حمل ہیں۔

درس نمبر ۱٤۲

(۱) واذا اجتمع ضميران وليس احدهما مرفوعاً فان كان احدهما اعرف وقدّمته فلک الخيار فی الثانی نحو اعطيتكه واعطيتک اياه وضربيک وضربی اياک، (۲) والّا فهو منفصل نحو اعطيته اياه او اياک، (۳) والمختار فی خبر باب کان الانفصال، (٤) والاكثر لولا انتَ الى آخره وعسيت الى آخرها وجاء لولاک وعساکَ الى آخرهما، (۵) ونون الوقاية مع الياء لازمة فی الماضی وفی المضارع عريّاً عن نون الاعراب وانتَ مع النون فيه، ولدُنْ وانّ واخواتها مخيّرٌ، (٦) ويختار فی ليت ومِنْ وعَنْ وقد وقط وعكسها لعلّ

ترجمہ: ۔ اور جب دو ضمیر جمع ہو جائیں اور ان میں سے کوئی مرفوع نہ ہو تو اگر دو میں سے ایک اعرف ہو اور تو نے اسکو مقدم کیا ہو تو ثانی

میں تجھے اختیار ہے جیسے: ''اعطیتکه و اعطیتک ایّاہ و ضربیک و ضَرُبِیُ ایّاکَ'' اور اگر کوئی ایک اعرف نہ ہوتو وہ منفصل ہوگی جیسے: ''اعطیته ایّاہ، اعطیته ایّاکَ'' اور باب کان کی خبر میں ضمیر منفصل مختار ہے، اور ''لَوْ لا'' کے بعد اکثر ضمیر منفصل ہوتی ہے اور ''عسٰی'' کے بعد متصل ہوتی ہے، اور بعض لغات میں ''لَوْلاکَ'' اور ''عساکَ'' بھی آتے ہیں، اور نون وقایہ یاء کے ساتھ ماضی میں لازم ہے اور اس مضارع میں جو نون اعرابی سے خالی ہو اور تجھے اس میں نون لانے کا اختیار ہے، اور ''لَدُنْ'' اور ''اِنّ'' اور اسکے اخوات میں اختیار دیا گیا ہے اور اختیار کیا جاتا ہے ''لَیتَ'' میں اور ''عنْ، قد، قط'' میں اور ''لیتَ'' کا عکس ''لعلّ'' ہے۔

(۱) قوله و اذا اجتمع الضمیران الخ یعنی جب دو ضمیر جمع ہو جائیں اور دونوں میں سے ایک مرفوع نہ ہو اور ان میں ایک اعرف ہو دوسرے سے اور اعرف مقدم بھی ہو تو ثانی میں اتصال اور انفصال دونوں جائز ہیں، جیسے: ''اعطیتکه'' اور ''اعطیتک ایّاہ''، مذکورہ مثالوں میں کاف اور ہاء ضمیر میں سے کوئی مرفوع نہیں اور کاف اعرف و مقدم ہے تو ہاء ضمیر کو متصل بھی پڑھ سکتے ہیں اور منفصل بھی۔ لفظ کا اعتبار کر کے ضمیر متصل پڑھ سکتے ہیں کیونکہ ضمیر متصل کے ساتھ فصل عدمِ فصل کی طرح ہے اگر چہ منصوب ہو، اور معنی کا اعتبار کر کے منفصل پڑھ سکتے ہیں کیونکہ فضلہ ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ فصل معتبر ہے۔ اور کسی ایک کے مرفوع نہ ہونے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر کوئی ایک مرفوع ہو تو ثانی متصل ہی ہوگی کیونکہ ضمیر مرفوع بمنزلہ جزء فعل ہے تو گویا فعل و ضمیر ثانی میں فصل واقع ہی نہیں جیسے: ''اَکْرَمْتُکَ''۔

(۲) قوله و الافهو منفصل الخ یعنی اگر دونوں میں سے ایک اعرف نہ ہو یا اعرف تو ہو مگر مقدم نہ ہو بلکہ غیر اعرف مقدم ہو اعرف مؤخر ہو تو ثانی منفصل رہے گی یہ اسلئے کہ جب کوئی ایک اعرف نہیں تو دونوں کے اتصال کی صورت میں کس کو مقدم کرینگے؟ ہر ایک کو مقدم کرنے کی صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور جب ایک منفصل ہو تو پھر یہ خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ ضمیر متصل ہی مقدم ہو گی۔ اسی طرح جب ایک اعرف ہو اور وہ مقدم نہ ہو تو دونوں کے اتصال کی صورت میں حکماً ایک کلمہ میں انقص کی تقدیم آئیگی اقویٰ پر، جبکہ اعرف کے انفصال کی صورت میں یہ خرابی لازم نہیں آتی جیسے: ''اعطیته ایّاہ'' اور ''اعطیته ایّاکَ''۔

(۳) قوله و المختار فی خبر باب کان الخ یعنی بابِ کان (افعال ناقصہ) کی خبر اگر ضمیر ہو تو اس کا اتصال و انفصال دونوں جائز ہیں مگر انفصال اولیٰ ہے، اتصال اسلئے جائز ہے کہ اسم ''کان'' فاعل کے مشابہ ہے اور خبر مفعول کے مشابہ ہے اور مفعول جب ضمیر ہو تو اتصال واجب ہے پس مشابہ بمفعول میں اگر اتصال واجب نہ ہو تو کم از کم جائز تو ہونا چاہئے۔ اور انفصال اسلئے اولیٰ ہے کہ ''کان'' کی خبر در حقیقت مبتدأ کی خبر ہے اور مبتدأ کی خبر جب ضمیر ہو تو انفصال واجب ہے تو ''کان'' کی خبر میں اس اصل کا اعتبار کرتے ہوئے اگر انفصال واجب نہ ہو تو کم از کم جائز تو ہو، پھر انفصال اولیٰ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اصل کی رعایت کی گئی ہے اور اتصال میں مشابہت بمفعول کی رعایت ہے اور اصل کی رعایت اولیٰ ہے مشابہت کی رعایت سے اس لئے انفصال اولیٰ ہے جیسے: ''زیدٌ قائمٌ و کنت ایّاہ''۔

(۴)قولہ والاکثر لولا انت الخ یعنی ''لَوْلا'' کے بعد اکثر ضمیر منفصل استعمال ہوتی ہے کیونکہ ''لَوْلا'' کے بعد مبتدأ محذوف الخبر ہوتا ہے اور مبتدأ جب ضمیر ہو تو اس ضمیر کا انفصال واجب ہے لہذا ''لَولا'' کے بعد ضمیر منفصل ہوگی۔ اور ''عسیٰ'' کے بعد اکثر استعمالات میں ضمیر متصل ہوتی ہے کیونکہ ''عسیٰ'' فعل اور اسکا مابعد فاعل ہے اور ضمیر جب فاعل ہو تو وہ واجب الاتصال ہوتی ہے۔ اور بعض لغات میں ''لَولاکَ'' اور ''عساکَ'' ضمیر متصل کے ساتھ بھی آتے ہیں، پھر وجہ اتصال میں اختلاف ہے اخفش کہتے ہیں کہ ''لَولا'' کے بعد ضمیر مجرور ہے مرفوع کے مقام میں واقع ہے کیونکہ ضمائر بعض بعض کے موقع میں واقع ہوتی ہیں اور ضمیر مجرور متصل ہی ہوتی ہے، اور سیبویہ کہتے ہیں کہ ''لَولا'' خود اس مقام میں حرفِ جر ہے اور اس کا مابعد مجرور ہے اور ضمیر مجرور متصل ہی ہوتی ہے۔ اور ''عسیٰ'' کے بعد جو ضمیر ہے اخفش کے نزدیک منصوب ہے مرفوع کے موقع میں واقع ہے، اور سیبویہ کے نزدیک ''عسیٰ''، ''لعل'' پر محمول ہے لہذا اسکا مابعد ضمیر منصوب ہے اپنے ہی مقام میں واقع ہے۔ حاصل یہ کہ اخفش معمول میں تصرف کرتے ہیں اور سیبویہ عامل میں۔

(۵)قولہ ونون الوقایۃ الخ یعنی فعل ماضی کے آخر میں اگر یاء متکلم کی ضمیر لگ جائے تو یاء متکلم سے پہلے نون وقایہ لانا ضروری ہے کیونکہ یاء ماقبل میں کسرہ چاہتی ہے نون وقایہ لانے کی صورت میں کسرہ نون پر آیگا فعل کسرہ سے محفوظ ہو جائیگا جیسے: ''ضربَ'' سے ''ضربَنی'' وقایہ کا معنی ہے بچانا۔ اور فعل مضارع کے ان صیغوں میں بھی نون وقایہ لازم ہے جن میں نون اعرابی نہیں تاکہ فعل کا آخر کسرہ (جو کہ اُخت الجر ہے) سے محفوظ رہے۔ ہاں جن صیغوں میں نون اعرابی ہے ان میں نون وقایہ لانے اور نہ لانے کا اختیار ہے جیسے ''یَضرِبانی'' اور ''یَضرِبانِنِی''۔

اسی طرح ''لَدُن، اِنّ، کاَنّ، لٰکِنّ'' میں بھی نون وقایہ لانے اور نہ لانے کا اختیار ہے نون وقایہ لانے کا اختیار اسلئے ہے تاکہ ''لَدُنْ'' میں سکون بنائیہ اور باقی میں حرکت بنائیہ محفوظ رہے۔ اور نون وقایہ نہ لانے کا اختیار اس لئے ہے تاکہ دو یا زیادہ نون جمع نہ ہو جائیں۔

(۶)قولہ ویختار فی لیت الخ یعنی حروف مشبہ بالفعل میں سے ''لیت'' کے ساتھ نون وقایہ کا الحاق مختار ہے کیونکہ مانع نہیں۔ اور ''مِنْ، عَنْ، قَدْ، قط'' میں بھی نون وقایہ کا الحاق مختار ہے تاکہ سکون بنائی محفوظ ہو۔ اور ''لعلّ'' میں ''لیت'' کے برعکس نون نہ لانا مختار ہے کیونکہ لام مشدّد مخرجِ نون کے قریب ہے تو نون وقایہ لانے کی صورت میں چند نونات کا اجتماع لازم آیگا۔ نیز ''لعلّ'' میں تضعیف وکثرتِ حروف بھی ہے۔

سوال:۔ کیا وجہ ہے کہ ''کانّ'' اور ''لکنّ'' میں نون وقایہ لانے کی صورت میں حقیقۃً کئی نونات کا اجتماع لازم آتا ہے پھر بھی انکو مصنفؒ نے ذکر نہیں کیا جبکہ ''لعلّ'' میں حکماً اجتماع نونات ہے اس کو ذکر کیا ہے؟

جواب:۔ اس لئے کہ جب ''لعلّ'' میں نون وقایہ نہ لانا مختار ہے باوجودیکہ اس میں کئی نونات کا اجتماع حکماً ہے تو ''کانّ'' اور ''لکنّ'' میں تو بطریقہ اولیٰ نون وقایہ نہ لانا مختار ہوگا کیونکہ ان میں حقیقۃً کئی نونات کا اجتماع ہے۔

درس نمبر ۱۴۳

(۱)ویتوسط بین المبتدأوالخبرقبل العوامل وبعدھاصیغۃ مرفوع منفصل مطابق للمبتدأویسمّی فصلا لیفصل بین کونہ خبراًونعتاً،وشرطہ ان یکون الخبرمعرفۃً اوافعل مِن کذامثل کان زیدٌھوافضل مِنْ عمرو،(۲)ولاموضع لہ عندالخلیل وبعض العرب یجعلہ مبتدأومابعدہ خبرہ،(۳)ویتقدم قبل الجملۃ ضمیر غائبٌ ویسمّی ضمیرالشان والقصۃ یفسّربالجملۃ بعدہ،(٤)ویکون منفصلًاومتصلاًمستتراًوبارزاًعلی حسب العوامل نحوھوزیدٌقائمٌ وکان زیدٌقائماًوانہ زیدقائمٌ،(۵)وحذفہ منصوباًضعیفٌ اِلّامع اَنْ اذاخففت فانہ لازمٌ

ترجمہ:۔اورضمیرواقع ہوتی ہےمبتدأوخبر کے درمیان عوامل سے پہلے اوران کے بعدمرفوع منفصل کاصیغہ مبتدأکے موافق اورصیغہ فصل نام رکھاجاتاہے کہ اسکی خبراورنعت ہونے کوجدا کرے،اوراسکی شرط یہ ہے کہ خبرمعرفہ ہویاافعل مِنْ کذاہوجیسے''کان زیدٌھوافضل مِنْ عمروٍ''،اورخلیل نحوی کےنزدیک اسکے لئے کوئی محل اعراب نہیں اوربعض عرب اسکومبتدأمانتے ہیں اوراسکے مابعدکواسکی خبرقراردیتے ہیں،اورجملہ سے پہلےضمیرغائب آتی ہےاورنام رکھاجاتاہےاسکاضمیرشان یاقصہ اورمابعدجملہ سےاس کی تفسیرکی جاتی ہے،اوریہ ضمیر منفصل اورمتصل،مستتراوربارزعوامل کےمطابق آتی ہےجیسے''ھوزیدٌقائمٌ وکان زیدٌقائماً وانہ زیدٌقائمٌ''،اوراسکوبحالت نصب حذف کرناضعیف ہےلیکن''اَنْ''کےساتھ جبکہ''اَنْ''کومخفف کیاگیاہوکیونکہ وہ لازم ہے۔

(۱)قولہ ویتوسط بین المبتدأ الخ یعنی مبتدأاورخبرکےدرمیان ضمیرمرفوع منفصل واقع ہوتی ہےعوامل لفظیہ کے دخول سے پہلےبھی جیسے''زیدٌھوالقائم''اورعوامل لفظیہ کےدخول کےبعدبھی جیسے:''انّہ ھوالغفورالرحیم'' اوریہ ضمیرافراد،تثنیہ،جمع ،تانیث،تذکیر،تکلم اورخطاب میں مبتدأکےموافق ہوگی تاکہ راجع ومرجع میں موافقت ہو۔اوراس ضمیرکوضمیرفصل کہتےہیں یہ ضمیراسلئے لائی جاتی ہےکہ نہ لانےکی صورت میں بعض اوقات خبرمیں اشتباہ پیداہوتاہےکہ یہ خبرہےیانعت۔اورجن صورتوں میں اشتباہ نہیں ان میں طرداًللباب لائی جاتی ہے۔

نیزضمیرفصل لانےکی شرط یہ ہےکہ یاتوخبرمعرفہ ہوکیونکہ ضمیردفع التباس کےلئے لائی جاتی ہےاورالتباس معرفہ ہونے کی صورت میں پیداہوتاہےکیونکہ اگرخبرنکرہ ہوتووہ مبتدأمعرفہ کی نعت نہیں بن سکتی اس لئےضمیرلانےکی ضرورت نہیں۔اوریاخبراسم تفضیل مستعمل بمِنْ ہوتوبھی ضمیرفصل لاناضروری ہےکیونکہ مِن کےساتھ مستعمل اسم تفضیل معرفہ کےحکم میں ہےجیسے''زیدٌافضل من عمرو''۔

فائدہ:۔مصنفؒ نےضمیرکےبجائےصیغہ مرفوع متصل اسلئےکہاکہ بعض اسکوحرف قراردیتےہیں اوربعض اسم،مصنفؒ نےتوقف کیا حرف یااسم کےبجائےصیغہ کہا۔

(۲)قولہ ولاموضع الخ خلیل نحوی فرماتےہیں کہ اس ضمیرکیلئےکوئی محل اعراب نہیں یہ بصورتِ ضمیرحرف ہےلہذا

﴿کنت انت الرقیب﴾ میں ''الرقیب'' بنابر خبر منصوب ہے۔ بعض عرب ''انتَ'' کو مبتدأ قرار دیتے ہیں اور ''الرقیب'' کو اس کیلئے خبر قرار دیتے ہیں پھر مبتدأ وخبر ملکر ''کانَ'' کیلئے خبر ہے، تو ''الرقیب'' مبتداء کے لئے خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔

(۳) قولہ ویتقدم قبل الجملۃ الخ مصنفؒ ضمیر فصل کے بیان سے فارغ ہوگئے تو ضمیر شان اور قصہ کے بیان کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ جملہ سے پہلے کبھی غائب کی ضمیر آتی ہے یہ ضمیر اگر مذکر ہو تو اسکو ضمیر شان کہا جاتا ہے مابعد والے جملہ کے ذریعہ اسکی تفسیر کی جاتی ہے جیسے ''ھو زیدٌ قائمٌ'' یا ''قل ھو اللّٰہ احدٌ ای الامر والشان زیدٌ قائمٌ والامرُ والشان اللّٰہ احدٌ'' اور اگر ضمیر مؤنث کی ہو تو اسکو ضمیر قصہ کہا جاتا ہے جیسے ''ھی ھندٌ قائمۃٌ''۔

(٤) قولہ ویکون منفصلاً ومتصلاً: یعنی یہ ضمیر عامل کے تقاضے کے مطابق ہوتی ہے اگر عامل انفصال ضمیر چاہتا ہو مثلاً عامل معنوی ہو تو ضمیر منفصل ہوگی، جیسے: ''ھو زیدٌ قائمٌ''۔ اور اگر عامل اتصال چاہتا ہو مثلاً عامل لفظی ہو تو ضمیر متصل ہوگی، ضمیر متصل مستتر یا بارز ہونے میں بھی ضمیر عامل کے تقاضے کے مطابق ہوگی، متصل مستتر کی مثال ''کان زیدٌ قائمٌ''، ''کان'' میں ضمیر مستتر اس کا اسم ہے اور ''زیدٌ قائمٌ'' مبتداء خبر ملکر اس کی خبر ہے۔ متصل بارز کی مثال: ''انّہ زیدٌ قائمٌ''۔

(۵) قولہ وحذفہ منصوباً الخ یعنی ضمیر شان اگر منصوب ہو تو اس کو حذف کرنا جائز ہے مگر ضعف کے ساتھ، وجہ جواز یہ ہے کہ یہ واقع علی صورۃ الفضلہ ہے اور حذف فضلہ جائز ہے، اور ضعیف اسلئے ہے کہ حذف کے بعد یہ معلوم نہ ہوگا کہ ضمیر شان ہے کہ نہیں۔

البتہ ایک صورت میں ضمیر شان کو حذف کرنا واجب ہے وہ یہ کہ ضمیر شان ''اَن'' مخفف عن المثقل کے بعد واقع ہو وجوبِ حذف کی وجہ یہ ہے کہ ''اِنّ'' اور ''اَنّ'' فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں پھر نحویوں نے تلاش کیا کہ ''اِن'' (مکسورہ مخففہ) ملفوظ میں عمل کرتا ہے جیسے ﴿وَاِنْ کُلاًّ لَمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ﴾ میں ''اِن'' مخففہ نے ''کلاً'' میں عمل کیا ہے۔ اور ''اَن'' (مفتوحہ مخففہ) ملفوظ میں عمل نہیں کرتا جیسے ﴿آخِرُ دَعْوَاھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾، میں ''اَن'' نے ''الحمدُ'' میں عمل نہیں کیا ہے ورنہ تو ''الحمدُ'' منصوب ہوتا، حالانکہ ''اَن'' مفتوحہ کی مشابہت فعل کے ساتھ زیادہ ہے بنسبت ''اِن'' مکسورہ کے تو اگر ''اَن'' مفتوحہ کے بعد ضمیر شان کو مقدر نہیں مانیں گے تو ''اِن'' مکسورہ کو باوجود ضعف مشابہت کے ترجیح حاصل ہوجائیگی پس برائے دفع ترجیح مرجوح نحاۃ نے ''اَن'' مفتوحہ کے بعد ضمیر شان یا قصہ مقدر مان لیا ہے تاکہ ''اَن'' مفتوحہ جو قوی المشابہت ہے بغیر عمل کے نہ رہے۔ پھر حذفِ ضمیر لازمی اسلئے ہے کہ ''اَن'' کو برائے تخفیف مخففہ بنایا گیا ہے تو ذکر ضمیر کی صورت میں ثقل لازم آئیگا۔

سوال: اب بھی ''اَن'' مخففہ مرجوح کو ''اِن'' مخففہ راجحہ پر ترجیح حاصل ہے اس طرح کہ ''اِن'' مخففہ ظاہر میں عمل کرتا ہے اور ''اَن'' مخففہ مقدر میں عمل کرتا ہے؟

جواب: ''اِن'' مخففہ کا عمل جوازی ہے اور ''اَن'' مخففہ کا عمل وجوبی ہے اسلئے ''اَن'' مخففہ کو ''اِن'' مخففہ پر ترجیح حاصل ہے۔

☆ ☆ ☆

درس نمبر ۱۴۴

(۱)اسماء الاشارة ماوضع لمشار اليه،(۲)وهي ذاللمذكر ولمثناه ذانِ وذَينِ وللمؤنث تاوذی وتی وته وذِه وتهی وذهی ولمثناه تانِ وتَينِ ولجمعهماأُولآء مداًوقصراً،(۳)ويلحقهاحرف التنبيه،ويتصل بهاحرف الخطاب (٤)وهي خمسةٌفی خمسة فيكون خمسة وعشرين وهي ذاک الی ذاکنّ وذانک الی ذانکنّ وکذالک البواقی،ويقال ذاللقريب وذالک للبعيد وذاک للمتوسط،(۵)وتلک وتانک وذانّک مشدّدتين واولالک مثل ذالک،(٦)واَمّاثَمّ وهُنَا وهَنّافللمکان خاصة

ترجمه:۔اسماءاشارت وہ ہیں جومشارالیہ کیلئے وضع کئے گئے ہیں،اوروہ''ذا''مذکر کیلئے ہےاورتثنیہ کیلئے''ذان''اور''ذین''ہےاور مؤنث کیلئے''تاوذی وتی وته وذه وتهی وذهی''ہیں اورتثنیہ کیلئے''تان''اور''تین'' ہیں اور مذکرومؤنث دونوں کی جمع کیلئے''أُولاء''مداورقصر کے ساتھ،اوراسکوحرفِ تثنیہ لاحق ہوتا ہے،اوراسکے ساتھ حرف خطاب متصل ہوتا ہےاوروہ پانچ ہیں پانچ میں پس وہ پچیس ہوجاتے ہیں اوروہ''ذاک''سے''ذاکنّ''تک اور''ذانک''سے''ذانکنّ''تک اسی طرح باقی ہیں اور کہا جاتا ہے''ذا''قریب کیلئےاور''ذانک''بعید کیلئے ہےاور''ذاک''متوسط کیلئے،اور''تلک وتانک وذانک''دونوں مشدد ہیں اور''أُولالک''،''ذالک''کی طرح ہے،اوربہرحال''ثَمّ وهُنَاوهُنَّا''خاص کرمکان کیلئے ہیں۔

(۱)قوله اسماء الاشاراة الخ مصنفؒ مبنی غیراصل کی پہلی قسم یعنی ضمیر کے بیان سے فارغ ہوگئےتودوسری قسم یعنی اسماء اشارت کے بیان کوشروع فرمایاچنانچہ فرماتے ہیں:اسماءاشارات وہ ہیں جومشارالیہ کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔اسماءاشارات مشارالیہ کو محتاج ہیں تواحتیاج میں حرف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں۔

سوال:۔''ماوضع''میں''ما''سے کیامراد ہےاگراسم مراد ہےتواسکاحمل اسماءاشارہ پرصحیح نہیں کیونکہ حمل الواحد علی الجمع لازم آئیگاجوکہ ناجائز ہےاوراگراسماءمراد ہیں تو''وُضِعَ''کی ضمیرمفرداسکی طرف راجع ہےتوراجع ومرجع میں مطابقت نہیں؟

جواب:۔''ما''سے مراداسماءہیں اور''وُضِعَ''کی ضمیرلفظ''ما''کی طرف راجع ہےاور''ما''باعتبارِلفظ مفرد ہے۔

سوال:۔اسماءاشارات سے محسوس کی طرف اشارہ ہوتا ہےحالانکہ ﴿ذالکُمُ اللّٰه ربُّکم﴾ میں اللہ مشارالیہ ہےمگرمحسوس نہیں؟

جواب:۔اللہ کی طرف''ذالک''سے اشارہ مجازاًہے کہ اللہ کوغیرمحسوس سے نازل کرکے بمنزلہ محسوس کے کردیا ہے۔

(۲)قوله وهي ذاللمذكر الخ یعنی مفردمذکر کیلئے اسم اشارہ''ذا''ہےاورتثنیہ مذکر کیلئے حالت رفعی میں''ذان''اورحالت نصبی میں''ذین''ہےاورمفردمؤنث کیلئے''تا،ذی،تی،ته،ذه،ذهی''ہیں،اورتثنیہ مؤنث کیلئے حالت رفعی میں''تان''اورحالت نصبی وجری میں''تَین''ہےاورجمع کیلئے''أُولاء''(بالمد)اور''أُولی''(بالقصر)ہے۔

فائدہ:۔''ذان''اور''ذین''میں نحاۃ کااختلاف ہےاکثرنحاۃ کی رائے یہ ہے کہ مبنی ہیں کیونکہ احتیاج میں حرف کے مشابہ ہیں اوربعض

کی رائے یہ ہے کہ معرب ہیں کیونکہ اختلافِ عوامل کی وجہ سے انکا آخر بدلتا رہتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مبنی ہیں اور اختلافِ آخر انکا صیغوی وضعی ہے عوامل کی وجہ سے نہیں کا ختلاف صیغ الضمائر مثل انا و ایای۔

(۳) قولہ ویلحقھا الخ یعنی اسماء اشارات کے ساتھ ھاء برائے تنبیہ لاحق ہوتی ہے جیسے: ''ذا'' سے ''ھذا''۔ نیز اسماء اشارات کے اخیر میں کاف حرفِ خطاب بھی متصل ہوتا ہے تا کہ وہ مخاطب کے مفرد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث پر دلالت کرے جیسے '' ذاک، ذاکما، ذاکم''۔

(٤) قولہ وھی خمسة فی خمسة الخ یعنی حروف خطاب ''کَ، کُما، کُم، کِ، کُنّ'' ہیں، تثنیہ مذکر و مونث دونوں کیلئے ایک لفظ استعمال ہوتا ہے اسلئے حروف خطاب پانچ ہیں ورنہ تو چھ ہوتے، اور اسماء اشارات کے انواع بھی پانچ ہیں یعنی ''ذا، تا، ذان، تان، اُولاء'' تو ہر ایک نوعِ اسم اشارہ کے ساتھ یہ پانچوں حروف لگتے ہیں جیسے: ''ذاک، ذاکما، ذاکم الخ'' اور ''تاک، تاکما الخ'' لہذا پانچ کو پانچ میں ضرب دے کر کل تعداد پچیس ہو جائیگی۔

''ذا'' بوجہ قلت حروف کے مشار الیہ قریب کیلئے استعمال ہوتا ہے اور ''ذاک'' کے حروف متوسط ہیں تو مسافتِ متوسطہ کیلئے استعمال ہوتا ہے اور ''ذالک'' کے حروف زیادہ ہیں لہذا مسافتِ بعیدہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جس اسم اشارہ کے حروف کم ہوں وہ قریب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور جس کے زیادہ ہوں وہ بعید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

سوال:۔ ''ذاک'' جو متوسط کیلئے ہے اسکو درمیان میں ذکر کرنا چاہئے تھا بعد میں کیوں ذکر کیا ہے؟

جواب: تحقق طرفین کے بغیر توسط ثابت نہیں ہوتا اس لئے پہلے طرفین کو ذکر کیا۔

سوال:۔ اس حکم کو صیغہ ''یقال'' سے کیوں ذکر کیا ہے؟

جواب:۔ یہ تینوں ایک دوسرے کی جگہ میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں لہذا مصنفؒ نے اسکو اپنا مذہب نہیں قرار دیا بلکہ غیر کی طرف نسبت کیا۔

(۵) قولہ وتلک وتانک الخ یعنی ''تلک، تانّک، ذانّک'' (آخری دو مشدد ہیں) اور ''اولالک'' یہ چاروں مشار الیہ بعید کی طرف اشارہ کرنے میں ''ذالک'' کی طرح ہیں۔ اور ''تانک و ذانک'' (بغیر تشدید کے) اور ''اولاک'' (بغیر اللام) مشار الیہ متوسط کیلئے ہیں۔

(٦) قولہ و امّا ثَمّ الخ ثَمّ بفتح الثاء و ھُنا بضم الھاء و تخفیف النو ن و ھَنّا بفتح الھاء و تشدید النون، یہ تینوں خاص کر مکان کی طرف اشارہ کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں غیر مکان میں یہ استعمال نہیں ہوتے، البتہ زمان میں مجازاً استعمال ہوتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا قول ہے ﴿ھُنالِکَ الوَلایَة للہ الحق﴾۔

درس نمبر ۱۴۵

(۱)الموصول مالایتم جزء الابصلة وعائد،(۲)وصلته جملة خبرية والعائدضميرٌله،(۳)وصلة الالف واللام اسم الفاعل اوالمفعول،(٤)وهی الذی والتی واللذان واللتان بالالف والياء والاولٰی والذين واللائی والّلاء واللای واللاتی واللواتی ومَنْ وماوایٌّ وایَّةٌ وذوالطائيه،وذابعد ماللاستفهام والالف واللام،(٥)والعائدالمفعول يجوزحذفه،(٦)واذا اخبرت بالذی صدرتهاوجعلت موضع المخبرعنه ضميرالهاواخرته خبراًعنه فاذااخبرت عن زيد من ضربت زيداًقلت الذی ضربته زيدٌ

ترجمہ:۔موصول وہ اسم ہے جوتام جزءنہیں ہوتا مگرصلہ اور عائد کے ساتھ،اور اسکا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور عائد اسکی ضمیر ہوتی ہے،اور الف لام کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے،اور وہ ''الذی،التی،الذان،اللتان''الف اور یاء کے ساتھ اور''الاولٰی، الذین،اللائی،الّلاء،الّلای،اللاتی،اللواتی،مَنْ،ما،ایٌّ،ایَّةٌ''،قبیلہ بنوطی والا''ذو''اور''ذا''اس''ما''کے بعد جواستفہام کیلئے ہے اورالف اورلام ہیں،اور عائد جب مفعول واقع ہوتو اسکا حذف جائز ہے،اور جب تو''الذی''سے خبردے تو''الذی''کوشروع میں لا اور مخبرعنہ کی جگہ اس کیلئے ضمیر لا اوراسکی خبر بنا کراس کو مؤخر کرپس جب تو''ضربتُ زيداً''سے زید کی خبر دے تو کہہ ''الذی ضربته زيدٌ''۔

(۱)قولہ الموصول مالایتم الخ مصنفؒ مبنی غیرالاصل کی دوسری قسم یعنی اسماءاشارات کے بیان سے فارغ ہوگئے تو مبنی غیرالاصل کی تیسری قسم یعنی اسماءموصولہ کے بیان کوشروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں:موصول وہ اسم ہے جوصلہ وعائد کے بغیر کلام کا جزءتام(یعنی مسند یا مسندالیہ)نہ بن سکے جیسے:''الّذی،الّذان الخ''۔اسم موصول اس لئے مبنی ہے کہ احتیاج میں حرف کے مشابہ ہے یعنی جس طرح کہ حرف ضم ضمیمہ کامحتاج ہے اسی طرح اسم موصول صلہ کامحتاج ہے۔

سوال:۔تفصیل اجمال کے مطابق نہیں کیونکہ اجمال میں''الموصولات''جمع کا صیغہ لایا تھااور تفصیل میں''الموصول''مفرد کا صیغہ لایا ہے؟

جواب:۔اجمال میں کثرت افراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جمع کا صیغہ لایا اور تفصیل مقام تعریف ہے اور تعریف جنس کی باالجنس ہوتی ہے جبکہ صیغہ جمع لانے کی صورت میں جنسیت فوت ہوجاتی ہے اسلئے مفرد کا صیغہ لایا۔

سوال:۔تعریف میں اَخذالمحد ودفی الحد کی خرابی ہے اسطرح کہ موصول صلہ سے مشتق ہے تو جانبِ محدود میں صلہ ثابت ہوا اسی طرح جانب حد میں بھی صلہ ہے لہذا اخذالمحد ودفی الحد ثابت ہوا؟

جواب:۔موصول اگرچہ صلہ سے مشتق ہے مگر اب وصفی معنی سے اسمی معنی کی طرف منقول ہے جو خاص کلمات کا نام ہے لہذا اس موصول میں صلہ نہیں اور صلہ بھی معنی مصدری سے منقول ہے اب نام ہے اس جملہ کا جوموصول کے بعد ذکر کیا جاتا ہے اور یہ موصول کا غیر ہے لہذا اَخذالمحد ودفی الحد لازم نہیں آتا۔

(۲)قولہ وصلته جملة خبرية الخ یعنی صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے جملہ تو اسلئے کہ صلہ بیانِ موصول کیلئے ہے اور بیان جملہ ہی سے ہوتا ہے اور خبریہ اسلئے ہوتا ہے کہ صلہ موصول کے ساتھ مربوط ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ ربط کو قبول نہیں کرتا اور موصول وصلہ کیلئے رابط ضمیر ہوتی ہے، جیسے: ''جاء الّذی ابوه عالمٌ''۔

(۳)قولہ وصلته الالف الخ یعنی الف لام اسمی بمعنی ''الّذی'' کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے اسلئے کہ الف لام اسمی ذوجہتین ہے صورۃً الف لام حرفی کا مشابہ ہے اور درحقیقت اسم ہے تو اسکا صلہ بھی ذوجہتین ہوگا کہ صورۃً مفرد اور معنیً جملہ ہو، اور اسم فاعل واسم مفعول ایسے ہی ہیں اس لئے کہ ''الضارب''، ''الّذی ضَرَبَ'' اور ''المضروب''، ''الذی ضُرِبَ'' کے معنی میں ہے۔

(٤)قولہ وھی الّذی الخ یعنی مفرد مذکر کیلئے ''الّذی'' اور مفرد مؤنث کیلئے ''التی'' اور تثنیہ مذکر حالت رفعی کیلئے ''الذان'' اور حالتِ نصبی وجری کیلئے '' الذَین'' اور تثنیہ مؤنث حالتِ رفعی کیلئے ''اللتان'' اور حالتِ نصبی وجری کیلئے ''اللتَین'' آتا ہے اور ''الاولی'' جمع مذکر ومؤنث دونوں میں استعمال ہوتا ہے مگر مذکر میں مشہور ہے، اور ''الذینَ'' جمع مذکر کے ساتھ خاص ہے اور ''اللائی واللاء والّلای'' بھی جمع مذکر ومؤنث میں مشترک ہیں مگر جمع مؤنث میں مشہور ہیں، اور ''اللّاتی واللّواتی'' جمع مؤنث کے ساتھ خاص ہیں، اور ''ما و مَنْ'' مؤنث ومذکر دونوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں، مگر ''ما'' کا استعمال غیر ذوی العقول میں غالب ہے اور کبھی ذوی العقول کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ﴿والسَّماءِ وَمَابَناهَا﴾۔ اور ''مَنْ'' کا استعمال ذوی العقول میں غالب ہے اور کبھی غیر ذوی العقول میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنِه﴾۔ اور ''ایٌّ''، بمعنی ''الذی'' مذکر کے لئے اور ''ایَّةٌ''، بمعنی ''التی'' مؤنث کے لئے مستعمل ہے، اور ''ذو'' بنوطی کی لغت میں ''الذی'' کے معنی میں ہے کما قال الشاعر **شعر**: فانّ الماءَ ماء اَبِیْ وجدی:: وبئری ذوحفرتُ وذوطویتُ. ای الذی حَفَرْتُ والذی طویتُ۔ چونکہ ''ذو'' صرف قبیلہ بنوطی کی لغت میں اسم موصول ہے اس لئے مصنفؒ نے ''ذو الطائیه'' (بنوطی والا ذو) کہا۔

اور ''ما'' استفہامیہ کے بعد ''ذا''، بمعنی ''الّذی'' ہے جیسے ''ماذا صنعت ای ماالذی صنعت''۔ اور الف لام جو اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو وہ ''الذی'' کے معنی میں ہے جیسے: ''الضارب والمضروب'' بمعنی ''الّذی ضَرَبَ والّذی ضُرِبَ''۔

(۵)قولہ والعائد المفعول الخ یعنی صلہ میں عائد اگر مفعول واقع ہو تو بوجہ فضلہ ہونے کے اسکا حذف جائز ہے بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو جیسے ﴿اللّٰہ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَشَاءُ﴾ ای یشاء ہ۔

سوال:۔ ''سمع اللّٰه لِمَنْ حمده'' میں عائد مفعول ہے مگر اسکا حذف جائز نہیں؟

جواب:۔ حذفِ عائد اس شرط پر جائز ہے کہ موصول کی طرف راجع ہو مثالِ مذکور میں عائد موصول کی طرف راجع نہیں کیونکہ ''حمده'' کی ضمیر لفظِ اللہ کی طرف راجع ہے۔

(٦)قولہ واذا اخبرت بالّذی الخ یعنی ''الّذی'' کے ذریعے جب آپ کسی جملہ کے جزء کے بارے میں خبر دینا چاہیں تو

اسکا طریقہ یہ ہے کہ ''الــذی'' کو کلام کے شروع میں لائیں اور مخبر عنہ جملہ اولیٰ میں جہاں ہو اب وہاں ضمیر رکھیں اور مخبر عنہ کو اپنی جگہ سے مؤخر کر کے رکھ دیں اور ''الّذی'' سے خبر بنائیں مثلاً جملہ اولیٰ ''ضــربــت زیداً'' ہے اب آپ ''الّذی'' کے ذریعے سے "زید" کے بارے میں خبر دینا چاہتے ہیں تو یوں کہیں ''الّــذی ضربتُه زیدٌ''، ''الّذی'' شروع میں لایا ''زید'' مخبر عنہ کی جگہ ضمیر رکھا ''زید'' کو مؤخر کر کے ''الذی'' کی خبر بنا دیا۔

درس نمبر ۱۴٦

(۱) وکذالک الالف واللام فی الجملة الفعلية خاصة ليصح بناء اسم الفاعل او المفعول، (۲) فان تعذّر أمرٌ منها تعذر الاخبار، (۳) ومن ثَمّ امتنع فی ضمير الشان والموصوف والصفة والمصدر العامل والحال والضمير المستحق لغيرها والاسم المشتمل عليه، (٤) وما الاسمية موصولةٌ واستفهامية وشرطية وموصوفةٌ وتامةٌ بمعنى شئ وصفة، ومَنْ كذالك الّا فی التامة والصفة، وایٌّ وایّةٌ كمَنْ، (٥) وهی معربةٌ وحدها الّا اذا حذف صدر صلتها، (٦) وفی ماذا صنعت وجهان احدهما ما الذی وجوابه رفعٌ والآخر ایُّ شئ وجوابه نصبٌ

ترجمہ:۔ اسی طرح الف لام کے ذریعہ خبر دے سکتے ہیں جو خاص کر جملہ فعلیہ میں واقع ہوتا کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کی بناء صحیح ہو ، پس اگر مذکورہ شرطوں میں سے کوئی متعذر رہا تو خبر دینا متعذر ہو جائیگا ، اسی وجہ سے ''الّذی'' کے ذریعہ سے خبر دینا ممتنع ہے ضمیر شان ، موصوف ، صفت ، مصدر عامل ، حال اور اس ضمیر میں جو اسکے غیر کا مستحق ہے اور اس اسم میں جو اس پر مشتمل ہے ، اور ''ما'' اسمیہ ، موصولہ ، استفہامیہ ، شرطیہ ، موصوفہ اور تامہ بمعنی شئ اور صفت کیلئے ہوتا ہے ، اور ''مَنْ'' اسی طرح ہے مگر تامہ اور صفت کیلئے نہیں آتا ، اور ''ایٌّ وایّةٌ''، ''مَنْ'' کی طرح ہیں اور ''ایٌّ وایّةٌ'' ان تمام صورتوں میں معرب ہوتے ہیں مگر جب ان کے صلہ کا شروع حذف کر دیا جائے (تو مبنی ہوتے ہیں) اور ''ماذا صنعت'' میں دو صورتیں ہیں ان میں سے ایک ''ما'' استفہامیہ اور ''ذا الّذی'' کے معنی میں ہے اور اسکا جواب مرفوع ہے اور دوسرا ''ما'' بمعنی ''ایُّ شئٍ'' کے ہے اور اسکا جواب منصوب ہے۔

(۱) قولہ وکذالک الالف واللام الخ یعنی اخبار بالذی کی طرح اخبار بالف لام بھی ہے یوں کہ الف لام مقدم ہو اور مخبر عنہ کی جگہ ضمیر ہو خود مخبر عنہ مؤخر ہو۔ البتہ یہ فرق ہے کہ ''الّــذی'' کے ذریعے ہر قسم کے جملہ میں واقع امر سے خبر دی جا سکتی ہے مگر الف لام کے ذریعے صرف جملہ فعلیہ میں واقع امر سے خبر دی جا سکتی ہے وجہ یہ ہے کہ الف لام کا صلہ یا اسم فاعل ہوگا یا اسم مفعول اور اسم فاعل و اسم مفعول کی بناء اس فعل سے تو صحیح ہے جو جملہ فعلیہ میں ہے ، مگر ان کی بناء جملہ اسمیہ سے ممکن نہیں تو "ضربتُ زیداً" میں ''زیداً'' کے بارے میں اس طرح خبر دی جا سکتی ہے ''الضاربُ ایّاه زیدٌ'' اور ''ضُرِبَ زیدٌ'' سے یوں ''المضروب هو زیدٌ''۔

سوال:۔ ''نِعْمَ الرجلُ زیدٌ، ولیس زیدٌ قائماً، وسیضرب زیدٌ، وسیقوم زیدٌ'' چاروں جملے فعلیہ ہیں مگر الف لام کے ذریعے ان کے اجزاء کے بارے میں خبر دینا صحیح نہیں؟

جواب:۔شرط یہ ہے کہ جملہ فعلیہ میں فعل افعال متصرفہ میں سے ہو''نعمَ''اور''لیس''افعال متصرف نہیں۔ نیز جملہ فعلیہ کے شروع میں ایسا جزء نہ ہو جس کا معنی اسم فاعل واسم مفعول کے ذریعے مستفاد نہ ہو سکے مذکورہ مثالوں میں سین اور سوف ایسے اجزاء ہیں کہ اسم فاعل واسم مفعول میں یہ معنی ماٰخوذ نہیں مثلاً''سیقوم''سے جب ہم''القائم''کے ذریعے خبر دیں گے''یقوم''کا معنی تو آجائیگا مگر سین کا معنی فوت ہو جاتا ہے۔

(۲)قولہ فان تعذر الخ یعنی اگر ان تین شرائط(۱)شروع میں''الذی''ہو۔(۲)مخبر عنہ کی جگہ میں ضمیر رکھی ہو۔(۳)۔مخبر عنہ موٴخر ہو، میں سے کوئی ایک نہ پائی گئی تو''الــذی''کے ذریعے خبر دینا متعذر ہو جائیگا کیونکہ خبر دینا مذکورہ تین شرائط کے ساتھ مشروط ہے اور معلّق بالشرط وجودِ شرط سے موجود ہوتا ہے اور انعدام شرط سے معدوم ہوتا ہے۔

(۳)قولہ ومِن ثَمَّ امتنع الخ یہ ماقبل پر تفریع ہے کہ اگر ان تین شرائط میں سے کوئی ایک نہ پائی گئی تو اخبار بالذی ممتنع ہو جائیگا پس ضمیر شان سے خبر دینا درست نہیں جیسے:''ھو زیدٌقائمٌ''سے''الذی ھو زیدٌقائمٌ ھو''کے ذریعے خبر نہیں دی جا سکتی کیونکہ ضمیر شان صدارتِ کلام کو مقتضی ہے جو کہ مذکورہ صورت میں نہیں پائی جائیگی اسی طرح موصوف بغیر صفت اور صفت بغیر موصوف سے بھی''الــــذی''کے ذریعے خبر نہیں دی جا سکتی کیونکہ صورۃِ اولی میں ضمیر موصوف اور ثانی میں ضمیر صفت بن جائیگی حالانکہ ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے اور نہ صفت۔اور ضمیر کا موصوف یا صفت ہونا اس طرح لازم آتا ہے کہ مثلاً''ضــرب زیــدٌ الــعــاقــل''میں''زید''موصوف سے جب آپ خبر دینگے تو یوں کہیں گے''الذی ضرب ھو العاقل زیدٌ''تو''ھو''ضمیر کا موصوف ہونا لازم آیا۔اسی طرح''الّذی ضرب زیداً ایّاہ العاقل''،میں ضمیر صفت بن جائیگی۔البتہ موصوف وصفت دونوں کے مجموعہ سے خبر دی جا سکتی ہے جیسے:''الّذی ضربتہ زیدالعاقل''.

اسی طرح مصدر عامل سے معمول کے بغیر بھی خبر نہیں دی جا سکتی جیسے:''عــجــبــت مِــنْ دقِّ الــقــصــار الثوب''سے یوں کہیں''الّذی عجبت منہ الثوب دقّ القصار''کیونکہ اس صورت میں ضمیر کا''الثوب''میں عامل ہونا لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں، البتہ مصدر عامل اور معمول دونوں سے خبر دینا درست ہے کیونکہ اس صورت میں مذکورہ خرابی لازم نہیں آتی جیسے:''الّذی عجبت منہ دقّ القصارثوب''۔اور حال سے بھی خبر نہیں دی جا سکتی جیسے:''جاء نی زیدٌراکباً''سے''الّذی جاء زیدٌھوراکباً''کیونکہ''ھــــــو''،ضمیر معرفہ ہے اور حال نکرہ ہوتا ہے لہذا ضمیر کو مخبر عنہ کی جگہ میں رکھنا ممتنع ہوا اسلئے حال سے خبر دینا صحیح نہیں۔اور جو ضمیر''الّذی''،موصول کی طرف راجع نہ ہو اس سے بھی خبر دینا صحیح نہیں جیسے:''زیدٌضربتہ''سے''الّذی زیدٌضربتہ ھو''کہنا صحیح نہیں اسلئے کہ ضمیر مذکور اگر''الــذی''کی طرف راجع ہو تو مبتدأ بغیر عائد کے رہ جائیگا اور اگر مبتدأ کی طرف راجع ہو تو موصول بغیر عائد کے رہ جائیگا۔نیز جو اسم مذکورہ ضمیر پر مشتمل ہو اس سے بھی خبر نہیں دی جا سکتی کیونکہ اس میں بھی یہی خرابی لازم آتی ہے جیسے''زیــدٌ ضــربــت غلامہ''سے''الّذی زیدٌضربتہ غلامہ''کہیں۔

(٤)قولہ وماالاسمیة الخ یعنی''ما'' اسمیہ کی چند قسمیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔ماموصولہ جیسے:''عرفتُ مااشتریته ای الّذی اشتریته''۔/**نمبر ۲**۔استفہامیہ جیسے:''ماعندکَ''اور﴿وماتلکَ بیمینکَ یاموسٰی﴾۔/**نمبر ۳**۔شرطیہ۔جیسے:''ماتصنَع اصنع''۔/**نمبر ٤**۔موصوفہ جیسے:''مررت بمامعجب لکَ ای مررتُ بشئ معجب لکَ''۔/**نمبر ۵**۔ما تامہ بمعنی شی نکرہ عندابی علی الفارسی اوربمعنی الشی معرفہ عندسیبویہ جیسے:''فَنِعمّاهی ای فنعم شیئاًهی''۔/**نمبر ٦**۔بمعنی صفت جیسے:''اِضْرِبْ ضرباًمّاای ضرباًایَّ ضرب''اور''ایَّ ضرب''بمعنی ضربِ عظیم ہے۔

اور''مَنْ''،''ما'' کی طرح ہے صرف تامہ اورصفت واقع نہیں ہوتا جیسے''اَکرمت مَنْ جاءکَ''(من موصولہ کی مثال ہے)۔اور''مَنْ تضربْ اَضْرِبْ''(من شرطیہ کی مثال ہے)۔اور''مَنْ غلامکَ''(استفہامیہ کی مثال ہے)۔اور''کفٰی بنافضلاًعلی مَنْ غیرنا::احب النبی محمدًایّانا،ای علی شخصٍ غیرنا''(من موصوفہ کی مثال ہے)۔اور''ایٌّ وایَّةٌ''،''مَنْ'' کی طرح ہیں موصولہ جیسے:''اِضْرِبْ اَیّهم لقیتَ''، شرطیہ جیسے:''اَیّهم یکرمنی اُکْرِمْه''، استفہامیہ جیسے:''ایّهم اَخوکَ''، موصوفہ جیسے:''یاایّهاالرجل''۔

(۵)قولہ وهی معربة الخ یعنی موصولات میں سے صرف''ایٌّ وایَّةٌ''معرب ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ لازم الاضافت ہیں اور اضافت اسم کے اعظم خواص میں سے ہے لہٰذاان میں اسم کے ساتھ مشابہت قوی ہے حرف کے ساتھ مشابہت کی بنسبت ،اس لئے تین صورتوں میں یہ معرب ہیں(۱)مضاف نہ ہواورصدرِصلہ(یعنی صلہ کا جزءاول)مذکورہو جیسے:''ایٌّ هو قائمٌ''(۲)مضاف نہ ہواورصدرِصلہ محذوف ہو جیسے:''ایٌّ قائمٌ''(۳)مضاف ہواورصدرِصلہ مذکورہو جیسے:''ایّهم هو قائمٌ''۔البتہ مضاف ہواورصدرِصلہ مذکورنہ ہوتو پھرمبنی ہونگے کیونکہ صلہ اورصدرِصلہ کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے حرف کے ساتھ مشابہ ہوئے اوردوچیزوں کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے مشابہت بالحرف قوی ہوگئی جیسے﴿ایّهم اَشدّعلی الرّحمٰن عتیًا﴾ای ایّهم هواشدّ الخ''۔

(٦)قولہ وفی ماذاصنعت الخ یعنی جب''ما''استفہامیہ کے بعد''ذا''اسم موصول ہواوراس کے بعدمخاطب کا صیغہ ہوتواس میں دوتوجیہیں کی گئی ہیں۔/**نمبر ۱**۔''ما'' بمعنی''اَیُّ شیئ''اور''ذا''بمعنی''الّذی''۔اس وقت''ماذا'' کاجواب مرفوع ہوگا کیونکہ''ماذاصنعت''،جملہ اسمیہ ہے تواسکاجواب''الاِکرام'' بھی مرفوع ہوگا مبتدأمقدرکی خبرہونے کی بناءپرتاکہ جواب جملہ اسمیہ ہوکرسوال کے مطابق ہوجائے تقدیری عبارت اس طرح ہوگی''الّذی صنعته الاکرام''،''الّذی صنعت'' مبتدأاور''الاِکرام''خبر ہے۔/**نمبر ۲**۔''ماذا''میں''ما''اور''ذا'' دونوں کامعنی''اَیُّ شیئ''ہواوریا''ما'' بمعنی''ایّ شیئ''ہواور''ذا''زائد ہواس وقت''ماذا''،مفعول مقدم ہوگالہٰذاسوال جملہ فعلیہ ہوگا توجواب منصوب ہوگا تاکہ فعل مقدرکامفعول ہوجائے اورجواب جملہ فعلیہ ہونے میں سوال کے مطابق ہوتقدیری عبارت ہوگی''ماذاصنعت؟''اس کاجواب''صنعت الاکرام''ہوگا۔

درس نمبر۱۴۷

(۱)اسماء الافعال ماکان بمعنی الامر اوالماضی نحورُوَیدَزیداًای أمهِلْهُ وهیهات ذالک ای بَعُدَ،(۲)وفعال بمعنی الامرمن الثلاثی قیاس کنزال بمعنی انْزِلْ وفعال مصدراًمعرفة کفجار وصفة مثل یافساق مبنیا لمشابهته له عدلاوزِنة،(۳)وفعال علماًللاعیان مؤنثاًکقطام وغلاب مبنی فی الحجازومعربٌ فی تمیم الا ماکان فی آخره راءٌ نحوحضار،(٤)الاصوات کلّ لفظ حُکِیَ به صوتٌ او صُوّت به البهائم فالاول کغاق والثانی کنخ

ترجمه:۔اسماءافعال وہ ہیں جوبمعنی اُمر یابمعنی ماضی کے ہوں جیسے''رُوَیدَزیداً''(یعنی زیدکوچھوڑ)اور''هیهات ذالک''(بمعنی وہ دور ہوگیا)اورفعال ثلاثی سے اُمر کے معنی میں قیاس کے مطابق ہے جیسے''نزال،انْزِلْ''کے معنی میں اور''فعال''کاوزن جومصدر معرفہ سے لیا گیا ہوجیسے''فجار''اوروہ''فعال''جوصفت سے معدول ہوجیسے''یافساقِ''تووہ مبنی ہوتاہےان دونوں کے اُمر کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے عدل اوروزن میں،اوروہ''فعال''جوکسی شخص مؤنث کاعَلَم ہوجیسے''قطام''اور''غلاب''تو یہ حجازیوں کی لغت میں مبنی ہےاورلغتِ بنوتمیم میں معرب ہےمگرجس کے آخر میں راء ہوتو بنوتمیم بھی مانتے ہیں جیسے''حضار''،اصوات ہروہ لفظ ہےجس سے کسی آواز کی حکایت کی جائے یااس سے جانوروں کوبلایاجائےاول کی مثال جیسے''غاق''اورثانی کی مثال جیسے''نخ''۔

(۱)**قوله اسماء الافعال الخ** مصنفؒ مبنی غیرالاصل کی تیسری قسم یعنی اسماءموصولات کے بیان سے فارغ ہوگئےتوچوتھی قسم یعنی اسماء افعال کے بیان کوشروع فرمایاچنانچہ فرماتے ہیں کہ اسماء افعال وہ اسماء ہیں جوبمعنی اُمرحاضر یابمعنی فعل ماضی کے ہوں جیسے''رویدزیداً''بمعنی''اَمهِلْ زیداً''،اور''هیهات زید''بمعنی''بَعُدَزیدٌ''۔اسماءافعال کی وجہ بناءیہ ہےکہ مبنی الاصل کے موقع میں واقع ہیں۔

سوال:۔اسم فعل بمعنی اُمر کی مثال کواسم فعل بمعنی فعل ماضی کی مثال سےمقدم کرنے کی وجہ کیاہے؟

جواب:۔اسماءافعال بمعنی اُمر کااستعمال اکثرہے والعزة للتکاثر۔

(۲)**قوله وفعال بمعنی الامرالخ** اسماءافعال دوقسم پر ہیں۔/**نمبر۱**۔سماعی جوکسی خاص وزن یعنی''فعال''کےوزن پر نہ ہوں۔/**نمبر۲**۔قیاسی جوخاص وزن(جیسےثلاثی مجرد سےفعال کاوزن)پرہوں۔پھرفعال کےوزن پرچارقسم کےاسماءآتے ہیں(۱)وہ فعال جوامر کےمعنی میں ہوجیسے''نزال''بمعنی''اَنْزِلْ''،اور''تَراکِ''بمعنی''اُترُکْ''(۲)وہ''فعال''جومصدرمعرفہ سے معدول ہوتووہ بھی مبنی ہوگاجیسے''فجار''جو''الفجرة''مصدرمعرفہ سےمنقول ہےاسکی وجہ بناءیہ ہےکہ یہ''فعال''بمعنی الامر کےساتھ مشابہ ہےوزن اورمعدول ہونےمیں(۳)وہ''فعال''جومنقول ہوصفت مؤنث سےوہ بھی مبنی ہےکیونکہ وزن اورعدل میں''فعال'' بمعنی الامر کےساتھ مشابہ ہےجیسے''فساق''جو''فاسقة''سےمنقول ہے۔

سوال:۔ان دواقسام کی مشابہت''فعال''بمعنی الامر کےساتھ وزن میں توٹھیک ہےمگرعدول میں صحیح نہیں کیونکہ اسم فعل بمعنی الامرفعل

سے معدول نہیں کیونکہ عدل کی وجہ سے شئ اپنی نوع سے خارج نہیں ہوتی حالانکہ اسم فعل تو فعلیت سے اسمیت کی طرف خارج ہوا ہے؟
جواب:۔عدول سے مراد اشتقاق ہے اور اشتقاق کی وجہ سے شئ اپنی نوع سے نکل جاتی ہے جیسا کہ ''ضَرَب''، ''ضرب'' سے مشتق ہے۔

(۳)(۴) وہ ''**فعال**'' اعیان مؤنثہ میں سے کسی ایک کا نام ہو تو اس میں اختلاف ہے حجازئین کے نزدیک یہ مبنی ہے ''فعال'' بمعنی الامر کے ساتھ وزن اور عدل میں مشابہت کی وجہ سے۔اور بنو تمیم کہتے ہیں کہ ''فعال'' جب اعیان مؤنثہ میں سے کسی ایک کا علَم ہو تو یہ دو قسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔جسکے آخر میں راء ہو جیسے: ''**حضار**''۔/**نمبر ۲**۔جس کے آخر میں راء نہ ہو جیسے: ''**قطام**''۔راء چونکہ ثقیل ہے لہذا جسکے آخر میں راء ہو اس میں برائے خفت بناء مختار ہے، کیونکہ ایک راستہ پر چلنا طرق مختلفہ پر چلنے سے اسہل ہوتا ہے، اور جس کے آخر میں راء نہ ہو وہ معرب ہوگا کیونکہ ''فعال'' بمعنی الامر میں مبالغہ پایا جاتا ہے اور اس ''فعال'' میں عین کے علم ہونے کی وجہ سے مبالغہ نہیں تو ''**فعال**'' بمعنی الامر کے ساتھ مشابہت کمزور ہونے کی وجہ سے معرب ہوگا مبنی نہیں۔

(٤)قولہ الاصوات الخ مصنفؒ مبنی غیر الاصل کی چوتھی قسم یعنی اسماء افعال کے بیان سے فارغ ہو گئے تو پانچویں قسم یعنی اسماء اصوات کے بیان کو شروع فرمایا۔اسم صوت وہ لفظ ہے جس سے کسی کی آواز کو نقل کیا جائے جیسے: ''**غاق**'' (جس سے کوے کی آواز کو نقل کرتے ہیں) یا جس سے چوپائیوں میں سے کسی کو آواز دی جائے جیسے ''نخ'' جو اونٹ کو بٹھاتے وقت کہا جاتا ہے۔

فائدہ:۔اصوات پانچ قسم پر ہیں، وجہ حصر اس طرح ہے کہ اصوات یا تو صوتیت سے منقول ہوں گی مصدریت کی طرف یا نہیں اگر منقول ہوں تو وہ دو قسم پر ہے۔/**نمبر ۱**۔صرف مصدر کی طرف منقول ہو جیسے: ''**واهاً**''، تعجب کیلئے۔/**نمبر ۲**۔صوتیت سے مصدریۃ اور مصدریۃ سے اسم فعل کی طرف منقول ہوں جیسے ''**صِہ**'' صوتیت سے ''**سکوت**'' مصدر کی طرف منقول ہے اور سکوت مصدر سے ''**اُسکُتْ**'' کی طرف منقول ہے۔اور جو اصوات صوتیت سے منقول نہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔وہ اصوات ہیں جو خاص معنی کے درپیش ہونے کی صورت میں انسان کے منہ سے نکلتے ہیں جیسے بوقت ندامت ''**وَی**'' اور بوقت تعجب ''**واهاً**''۔/**نمبر ۲**۔وہ اصوات جو غیر کی صوت ہو اور انسان کے منہ سے بطور حکایت نکلے جیسے ''**غاق**''۔/**نمبر ۳**۔وہ اصوات جن سے بہائم وغیرہ کو آواز دی جائے جیسے ''**نخ**''۔

مصنفؒ نے ان پانچ اقسام میں سے صرف آخری دو قسموں کو ذکر کیا ہے، قسم اول مصادر میں اور قسم ثانی اسماء افعال میں داخل ہے لہذا یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں اور قسم ثالث کو اسلئے ذکر نہیں کیا کہ آخری دو قسم کہ جو انسان کے اصوات سے نہیں جب یہ اسماء مبنیہ کے ساتھ ملحق ہیں تو قسم ثالث تو بطریقہ اولیٰ مبنی ہوگی اسلئے اسکو ذکر نہیں کیا۔

درس نمبر۱۴۸

(۱)المرکبات کلّ اسمٍ من کلمتین لیس بینهمانسبة،(۲)فان تضمن الثانی حرفاًبُنِیا کخمسة عشرو حادی عشر واخواتها(۳)الّاثنی عشر،(٤)والّااُعْرِب الثانی کبعلبک وبنی الاول علی الاصح،(۵)الکنایات کم وکذاللعددو کیتَ وذیت للحدیث،(٦)فکم الاستفهامیة ممیّزهامنصوبٌ مفردٌ،والخبریة مجرورٌمفردٌومجموعٌ،وتدخل مِنْ فیهما،ولهماصدرالکلام وکلاهما یقع مرفوعاًومنصوباًومجروراً،

ترجمه:۔مرکبات وہ ہیں جودوکلموں سے مرکب ہوں جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو،پس اگر دوسرا حرف کے معنی کو متضمن ہوتو دونوں مبنی ہوں گے جیسے:''خمسة عشر''اور''حادی عشر''اوراسکے اخوات مگر''اثناعشر''،ورنہ دوسرے اسم کواعراب دیا جائیگا جیسے:''بعلبک''اور بنابرقولِ صحیح اول مبنی ہوگا،کنایات''کم و کذا'' عدد کیلئے اور''کیت و ذیت''بات کیلئے آتے ہیں، پس''کم''استفہامیہ اسکی تمیز منصوب اور مفردہوتی ہےاورخبریہ مجرورومفرداورمجروروجمع دونوں آتی ہیں،اوران دونوں میں''مِنْ''بیانیہ داخل ہوتاہےاوران دونوں کیلئے صدارتِ کلام ضروری ہےاوردونوں مرفوع ومنصوب اور مجرورواقع ہوتے ہیں،۔

(۱)قولہ المرکبات الخ مصنفؒ مبنی غیرالاصل کی پانچویں قسم یعنی اسماءاصوات کے بیان سے فارغ ہوگئےتو چھٹی قسم یعنی اسماءمرکبہ کے بیان کوشروع فرمایا۔''المرکبات''پرالف لام عہدی ہےمعہودوہ مرکب ہےجواسماءمبنیہ کےاجمال میں گذرگیا ہے۔مرکب ہروہ اسم ہے جو دوکلموں سے مرکب ہو اور انکے درمیان کوئی نسبت نہ ہو یعنی ترکیبِ اسنادی یا اضافی یا توصیفی نہ ہو،نیز دوکلموں سے مرکب ہوناعام ہے کہ حقیقۃً ہوجیسے:''خمسةعشر''جو''خمسة''اور''عشر''سے مرکب ہے۔یاحکماًدوکلموں سے مرکب ہوجیسے:''سیبویه''،''سیب''اور''ویه''سے مرکب ہےاور''ویه''حقیقتاًکلمہ نہیں کیونکہ''ویه''صورت ہے۔

سوال:۔تعریف جامع نہیں کیونکہ مرکب تعدادی خارج ہواجیسے''خمسة عشر''اسلئے کہ اس میں نسبتِ عطف پائی جاتی ہے؟

جواب:۔تعریف میں جونسبت منفی ہےوہ عطف کے سواہے۔مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ تعریف میں نسبت نکرہ تحت النفی واقع ہے جوکہ عموم کافائدہ دیتی ہے۔لہٰذاصحیح یہ ہے کہ نسبت سے مرادوہ نسبت ہے جودوکلموں کی ترکیب کی ظاہری ہیئت سے مفہوم ہو یہاں ایسانہیں۔

(۲)قولہ فان تضمن الخ یعنی اگرکلمہ ثانیہ حرف کومتضمن ہوتو دونوں کلمات مبنی ہوں گےاول تووسط کلمہ میں واقع ہونے کی وجہ سےمحل اعراب نہیں رہااسلئےمبنی ہےاورثانی چونکہ معنی حرف کومتضمن ہےلہٰذامبنی ہے جیسے''خمسة عشر''، کہ''عَشَرَ''،''واو''کو متضمن ہےاصل میں''خمسةٌ وعَشَرٌ''تھا۔

سوال:۔مثال توضیح مثل کیلئے ہوتی ہےاس مقصد کیلئے ایک مثال کافی تھی تو مصنفؒ نے دومثالیں کیوں لائی ہیں؟

جواب:۔اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مرکب عام ہے خواہ وہ جزءجو''عَشَرَ''کے ساتھ مرکب ہےعددہوجیسے''اَحَدَ عَشَرَ''یااسم فاعل کاصیغہ ہوجوعدد سے مشتق ہوجیسے''حَادِی عَشَرَ''۔

سوال:۔"حادی عَشر "تو حرف کو متضمن نہیں ورنہ پھر معنی غلط ہوگا؟

جواب:۔حرف کو متضمّن ہونا عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً "حادی عَشَر" حکماً متضمن ہے یعنی باعتبار مشتق منہ کے متضمن ہے جو کہ "اَحَدَعَشَر " ہے۔

(۳)قولہ اِلّا اثنی عشر الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے،سوال یہ ہے کہ "اثناعشرو اثنتاعشر" میں بھی جزءثانی حرف کو متضمن ہے مگر کلمتین مبنی نہیں بلکہ اول معرب ہے؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ دولفظ قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں ان دوکا جزءاول باوجودِعلت بناء کے معرب ہے اور معرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نون کے ساقط ہونے میں یہ مضاف کے مشابہ ہیں یعنی جس طرح کہ مضاف سے اضافت کے وقت نون گر جاتا ہے اسی طرح یہاں "اثنان" سے بھی نون گر گیا ہے،اورترکیب اضافی مبنی ہونے کو واجب نہیں کرتی۔اور جزءثانی مبنی ہے کیونکہ وہ حرف کے معنی کو متضمّن ہے۔

(٤)قولہ واِلّااُعْرب الثانی الخ یعنی اگر کلمہ ثانیہ حرف کو متضمن نہ ہوتو کلمہ اولیٰ مبنی اور ثانی معرب ہوگا کلمہ اولیٰ اسلئے مبنی ہے کہ وسطِ کلمہ میں واقع ہے جو کہ محل اعراب نہیں اور ثانی اسلئے معرب ہے کہ علتِ بناء (یعنی تضمن لمعنی الحرف) نہیں پائی جارہی ہے جیسے"جاء بعلبک "۔لفظِ"علی الاصح" بڑھانے میں اشارہ ہے کہ اس میں اور بھی لغات ہیں مگر اَصح یہ ہے۔پس اس میں دولغت اور ہیں۔/**نمبر ۱**۔دونوں معرب ہوں اول ثانی کی طرف مضاف ہو اور ثانی غیر منصرف ہو جیسے:"جاء بعلُبکَ،رأیت بعلَبکَ،مررت ببعلِبکَ "چونکہ جزءثانی غیر منصرف ہے اس لئے حالتِ جری فتحہ لفظی کے ساتھ آئی ہے۔/**نمبر ۲**۔دونوں معرب ہوں اول ثانی کی طرف مضاف ہو اور ثانی منصرف ہو جیسے:"جاء بعلُبکٍ،رأیت بعلَبکٍ،مررت ببعلِبکٍ"۔

(۵)قولہ الکنایات کم و کذاالخ مصنفؒ مبنی غیرالاصل کی چھٹی قسم یعنی سماءمرکبہ کے بیان سے فارغ ہوگئے تو ساتویں قسم یعنی اسماءکنایہ کے بیان کوشروع فرمایا۔"کنایات"،"کنایۃٌ" کی جمع ہے کنایہ لغت واصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ کسی شی معین کو کسی غرض کی وجہ سے ایسے لفظ سے تعبیر کریں جو اس شی پر دلالت کرنے میں صریح نہ ہو جیسے:"جاء نی فلانٌ" اور "فلانٌ" سے آپکی مراد زید ہو۔

سوال:۔لفظ"فلانٌ" کنایہ ہے مگر مبنی نہیں حالانکہ کنایات مبنی ہوتے ہیں؟

جواب:۔کنایات سے بعض کنایات مراد ہیں ان بعض میں لفظ"فلانٌ" داخل نہیں۔

سوال:۔شی سے بحث نفسِ شی کی معرفت پر موقوف ہے لہذا بحثِ کنایات سے پہلے انکی تعریف کرلینی چاہئے تھی؟

جواب:۔مصنفؒ نے تعریف اسلئے نہیں کی کہ تعریف اس شی کی کیجاتی ہے جس کے افراد زیادہ اور غیرمحصور ہوں جبکہ کنایات کے افراد متعین اور محدود ہیں۔"کم و کذا" عدد سے کنایہ کیلئے آتے ہیں اور"کیت و ذیت" کلام سے کنایہ کیلئے آتے ہیں۔

"کم" دوقسم پر ہے"کم"استفہامیہ (جو سوال کے لئے آئے)،"کم" خبریہ (جوخبر دینے کے لئے ہو)۔"کم"استفہامیہ

اسلئے مبنی ہے کہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے، اور ''کم'' خبریہ استفہامیہ پر محمول ہے۔ اور ''کذا'' چونکہ کاف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے پس یہ مجموعہ بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہے جو بمعنی ''کم'' ہے اور کاف و ذا اپنی اصل بناء پر برقرار ہیں۔

''کیت و ذیت'' اس لئے مبنی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک جملہ کے موقع میں واقع ہے اور جملہ چونکہ مفرد کے موقع میں واقع نہیں ہوتا اسلئے وہ اعراب و بناء کا مستحق نہیں البتہ جو مفرد جملہ کی جگہ میں واقع ہوگا اسکا اعراب و بناء سے خالی ہونا جائز نہیں لہذا اس مفرد کی بناء کو ترجیح دی جائیگی کیونکہ کلمات میں ترکیب سے پہلے بناء اصل ہے۔

(۶) قولہ فکم الاستفہامیۃ الخ ''کم'' استفہامیہ کی تمیز منصوب مفرد ہوگی کیونکہ ''کم'' مطلق عدد سے کنایہ ہے تو عدد اقل یا اکثر میں سے کسی ایک کی تمیز دینے میں ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے لہذا عدد اوسط کی تمیز بناء بر ''خیر الامور اوسطھا'' دے دی گئی۔

اور ''کم'' خبریہ کی تمیز مجرور مفرد بھی آتی ہے جیسے ''کم رجلٍ عندی'' اور مجرور مجموع بھی جیسے ''کم رجالٍ عندی''، مجرور مفرد تو اس لئے کہ ''کم'' خبریہ عدد کثیر سے کنایہ ہے اور عدد کثیر کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے لہذا ''کم'' خبریہ کی تمیز بھی مفرد مجرور ہوگی، اور مجموع مجرور اس لئے آتی ہے کہ عدد کثیر تو کثرت میں صریح ہے اور ''کم'' خبریہ کثرت میں صریح نہیں لہذا اسکی تمیز جمع ہوگی تاکہ جبیرہ ہو کثرت کی تصریح نہ کرنے کا۔

''کم'' استفہامیہ وخبریہ دونوں کی تمیز کے شروع میں ''مِنْ'' بیانیہ آتا ہے کیونکہ تمیز اور ''مِنْ'' دونوں بیان کیلئے آتے ہیں لہذا ان کے درمیان مناسبت ہے جیسے: ''کم مِنْ رجلٍ ضربت'' اور ''کم مِنْ مَلَکٍ فی السمٰوات''۔ شارح رضی کے نزدیک کم استفہامیہ کی تمیز پر ''من'' داخل نہیں ہوتا جبکہ دیگر نحاۃ کے نزدیک دخول ''من'' درست ہے جیسا کہ کلام اللہ شریف میں ہے ﴿سَلْ بنی اسرائیلَ کم آتینَاھم مِنْ آیۃٍ﴾۔

''کم'' استفہامیہ وخبریہ دونوں صدارتِ کلام چاہتے ہیں۔ ''کم'' استفہامیہ تو چونکہ معنی استفہام کو متضمن ہے اسلئے صدارت کلام چاہتا ہے تاکہ شروع میں ہی یہ معلوم ہو کہ یہ کلام کی کونسی نوع ہے، اور ''کم'' خبریہ انشاء تکثیر پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی کلام کی ایک نوع ہے لہذا اس پر بھی اول الامر میں تنبیہ کرنا واجب ہے اور یہ تنبیہ صدارتِ ''کم'' سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ''کم'' استفہامیہ وخبریہ میں سے ہر ایک کبھی مرفوع المحل ہوتا ہے کبھی منصوب اور کبھی مجرور ہوتا ہے اسلئے کہ یہ دونوں اسماء مبنیہ میں سے ہیں تو دیگر اسماء مبنیہ کی طرح ''کم'' بھی محلِ رفع، نصب اور جر میں واقع ہوتا ہے۔

درس نمبر۱۴۹

(۱)فکلّ مابعده فعلٌ غیر مشتغلٌ عنه بضمیره کان منصوباًمعمولاًعلی حسبه،(۲)و کل ماقبله حرف جرٍاومضاف فمجرورٌ،(۳)والّافمرفوعٌ مبتدأان لم یکن ظرفاًوخبرًان کان ظرفاً،(٤)و کذالک اسماء الاستفهام والشرط،(۵)وفی مثل شعر: کم عمّة لک یاجریرو خالة،ثلاثة اوجه،(٦)وقدیحذف فی مثل کم مالُک و کم ضربت

ترجمہ:۔پس ہر''کم''جس کے بعد کوئی فعل ہواوراس سے اس کی ضمیر کے ساتھ مشغول نہ ہووہ منصوب ہوگا اس فعل کے مطابق معمول ہوگا،اور ہروہ''کم''جس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہووہ مجرور ہوگا،ورنہ مرفوع ہوگا مبتدأ ہوگا اگر ظرف نہ ہواور خبر ہوگا اگر ظرف ہو،اوراسی طرح اسماءاستفہام اورشرط بھی ہیں اورآنے والےقول''کم عمّة لک الخ''جیسی مثالوں میں تین وجوہ جائز ہیں اور کبھی حذف کردی جاتی ہے''کم مالُکَ''اور''کم ضربت''جیسی مثالوں میں۔

(۱)قوله فکل مابعده الخ یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ''کم''خبریہ واستفہامیہ کہاں مرفوع ہوتے ہیں کہاں منصوب ہوتے ہیں اور کہاں مجرور ہوتے۔''کم''خبریہ یا استفہامیہ کے بعد اگر ایسا فعل ہو جو کم کی ضمیر کے ساتھ مشغول نہ ہوتو ایسا''کم''فعل مذکور کے تقاضے کے مطابق منصوب ہوگا۔اگرفعل مقتضی للنصب بناء برظرفیت ہوتو''کم''منصوب بناء برظرفیت ہوگا اور اگر فعل مقتضی للنصب بناء برمصدریت ہوتو''کم''منصوب بناء برمصدریت ہوگا اور اگر فعل مقتضی للنصب بناء برمفعولیت ہوتو''کم''منصوب بناء برمفعولیت ہوگا۔اوران تین میں سے کسی ایک کاتعین تمیز سے ہوگا اگر تمیز ظرف ہوتو''کم''منصوب علی الظرفیۃ ہوگا جیسے:''کم یوماًسِرت''اوراگر تمیز مصدر ہوتو''کم''منصوب بناء برمصدریۃ ہوگا جیسے:''کم ضَربة ضربت''اوراگر تمیز مفعول ہوتو''کم''منصوب بناء برمفعولیت ہوگا جیسے:''کم رجلاًضربت''۔اور''کم''خبریہ کی مثالیں اس طرح ہیں''کم یومٍ سرت فیه''،''کم ضربةٍ ضربت''،''کم رجلٍ ضربت''۔

(۲)قوله وکلّ ماقبله حرف جر الخ یعنی ہروہ''کم''جس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہوتو وہ کم مجرور ہوگا جیسے:''بِکم درهم اشتریت''،یہ حرف جار کی وجہ سے مجرور''کم''کی مثال ہے۔اور''غلام کم رجلٍ ضربت''،یہ مضاف کی وجہ سے مجرور''کم''کی مثال ہے۔

سوال:۔جس''کم''سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہوتو اس''کم''کوتو صدارت کلام نہیں ملی حالانکہ''کم''دارت کلام چاہتا ہے؟

جواب:۔چونکہ مجرور کی تقدیم جار پر ممتنع ہے تو نحاۃ نے جارو مجرور کوایک کلمہ کا حکم دے کر''کم''کوصدارت کلام دلا دیا ہے۔

(۳)قوله والّافمرفوعٌ الخ یعنی مذکورہ بالا دووجہوں میں سے اگر کوئی وجہ نہ ہوتو کم مبتدأ ہوکر مرفوع ہوگا بشرطیکہ ظرف نہ ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال''کم رجلاًاخوتکَ''اور کم خبریہ کی مثال''کم رجل اتیٰ''۔اوراگر ظرف ہوتو خبر ہوگا بصورت ظرف،مبتدأ

اسلئے نہ ہوگا کہ ظرف باعتبار متعلق جملہ ہے اور جملہ ابتدائیت کی صلاحیت نہیں رکھتا لہٰذا اگر ظرف ہو تو خبر ہوگا جیسے: ''کم یوماً سفرکَ''، ''کم یوماً'' خبر مقدم اور ''سفرک'' مبتداء مؤخر ہے۔

(٤) قولہ وکذالک اسماء الاستفہام الخ یعنی تمام اسماء استفہام و شرط وجوہ اعراب میں ''کم'' کی طرح ہیں، جیسا کہ ''کم'' میں چار طرح اعراب جاری ہوتے ہیں یعنی نصب، جر، رفع بناء برابتدا اور رفع بناء برخبر، اسی طرح مجموعہ اسماء شرط واستفہام میں بھی چار طرح کے اعراب جاری ہوتے ہیں، ہر ایک میں چار طرح اعراب جاری نہیں ہوتے بلکہ بعض میں دو بعض میں تین اور بعض میں چاروں جاری ہوتے ہیں جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کرینگے۔

اور جو شرطیں ''کم'' میں ذکر کی گئیں وہی شرطیں اسماء استفہام و شرط کی بھی ہیں لہٰذا ''مَنْ'' اور ''ما'' جب استفہامیہ ہوں تو ان میں تین وجوہ جاری ہوتے ہیں۔/**نمبر ۱**۔نصب بناء برمفعول بہ جیسے: ''مَنْ ضربت وماصنعت''۔/**نمبر ۲**۔جر جیسے: ''بِمَنْ مررتَ وغلام مَنْ ضربتَ وبمامررت وفوق ماجلست''۔/**نمبر ۳**۔رفع بناء برابتدأ جیسے: ''مَنْ ضربته وماصنعته''۔البتہ ''مَنْ وما'' میں رفع بناء برخبریت جائز نہیں کیونکہ رفع بناء برخبریت مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ خبر ظرف ہو اور ''مَنْ وما'' کا ظرف ہونا ممنوع ہے۔

اسی طرح ''مَنْ وما'' اگر شرطیہ ہوں تو بھی ان میں تین وجوہ جائز ہیں۔/**نمبر ۱**۔نصب بناء برمفعولیت جیسے: ''ماتصنعُ اَصنعُ ومَنْ تضربُ اَضرِبُ''۔/**نمبر ۲**۔جر بناء برحرف جر جیسے: ''بِمَنْ تَمُرُّ اَمُرُّ''۔/**نمبر ۳**۔رفع بناء برابتدا جیسے: ''مَنْ یاْتینی فھو مکرمٌ'' اور ﴿وماتُقدِّموا لِانفُسِکم مِنْ خیرٍ تَجِدُوہ عنداللّٰہ﴾۔''مَنْ وما'' بلکہ تمام اسماء شرط میں رفع خبر ہونے کی بناء پر نہیں آتا کیونکہ ان کے بعد صرف فعل واقع ہوتا ہے اور فعل میں مبتدأ ہونے کی صلاحیت نہیں کہ اسم شرط اس کے لئے خبر بنے۔

باقی وہ اسماء استفہام و شرط جن کو ظرفیت لازم ہے جیسے: ''اَیْنَ، اَنّٰی، متٰی، اذا، کیف، ایّان'' ان میں صرف دو وجوہ جاری ہوتی ہیں۔/**نمبر ۱**۔جر جیسے: ''مِنْ اَیْنَ تقرأ'' اور ''مِنْ اَینَ تقرأ اَقرأ''۔/**نمبر ۲**۔نصب بناء برظرفیت جیسے: ''متٰی ضربت'' اور ''متٰی تُکرِمْنی اُکرِمکَ'' اور ''اَینَ تجلس واَین تجلس اَجلس''۔

اور ''ایٌّ'' میں چار وجوہ جاری ہوتی ہیں۔/**نمبر ۱**۔نصب بناء برمفعول بہ جیسے: ''ایّھم ضربتَ''۔/**نمبر ۲**۔جر جیسے: ''بِاَیّھم مررتَ''۔/**نمبر ۳**۔رفع بنا برابتدأ جیسے: ''اَیُّھم قائمٌ''۔/**نمبر ٤**۔رفع بناء برخبر جیسے: ''ایَّ وقت مجیئک اَیْ ایَّ وقت کائنٌ مجیئک''، اس صورت میں ''اَیّ'' اگرچہ منصوب بناء برظرفیت ہے لیکن اپنے متعلق کے اعتبار سے بناء برخبریت محلاً مرفوع ہے۔

(٥) قولہ وفی مثل کم عمّۃ الخ یہ شعر فرزدق شاعر کا ہے جریر کی ہجو میں کہا ہے، **شعر**:۔ کم عمۃٍ لک یا جریر وخالۃ :: فدعاء قد حلبتُ عليّ عشاری (اے جریر تیری بہت سی پھوپھیاں اور خالائیں کج دست یا ٹیڑے پاؤں والی ہیں جنہوں

نے میری دس ماہ کی اونٹنیاں دوہا ہے)

فائدہ: ۔ہاتھ پاؤں ٹیڑے ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ یا تو کثرت خدمتِ فرزدق کی وجہ سے ایسی ہوگئی ہیں اور یا خلقۃً ایسی ہی ہیں اور دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں کے دودھ دوہنے کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسی اونٹنیوں کے دوہنے میں تکلیف ہوتی ہے۔اور جب ''عمۃٍ'' کو ''کم'' استفہامیہ کی تمیز قرار دیں تو ہجو میں مبالغہ زیادہ ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ جریر کی پھوپھیاں اور خالائیں اتنی کثرت سے فرزدق کی خدمت میں ہیں کہ اسکو انکی تعداد یاد نہیں پس جریر سے پوچھتا ہے، اسی کو تہکم اور استہزاء کہتے ہیں۔

''مثل کم عمۃ'' سے مراد ہروہ ترکیب ہے جس میں ''کم'' خبریہ و استفہامیہ دونوں کا احتمال ہو اور تمیز میں حذف و ذکر دونوں کا احتمال ہو، تو اس جیسی ترکیب میں ''کم'' میں تین وجوہ جائز ہیں۔/**نمبر ۱**۔رفع بناء بر ابتدا جبکہ تمیز مذکور ہو خواہ ''کم'' خبریہ ہو یا استفہامیہ، اور تمیز خواہ مجرور ہو یا منصوب، اور ''خالۃ'' تمیز یعنی ''عمۃ'' پر عطف ہو کر منصوب یا مجرور ہو اور ''فدعاء''، ''عمۃ و خالۃ'' کیلئے صفت ہو اور ''قدحلبتُ الخ'' مذکورہ مبتدأ کیلئے خبر ہو۔/**نمبر ۲**۔نصب بناء بر ظرفیت جبکہ ''کم'' کی تمیز ظرف محذوف ہو خواہ ''کم'' خبریہ ہو کر تمیز مجرور ہو یا استفہامیہ ہو کر تمیز منصوب ہو اور تمیز محذوف لفظِ ''مرۃً'' ہو تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ''عمۃ لکَ یا جَریرُ و خالۃ فدعاء کم مرۃً قدحلبتُ علیّ عشاری'' پس ''کم مرۃ'' ظرف ہے ''حلبتُ'' مؤخر کیلئے اور ظرف کو اسلئے مقدم کیا ہے کہ کم صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اور ''عمۃ'' مرفوع بناء بر ابتدأ ہے جملہ فعلیہ یعنی ''قدحلبت الخ'' اسکی خبر ہے۔

/**نمبر ۳**۔نصب بناء بر مصدریت جبکہ تمیز لفظ ''حلبۃ'' محذوف ہو خواہ کم خبریہ ہو کر تمیز مجرور ہو یا استفہامیہ ہو کر تمیز منصوب ہو تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ''عمۃ لک یا جریر و خالۃ فدعاء کم حلبۃ قدحلبتُ علیّ عشاری'' پس ''کم حلبۃ'' مفعول مطلق ہے ''حلبت'' کیلئے اور مفعول مطلق کی وجہ تقدیم یہ کہ کم صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے، اور ''عمۃ'' مرفوع ہے بناء بر ابتدائیت اور ''قدحلبتُ'' جملہ فعلیہ خبر ہے۔

بعض نسخوں میں عبارت ''وفی مثل تمیز کم عمۃ الخ'' ہے اس وقت معنی ہوگا کہ کم کی تمیز میں تین وجوہ جائز ہیں نفس کم میں نہیں۔وہ تین وجوہ درج ذیل ہیں۔/**نمبر ۱**۔رفع بناء بر ابتدأ، یہ اس وقت جبکہ کم کی تمیز محذوف ہو خواہ کم خبریہ ہو یا استفہامیہ اور تمیز خواہ ظرف ہو یا مصدر، اور ''حلبتُ'' کے متعلقات میں سے ہو اور ''حلبتُ'' جملہ فعلیہ ''عمۃ'' کیلئے خبر ہو تقدیری عبارت اس طرح ہوگی ''عمۃ لک یاجریر و خالۃ فدعاء کم مرۃ قدحلبتُ علیّ عشاری'' اس صورت میں ''عمۃٌ'' مرفوع بناء بر ابتدأ ہے اس وقت ''عمۃ'' تمیز نہیں مگر اسکو باعتبار اغلب کے مجازاً تمیز کہا ہے۔/**نمبر ۲**۔نصبِ تمیز یعنی ''عمۃ'' جبکہ ''کم'' استفہامیہ ہو تقدیری عبارت ہوگی ''کم عمۃً لک یا جریر الخ'' تو ''عمۃ'' منصوب ہے کیونکہ ''کم'' استفہامیہ کی تمیز منصوب ہوتی ہے۔/**نمبر ۳**۔جرِ تمیز یعنی ''عمۃ'' جبکہ ''کم'' خبریہ ہو کیونکہ ''کم'' خبریہ کی تمیز مجرور ہوتی ہے تقدیری عبارت ہوگی ''کم عمۃٍ لک یا جریر الخ''۔نسخہ اُولیٰ اَولیٰ ہے کیونکہ بحث وجوہ اعرابِ ''کم'' کی ہو رہی ہے۔

(۶)قولہ وقد یحذف فی مثل کم مالک الخ یعنی جہاں کم کی تمیز کے حذف پر قرینہ موجود ہو وہاں کبھی تمیز کو حذف کر دیا جاتا ہے خواہ کم خبریہ ہو یا استفہامیہ جیسے ’’کم مالک و کم ضربت‘‘ مثالِ اول میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا جبکہ ’’مالُکَ‘‘ بوجہ اضافت معرفہ ہے لہذا تمیز محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ’’کم درھماً مالُکَ و کم درھم مالُک‘‘۔ اور مثال ثانی میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا یہاں فعل پر داخل ہے تو یہ دلیل ہے کہ فعل سے پہلے تمیز محذوف ہے تقدیری عبارت اسطرح ہوگی ’’کم مرۃً ضربت و کم مرۃٍ ضربت‘‘۔

درس نمبر ۱۵۰

(۱)الظروف منہاماقطع عن الاضافۃ کقبل وبعد،(۲)واُجری مجراہ لاغیر ولیس غیر وحَسب،(۳)ومنہاحیث ولایضاف الّاالی الجملۃ فی الاکثر،(٤)ومنہااذاوھی للمستقبل وفیہا معنی الشرط ولذالک اُختِیربعد الفعل،(۵)وقدتکون للمفاجاۃ فیلزم المبتدأ بعدھا،(۶)ومنہااِذُللماضی ویقع بعدالجملتان

ترجمہ: ۔ظروف ان میں سے ایک قسم وہ ہے جو مقطوع عن الاضافۃ ہے جیسے ’’قبل و بعد‘‘ اور اسی کے قائم مقام لفظ ’’لاغیر و لیس غیر و حسب‘‘ ہیں، اور ان ظروف میں سے ’’حیث‘‘ ہے جو نہیں مضاف ہوتا مگر جملہ کی طرف اکثر استعمال میں، اور ان میں سے ’’اِذا‘‘ ہے اور وہ مستقبل کیلئے آتا ہے اور اس میں شرط کا معنی ہے اسی وجہ سے اسکے بعد فعل اختیار کیا گیا ہے، اور کبھی مفاجات کیلئے بھی آتا ہے پس اس کے بعد مبتدأ کا لانا ضروری ہے، اور ان میں سے ’’اِذُ‘‘ ماضی کیلئے آتا ہے اور اسکے بعد دو جملے واقع ہوتے ہیں۔

(۱)قولہ الظروف منہاماقطع الخ مصنفؒ مبنی غیر اصل کی ساتویں قسم یعنی اسماء کنایات کے بیان سے فارغ ہو گئے تو آٹھویں قسم یعنی اسماء ظروف کے بیان کو شروع فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں کہ بعض ظروف میں سے وہ ہیں جو اضافت سے قطع کئے گئے ہیں، مراد یہ ہے کہ مضاف الیہ کو لفظ سے حذف کیا ہو اور نیت میں موجود ہو جیسے: ’’قبل و بعد‘‘، یہ قسم مبنی برضمہ ہے۔ ’’قبل و بعد‘‘ لازم الاضافت ہیں پھر ان کا مضاف الیہ یا تو مذکور ہوگا اور یا محذوف۔ اگر مذکور ہو تو یہ معرب ہونگے اور اگر محذوف ہو تو یا نسیاً و منسیاً ہوگا یا نیت میں ہوگا اگر نسیاً منسیاً ہو تو اس صورت میں بھی معرب ہونگے جیسے: ’’رُبَّ بعدٍ کانَ خیراً مِنْ قبلٍ‘‘ اور اگر منوی ہو تو یہ مبنی ہونگے کیونکہ اس وقت مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں ان کی مشابہت حرف کے ساتھ ہے۔

(۲)قولہ واُجری مجراہ الخ یعنی ’’لاغیر‘‘ اور ’’لیس غیر‘‘ باوجودیکہ ظروف نہیں مگر حذفِ مضاف الیہ اور مبنی برضمہ ہونے میں ظروف مقطوع عن الاضافۃ کے قائم مقام ہیں، جیسے: ’’جاء نی زیدٌ لاغیر، جاء نی زیدٌ لیس غیر، جاء نی زیدٌ حسب‘‘، اور انکو ظروف مقطوع عن الاضافۃ کے قائم مقام اسلئے قرار دیا گیا ہے کہ جس طرح ابہام ظروف مقطوع عن الاضافۃ میں پایا جاتا ہے ایسا ہی ’’غیر‘‘ میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ’’غیر‘‘ چونکہ ’’لا‘‘ اور ’’لیس‘‘ کے بعد کثیر الاستعمال ہے اس لئے صرف اس ’’غیر‘‘ کا مضاف الیہ حذف ہوتا ہے جو ’’لا‘‘ اور ’’لیس‘‘ کے بعد ہو۔ نیز اسی طرح کا ابہام ’’حسب‘‘ میں بھی ہے کہ اضافت کے باوجود

معرفہ نہیں ہوتا اسلئے ''حسب'' بھی ظروف مقطوع عن الاضافت کے قائم مقام ہے۔

(۳)قوله و منها حیث الخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے ''حیث'' ہے جو اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے پھر خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ، جیسے: ''اِجلسْ حیث زیدٌ جالسٌ ،قُمْ حیث قامَ زیدٌ''۔ اور مضاف الی الجملہ در حقیقت مضمون جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور مضمون جملہ مذکور نہیں تو یہ اضافت عدم اضافت کی طرح ہے لہذا مقطوع عن الاضافت ہونے میں یہ ظروف مقطوع عن الاضافت کے مشابہ ہوا اسلئے ظروف مقطوع عن الاضافت کی طرف مبنی برضمہ ہے جیسے: ''اِجْلِسْ حیثُ زیدٌجالِسٌ و حیث یجلسُ زیدٌ''۔ اور ''حیث'' کبھی مفرد کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے

شعر:۔ اَماتریٰ حیثُ سُهَیل طالعاً : نجمٌ تُضیء کاالشهاب ساطعا(کیا تو سہیل کی جگہ کو نہیں دیکھتا اس حال میں کہ وہ سہیل طلوع ہو رہا ہے وہ ایک تارہ ہے جو آگ کے شعلہ کی طرح چمک رہا ہے)۔

شعر مذکور میں ''حیث'' مفرد یعنی ''سهیل'' کی طرف مضاف ہے۔ البتہ مفرد کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں عند البعض معرب ہے کیونکہ علت بناء زائل ہوگئی اور عند البعض مبنی ہے کیونکہ اضافت الی المفرد شاذ ہے جسکا کوئی اعتبار نہیں۔

(٤)قوله و منها اِذاالخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے ''اذا'' ہے خواہ زمانیہ ہو یا مکانیہ، ''اذا'' زمانیہ زمانہ مستقبل کیلئے آتا ہے اگر چہ ماضی پر داخل ہو کیونکہ ''اذا'' کو ایسے مستقبل کے لئے وضع کیا گیا ہے جس کا وقوع یقینی ہو۔ اور ''اذا'' میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے اسی لئے اس کے بعد فعل مختار ہے کیونکہ شرط کے ساتھ فعل کی مناسبت ہے۔ اور شرط کا معنی جملہ جزائیہ کے مضمون کا جملہ شرطیہ کے مضمون پر مرتب ہونا ہے یا اول کا ثانی کے لئے سبب ہونا ہے۔ ''اذا'' کی وجہ بناء وہی ہے جو ''حیث'' کی ہے۔ نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حرف شرط کے معنی کو متضمن ہے۔

سوال:۔ ''اذا'' تو زمانہ ماضی کیلئے بھی آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ہے ﴿حتّٰی اذابَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ﴾ جبکہ آپ کہتے ہیں کہ ''اذا'' زمانہ مستقبل کیلئے آتا ہے؟

جواب:۔ مطلب یہ ہے کہ اکثر زمانہ مستقبل میں استعمال ہوتا ہے قاعدہ کلیہ نہیں۔

(٥)قوله و قدیکون للمفاجاة الخ یعنی کبھی ''اذا'' مفاجات کیلئے آتا ہے اس وقت ''اذا'' میں شرط کا معنی نہیں پایا جاتا لہذا اس کے بعد مبتدا لازم ہے تاکہ ''اذا'' شرطیہ و مفاجاتیہ میں فرق ہو۔

سوال:۔ مبتدا تو ''اذا'' شرطیہ کے بعد بھی آتا ہے جیسے ﴿اِذاالشّمسُ کُوِّرَتْ﴾ تو اب فرق کیسے ہوگا؟

جواب:۔ ''اذا'' مفاجاتیہ کے بعد مبتدا لازم ہے اور شرطیہ کے بعد جائز ہے لہذا فرق ہوگیا۔ مگر وقوع کے بعد یوں فرق کیا جاسکتا ہے کہ ''اذا'' شرطیہ کے بعد جو مبتدا ہو اسکی خبر فعل ہوگا جیسے ﴿اِذاالشّمسُ کُوِّرَتْ﴾ اور ''اذا'' مفاجاتیہ کے بعد جو مبتدا ہوگا اسکی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے اور اگر مذکور ہو تو اسم ہوگا جیسے ﴿خلَقَکُم مِن ترابِ ثُمَّ اذاانتم تنتشرون﴾۔

سوال:۔''اذا'' مفاجاتیہ کے بعدلزوم مبتدأ سے لازم آتا ہے کہ''اذا'' مفاجاتیہ کے بعدرفع واجب ہوحالانکہ باب اضمارعلی شریطۃ التفسیر میں کہاتھا کہ''اذا'' مفاجاتیہ کے بعدرفع مختار ہے واجب نہیں؟

جواب:۔لزوم سے یہاں کثرتِ وقوع مراد ہے فلا منافاۃ یالزوم باب اضمار کے علاوہ میں مراد ہے۔

(۶)قولہ ومنھااذُ للماضی الخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے ایک''اِذُ'' ہے جوکہ ماضی کیلئے استعمال ہوتا ہےاگرچہ فعل مستقبل پرداخل ہوجیسے:''جاء نی زیدٌاذیقومُ عمروٌای اِذقامَ عمروٌ'' ۔''اِذُ'' میں چونکہ شرط کامعنی نہیں پایا جاتا ہے جوفعلیت کے ساتھ اختصاص کا مقتضی ہے لہٰذا''اِذُ'' کے بعد جملہ فعلیہ بھی آتا ہےاور جملہ اسمیہ بھی۔'' اِذُ'' ظرفیہ کی وجہ بناء یہ ہے کہ''اِذُ'' کی وضع حرف کی وضع کی طرح ہے یعنی حرف کی طرح ثنائی ہے۔اور یاوہ وجہ ہے جو''حیث'' کی ہے۔

سوال:۔''اِذُ'' جس طرح کہ ماضی کیلئے استعمال ہوتا ہے مستقبل کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ﴿اِذِالاغلالُ فی اَعناقھم﴾ حالانکہ آپ کہتے ہیں کہ''اِذُ'' ماضی کیلئے استعمال ہوتا ہے؟

جواب:۔غالب استعمال مراد ہے قاعدہ کلیہ نہیں۔

درس نمبر ۱۵۱

(۱)ومنھااَین للمکان استفھاماًوشرطاًومتٰی للزمان فیھماوایّان للزمان استفھاماًوکیف للحال استفھاماً،(۲)ومذ ومنذ بمعنی اوّل المدۃ فیلیھماالمفردالمعرفۃ وبمعنی الجمیع فیلیھماالمقصودبالعدد(۳)وقدیقع المصدر والفعل اوانّ اواَن فیقدرزمان مضاف(۴)وھومبتدأوخبرہ مابعدہ خلافاًللزجاج،(۵)ومنھالدیٰ ولَدُنُ وقدجاء لَدُنِ ولَدِنُ ولُدُنِ ولَدُولُدُولَدُ،(۶)ومنھاقط للماضی المنفی وعوض للمستقبل المنفی(۷)والظروف المضافۃ الی الجملۃ،واِذُیجوزبناء ھاعلی الفتح (۸)وکذالک مثل وغیرمع ماواَنُ واَنّ

ترجمہ:۔اوران میں سے''اَینَ'' اور''اَنی'' بھی ہیں جومکان کیلئے آتے ہیں استفہام اورشرط کےطور پراور''متٰی'' زمانہ کیلئے بطوررشرط واستفہام آتا ہےاور''ایّان'' زمانہ کیلئے استفہام کےطور پرآتا ہےاور''کیف'' حال کیلئے بطوراستفہام آتا ہےاور''مذ ومنذ'' اول مدت کامعنی دینے کیلئے آتے ہیں پس ان دونوں کے ساتھ مفردمعرفہ متصل ہوگااورجمیع مدت کے معنی میں بھی آتے ہیں اس وقت ان دونوں کے ساتھ مقصود بالعدد ملا ہواہوگااورکبھی مصدراورفعل بھی واقع ہوتے ہیں یا''اِنّ'' یا''اَن'' واقع ہوتا ہے ایسی صورت میں ایسازمانہ مضاف ہوتا ہے جومقدرہواوروہ مبتدأ ہوتا ہےاوراسکی خبراسکا مابعدہوتی ہے اس میں زجاج کااختلاف ہےاوران میں سے''لدیٰ''اور''لَدُنُ'' ہےاورکبھی''لَدُنِ''(بسکون دال وکسرنون)اورکبھی''لَدَنُ''(بفتح دال وسکون نون)اور کبھی''لُدُنِ''(بسکون دال وکسرنون)اورکبھی''لَدُ''(بسکون دال وحذف نون)اورکبھی''لُدُ''(بسکون دال وضم لام وحذف نون) اورکبھی''لَدُ''(بضم دال وحذف نون) آتا ہےاوران میں سے''قط'' ماضی منفی کیلئے اور'' عوض'' مستقبل منفی کیلئے آتا ہےاوروہ ظروف

جو جملہ کی طرف یا ''اِذْ'' کی طرف مضاف ہوں انکا بنی بر فتح ہونا جائز ہے اسی طرح لفظ ''مثل'' وغیرہ بھی مبنی ہوتے ہیں جب وہ ''ما'' اور ''اَن'' اور ''اَنَّ'' کے ساتھ ہوں۔

(۱) قولہ ومنھا اَینَ للمکان الخ یعنی ظروف میں سے ''اَینَ'' اور ''اَنّٰی'' ہیں جو مکان کیلئے بمعنی شرط یا بمعنی استفہام استعمال ہوتے ہیں جیسے: ''اَینَ زیدٌ''، ''اَینَ تجلِسْ اَجلِسْ'' اور ''اَنّٰی زیدٌ'' اور ''اَنیّٰ تجلِسْ اَجْلِسْ''۔ اور ''اَنّٰی'' کبھی کیف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ''اَنّٰی زیدٌای کیف زیدٌ'' اور کبھی ''متٰی'' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے: ''اَنّٰی القتال ای متٰی القتال''۔

اور ''متـٰی'' زمانے کیلئے بمعنی شرط واستفہام استعمال ہوتا ہے جیسے: ''متـٰی الساعة''، اور ''متـٰی تـخـرج اَخْـرُج ''۔ اور ''ایّـانَ'' زمانے کیلئے صرف استفہام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے: ''ایّـانَ یـوم الـدّین''، شرط کے معنی میں نہیں آتا۔ اور ''کیف'' حالت وکیفیت کے لئے استفہام کے معنی میں آتا ہے۔ ان ظروف کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرفِ شرط یا حرفِ استفہام کے معنی کو متضمن ہیں۔

(۲) قولہ ومذومنذالخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے ''مذ'' اور ''منذ'' ہیں۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔ کبھی اوّل المدة کیلئے آتے ہیں جیسے ''مـا رأیتـه مـذیـوم الـجـمـعة'' یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی ابتدا جمعہ کے دن سے ہے، اس وقت ''مـذ '' اور ''مـنذ'' کے بعد مفرد معرفہ بغیر فصل کے واقع ہوتا ہے کیونکہ فعل کا اوّل مدت اَمر واحد ہوتا ہے نہ کہ دو یا زیادہ۔ اور معرفہ اسلئے ہوتا ہے کہ فعل کی اوّل المدة کو وقتِ مجہول قرار دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ اوّلیۃ وقتِ مَا مدتِ فعل کیلئے یقینی معلوم ہے ۔/**نمبر ۲**۔ ''مذ'' اور ''منذ'' کبھی جمیع مدت کیلئے آتے ہیں جیسے ''مـا رأیتـه مذیومان'' یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی کل مدت دو دن ہیں، اس وقت ان کے بعد وہ زمانہ ذکر ہوگا جسکے بیان کا عدد کے ذریعے قصد کیا گیا ہو۔

سوال:۔ کبھی اس ''مذ'' کے بعد تثنیہ ذکر ہوتا ہے جو اوّل مدت کیلئے آتا ہے جیسے: ''مـا رأیتـه مـذیـومان الذان صاحبنافیها'' جبکہ آپ نے کہا کہ اس مذ کے بعد مفرد آتا ہے؟

جواب:۔ مفرد عام ہے حقیقۃً ہو یا حکماً۔ ''یومان'' یہاں حکماً مفرد ہے کیونکہ ''یومان'' کو ایک شیٔ شمار کیا گیا ہے اسلئے کہ ''یومانِ'' محکوم علیہ ہے اوّل مدت محکوم بہ ہے اور اوّل مدت اَمر واحد ہے جب تک ''یومان'' کو مفرد نہ قرار دیں ''یومان'' اوّل مدت نہیں بن سکتا۔

سوال:۔ مذکورہ ''مذ'' کے بعد جس طرح کہ معرفہ آتا ہے نکرہ بھی آتا ہے جیسے: ''ما رأیته مذیوم لقیتنی فیه'' تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ ''ان کے بعد معرفہ وقع ہوتا ہے''؟

جواب:۔ معرفہ عام ہے حقیقۃً ہو یا حکماً نکرہ مخصصہ حکماً معرفہ ہے مثال مذکور میں یوم نکرہ مخصصہ ہے۔

(۳) قولہ وقدیقع المصدر الخ یعنی ''مذ'' اور ''منذ'' کے بعد کبھی مصدر، فعل، اَنّ مثقلہ اور اَن مخففہ واقع ہوتا ہے پس ان

صورتوں میں ''مذ''اور''منذ'' کے بعدلفظ زمان مقدر رہوتا ہےاور مضاف ہوتا ہےان میں سے کسی ایک کی طرف جیسے:''ماخرجتُ مذذهابک ای مذزمان ذهابک''،''ماخَرَجتَ مذذهبت ای مذزمان ذهبت''،''ماخرجت مذانّک ذاهب ای مذزمان الخ''،''ماخرجت مذانْ ذهبت ای مذزمان الخ''، اورلفظ''زمان'' اس لئے مقدر مانا جاتا ہےتا کہ''مذومنذ''پر انکے مابعد کا حمل صحیح ہو۔

(٤)قوله وهومبتدأوخبر ه الخ جمہور کےنزدیک''مذ''اور''منذ''مبتدأہیں اور بعدوالا اس کی خبر ہے،جبکہ امام زجاج کےنزدیک''مذ''اور''منذ''خبرمقدم ہیں اور بعدوالا مبتدا مؤخر ہوگا

سوال:۔''مذومنذ''تونکرہ ہیں پھرمبتدأ کیسے واقع ہوتے ہیں؟

جواب:۔صورۃً اگرچہ نکرہ ہیں مگرتاً ویلاً مضاف ہیں کیونکہ یہ بمعنی اول الوقت یا جمیع الوقت ہیں لہذا یہ معنًی معرفہ ہیں۔ مگر یہ جواب درست نہیں کیونکہ لفظ کا تاً ویلی مضاف ہونا اقسام معرفہ میں سے نہیں اور اگر مبتدأ بننے کیلئے تاً ویلی اضافت کافی قرار دی جائے پھر تو ہرایک نکرہ کی تاً ویل اسم مضاف کے ساتھ ممکن ہے لہذا ہرنکرہ مبتدأبن سکے گا۔پس صحیح جواب یہ ہے کہ یہ دونوں جملہ کی طرف مضاف ہیں اوروہ جملہ محذوف ہےجس پر سابقہ جملہ دال ہےتقدیری عبارت اس طرح ہے ''مارأيته مذمارأيته يوم الجمعة''توچونکہ مقطوع عن الاضافۃ ہیں لہذادیگرظروف مقطوع عن الاضافۃ کی طرح مبنی ہیں۔

سوال:۔مبتدأہویاخبرعلی اختلاف القولین انکاظرف ہوناصحیح نہیں کیونکہ مبتدأوخبرعمدہ اورظرف فضلہ ہے؟

جواب:۔ان کومجازاًظروف کہتے ہیں کہ یہ زمانہ کے نام ہیں نہ یہ کہ یہ ترکیب میں ظرف واقع ہوتے ہیں۔

(٥)قوله ومنها لدیٰ ولَدُنْ الخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے''لَدَیٰ''اور''لَدُنْ''ہیں جوبمعنی''عند''ہیں۔''لَدُنْ''کے پڑھنے کے مختلف طُرُق ہیں جوکہ عبارت کے ترجمہ سے ظاہر ہیں۔اوران سب کی وجہ بناء یہ ہے کہ ان میں سے بعض قلت حروف میں حرف کے مشابہ ہیں اوردیگر بعض ان پرمحمول ہی۔

(٦)قوله ومنهاقطّ للماضی الخ یعنی ظروف مبنیہ میں سے''قطّ''ہے جوماضی منفی میں استغراق کیلئے آتا ہے جیسے:''مارأيته قطّ'' میں نے اسکوکبھی نہیں دیکھا۔''قط''مخفف وضع حرف کے مشابہ ہوکرمبنی ہےاورمشددمخفف پرمحمول ہے۔ اورظروفِ مبنیہ میں سے''عَوضُ''مستقبل میں نفی کے استغراق کیلئے آتا ہے جیسے:''لااضربک عَوضُ''(میں تمہیں آئندہ کبھی نہیں ماروں گا)۔اوروجہ بناءیہ ہے کہ''قبل وبعد''کی طرح مقطوع عن الاضافۃ ہے کیونکہ''لاأراه عوضُ''بمعنی''لاأراه عوضُ العائضين''ہے۔

(٧)قوله والظروف المضافة الخ ایک قاعدہ بیان فرمارہے ہیں وہ یہ کہ جوظروفِ معربہ جملہ یاکلمہ''اِذْ''کی طرف مضاف ہوں توانکامبنی ہونااوربرائےتخفیف مبنی برفتحہ ہوناجائزہےجیسے﴿يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾اور﴿مِنْ خِزْيِ

یومئذ﴾ ۔اس صورت میں انکی بناء مضاف الیہ سے مکتسب ہے،اور لفظ ''یجوز'' سے اشارہ ہے کہ ان کو معرب بھی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ مضاف الیہ سے اکتسابِ بناء واجب نہیں لہذا اسماء مستحقۃ الاعراب ہونے کی وجہ سے ان کو معرب پڑھنا جائز ہے۔

(۸)قولہ وکذالک مثل الخ یعنی جوازِ اعراب وبناء میں ظروفِ مذکورہ کی طرح لفظ ''مثل'' اور لفظ ''غیر'' بھی ہیں جبکہ ''ما'' یا ''اَنْ'' مصدریہ یا ''اَنّ'' مثقلہ کے ساتھ واقع ہوں نگے اسلئے کہ یہ جملہ کی طرف مضاف ہونے میں ظروف مذکورہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں جیسے: ''قیامِیُ مثل ماقامَ زیدٌ''، ''مثل اَنْ تقومَ''، ''مثل اَنّکَ تقوم''۔ ''وقِیامِی غیر ماقامَ زیدٌ''، ''غیر اَنْ تقومَ''، ''غیر اَنّکَ تقوم''۔

درس نمبر ۱۵۲

(۱)المرفة والنکرة المعرفة ماوضع لشئ بعینه وهی المضمرات والاعلام والمبهمات وماعرّف باللام او الندأ والمضاف الی احدهامعنی،(۲)العَلَم ماوضع لشئ بعینه غیرمتناول غیره بوضعٍ واحد،(۳)واعرفهاالمضمر المتکلم ثمّ المخاطب،(٤)النکرة ماوضع لشئ لابعینه

ترجمہ:۔معرفہ اور نکرہ،معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو اور معرفہ مضمرات،اَعلام،مبہمات اور معرفہ باللام یا معرفہ بالندأ ہیں اور وہ اسم جو ان میں سے کسی ایک کی طرف معنیً مضاف ہو،عَلَم وہ ہے جو کسی شئ معین کیلئے وضع کیا گیا ہو اور اسکے غیر کو شامل نہ ہو وضع واحد کے ساتھ،اور ان سب میں اعرف المعارف ضمیر متکلم ہے پھر مخاطب ہے،نکرہ وہ ہے جو ایسی چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو جو متعین نہ ہو۔

(۱)قولہ المعرفة والنکرة الخ اس سے پہلے مصنفؒ نے اسم کو معرب ومبنی کی طرف تقسیم کیا تھا اور ہر ایک کی اقسام واحکام بیان کئے تھے اب یہاں سے اسم کی ایک اور تقسیم فرماتے ہیں کہ اسم معین شئ کے لئے وضع ہے یا غیر معین کے لئے۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسم معرفہ اور نکرہ ہے۔معرفہ وہ ہے جس کو کسی ایسی چیز کیلئے وضع کیا ہو جو مخاطب ومتکلم کے نزدیک معین اور معلوم ہو۔اور بحسب الاستقرا معرفہ کی چھ قسمیں ہیں،مضمرات جیسے ''انا،نحن''،اَعلام جیسے ''زید،بکر،خالد،مبہمات (یعنی اسماء اشارات وموصولات)،معرفہ باللام جیسے ''الرجل''،معرفہ بحرفِ ندا جیسے ''یارجل''،جو اُمورِ مذکورہ میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو جیسے ''غلامه''، ''غلام زید''، ''غلام هذا''، ''غلام الذی عندک''، ''غلام الرجل''۔

اُمورِ مذکورہ میں سے کسی ایک کی طرف اضافت سے مراد اضافتِ معنوی ہے یہ اس لئے کہ اضافتِ لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔نیز اُمور مذکورہ سے منادی کے ماسوا مراد ہیں یہ اسلئے کہ منادی کی طرف کسی شئ کی اضافت نہیں ہوتی۔اور معرف باللام میں الف لام سے جنسی،استغراقی یا عہد خارجی مراد ہیں کیونکہ الف لام عہد ذہنی نکرہ کے حکم میں ہے۔''اَوْ الندأ'' صرف ''اللام'' پر عطف ہے تو معنی ہوا ''ماعُرِّفَ بالندأ'' لہذا اس سے وہ منادیٰ خارج ہوا جو معرفہ نہیں جیسے کوئی اندھا کہے ''یا رجلاخُذْ بِیدِیْ''۔

سوال:۔اسماء اشارات وموصولات کو مبہمات کیوں کہتے ہیں؟

جواب:۔اس لئے کہ اسم اشارہ بغیر اشارہ حسّی کے مبہم ہے اور موصول بغیر صلہ کے مبہم ہے۔

سوال:۔"ماعُرّف" باللام کے بجائے "ماذخَله اللام" کیوں نہ کہا کہ یہ مقصود کی ادائیگی میں زیادہ واضح ہے؟

جواب:۔لام سے لام تعریف مراد ہے اگر "ماذخَله اللام" کہتے تو یہ لام تعریف ولام زائد برائے تحسین دونوں کو شامل ہوتا حالانکہ لام زائد برائے تحسین تعریف کا فائدہ نہیں دیتا، لام زائد کی مثال قول باری تعالیٰ ﴿کَمَثَلِ الْحِمارِیَحْمِلُ اَسْفاراً﴾ ہے "الحمار" کا الف لام زائد برائے تحسین ہے اسی لئے تو مابعد جملہ کا اس کے لئے صفت واقع ہونا درست ہے۔

(۲)قوله العَلَم ماوُضِعَ الخ یہ علَم کی تعریف ہے کہ علَم وہ اسم ہے جس کو کسی معین شی کیلئے وضع کیا گیا ہو اور وہ وضع واحد میں اس شی کے غیر کو شامل نہ ہو۔سوال یہ ہے کہ مصنفؒ نے معارفِ ستہ میں سے صرف علَم کی تعریف کیوں کی ہے؟

جواب:۔اسماء اشارات، موصولات اور مضمرات کی تعریفیں پہلے ہو چکی ہیں ثانیاً ضرورت نہیں اور امورِ مذکورہ میں سے کسی ایک کی طرف مضاف کا معنی ظاہر ہے اور معرف باللام اور معرفہ بنداءً مستغنی عن التعریف ہیں باقی رہا علَم جسکی پہلے تعریف نہیں ہوئی ہے اور تعریف کا محتاج بھی ہے اسلئے مصنفؒ نے علَم کی تعریف کی۔

(۳)قوله واعرفها المضمر الخ یعنی معارف میں سب سے زیادہ اعرف ضمیر متکلم ہے کیونکہ اس میں التباس سب سے کم ہے اسکے بعد ضمیر مخاطب کا درجہ ہے کیونکہ تعدد مخاطبین کی وجہ سے کبھی اس میں التباس پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔اور ضمیر غائب کا ذکر اسلئے نہیں کیا کہ ضمیر متکلم ومخاطب کے معلوم ہونے سے وہ خود بخود معلوم ہوگئی کہ ان دو سے درجہ میں کم ہے۔

سوال:۔مصنفؒ نے مضمرات میں تفاوت باعتبار اَعرفیت بیان کیا تو باقی معارف میں تفاوت کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب:۔باقی معارف میں تفاوت باعتبار اعرفیت نہیں صرف مضاف الی احدھا میں ہے تو وہ مضاف الیہ سے معلوم ہو جاتا ہے۔

(٤)قوله النکرة ماوضع الخ یعنی نکرہ وہ اسم ہے جس کو غیر معین شی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔"ماوضع لشئ" بمنزلہ جنس ہے جو کہ معرفہ ونکرہ دونوں کو شامل ہے، اور "لابعینه" فصل ہے جس سے معرفہ خارج ہو جاتا ہے۔

درس نمبر ۱۵۳

(۱)اسماء العدد ماوضع لکمیة احادالاشیاء،اصولهااثنتاعشرة کلمة واحدة الی عشرة ومائة والفٌ (۲)تقول واحدٌاثنان واحدة واثنتان وثلثة الی عشرة وثلث الٰی عشر،(۳)واحدعشر اثناعشراحدیٰ عشرة وثنتاعشرة ثلثة عشرالی تسعة عشروثلث عشرة الی تسع عشرة،(٤)وتمیم تکسرالشین فی المؤنث،(۵)وعشرون واخواتهافیهمااحدوعشرون واحدیٰ وعشرون،(٦)ثم بالعطف بلفظ ماتقدّم الی تسعةٍ وتسعین(۷)ومائة والفٌ ومائتان والفان فیهماثمّ بلعطف علی ماتقدّم

ترجمه:۔اسماء عدد وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہے چیزوں کے افراد کی مقدار بیان کرنے کیلئے، اور اسماء عدد کے اصول بارہ کلمے ہیں

''واحد'' سے دس تک اور ''مائۃ'' اور ''الف'' ہیں تو کہے ''واحد، اثنان'' مذکر کیلئے ''واحدۃ، اثنتان'' مؤنث کیلئے اور ''ثلثۃ، عشرۃ'' تک مذکر کیلئے اور ''ثلث، عشر'' تک مؤنث کیلئے اور ''احدعشر، تسعۃ عشر'' تک مذکر کیلئے اور ''ثلث عشر، تسع عشر'' تک مؤنث کیلئے، اور بنوتمیم مؤنث میں شین کو کسرہ دیتے ہیں، اور ''عشرون'' اور اسکے اخوات مذکر کیلئے ''احدوعشرون'' اور مؤنث کیلئے ''احدیٰ وعشرون'' آتے ہیں، اسکے بعد استعمال عطف کے ساتھ ہوگا گذرے ہوئے لفظ (یعنی واو) کے ساتھ، ایک سو اور ایک ہزار میں ''مائۃ'' اور ''الف'' اور دو سو اور دو ہزار میں ''مائتان'' اور ''الفان'' کہتے ہیں مذکر و مونث دونوں میں پھر عطف کے ساتھ جیسا کہ گذر چکا۔

(۱) **قوله اسماء العدد** ماوضع الخ یعنی اسماء عدد وہ الفاظ ہیں جن کو شئ کے افراد کی مقدار بیان کرنے کیلئے وضع کئے ہوں جیسے ''ثلثۃ رجال'' میں ''ثلثۃ'' اسم عدد ہے رجل کے افراد کی مقدار (یعنی تین افراد) پر دلالت کرتا ہے۔ اسماء عدد کے اُصول بارہ کلمات ہیں ''واحد'' سے ''عشر'' تک اور ''مائۃ والف'' ہیں باقی اسماء عدد ان بارہ سے مأخوذ ہیں بالحاقِ تاء تانیث جیسے: ''واحدۃ واثنتان'' جو ''واحدٌ واثنان'' سے مأخوذ ہیں، یا باسقاطِ تاء تانیث جیسے ''ثلث عشر'' مأخوذ ہے ''ثلثۃ عشر'' سے، یا تثنیہ بنا کر جیسے ''مأتین والفین'' جو ''مائۃٌ والف'' سے مأخوذ ہیں، یا جمع بنا کر جیسے: ''مِئاۃٌ واُلوفٌ'' جو ''مائۃٌ والفٌ'' سے مأخوذ ہیں، یا مرکب امتزاجی بنا کر جیسے: ''خَمْسَۃَ عَشَرَ'' جو ''خمسَۃٌ'' اور ''عَشَرٌ'' سے مأخوذ ہے، اور یا حاصل بالعطف ہو جیسے: ''ثلثۃ وعشرین''، اور یا حاصل بالاضافت ہو جیسے: ''ثلثمائۃ وثلاثۃ آلاف''۔

سوال:۔ ''رجلٌ'' اور ''رجلان''، ''ذراعٌ'' اور ''ذراعان'' تو اسماء عدد نہیں مگر شئ کے افراد کی مقدار بیان کرتے ہیں لہذا اسماء عدد کی تعریف مانع عن دخول غیر نہیں؟

جواب:۔ اسماء عدد وہ ہیں جو صرف اَشیاء کے افراد کی مقدار بیان کریں اور بس، جبکہ مذکورہ بالا اسماء مقدار کے ساتھ جنس شئ بھی بیان کرتے ہیں اس لئے یہ اسماء عدد نہیں۔

(۲) **قوله تقول واحدٌ واثنان الخ** یعنی معدود مذکر مفرد کیلئے اسم عدد ''واحد'' اور تثنیہ کے لئے ''اثنان'' استعمال ہوتا ہے۔ اور مؤنث کیلئے ''واحدۃٌ واثنتان وثنتان'' استعمال ہوتے ہیں یہ قیاس کے موافق ہیں۔ اور تین سے دس تک معدود مذکر کیلئے عدد خلاف قیاس تاء تانیث کے ساتھ ہوگا کیونکہ تین سے دس تک جمع ہیں اور جمع بتأ ویل جماعت مؤنث ہے لہذا ان اعداد کے ساتھ تاء تانیث لاحق کی جاتی ہے جیسے: ''ثلثۃ رجالٍ'' یہ اس لئے تاکہ عدد معدود کے مطابق ہو۔ اور تین سے دس تک معدود مؤنث کیلئے خلاف قیاس اسم عدد مذکر استعمال ہوتا ہے جیسے: ''ثلث نسوۃ'' یہ اس لئے تاکہ معدود مذکر اور معدود مؤنث کے عدد میں فرق ہو۔

(۳) **قوله واحدعشر واثناعشر الخ** یعنی دس کے بعد ''احدعشر واثناعشر'' مذکر کے لئے دونوں اَجزا ءکی تذکیر کے ساتھ ہے اور ''احدیٰ عشرۃ واثنتاعشرۃ وثنتاعشرۃ'' مؤنث کے لئے دونوں اَجزا ءکی تانیث کے ساتھ ہے اور یہ ہر دو قیاس کے

موافق ہیں۔ان کے بعد ''ثلثة عشر'' سے ''تسعة عشر'' تک پہلا جزءخلاف قیاس مذکر کیلئے مؤنث اور مؤنث کیلئے مذکر آتا ہے جیسے ترکیب سے پہلے تھا تا کہ فرع اور اصل میں موافقت ہو کیونکہ مفردات اصل ہیں اور مرکبات فرع ہیں اور جزءثانی قیاس کے موافق ہوگا ،پس مذکر کیلئے ''ثلثة عشر'' اور مؤنث کیلئے ''ثلث عشرة'' کہا جائیگا اصل (یعنی مفردات) کے لحاظ سے مذکر کیلئے ''ثلثة عشرة'' ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ ایک جنس کے دوآلاتِ تانیث کا اجتماع گویا ایک کلمہ میں لازم آتا ہے جو کہ مکروہ ہے اسلئے جزءثانی میں تاءتانیث نہیں لایا۔

(٤)قوله وتميم تكسر الشين الخ یعنی بنوتمیم بوقت ترکیب معدودمؤنث کیلئے ''عشرة'' کے شین کو کسرہ دیتے ہیں تاکہ توالی اربع فتحات ثقلِ ترکیب کے ساتھ فیماهو كالكلمة الواحدة لازم نہ آئے۔مگر اہل حجاز شین مذکور کو ساکن پڑھتے ہیں فصیح لغت یہی ہے کیونکہ سکون فتحہ سے اَخف ہے اور فتحہ کسرہ سے اَخف ہے تو گویا بنوتمیم توالی اربع حرکات کے ثقل سے تو بچ گئے مگر کسرہ کے ثقل میں واقع ہو گئے ،جبکہ اہل حجاز کے مذہب کے مطابق یہ خرابی لازم نہیں آتی۔

(٥)قوله وعشرون واخواتها الخ یعنی ''عشرون'' اوراسکے اخوات (ثلاثون واربعون وغيره) میں مذکرومؤنث دونوں برابر ہیں جیسے ''عشرون رجلاًوعشرون اِمرأة'' ،انکے بعد مذکر کیلئے ''احدوعشرون'' اور مؤنث کیلئے ''احدیٰ وعشرون'' کہیں گے۔

(٦)قوله ثمّ بالعطف الخ یعنی ''احدوعشرون''،اور ''احدی وعشرون'' کے بعد ''عشرون'' اوراخوات عشرون عددِ زائد پر معطوف ہونگے اور عددِزائد بعینہ تفصیل گذشتہ کے مطابق ہوگا اس میں کوئی تغیر نہ ہوگا مثلاً ''اثنان وعشرون رجلاً'' مذکر کیلئے اور ''اثنتان وعشرون'' مؤنث کیلئے ،اور ''ثلثة وعشرون'' مذکر کیلئے اور ''ثلث وعشرون'' مؤنث کیلئے ہوگا ''تسعة وتسعين'' تک مذکر کے لئے اور ''تسع وتسعين'' تک مؤنث کے لئے۔

سوال:۔''احدوعشرون'' اور ''احدیٰ وعشرون'' میں بھی تو ''عشرون'' عددزائد پر معطوف ہے پھر ان کو ضابطہ عطف سے کیوں خارج کیا ہے یوں کہتے ''وعشرون واخواتهافيهماثم بعطف لفظِ ماتقدم''؟

جواب:۔''احدوعشرون'' اور ''احدیٰ وعشرون'' سابقہ حالت پر نہیں بلکہ ان میں تغیر آیا ہے اصل میں ''واحد وعشرون'' اور ''واحدةٌ وعشرون'' تھا تو چونکہ بلفظ ماتقدم نہیں اسلئے ان کو قاعدہ سے خارج کیا گیا ہے۔

(٧)قوله ومائةٌ والفٌ الخ یعنی ''تسع وتسعين'' کے بعد ''مائة والف'' اور ''مائتان والفان'' مذکرومؤنث میں برابر ہیں جیسے:''مائة رجل ومائة امرأة ومائتارجل ومائتاامرأة''، پھر ''مائة ومائتان'' اور ''الف والفان'' کے بعد جب کوئی عددزائد ہوگا تو اس پرزائد کا عطف اسی طرح ہوگا یعنی ''واحد'' اور ''اثنان'' میں قیاس کے موافق ''مائة واحد وعشرون رجلاً'' اور ''مائة واحدیٰ وعشرون امرأة'' اسی طرح تثنیہ ہے۔اور ''ثلث'' سے لیکر ''تسع'' تک خلاف قیاس ہوگا جیسے:''مائة وثلثة رجالا'' اور ''مائة وثلث امرأة'' بتفصیل سابقہ ''مائة وتسعة وتسعين رجلاوتسع وتسعين امرأة'' اوریہی

حال ''مائة'' اور ''الف'' کے تثنیہ وجمع کا ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ ''مائة'' اور ''الف'' عددِ زائد پر عطف ہو جیسے: ''واحدو مائة رجل'' اور ''واحدو الف رجل''۔

درس نمبر ۱۵٤

(۱)وفی ثمانی عشرفتح الیاء وجاز اسکانھا وشُذّحذفھابفتح النون،(۲)ومميّز الثلثة الی العشرة مخفوض مجموع لفظاًاومعنی الّافی ثلٰث مائة الی تسع مائة وکان قیاسھامئاةاومئین،(۳)ومميّزاحدعشرالی تسعة وتسعین منصوبٌ مفردٌ،(٤)ومميّز مائة والف وتثنیتھماوجمعه مخفوضٌ مفرد(۵)واذا کان المعدود مؤنثاًواللفظ مذکراًاوبالعکس فوجھان،(٦)ولایُميّزواحدواثنان استغناء بلفظ التمییزعنھمامثل رجلٌ ورجلان لافادة النص المقصودبالعدد

ترجمہ:۔اور ''ثمانی عشر'' میں یاء مفتوح ہوگی سکون بھی جائز ہے نون کو فتحہ دیکر یاء کا حذف کرنا شاذ ہے، ''ثلثة'' سے لیکر ''عشرة'' تک کی تمیز مجرور اور مجموع ہوتی ہے خواہ مجموع لفظاً ہو یا معنًی مگر ''ثلٰث مائة'' سے لیکر'' تسع مائة'' تک خلاف قیاس ہے اور قیاس تو ''مئاة'' یا ''مئین'' تھا، اور ''احدعشر'' سے ''تسعة وتسعین'' تک کی تمیز منصوب مفرد ہوگی، اور ''مائة'' اور ''الف'' اور انکے تثنیہ اور ''الف'' کی جمع کی تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے اور جب معدود مؤنث ہو اور لفظ اس کیلئے مذکر ہو یا اسکا عکس تو دو وجہ جائز ہیں ،اور ''واحد'' اور ''اثنان'' کی تمیز نہیں لائی جاتی کیونکہ تمیز سے مستغنی ہیں، جیسے: ''رجلٌ ورجلان'' کیونکہ عبارت خود ہی عدد مقصود کا فائدہ دیتی ہے۔

(۱)قوله وفی ثمانی عشر الخ یعنی ثمانی عشر میں اصل یہ ہے کہ یاء مفتوح ہو کیونکہ اعداد مرکبہ میں جزء اول کا آخر مبنی برفتحہ ہوتا ہے جیسے: ''ثلاثة عشر'' لیکن ثقالتِ ترکیب کی وجہ سے یاء کو ساکن کرنا بھی جائز ہے، مگر یہ صورت کہ یا کو حذف کردیں اور نون کو فتحہ دیں یہ شاذ ہے کیونکہ نون کا فتحہ حذفِ یاء پر قرینہ نہیں بن سکتا لہذا شاذ ہے، ہاں جائز پھر بھی ہے کیونکہ مرکب ثقیل ہے یہ تخفیف کی صورت ہے، اور یہ صورت کسرہ باقی رکھنے سے اولیٰ ہے۔ اور فتحہ اس لئے جائز ہے تاکہ یہ اپنے اخوات کے موافق ہو جائے کیونکہ ان کے اواخر مفتوح ہیں۔

(۲)قوله ومميز الثلاثة الخ یعنی تین سے لیکر دس تک کی تمیز مجرور اور جمع آتی ہے پھر جمع خواہ لفظاً ہو جیسے: ''ثلاثة رجال'' یا معناً ہو جیسے: ''ثلاثة رھط'' کہ ''رھط'' معناً جمع ہے لفظاً جمع نہیں۔ اب انکی تمیز مجرور تو اسلئے ہے کہ یہ اعداد کثیر الاستعمال ہیں لہذا برائے تخفیف ان میں اضافت بسوئے تمیز اختیار کی گئی ہے کیونکہ اضافت میں تخفیف ہے۔ اور جمع اسلئے ہے کہ ''ثلثة'' اور مافوق کا مدلول جمع ہے تو اسکی تمیز بھی جمع اختیار کی تاکہ عدد اور معدود میں موافقت ہو۔

سوال:۔ آپ نے کہا کہ ''ثلاثة'' سے ''عشرة'' تک کی تمیز جمع ہوتی ہے حالانکہ ''ثلاثة مائة'' اور ''تسعة مائة'' میں تمیز مفرد ہے جمع نہیں؟

جواب :۔مصنفؒ نے جواب دیا کہ ''الا فی ثلث مائة الخ'' یعنی اگر عدد اقل کی تمیز بلفظ ''مائة'' ہو تو اس وقت تمیز مجرور و مفرد ہو گی۔مجرور تو اسلئے کہ عدد اسکی طرف مضاف ہے،اور مفرد اسلئے ہو گی کہ ''مائة'' کی دو جمع ہیں۔/**نمبر ۱**۔بصورتِ جمع مذکر سالم یعنی ''مئین''۔/**نمبر ۲**۔بصورت جمع مؤنث سالم یعنی ''مئات'' یہ دونوں ''ثلثة'' اور اسکے اخوات کی تمیز نہیں بن سکتیں۔''مئین'' تو اسلئے صحیح نہیں کہ عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف صحیح نہیں،اور ''مئات'' اسلئے صحیح نہیں کہ اسوقت چند تاءات کا جمع ہونا لازم آتا ہے ایک تو ''مائة'' کی تاء تانیث ہے دوسری ''مئات'' جمع کی تاء ہے تیسری ''ثلث'' میں بموافقتِ ''مائة'' تاء تانیث مقدر ہے اور ان چند تاؤں کا جمع ہونا جائز نہیں لہذا یہ تمیز مفرد ہو گی جمع نہیں۔

(۳)قولہ و ممیز احد عشر الخ یعنی گیارہ سے لیکر ننانوے تک کی تمیز منصوب و مفرد ہو گی جیسے:''احد عشر کوکباً''۔ منصوب تو اسلئے کہ جر یہاں ممنوع ہے کیونکہ جر اضافت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اضافت یہاں ممنوع ہے،اور اضافت اسلئے ممنوع ہے کہ ''عشرون و ثلثون'' وغیرہ کو اگر مضاف کرو گے تو ان کے نون کا باقی رکھنا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ نون نونِ جمع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو بوقت اضافت حذف ہو جاتا ہے تو ''عشرون'' وغیرہ کا نون باقی رکھنا جائز نہیں مگر اس نون کو حذف کرنا بھی جائز نہیں اسلئے کہ یہ حقیقۃً نونِ جمع نہیں لہذا اضافت ہی جائز نہ ہو گی،اور باقی مرکبات کو اگر مضاف کرو گے تو تین کلمات مثل کلمہ واحدہ کے ہو جائینگے اور یہ قبیح ہے لہذا تمیز منصوب ہی ہو گی۔اور مفرد اسلئے ہو گی کہ جب ہم نے اسکو منصوب قرار دیا تو یہ فضلہ میں سے شمار ہو گی لہذا اس میں برائے تقلیل فضلہ افراد اختیار کیا گیا ہے۔

(٤)قولہ و ممیز مائة و الف الخ یعنی ''مائة'' اور ''الف'' اور انکے تثنیہ کی تمیز مجرور مفرد ہو گی۔مجرور تو اسلئے ہو گی کہ یہ احاد کے ساتھ اصالت میں مشابہ ہیں جب احاد کی تمیز مجرور ہے تو ان کی تمیز بھی مجرور ہو گی۔اور مفرد اسلئے ہو گی کہ یہ جانب کثرت میں ہیں اور احاد جانب قلت میں ہیں تو جب احاد کی تمیز جمع ہے تو انکی تمیز مفرد ہو گی للتعادل۔یہی حال ''الف'' کی جمع کا بھی ہے۔البتہ ''مائة'' کی جمع کی تمیز کا یہ حال نہیں کیونکہ ''مائة'' کی جمع کا استعمال بمع تمیز متروک ہے لہذا ''ثلث مائة رجل'' نہیں کہا جائیگا۔

(۵)قولہ و اذا کان المعدود الخ یعنی اگر معدود باعتبار معنی کے مؤنث اور باعتبار لفظ کے مذکر ہو یا بالعکس ہو تو اسکے عدد میں دو وجہ جائز ہیں اسلئے کہ کبھی لفظ کی رعایت کرتے ہیں اور کبھی معنی کی۔اول کی مثال لفظِ ''شخص'' ہے جبکہ اس سے مؤنث کا ارادہ کریں تو لفظ کا اعتبار کر کے ''ثلثة اشخاص'' کہا جائیگا کیونکہ لفظ شخص مذکر ہے اور معنی کا اعتبار کر کے ''ثلث اشخاص'' کہا جائیگا کیونکہ معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے۔اور ثانی کی مثال لفظ ''نفس'' ہے جبکہ اس سے مذکر کا ارادہ کیا جائے تو لفظ کا اعتبار کر کے ''ثلث انفس'' کہا جائیگا کیونکہ لفظ کے لحاظ سے مؤنث ہے اور معنی کا لحاظ کر کے ''ثلثة انفس'' کہا جائیگا کیونکہ معنی کے لحاظ سے مذکر ہے۔

(٦)قولہ و لا یمیز واحد و اثنان الخ یعنی ''واحد'' اور ''اثنان'' کی تمیز نہیں آتی چنانچہ ''واحد رجل'' نہیں کہا جائیگا کیونکہ عبارت خود ہی عدد مقصود کا فائدہ دیتی ہے یعنی تمیز مثلاً ''رجلٌ و رجلان'' باعتبار مادہ کے جنس اور باعتبار صیغہ کے وحدت اور تثنیہ پر

دلالت کرتا ہے تو تمیز کو ذکر کرنا ''واحد'' اور ''اثنان'' کے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے۔

درس نمبر 100

(۱)وتقول فی المفرد من المتعدد باعتبار تصییره الثانی والثانیة الی العاشر والعاشرة لاغیر، وباعتبار حاله الاول والثانی والاولٰی والثانیة الی العاشر والعاشرة والحادی عشرة والحادیة عشرة والثانی عشر والثانیة عشرة الی التاسع عشر والتاسعة عشرة، ومن ثَمَّ قیل فی الاول ثالث اثنین ای مصیِّرهما ثلثة من ثلّثتهما وفی الثانی ثالث ثلثة ای احدها وتقول حادی عشر احدعشر علی الثانی خاصة وان شئت قلت حادی احدعشر الٰی تاسع تسعة عشر فتعرب الاول

ترجمہ:۔اورتو کہے کسی مفرد میں جو کسی متعدد سے ہو اسکے تصییر کے اعتبار سے ''الثانی'' اور ''الثانیة''، ''عاشر'' اور ''عاشرة'' تک نہ انکے علاوہ، اور باعتبار حال ومرتبہ کے مذکر کیلئے ''الاول والثانی'' مؤنث کیلئے ''الاولٰی والثانیة''، ''عاشر وعاشرة'' تک اور ''حادی عشر'' مذکر کیلئے اور ''حادیة عشر'' مؤنث کیلئے اور ''ثانی عشر'' مذکر کیلئے اور ''ثانیة عشر'' مؤنث کیلئے تا ''تاسع عشر وتاسعة عشرة'' اسی وجہ سے کہا گیا ہے تصییر میں ''ثالث اثنین'' یعنی دو کو تین کرنے والا یہ ''ثلثتهما'' (میں نے انکو تین کیا) سے ہے اور دوسرے میں ''ثالث ثلاثة'' (تین میں کا تیسرا) یعنی ان میں سے ایک اور تو عدد مرکب میں ''حادی عشر احدعشر'' کہے یہ صرف حال کے ساتھ خاص ہے اور اگر تو چاہے تو ''حادی احدعشر'' بھی کہہ سکتا ہے ''تسعة عشر'' تک پس اول جزء کو اعراب دے۔

(۱)**قوله وتقول فی المفرد الخ** اسماء عدد میں اسم فاعل دو معانی میں مستعمل ہے۔(۱) تصییر۔(۲) حال۔تو یہاں سے مصنفؒ حال اور تصییر کے الفاظ بیان کرتے ہیں۔حال کا معنی ہے شیٔ کا مرتبہ بیان کرنا کہ یہ ابتدأ میں ہے یا مرتبۂ ثانی وثالث وغیرہ میں ہے، جیسے: ''ثالث ثلثة'' یا ''ثالث خمسة'' یعنی تین میں کا تیسرا یا پانچ میں کا تیسرا۔اور تصییر کا معنی ہے جعل الناقص أزید بواحد یعنی ناقص کے ساتھ ایک اور عدد ملا کر بڑھا دینا جیسے ''ثالث اثنین'' یعنی دو کو تین کرنے والا۔تصییر مذکر کیلئے ''ثانی'' اور ''ثالث'' اسی طرح ''عاشر'' تک استعمال ہوتے ہیں اور مؤنث کیلئے ''ثانیة'' اور ''ثالثة'' اسی طرح العاشرة تک استعمال ہوتے ہیں۔

مصنفؒ نے تصییر کا اعتبار ''ثانی'' سے کیا کیونکہ تصییر میں زائد عدد کی اضافت انقص کی طرف ہوتی ہے جبکہ ''واحد'' سے انقص کوئی عدد نہیں۔نیز تصییر کا اعتبار دس سے زائد میں نہیں کیا اسلئے کہ دس سے اوپر عدد مرکب ہے اس سے اسم فاعل کا اشتقاق نہیں ہو سکتا (حالانکہ یہ تصییر میں ضروری امر ہے) کیونکہ اسم فاعل فعل سے مشتق ہوتا ہے اور فعل احاد میں سے ہے مرکبات سے نہیں آتا ہے، البتہ باعتبار حال اسم فاعل کا اشتقاق درست ہے کیونکہ اس وقت اسم فاعل حدث پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اپنے موصوف کے خاص مرتبہ میں واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے لہذا ''حائط'' کی طرح صرف صورت اسکی اسم فاعل کی ہے لہذا اس کا مشتق ہونا اور جوامد سے اس کی

بناء درست ہے۔ نیز تصییر میں عدد اپنے ماتحت یا مساوی کی طرف مضاف ہوتا ہے مافوق کی طرف نہیں۔

اور باعتبار حال مذکر کیلئے ''الاول، الثانی، العاشر، الحادی عشر، الثانی عشر، التاسع عشر'' استعمال ہوتے ہیں اور مؤنث کیلئے ''الاولی والثانیة والعاشرة الخ'' استعمال ہوتے ہیں۔

اور چونکہ اعتبار تصییر اور اعتبار حال میں اختلاف ہے لہذا عدد کی طرف ان کی اضافت میں بھی فرق ہوگا پس اول (یعنی تصییر) کی صورت میں عدد کو اپنے ماتحت کی طرف مضاف کرنا درست ہے لہذا ''ثـالـث اثـنـیـن'' کہنا درست ہے یعنی دو کو تین کرنے والا عدد، یہ ''ثـلـثـتـهـما'' (میں نے انکو تین کیا) سے ہے، مگر ثانی (یعنی حال) میں عدد اپنے مافوق یا مساوی کی طرف مضاف ہوتا ہے نہ کہ ماتحت کی طرف لہذا باعتبار حال ''ثالث اثنین'' کہنا درست نہیں، ہاں ''ثالث ثلثة'' (تین میں کا تیسرا)، ''ثالث خمسة'' (پانچ میں کا تیسرا) کہنا درست ہے۔

اور حال میں مرکبِ اول کے جزء ثانی کا حذف کرنا بھی جائز ہے یوں کہا جاسکتا ہے ''حـادی احـدعشـر'' مرکب ثانی میں مذکور جزء ثانی اول کے محذوف جزء ثانی کا قرینہ ہے۔ اور باعتبار حال ''حـادی عشـر احـدعشر'' (گیارہ میں کا گیارہواں) بھی کہہ سکتے ہیں اور باعتبار تصییر کے نہیں یعنی تصییر میں عددِ مرکب کی طرف مضاف نہیں کیا جاسکتا بخلاف حال کے۔ اس وقت ''حادی'' معرب ہوگا کیونکہ جزء ثانی کے ذکر کی صورت میں تو اسلئے مبنی تھا کہ وسط کلمہ میں واقع تھا اور حذفِ جزء ثانی کی صورت میں چونکہ وسط کلمہ نہ رہا لہذا معرب ہوگا اور باقی دو اجزاء اب بھی مبنی ہیں۔

(۱) المذکر والمؤنث، المؤنث مافیه علامة التانیث لفظاً او تقدیراً والمذکر بخلافه، وعلامة التانیث التاء والالف مقصورةً او ممدودةً، وهو حقیقیٌ ولفظیٌ فالحقیقیُ مابازائه ذکرٌ من الحیوان کامرأةٍ وناقةٍ واللفظی بخلافه کظلمة وعین، (۲) واذا اُسنِدَ الفعل الیه فالتاء وانت فی ظاهر غیر الحقیقی بالخیار، (۳) وحکم ظاهر الجمع غیر المذکر السالم مطلقاً حکم ظاهر غیر الحقیقی، (٤) وضمیر العاقلین غیر المذکر السالم فَعَلَتْ وَفَعَلُوْا، (۵) النساء والایّام فَعَلَتْ وفَعَلْنَ

ترجمه:۔ مذکر اور مؤنث، مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظاً ہو یا تقدیراً اور مذکر اسکے خلاف ہے، اور علامت تانیث تاء ہے اور الف مقصورہ یا ممدودہ ہے، اور مؤنث حقیقی ہے اور لفظی ہے پس حقیقی وہ مؤنث ہے جسکے مقابلے میں حیوان مذکر ہو جیسے ''اِمرأةٌ'' اور ''ناقةٌ'' اور مؤنث لفظی اسکے خلاف ہے جیسے ''ظلمةٌ'' اور ''عینٌ'' اور جب اسکی طرف فعل کی اسناد کی جائے تو تاء کے ساتھ آئیگا، اور تجھے اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں اختیار ہے، اور اسم ظاہر غیر مذکر سالم کا حکم مطلقاً ایسا ہی ہے جیسا کہ حکم اس اسم ظاہر کا ہے جو مؤنث غیر حقیقی ہے، اور مذکر سالم کے علاوہ ذی عقل کی ضمیر ''فَعَلَتْ'' ہے اور مذکر کی ضمیر بارز ہوگی، اور ضمیر ''نساء'' اور ''ایام'' کی طرف لوٹنے والی ''فَعَلَتْ'' اور ''فَعَلْنَ'' (اپنی اصل پر) ہے۔

(۱) قولہ المذکر والمؤنث الخ مصنفؒ اسم کی باعتبار تذکیر و تانیث تقسیم فرمارہے ہیں، اسم دوقسم پر ہے، مذکر، مؤنث ۔ مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث پائی جائے، پھر علامتِ تانیث خواہ لفظاً ہو جیسے ''اِمرأۃ'' یا تقدیراً ہو یعنی مقدر غیر ظاہر فی اللفظ ہو جیسے ''دار، نار، قدم'' وغیرہ۔ اور یا حکماً ہو جیسے ''عقرب'' کیونکہ حرف رابع تاءِ تانیث کے حکم میں ہے۔ اور مذکر وہ ہے جس میں علامتِ تانیث نہ ہو نہ لفظاً، نہ تقدیراً اور نہ حکماً۔

سوال: ۔ اجمال میں مذکر کو مقدم اور تفصیل میں مؤخر کیوں ذکر کیا ہے ؟

جواب :۔ مذکر اصل اور مؤنث فرع ہے اسلئے اجمال میں مذکر کو مقدم ذکر کیا۔ اور تفصیل میں مؤنث کی تعریف اس لئے مقدم کی ہے کہ تعریفِ مؤنث وجودی ہے اور تعریفِ مذکر عدمی ہے اور وجودی عدمی سے اشرف ہے۔ یا برائے اختصار تعریفِ مؤنث کو مقدم کیا ہے۔

فائدہ: ۔ علاماتِ تانیث تین ہیں۔ /**نمبر ۱** ۔ تاء جو بوقتِ وقف ھاء بنتی ہے جیسے ''طلحۃ'' پھر خواہ تاء ملفوظ حقیقۃً ہو جیسے ''امرأۃٌ وناقۃٌ'' یا ملفوظ حکماً ہو جیسے ''عقرب'' میں تاء ملفوظ حکماً کیونکہ مونث سماعی میں حرفِ رابع تاءِ تانیث کے حکم میں ہے، اور یا تاءِ تانیث مقدر ہو جیسے ''دار، نار، قدم'' اور ''نعل'' میں۔ /**نمبر ۲** ۔ الف مقصورہ جیسے ''حبلیٰ''۔ /**نمبر ۳** ۔ الف ممدودہ جیسے ''حمراء''۔

پھر مؤنث دوقسم پر ہے، حقیقی، لفظی۔ حقیقی وہ ہے جسکے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر ہو جیسے ''اِمرأۃ'' بمقابلہ ''رجلٌ''، اور ''ناقۃٌ'' بمقابلہ ''اِبلٌ''۔ اور مؤنث لفظی وہ ہے جسکے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر نہ ہو بلکہ اسکی تانیث منسوب الی اللفظ ہو کہ علامتِ تانیث اسکے لفظ میں حقیقۃً یا تقدیراً یا حکماً موجود ہو اول جیسے ''ظلمۃ'' ثانی جیسے ''عینٌ'' علامتِ تانیث اس میں مقدر ہے تقدیر کی دلیل اس کی تصغیر ہے یعنی ''عُیَیْنَۃٌ'' ، اور ''ثالث'' جیسے ''عقرب'' کہ حرف رابع تاءِ تانیث کے حکم میں ہے اور قلتِ وقوع کی وجہ سے قسم ثالث کی مثال پیش نہیں کی ہے۔

(۲) قولہ واذا اُسنِدَ الفعل الخ یعنی جب فعل مؤنث کی طرف مسند ہو تو فعل میں تاء لازم ہے خواہ فعل کا مسند الیہ (فاعل) ضمیر راجع بسوئے مؤنث ہو اور یا اسم ظاہر مؤنث حقیقی بلافصل ہو جیسے ''المرأۃ حضرتْ'' اور ''حضرتِ المرأۃ''۔ اور اگر فعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرف مسند ہو تو فعل میں اختیار ہے علامتِ تانیث لانے اور نہ لانے کا جیسے: ''طَلَعَ الشمس وطلعت الشمس''۔

(۳) قولہ وحکم ظاہر الجمع الخ یعنی اسم ظاہر اگر جمع ہو بشرطیکہ جمع مذکر سالم نہ ہو پھر خواہ جمع مؤنث سالم ہو جیسے ''مؤمنات''، یا جمع مذکر مکسر ہو جیسے ''رجالٌ'' تو اسکا حکم اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کا ہے یعنی اس کی طرف منسوب فعل میں علامتِ تانیث لانا اور ترک کرنا دونوں جائز ہیں جیسے ''جاء الرجال وجاءت الرجال''۔ اور جمع مذکر سالم کو اسلئے مستثنیٰ کیا کہ اسکے فعل میں علامتِ تانیث لانا بالکل جائز نہیں کیونکہ یہ تمام جموع میں سے اشرف ہے لہذا اس کو بتاویل جماعۃ کر کے مؤنث تاویلی بنانا جائز نہیں۔

(٤) قولہ وضمیر العاقلین :۔ یعنی جو ضمیر ایسی جمع مذکر عاقل کی طرف لوٹتی ہو جو جمع مذکر سالم نہ ہو بلکہ جمع مذکر مکسر ہو تو بتاویل جماعت ہو کر اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر ''فَعَلَتْ''، یعنی مؤنث ہوگی، یا ''فَعَلُوا'' یعنی مذکر ہوگی کیونکہ اس جیسی جموع کیلئے یہی

ضمیر وضع ہوئی ہے جیسے ''الرجال جاء تْ و الرجالُ جاؤا'' اور غیر مذکر سالم کی قید اسلئے لگائی کہ اگر جمع مذکر سالم کی طرف یہ ضمیر لوٹتی ہوتو ''فَعَلَتْ'' نہیں ہوگی بلکہ مذکر ہی ہوگی جیسے ''المسلمون جاؤا''۔

(۵) قولہ والنساء والایّام الخ یعنی وہ ضمیر جو ''نساء'' اور ''ایّام'' جیسی جموع کی طرف لوٹتی ہوان میں یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر واحدہ مؤنثہ کی ہواور یہ بھی جائز ہے کہ جمع مؤنث غائبات کی ہو جیسے ''النساء جاء تْ والنساء جئن'' اور ''الایّام مَضَتْ والایام مضین''۔ ''نساء'' سے مراد ہر جمع مؤنث ہے خواہ ذوی العقول سے ہو جیسے ''نساء'' یا غیر ذوی العقول سے ہو جیسے ''عُیُون'' اور ''ایّام'' سے مراد جمع مذکر غیر عاقل ہے۔

درس نمبر ۱۵٦

(۱) المثنّٰی مالحق آخرہ الفٌ اویاءٌ مفتوح ماقبلھاونون مکسورۃلیدلّ علی ان معہ مثلہ من جنسہ، (۲) فالمقصور ان کانت الفہ عن واوٍ وھو ثلاثی قلبت واواً والافبالیاء، (۳) والممدود ان کانت ھمزتہ اصلیۃ ثبتت وان کانت للتانیث قلبت واواً والافالوجھان، (٤) ویحذف نونہ للاضافۃ، (۵) وحذفت تاء التانیث فی خصیان والیان، (٦) المجموع مادلّ علی احادمقصودۃ بحروف مفردہ بتغیّرمّا، (۷) فنحو تمرٌ ورکبٌ لیس بجمع علی الاصحّ (۸) ونحو فلکٌ جمع، (۹) وھو صحیح ومکسر فالصحیح لمذکر ومؤنث

ترجمہ:۔ مثنیٰ وہ اسم ہے جسکے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح ہواور نون مکسور ہوتا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اسکے ساتھ اسکی جنس سے اس جیسا ہے، پس اسم مقصور اگر اسکا الف واو سے بدلا ہوا ہواور اس حال میں کہ وہ ثلاثی ہوتو وہ الف واو سے تبدیل ہو جائیگا ورنہ یاء سے، اور الف ممدودہ اگر اسکا ہمزہ اصلی ہوتو ثابت رہیگا اور اگر تانیث کیلئے ہوتو واو سے بدل جائیگا ورنہ پھر دونوں وجہ جائز ہیں، اور اسکا نون اضافت کی وجہ سے حذف کردیا جاتا ہے، اور تاء تانیث لفظ ''خصیان'' اور ''الیان'' میں حذف کی جاتی ہے، اور جمع وہ اسم ہے جو ایسے احاد اور افراد پر دلالت کرے جو مقصود ہوں اپنے مفرد کے حروف کے ذریعہ سے کسی قسم کے تغیر کے ساتھ پس ''تمرٌ'' اور ''رکبٌ'' جیسی مثالیں بناء برقول صحیح جمع نہیں اور ''فلکٌ'' جیسی مثالیں جمع ہیں، اور جمع دو قسم پر ہے صحیح اور مکسر، پس صحیح مذکر و مؤنث دونوں کیلئے ہے۔

(۱) قولہ المثنّٰی مالحقہ الخ اسم تین قسم پر ہے، مفرد، مثنیٰ اور مجموع۔ مصنفؒ مثنیٰ کی تعریف کرنا چاہتے ہیں کہ مثنیٰ وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں حالتِ رفعی میں الف اور حالتِ نصبی وجری میں یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ بعوضِ حرکت یا تنوین لاحق ہو، اور تثنیہ بنانے کے لئے مفرد کے اخیر میں یہ اضافہ اسلئے کرتے ہیں کہ اس لحُوق یا لاحق یا لاحق بمع ملحوق سے یہ بات معلوم ہو کہ مفرد کی طرح اسکے ساتھ اس کی جنس سے ایک اور بھی ہے جیسے: ''رجل'' سے ''رجلان'' تثنیہ ہے جو اس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ ''رجل'' کے ساتھ ایک اور ''رجل'' بھی ہے یعنی دو آدمی ہیں۔

سوال:۔ مفرد کی تعریف کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟

جواب:۔مثنیٰ اور مجموع کی تعریف سے مفرد خود بخود معلوم ہو جاتا ہے۔

سوال:۔یوں کرتے کہ مفرد اور مثنیٰ کی تعریف کرتے یا مفرد اور جمع کی تعریف کرتے یعنی مثنیٰ یا مجموع کی تعریف چھوڑ دیتے کیونکہ کوئی سے بھی دو کی تعریف کی جائے تیسرا خود بخود معلوم ہو جاتا ہے؟

جواب:۔مثنیٰ اور مجموع کے احکام کثیر ہیں انکے اختصار سے انکے احکام کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی۔

سوال:۔مثنیٰ کو مجموع پر کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔عدد میں مثنیٰ مجموع سے مقدم ہے یا یہ کہ مثنیٰ مفرد کے قریب ہے جو کہ اصل ہے اسلئے مثنیٰ کو مقدم کیا۔

(۲)قولہ فالمقصور ان کان الخ یعنی ہر وہ اسم مقصور جسکا الف واو سے منقلب ہو (یعنی اصل میں واو ہو اب الف بن گیا ہو) اور ثلاثی ہو تو تثنیہ بناتے وقت اسکے الف کو واو سے تبدیل کر دیا جائے گا اسلئے کہ اصل میں واو ہے اور ثلاثی خفیف ہے واو کے آنے سے اس میں ثقالت نہیں آئیگی جیسے: ''عصیٰ'' سے ''عصوان''۔اور اگر واو سے منقلب نہ ہو بلکہ یاء سے بدلا ہو جیسے: ''رَحی''، اور یا تین حروف سے زائد پر مشتمل ہو جیسے: ''حُبلیٰ'' اور ''اعلیٰ'' تو ان دونوں صورتوں میں الف یاء سے تبدیل ہوگا جیسے ''رحی'' سے ''رحیان'' اور ''حبلیٰ واعلیٰ'' سے ''حبلیان و اعلیان'' پہلی صورت میں اصل کا اعتبار کیا ہے اور دوسری صورت میں برائے تخفیف ایسا کیا ہے۔

(۳)قولہ والممدود انکان الخ یعنی اگر اسم کے آخر میں الف ممدودہ ہو تو تثنیہ بناتے وقت اسکا ہمزہ ثابت رہیگا بشرطیکہ ہمزہ اصلی ہو یعنی زائدہ نہ ہو اسلئے کہ اصل بقاء کو مقتضی ہے جیسے ''قراءٌ'' سے ''قراءان''۔اور اگر ہمزہ تانیث کیلئے ہو یعنی الف تانیث سے منقلب ہو تو واؤ سے تبدیل ہوگا جیسے ''حمرآء'' سے ''حمراوان'' اور ''صحراء'' سے ''صحراوان''، اور یہ ہمزہ واو سے اسلئے تبدیل ہوگا کہ ہمزہ ثقیل ہے۔یا یہ کہ یہ ہمزہ بصورت الف ہے تو چند الفوں کا جمع ہونا لازم آتا ہے اسلئے واو سے تبدیل کیا کہ واو ثقالت میں ہمزہ کے قریب ہے۔اور اگر ہمزہ اصلی بھی نہ ہو اور تانیث کا بھی نہ ہو تو اس میں دو وجوہ جائز ہیں۔/**نمبر ۱**۔ثابت رکھنا۔/**نمبر ۲**۔واو سے تبدیل کرنا جیسے ''کساءٌ'' سے ''کسائان و کساوان''۔

(٤)قولہ ویحذف نون الخ یعنی اضافت کے وقت نون تثنیہ کو گرا دیا جاتا ہے اسلئے کہ نون تمامی کلمہ پر دلالت کرنے کی وجہ سے تو انقطاع عن مابعد کو واجب کرتا ہے اور اضافت اتصال کو واجب کرتا ہے لہذا ان کے درمیان منافات ہے اور متنافیان جمع نہیں ہوتے۔

(۵)قولہ وحذف تاء التانیث الخ یعنی ''خصیۃ'' اور ''الیۃ'' سے تثنیہ بناتے وقت تاء تانیث حذف کی جاتی ہے، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ حذف نہ ہو جس طرح کہ ''ضاربتان'' اور ''شجرتان'' سے حذف نہیں کی جاتی ہے، مگر ''خصیان'' اور ''الیان'' مفرد کے حکم میں ہیں کیونکہ ''خصیہ'' یا ''خصیہ'' دیگر اور ''اِلیہ'' یا ''اِلیہ'' دیگر ایسا شدید اتصال رکھتا ہے گویا ایک عضو ہے اسلئے کہ ایک کے بغیر دوسرے سے انتفاع ممکن نہیں اور تاء تانیث مفرد کے وسط میں واقع نہیں ہوتی لہذا تاء تانیث کا حذف کرنا جائز ہے اور ذکر تا مکروہ ہے۔

(٦)قولہ المجموع مادلّ الخ یعنی مجموع وہ اسم ہے جو اپنے مفرد کے حروف میں کسی قسم کے تغیر کے بعد افرادِ مقصودہ پر

دلالت کرے۔تعریف میں ''مادلّ علی اٰحاد'' جنس ہے جو کہ جمع اور اسم جنس (جیسے تمرٌ) اور اسم جمع (جیسے رھط و قوم) اور اسم عدد (جیسے ثلاثۃ) سب کو شامل ہے، اور ''مقصودۃ بحروف مفردہ'' فصل ہے اسم جمع اور اسم عدد خارج ہو گئے کیونکہ ان کیلئے مفرد نہیں۔اور اسم جنس سے اگر نفس جنس مراد ہے افراد مراد نہ ہو تو پھر ''مقصودۃ'' کی قید سے خارج ہو جاتا ہے اور اگر اسم جنس (بوجہ استعمال فی الافراد) سے افراد مراد ہیں تو پھر ''بحروف مفردہ'' سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ اسم جنس کیلئے مفرد نہیں۔

سوال:۔جمع کی تعریف مانع نہیں کیونکہ ﴿اِنّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾ میں ''الانسان'' پر الف لام استغراقی ہے جو کہ احاد پر دلالت کرتا ہے تو اس پر جمع کی تعریف صادق ہے مگر یہ جمع نہیں؟

جواب:۔تعریف میں مضاف مقدر ہے ''ای علی جملۃ احاد مقصودۃ'' اور اسم مفرد مستغرق جملہ احاد پر دلالت نہیں کرتا بلکہ احاد مفصلہ پر دلالت کرتا ہے۔

(۷) قولہ فنحو تمرٌ و رکبٌ الخ یعنی ''تمرٌ و رکبٌ'' صحیح مذہب کے مطابق جمع نہیں بلکہ ''تمرٌ'' اسم جنس ہے جس کا اطلاق واحد پر ہو کثیر پر علی سبیل البدلیہ اطلاق ہو، اور ''رکبٌ'' اسم جمع ہے جس کا اطلاق کثیر پر ہو اور اس کے لئے من لفظہ مفرد نہ ہو۔ اور یہ دو جمع اسلئے نہیں کہ اگر انکو جمع قرار دیا جائے تو یا تو جمع قلت قرار دینگے یا کثرت۔اول تو تسلیم نہیں کیونکہ جمع قلت کے مخصوص اوزان ہیں ''تمرٌ و رکبٌ'' ان میں سے نہیں، اور ثانی اسلئے تسلیم نہیں کہ ان سے بنفسہ تصغیر بنتی ہے جبکہ جمع سے (جب تک کہ مفرد کی طرف ردّ نہ کیا جائے) تصغیر بنفسہ نہیں بنتی۔''نحو تمرٌ'' سے ہر وہ اسم جنس مراد ہے کہ اسکے اور اسکے مفرد کے درمیان تاء تانیث (جو وحدۃ پر دلالت کرتی ہے) فارق ہو، اور ''نحو رکبٌ'' سے ہر وہ اسم جمع مراد ہے جسکے لئے مفرد من لفظہ ہو۔

(۸) قولہ ونحو فلکٌ الخ یعنی ''فُلکٌ'' جمع ہے کیونکہ تعریفِ جمع میں جو یہ قید لگائی ہے کہ مفرد کی بناء میں کسی طرح کا تغیر آئے اس تغیر تعمیم ہے کہ خواہ حقیقی ہو یا حکمی، تو ''فُلکٌ'' کی جمع اور مفرد میں اگر چہ تغیر حقیقی نہیں مگر حکمی تغیر ہے اسلئے کہ حالت افراد میں ''قُفْلٌ'' کے وزن پر ہے اور بحالتِ جمع ''اُسُدٌ'' کے وزن پر ہے۔اور ''نحو فُلکٌ'' سے مراد ہر وہ جمع ہے جو اپنے مفرد کے ساتھ صورت میں متحد ہو۔

(۹) قولہ وھو صحیح الخ یعنی جمع کی دو قسمیں ہیں۔(۱) جمع صحیح۔(۲) جمع مکسر۔جمع صحیح وہ ہے جس میں واحد کی بناء سلامت رہے جیسے: ''مسلمٌ'' سے ''مسلمون''۔اور جمع مکسر وہ ہے جس میں واحد کی بناء سلامت نہ رہے، جیسے: ''رجل'' سے ''رجال''۔پھر جمع صحیح کی دو قسمیں ہیں، مذکر، مؤنث۔

درس نمبر ۱۵۷

(۱)فالمذکر مالحق آخره واو مضموم ماقبلها او یاء مکسور ماقبلها ونون مفتوحة لیدلّ علی انّ معه اکثر منه،فان کان آخره یاء قبلها کسرة حذفت مثل قاضون(۲)وانکان آخره مقصوراً حذفت الالف وبقی ماقبلها مفتوحاً مثل مصطفون،(۳)وشرطه ان کان اسماً فمذکر عَلَم یعقل وان کان صفة فمذکر یعقل وانْ لایکون اَفْعَل فعلاء مثل اَحمر حمر آء ولافعلان فعلیٰ نحو سکرانُ سکریٰ ولامستویافیه مع المؤنث مثل جریح وصبور ولابتاء التانیث مثل علاّمة،(٤)وتحذف نونه بالاضافة (٥)وقدشذّ نحو سنین وارضین،(٦)المؤنث مالحق آخره الف وتاء وشرطه ان کان صفة وله مذکر فان یکون مذکره بالواو والنون وان لم یکن له مذکر فان لایکون مجرداًعن التاء کحائض والّا جمع مطلقاً

ترجمه:۔پس جمع صحیح مذکر وہ ہے جسکے آخر میں واو ماقبل مضموم یا یاء ماقبل مکسور لاحق ہو اور نون مفتوحہ لاحق ہوتا کہ دلالت کرے اس پر کہ اسکے ساتھ اس سے زائد ہیں،پس اگر اسکے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو تو وہ یاء حذف کر دی جاتی ہے جیسے ''قاضون''اور اگر اس کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو الف حذف کر دیا جاتا ہے اور اسکا ماقبل مفتوح باقی رہتا ہے جیسے ''مصطفون''،اور اسکی شرط یہ ہے کہ اگر اسم ہے تو مذکر ذی عقل کا عَلَم ہو اور اگر صفت ہے تو مذکر ذی عقل ہو اور یہ کہ ''اَفعَل فعلاء''نہ ہو جیسے ''اَحمر حمراء''اور ''فعلان فعلیٰ''نہ ہو جیسے ''سکران سکریٰ''اور نہ ایسا صیغہ ہو جس میں مذکر ومؤنث برابر ہوں جیسے ''جریحٌ''اور ''صبورٌ''اور تاء تانیث بھی نہ ہو جیسے ''علاّمة''،اور اسکا نون بوجہ اضافت حذف کر دیا جاتا ہے اور شاذ ہے ''سنین''اور ''ارضین''جیسی مثالیں،جمع مؤنث وہ اسم ہے جسکے آخر میں الف اور تاء ہو اور اسکی شرط یہ ہے کہ اگر صفت ہو اور اسکے لئے مذکر ہو تو اسکا مذکر واو اور نون کے ساتھ آتا ہو اور اگر اسکا مذکر نہ ہو تو شرط یہ ہے کہ مجرد عن التاء نہ ہو ورنہ مطلقاً جمع لایا جائیگا۔

(۱)قوله فالمذکر مالحق آخره الخ یعنی جمع صحیح مذکر وہ اسم ہے کہ جسکے مفرد کے آخر میں حالت رفعی میں واو ماقبل مضموم اور حالت نصبی وجری میں یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ بعوضِ حرکت یا تنوین لاحق ہو جیسے:''مسلمٌ''سے ''مسلمون،مسلمین''۔ اور یہ واو نون یا یاء نون کا اضافہ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ اس اُمر پر دلالت کرے کہ من حیث المعنی مفرد کے ساتھ مفرد کی جنس سے مفرد سے زیادہ اور بھی ہیں جیسے ''مسلمون''جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مسلم کے ساتھ ایک مسلم سے زیادہ یعنی دو چند ہیں۔یاد رہے کہ واحد سے اکثر اسی وقت متحقق ہوگا جبکہ وہ واحد سے دو چند ہوں نہ کہ واحد کے مثل یہی وجہ ہے کہ مافوق الواحد نحویوں کے نزدیک جمع نہیں۔

پس اگر مفرد کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو خواہ ملفوظ ہو جیسے:''القاضی''یا مقدر ہو جیسے ''قاضٍ''تو اس سے جمع بناتے وقت یاء حذف کر دی جائیگی جیسے ''قاضون''کہ اصل میں ''قاضیون''تھا یاء کے ماقبل کی حرکت کو دور کر کے یاء کا ضمہ اس پر ثقیل ہونے کی وجہ سے ماقبل کو دے دیا پھر یاء التقاء ساکنین کی وجہ سے گر گئی تو ''قاضون''ہوا۔

(۲)قولہ وان کان آخرہ مقصورا الخ یعنی اگر مفرد کے آخر میں الف مقصورہ ہوتو جمع بناتے وقت وہ الف التقاء ساکنین کی وجہ سے گر جائیگا جیسے ''مصطفون'' کہ اصل میں ''مصطفیون'' تھا پھر یاء بوجہ ماقبل مفتوح ہونے کے الف سے بدلا اور الف بوجہ التقاء ساکنین کے گر گیا ''مصطفون'' ہوا اور الف کا ماقبل اب بھی مفتوح ہی رہیگا تا کہ حذف پر دال ہو۔

(۳)قولہ وشرطہ ان کان اسماً الخ یعنی جس اسم سے آپ جمع مذکر صحیح بنانا چاہتے ہیں اس کیلئے یہ شرط ہے کہ اگر وہ اسم ہو تو مذکر ذوی العقول کا علَم ہو۔ مذکر سے مراد یہ ہے کہ تاء مذکورہ ومقدرہ سے خالی ہوتا کہ مثل ''طلحۃ'' اور ''عینٌ'' اس حکم سے خارج ہو جائیں اسلئے کہ انکی جمع سالم نہیں آتی۔ جمع صحیح کیلئے یہ شرط اسلئے ہے کہ یہ تمام جموع میں اشرف ہے اور مذکر عاقل ہونا بھی اشرف ہے پس برائے تناسب اشرف اشرف کو دیا۔

اور اگر جمع مذکر صحیح اسم صفت سے بنانا چاہتے ہیں تو اس کیلئے پانچ شرطیں ہیں۔/**نمبر ۱**۔ مذکر عاقل ہو اس کی علت وہی ہے جو اوپر ذکر ہوگئی۔/**نمبر ۲**۔ یہ اسم صفت اس ''اَفْعَل'' کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث ''فعلاء'' کے وزن پر آتی ہو جیسے: ''اَحمر حمراء'' یہ اسلئے کہ اَفعَل اسم تفضیل کی جمع، جمع مذکر سالم کے وزن پر آتی ہے جیسے: ''افضلون'' تو اگر ''افعل فعلاء'' صفتی کی جمع بھی اس وزن پر آئے تو دونوں ''اَفعل'' میں التباس آئیگا لہذا ''اَفْعَلُ فعلاء'' کی جمع اس وزن پر نہیں آئیگی۔

سوال:۔ التباس تو یوں بھی رفع ہوتا کہ اَفْعَل صفتی کو یہ وزن دیتے اور افعل اسم تفضیل کو کوئی اور وزن دیتے؟

جواب:۔ افعلُ اسم تفضیل اصل ہے اسلئے کہ وصفی معنی پر دلالت کرنے میں کامل ہے کیونکہ اسم تفضیل صفت مع الزیادۃ پر دلالت کرتا ہے اور یہ وزن بھی اشرف ہے تو برائے تناسب اشرف اشرف کو دیا۔

نمبر ۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ یہ اسم صفت اس ''فعلانٌ'' کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث ''فعلٰی'' کے وزن پر آتی ہو جیسے ''سکران'' سے ''سکریٰ''، یہ شرط اسلئے ہے کہ اگر اس ''فعلانٌ'' کی جمع واو اور نون کے ساتھ آئیگی تو اس میں اور ''فعلان فعلانۃ'' کی جمع میں التباس آئیگا کیونکہ ''فعلان فعلانۃٌ'' کی جمع واو نون کے ساتھ آتی ہے جیسے: ''ندمان، ندمانۃ'' سے ''ندمانون'' لہذا التباس سے بچنے کیلئے ''فعلان فعلٰی'' کی جمع واو نون کے ساتھ نہیں آئیگی۔

سوال:۔ التباس تو اس کے عکس سے بھی رفع ہوتا کہ ''فعلان فعلٰی'' کی جمع واو نون سے ہو اور ''فعلان فعلانۃٌ'' کی جمع واو نون سے نہ ہو؟

جواب:۔ وزنِ ''فعلان فعلانۃٌ'' بنسبت ''فعلان فعلٰی'' اصل ہے کیونکہ ''فعلان فعلانۃٌ'' میں مذکر و مؤنث کا فرق تاء سے ہے جو کہ اصل ہے اور یہ وزن بھی اشرف ہے اشرف اشرف کو دیا للتعادل۔

/**نمبر ٤**۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اسم صفت ایسا نہ ہو کہ اس میں مذکر و مؤنث اس صفت میں برابر ہوں جیسے ''جریحٌ'' اور ''صبورٌ'' یہ اسلئے کہ اگر اسکی جمع واو نون سے لائی جائیگی تو یہ مذکر کے ساتھ خاص ہو جائیگا حالانکہ اس میں مذکر و مؤنث دونوں برابر ہیں لہذا اسکی جمع بھی ایسی ہو کہ اس میں مذکر و مؤنث برابر ہوں۔

/**نمبر ۵** ۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ اس اسم صفت میں تاء تانیث نہ ہو یہ اسلئے کہ اگر تاء کو باقی رکھو گے تو علامت تانیث وتذکیر کا جمع ہونا لازم آئیگا اور اگر حذف کرو گے تو التباس آئیگا کہ اسکے مفرد میں تاء ہے کہ نہیں مثلاً اگر ''علّامة'' کی جمع ''علّامون'' ہو تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ یہ ''علّامة'' کی جمع ہے یا ''علّامٌ'' کی جمع ہے۔

(**٤**)**قوله وتحذف نونه الخ** یعنی بوقت اضافت نون جمع گر جائیگا جیسے: ''مسلمون'' سے ''مسلموا القوم'' وجہ وہی ہے جو تثنیہ میں گذر گئی۔

(**٥**)**قوله وشذّنحوسنين الخ** یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ کہ ''سنةٌ'' اور ''ارضٌ'' میں تاء تانیث موجود ہے پھر بھی ان کی جمع واو نون کے ساتھ ہے جیسے: ''سنون'' اور ''ارضون''؟، مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ خلاف القیاس اور شاذ ہیں۔

سوال:۔اس خلاف القیاس اور شاذ اُمر کا ارتکاب کیوں کیا گیا ہے؟

جواب:۔ان دونوں میں نقصان آیا ہے اسکے جبیرہ کیلئے اسکو واو نون کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، وہ نقصان یہ ہے کہ ''ارضٌ'' کی تاء تانیث حذف ہوئی ہے کیونکہ اصل میں ''ارضةٌ'' تھا اور ''سنةٌ'' کا لام کلمہ حذف ہوا ہے کیونکہ اصل میں ''سنوة'' تھا۔

(**٦**)**قوله المؤنث مالحق الخ** یعنی جمع صحیح مؤنث وہ ہے جسکے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق ہو۔اس کیلئے شرط یہ ہے کہ اسکا مفرد اسم صفت ہو اور اس کے لئے مذکر بھی ہو اور اس مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ ہو جیسے ''مسلمةٌ'' سے ''مسلمات''۔''مسلمةٌ'' اسم صفت ہے اور اس کے لئے مذکر ''مسلمٌ'' ہے جس کی جمع ''مسلمون'' واو نون کے ساتھ ہے، لہذا ''مسلمةٌ'' کی جمع ''مسلمات'' ہوگی۔یہ شرط کہ اس کے مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ ہو اسلئے ہے کہ اگر اسکے مذکر کی جمع سالم (واو نون کے ساتھ) نہ ہو تو مؤنث کی جمع سالم (الف تاء کے ساتھ) آنے سے مزیۃ الفرع علی الاصل لازم آئیگا۔اور اگر اس کے مفرد کا مذکر نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ یہ لفظ بلا تاء تانیث نہ ہو یعنی اس کے آخر میں تاء تانیث ہو جیسے: ''حائضةٌ'' سے ''حائضات''۔ ''حائضة'' اسم صفت ہے اس کے لفظ سے مذکر نہیں کیونکہ حیض عورت کے ساتھ خاص ہے اور اس کے آخر میں تاء ہے لہذا اس کی جمع ''حائضات'' ہوگی۔اور اگر یہ مؤنث صفت نہ ہو بلکہ اسم ہو تو پھر بغیر کسی شرط کے اسکی جمع الف تاء کے ساتھ آتی ہے جیسے: ''طلحة'' سے ''طلحات'' اور ''زینب'' سے ''زینبات''۔

درس نمبر ۱۵۸

(۱)جمع التكسير ماتُغيّر بناء واحده كرجال وافراس،(۲)جمع القلة اَفْعُلٌ وفِعْلَةٌ واَفْعِلَةٌ واَفْعَالٌ والصحيح وماعدا ذالک جمع كثرة،(۳)المصدر اسمٌ للحدث الجارى على الفعل(٤)وهو من الثلاثى المجرد سماعٌ ومِنْ غيره قياسٌ(۵)ويعمل عمل فعله ماضياًوغيره اذالم يكن مفعولاً مطلقاً(٦)ولايتقدم معموله عليه (۷)ولايضمر فيه(۸)ولايلزم ذكر الفاعل(۹)ويجوز اضافته الى الفاعل وقد يضاف الى المفعول(۱۰)واِعْماله

بااللام قلیلٌ(۱۱)فان کان مطلقاًفالعمل للفعل وان کان بدلامنه فوجهان

ترجمه:۔جمع تکسیروہ جمع ہے کہ جس کے واحد کا وزن متغیر ہو جائے جیسے:''رجالٌ وافراسٌ''جمع قلت(کے اوزان یہ ہیں)''اَفعُلٌ وفِعْلَةٌواَفعِلَةٌ واَفْعالٌ''اور جمع صحیح اور انکے علاوہ باقی اوزان جمع کثرت کے ہیں،مصدر اس حدث کا نام ہے جو فعل پر جاری ہو اور ثلاثی مجرد سے سماعی ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے اور اپنے فعل ماضی وغیرہ جیسا عمل کرتا ہے جبکہ مصدر مفعول مطلق واقع نہ ہو اور اسکا معمول اس پر مقدم نہ ہو اور فاعل کی ضمیر اس میں پوشیدہ نہ ہو اور مصدر کے فاعل کا ذکر کرنا ضروری نہیں اور جائز ہے مصدر کی اضافت فاعل کی طرف اور کبھی مضاف ہوتا ہے مفعول کی طرف اور لام کے ساتھ مصدر کا عمل قلیل ہے پس اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل فعل کیلئے ہوگا اور اگر مفعول مطلق فعل کے بدلے میں ہو تو دونوں وجہ جائز ہیں۔

(۱)قوله جمع التکسیر ماتُغُیِّر الخ مصنفؒ جمع صحیح کی تفصیل سے فارغ ہو گئے تو جمع تکسیر کے بیان کو شروع فرمایا کہ جمع تکسیر وہ ہے جس میں واحد کی بناء تبدیلی کی گئی ہو سالم نہ ہو پھر خواہ تبدیلی حقیقی ہو جیسے''رجل''سے''رجال''اور''فرس''سے''افراس''،اور یا تبدیلی اعتباری ہو جیسے:''فُلْکٌ''سے''فُلُکٌ''۔

(۲)قوله جمع القلّة الخ مصنفؒ جمع کی ایک اور تقسیم فرمارہے ہیں،کہ معنی کے اعتبار سے جمع دو قسم پر ہے۔(۱)جمع قلت۔(۲)جمع کثرت۔جمع قلت وہ ہے جسکا اطلاق تین سے دس تک پر ہوتا ہے،اسکے مخصوص اوزان ہیں۔/**نمبر۱**۔''اَفْعُلٌ''جیسے''اَکْلُبٌ''۔/**نمبر۲**۔''اَفْعالٌ''جیسے''اَقْوالٌ''۔/**نمبر۳**۔''اَفْعِلَةٌ''جیسے''اَرْغِفَةٌ''جمع''رغیف''۔/**نمبر۴**۔''فِعْلَةٌ''جیسے''غِلْمَةٌ''۔/**نمبر۵**۔جمع مذکر سالم۔/**نمبر۶**۔جمع مؤنث سالم بشرطیکہ یہ آخری دو معرف باللام نہ ہوں۔ان چھ اوزان کے علاوہ باقی تمام اوزان جمع کثرت کے ہیں،اور جمع کثرت وہ ہے جسکا اطلاق دس سے لیکر الی مالانہایہ تک پر ہوتا ہے۔یاد رہے کہ جمع قلت وکثرت میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتی ہے۔

(۳)قوله المصدر اسم للحدث الخ یعنی مصدر اس حدث کا نام ہے جو اپنے فعل پر جاری ہوتا ہو۔حدث سے مراد معنی قائم بالغیر ہے پھر خواہ اس غیر سے صادر بھی ہو جیسے:''ضَرْب''اور''مَشْی''یا صادر نہ ہو جیسے''طول''اور''قصر''۔اور''الجاری علی الفعل''کامعنی یہ ہے کہ جب اس مصدر سے فعل کا اشتقاق کیا جائے تو یہ مصدر اس فعل سے مفعول مطلق واقع ہو سکتا ہو۔

(۴)قوله وهو من الثلاثی الخ یعنی ثلاثی مجرد کے مصادر اوزان کے لحاظ سے سماعی ہیں جو بحسب استقراء بتّیس تک ہیں اور ثلاثی مزید و رباعی مجرد و رباعی مزید کے اوزان قیاسی ہے چنانچہ کتب صرف میں مکتوب ہے کہ جس کلمہ کا ماضی''اَفْعَل''کے وزن پر ہو اسکا مصدر''اِفْعال''کے وزن پر آتا ہے اور جس کا ماضی''اِسْتَفْعَل''کے وزن پر ہو اسکا مصدر''اِسْتِفْعَال''کے وزن پر ہوگا الخ۔

(۵)قوله ویعمل عمل فعله الخ یعنی مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے اگر اس سے مشتق فعل لازمی ہے تو مصدر بھی لازمی عمل کریگا جیسے:''اَعجبنی قیام زید'' اور اگر فعل متعدی ہے تو مصدر بھی متعدی عمل کریگا جیسے''اعجبنی ضَرْبُ زید

عمرواً'' اور''اعجبنی اعطاء زیدعمرواًدرھماً'' ۔مصدر میں یوں تعمیم ہے کہ خواہ ماضی کے معنی میں ہو یا حال یا مستقبل کے معنی میں ہو ہر حال میں عمل کرے گا،البتہ یہ شرط ہے کہ مصدر مفعول مطلق واقع نہ ہو یہ شرط اس لئے لگائی کہ اس وقت عمل فعل کا ہوتا ہے جیسے:''ضربتُ ضرباًزیداً ''میں''زیداً''،''ضربتُ'' کا معمول ہے''ضرباً'' کا نہیں کیونکہ فعل عامل قوی ہےاور مصدر عامل ضعیف ہے جہاں دونوں جمع ہوں تو عمل قوی کرے گا۔

(۶)قولہ ولایتقدم معمولہ علیہ الخ یعنی مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہوتا اسلئے کہ مصدر عامل ضعیف ہےاور عامل ضعیف معمولِ مقدم میں عمل نہیں کرسکتالہذا''اعجبنی عمرواًضَرْب زید'' جائز نہ ہوگا۔

(۷)قولہ ولایضمرفیہ الخ یعنی مصدر میں ضمیر فاعل مستتر نہ ہوگی اسلئے کہ مصدر مفرد میں ضمیر فاعل کی ہوگی تو مصدر مفرد پر قیاس کرکے مصدر تثنیہ وجمع میں دو تثنیہ ودو جمع کا ہونا لازم آیگا ایک فاعل کیلئے اور دوسرا مصدر کیلئے، اسلئے کہ مصدر اپنی ذات کے اعتبار سے تثنیہ وجمع ہوتا ہے بخلاف فعل کے کہ اس میں فاعل ضمیر لانا اسلئے جائز ہے کہ اس میں تثنیہ وجمع صرف فاعل کے اعتبار سے ہے نہ کہ نفس فعل کے اعتبار سے۔

(۸)قولہ ولایلزم ذکرالفاعل الخ یعنی مصدر میں فاعل کا ذکر ضروری نہیں اسلئے کہ مصدر کا تصور فاعل پر موقوف نہیں علاوہ اسکے اگر فاعل کا ذکر مصدر میں ضروری قرار دیا جائے تو اگر کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ کسی کا ذکر پہلے ہو چکا ہو اب مصدر کے ذکر کے وقت مصدر میں ضمیر مستتر ماننی پڑے گی جیسے فعل میں ضمیر مستتر ہوتی ہےاور حال یہ کہ مصدر میں ضمیر مستتر ماننا ممتنع ہے کمامرّ۔

(۹)قولہ ویجوزاضافتہ الی الفاعل الخ یعنی مصدر کی فاعل کی طرف اضافت جائز ہے جیسے:﴿لولادفع اللّٰہ الناسَ﴾ میں دفع مصدر لفظ اللہ کی طرف مضاف ہے لفظِ اللہ مذکورہ مصدر کا فاعل ہے۔اور کبھی مفعول کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے :''ضربُ اللّصِ الجلادُ''یہاں''ضرب''،''اللص''مفعول کی طرف مضاف ہے۔

(۱۰)قولہ واعمالہ باللام قلیلٌ الخ یعنی مصدر کا عمل الف لام کے ساتھ قلیل ہے وجہ یہ ہے کہ مصدر بوقت عمل بتاویل''اَنْ'' مع الفعل ہےاور الف لام کا دخول فعل پر ممتنع ہے تو چاہئے کہ مصدر مأوّل پر بھی ممتنع ہو،لیکن جائز ہے تاکہ نفس شی اور مأوّل بالشی میں فرق ہو جیسے﴿لایُحِبُ اللّٰہ الجَھْرَبِالسُوء﴾ میں''الجھر''مصدر معرف باللام عامل ہے۔

(۱۱)قولہ فان کان مطلقاًالخ یعنی اگر مصدر مفعول مطلق ہو فعل محذوف بحذفِ وجوبی نہ ہو تو عامل فعل ہوگا تاکہ قوی کے ہوتے ہوئے ضعیف کا عامل ہونا لازم نہ آئے۔اور اگر فعل محذوف بحذفِ وجوبی ہو اور مصدر اسکا بدل اور قائم مقام ہو تو اس وقت دو وجہ جائز ہیں۔/**نمبر ۱**۔بوجہ اصالت فعل کا عامل ہونا۔/**نمبر ۲**۔بوجہ نیابت مصدر کا عامل ہونا، جیسے:''شکراًلہ''یہاں''لہ''کو فعل مقدر کا معمول بنانا بھی درست ہےاور مصدر مذکور کا بھی۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ''وجھان''سے مراد یہ ہے کہ مصدر مصدریت کی وجہ سے عامل ہے یا نیابت کی وجہ سے عامل ہے۔

درس نمبر۱۵۹

(۱)اسم الفاعل ماشتق من فعل لِمن قام به بمعنى الحدوث،وصيغته من الثلاثي المجردعلى فاعل ومن غيره على صيغة المضارع بميم مضمومة وكسرماقبل الآخرنحومُدْخِل ومُسْتَغْفِر،ويعمل عمل فعله بشرط معنى الحال اوالاستقبال(۲)والاعتمادعلى صاحبه(۳)اوالهمزة اوما،(٤)فان كان للماضي وجبت الاضافة معنى خلافاًللكسائى،(۵)فان كان له معمولٌ آخرفبفعل مقدرنحوزيدٌ معطي عمرو درهماًاَمْسِ(٦)فان دخلتْ اللام استوىٰ الجميع،(۷)وماوضع منه للمبالغة كضَرّاب وضَرُوْب ومِضْرَاب وعَلِيم وحَذِرمثله والمثنّٰى والمجموع مثله،ويجوزحذف النون مع العمل والتعريف تخفيفاً،(۸)اسم المفعول ماشتق من فعل لمن وقع عليه(۹)وصيغته من الثلاثي المجردعلى مفعول ومن غيره على صيغة الفاعل بفتح ماقبل الآخر كمُسْتَخْرَج(۱۰)واَمره في العمل والاشتراط كاَمرالفاعل مثل زيدٌ معطى غلامه درهماً

ترجمہ:۔اسم فاعل وہ اسم ہے جوایسے فعل سے مشتق ہوجسکے ساتھ فعل قائم ہواور حدوث کے معنی میں ہو،اوراسکا صیغہ ثلاثی مجرد سے ''فاعلٌ'' کے وزن پرآتا ہےاور ثلاثی مجرد کے علاوہ سے مضارع کے صیغہ کے وزن پر میم مضموم اور ماقبل آخر کے کسرہ کے ساتھ جیسے:''مُدْخِل ومُسْتَغْفِر''اوراسم فاعل اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے بشرطیکہ حال یا استقبال کے معنی میں ہواوراپنے صاحب پراعتماد کرتا ہو یاہمزہ استفہام یامانافیہ پر،پس اگراسم فاعل ماضی کے معنی میں ہوتومعنیً اضافت واجب ہے اس میں کسائی کا اختلاف ہے پس اگراسم فاعل بمعنی ماضی کاکوئی دوسرامعمول ہوتوفعل مقدرکی وجہ سے ہے جیسے:''زیدٌمعطی عمرو درهماًاَمْسِ''میں،پس اگراسم فاعل پر الف لام داخل ہوتوسب برابر ہیں(یعنی ہرحال میں عمل کریگا)،اوروہ اسم فاعل جومبالغہ کیلئے وضع کیاگیا ہے جیسے''ضَرّاب،ضَرُوب،مِضْرَاب،عَلِيمٌ،حَذِرٌ''عمل اورشروط عمل میں اسم فاعل کی طرح ہے اسم فاعل کا تثنیہ وجمع اسم فاعل کی طرح ہیں اوراسم فاعل کے نون کاتخفیفاً حذف کرنا جائز ہے جبکہ وہ عامل اورمعرفہ ہو،اسم مفعول وہ اسم ہے جومصدر سے مشتق ہواس ذات کیلئے جس پرفعل واقع ہواوراسکا صیغہ ثلاثی مجرد سے''مفعولٌ''کے وزن پرآتا ہےاورغیرثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پرآتا ہے ماقبل آخر کے فتحہ کے ساتھ جیسے''مُسْتَخْرَج''اوراسکا حکم عمل وشروط میں اسم فاعل جیسا ہے جیسے''زیدٌمعطی غلامه درهماً''۔

(۱)قوله اسم الفاعل ماشتق الخ یعنی اسم فاعل وہ اسم ہے جوفعل بمعنی حدث سے اس ذات کیلئے مشتق ہوکہ جسکے ساتھ یہ فعل بطریق حدوث قائم ہو،جیسے''زیدٌضاربٌ''میں''ضاربٌ''،''ضرب''سے مشتق ہے اس ذات کے لئے جس ذات کے ساتھ ''ضرب''بطریق حدوث قائم ہے۔''لِمَنْ قامَ بِه'' کی قید سے اسم مفعول واسم تفضیل خارج ہوگئے اسم مفعول توظاہر ہے کہ وہ لِمَنْ وقَعَ عليه الفعل ہے،اوراسم تفضیل اسلئے خارج ہواکہ اسم تفضیل اگرچہ''لِمَنْ قامَ به الفعل'' کیلئے وضع ہواہے جیسے''زیدٌافضل من عمرو'' مگراسم تفضیل کے معنی میں زیادتی پائی جاتی ہے تواسم تفضیل''لِمَنْ قامَ به الفعل مع الزيادة'' ہے جبکہ اسم فاعل میں زیادتی

نہیں۔اور''بمعنی الحدوث'' کی قید سے صفت مشبہ سے احتراز ہوا کیونکہ اس میں ثبوت کا معنی پایا جاتا ہے نہ کہ حدوث کا جیسے''زیدٌحسنٌ''یا''زیدٌ کریمٌ''بمعنی''ثبت لہ الحسن و الکرم'' یہ معنی نہیں کہ''حدث لہ الحسن و الکرم بعد اَن لم یکُنْ''جہاں حدوثی معنی مقصود ہو وہاں''حاسِنٌ و کارِمٌ'' کہا جاتا ہے۔

ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ''فاعلٌ''کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے یعنی ثلاثی مزید ورباعی مجرد ورباعی مزید سے ہر باب کے فعل مضارع کے وزن پر آتا ہے معمولی تغیر کے ساتھ کہ اس میں بجائے حرف مضارع کے میم مضموم ہوتا ہے اور ماقبل آخر کو کسرہ دیا جاتا ہے جیسے''مُدْخِلٌ و مُسْتغفِرٌ و متصرِّفٌ''وغیرہ۔اور اسم فاعل اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے خواہ فعل لازم ہو یا متعدی،لیکن شرط یہ ہے کہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہوتا کہ مضارع کے ساتھ معنوی مشابہت بھی متحقق ہو۔

سوال:۔قول باری تعالیٰ﴿کلبھم باسطٌ ذراعیہ بالو صید﴾ میں''باسطٌ''اسم فاعل بمعنی ماضی ہے،حال یا استقبال کے معنی میں نہیں پھر بھی عامل ہے؟

جواب:۔حال یا استقبال کے معنی میں ہونا عام ہے خواہ تحقیقاً ہو یا حکایۃً مثال مذکور میں حکایۃً ہے۔

(۲)قولہ والاعتماد علی صاحبہ الخ یعنی اسم فاعل کے عمل کیلئے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اپنے صاحب پر اعتماد کرے اور صاحبِ اسم فاعل مبتدأ،موصوف،موصول،ذوالحال ہیں پس یہ شرط ہے کہ اسم فاعل سے پہلے مبتدأ ہو اسم فاعل اسکی خبر بنے یا موصوف ہو اسم فاعل اسکی صفت بنے یا موصول ہو اسم فاعل اسکا صلہ بنے یا ذوالحال ہو اسم فاعل اسکا حال بنے۔یہ شرط اسلئے ہے کہ اصل عمل میں فعل ہے اور فعل کے ماسوا عوامل فعل کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں تو اسم فاعل بھی بوجہ مشابہت مع الفعل عمل کرتا ہے پس جب اسم فاعل اپنے صاحب پر اعتماد کریگا تو اپنے صاحب کی طرف مسند ہوگا جیسا کہ فعل اپنے صاحب یعنی فاعل کی طرف مسند ہوتا ہے اس طرح اسم فاعل کی مشابہت فعل کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے جیسے''زیدٌضاربٌ اَبوہ''اور''جاء رجلٌ ضاربٌ''اور''جاء الضارب اَبوہ''اور''جاء زیدٌراکباًفرسہ''۔

(۳)قولہ والھمزۃ او ماالخ یعنی اسم فاعل اس وقت بھی عمل کریگا جس وقت کہ اس سے پہلے ہمزہ استفہامیہ ہو یا مانافیہ،یہ اسلئے کہ حروفِ استفہام ونفی غالباًفعل پر داخل ہوتے ہیں اور جب اسم فاعل پر داخل ہوگئے تو اسم فاعل کی فعل کے ساتھ مشابہت قوی ہوگئی لہٰذا اسم فاعل بھی عمل کریگا جیسے:''اَقائمٌ زیدٌ''،''ماقائمٌ زیدٌ''۔

(٤)قولہ وان کان للماضی الخ یعنی اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو اضافت معنوی واجب ہے اور وہ عمل نہیں کریگا اسلئے کہ عمل کرنے کی شرط(یعنی حال یا استقبال کے معنی میں ہونا)مفقود ہے اور اسم فاعل اس وقت مضاف باضافت معنوی ہوگا لفظی نہیں اسلئے کہ اضافت لفظی تو صفت کا اپنے معمول کی طرف مضاف ہونے کو کہا جاتا ہے یہاں اسم فاعل عامل نہیں۔البتہ کسائی کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں بھی اضافت معنوی واجب نہیں بلکہ ان کے نزدیک اسم فاعل خواہ ماضی کے معنی میں ہو یا مضارع کے معنی میں،بہر

صورت عمل کرتا ہے جیسے ﴿و کلبھم باسطٌ ذراعیه بالوصید﴾ اور اگر مضاف کیا جائے تو اضافت لفظی ہوگی معنوی نہیں۔

(۵) قولہ فان کان له معمولٌ الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ ''زیدٌ معطی عمروٍ درھماً اَمسِ'' میں ''معطی'' اسم فاعل بمعنی ماضی ہے پھر بھی عامل ہے ''درھماً'' کو نصب دیا ہے؟۔ مصنفؒ نے جواب دیا ہے کہ جہاں اسم فاعل بمعنی ماضی کا مضاف الیہ کے علاوہ بظاہر کوئی اور معمول بھی ہو تو وہ فعل مقدر کا معمول ہوگا اسم فاعل کا نہیں مثال مذکور کی تقدیری عبارت یوں ہے ''زیدٌ معطی عمروٍ اعطاہ درھماً اَمسِ''۔

(۶) قولہ فان دخلت الخ یعنی اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو تو پھر خواہ بمعنی مضارع ہو یا بمعنی ماضی ہر حال میں عمل کریگا کیونکہ اسم فاعل پر جب الف لام داخل ہو تو وہ اسم موصول کے معنی میں ہوتا ہے اور الف لام کی وجہ سے اسم فاعل فعل کے معنی میں ہوجاتا ہے جیسے ''الضارب'' بمعنی ''الذی ضرب'' ہے اور فعل چونکہ عامل قوی ہے ہر حال میں عمل کرتا ہے تو مذکورہ اسم فاعل بھی ہر حال میں عمل کرے گا لہذا جیسے ''مررتُ بالضارب غداً اوِ الآن غلامه زیداً'' جائز ہے اسی طرح ''مررت بالضارب اَمسِ غلامه زیداً'' بھی جائز ہے۔

(۷) قولہ وما وضع الخ یعنی ہر وہ اسم جو اسم فاعل سے مبالغہ کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے: ''ضَرّاب، ضَرُوبٌ، مِضرَابٌ، عَلِیمٌ، حَذِرٌ'' وغیرہ عمل اور شروط عمل میں اسم فاعل کی طرح ہے۔ اسی طرح اسم فاعل و مبالغہ کا تثنیہ و جمع بھی عمل میں اسم فاعل مفرد کی طرح ہیں جیسے ''جاء نی الزیدان الضاربان عمرواً''۔ اور نون تثنیہ و جمع کو برائے تخفیف حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ بناء بر معمولیت منصوب معمول میں عامل ہو اور عامل معرفہ ہو جیسے: ''المقیمی الصلوٰۃ'' میں نون کو حذف کردیا ہے یہ اس وقت کہ ''الصلوٰۃ'' کو منصوب ہو۔ اور اگر ''المقیمی'' مضاف اور ''الصلوٰۃ'' مضاف الیہ مجرور ہو تو حذف نون واجب ہے۔

(۸) قولہ اسم المفعول مااشتق الخ یعنی اسم مفعول وہ اسم ہے کہ جو فعل بمعنی حدث سے اس ذات کیلئے مشتق ہو کہ جس پر فعل کا وقوع ہوتا ہے جیسے ''زیدٌ معطی غلامه درھماً'' میں ''معطی''، ''اعطاء'' سے مشتق ہے اس ذات کے لئے جس پر اعطاء واقع ہے۔

(۹) قولہ وصیغته من الثلاثی الخ یعنی اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے ''مفعولٌ'' کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے یعنی ثلاثی مزید و رباعی مجرد و رباعی مزید سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اسم مفعول کے صیغے کا ماقبل آخر مفتوح ہوتا ہے جیسے: ''مُستَخرَجٌ و مُدخَلٌ''، اسم مفعول کا ماقبل آخر مفتوح اس لئے ہوتا ہے کہ فتحہ خفیف ہے اور مفعول کثیر ہے لہذا کثیر کے لئے خفیف ہی مناسب ہے۔ نیز تاکہ مضارع مجہول کے ساتھ موافق ہوجائے۔

(۱۰) قولہ وامرہ فی العمل الخ یعنی عمل اور شروط عمل میں اسم مفعول اسم فاعل جیسا ہے یعنی اسم مفعول کے عمل کیلئے بھی یہ شرط ہے کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور اُمورِ ستہ (جو اسم فاعل کے بیان میں مذکور ہیں) میں سے کسی ایک پر اعتماد کرے۔ اور جب

اسم مفعول عامل معرفہ ہوتو پھر ہر حال میں عمل کریگا۔اور اگر متعدی بد و مفعول ہوتو اول بناء بر نائب فاعل مرفوع اور ثانی اب بھی منصوب ہوگا جیسے:"زیدٌمعطًی غلامُه درهماً"۔

درس نمبر ۱۶۰

(۱)الصفة المشبه مااشتق من فعل لازم لمن قام به على معنى الثبوت(۲)وصيغتهامخالفة لصيغة الفاعل على حسب السماع كحسن وصعب وشديد،(۳)وتعمل عمل فعلهامطلقاً(٤)وتقسيم مسائلهاان تكون الصفة باللام اومجردة ومعمولهامضافاًاوباللام اومجرّداًعنهمافهذه ستة والمعمول فى كل واحدمنهامرفوع ومنصوب ومجرورفصارت ثمانية عشرفالرفع على الفاعلية والنصب على التشبيه بالمفعول فى المعرفة وعلى التميزفى النكرة والجرعلى الاضافة وتفصيلهاحَسَنٌ وجهُه ثلثة وكذالك حسن الوجهِ وحسن وجهٍ الحسن وجهه ،الحسن الوجه،الحسن وجهٌ(۵)واثنان منهاممتنعان مثل الحسن وجهِه الحسن وجهٍ واختلف فى حسن وجهِه(٦)والبواقى ماكان فيه ضميرواحدمنهااَحسن وماكان فيه ضميران حَسَنٌ وما لاضميرفيه قبيحٌ،(۷)ومتٰى رفعت بهافلاضميرفيهافهى كاالفعل والافيهاضميرالموصوف فتؤنّث وتثنّٰى وتجمع،(۸)واسماالفاعل والمفعول غيرالمتعديين مثل الصفة فى ماذكر

ترجمہ:۔صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل (مصدر) لازم سے مشتق ہو اس ذات کیلئے جس کے ساتھ وہ فعل ثبوت کے طور پر قائم ہو اور اسکا صیغہ اسم فاعل کے صیغہ کے مخالف ہے اور اسکے اوزان سماعی ہیں جیسے"حَسَنٌ،صَعْبٌ،شدیدٌ"اور مطلقاً اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے اور اسکی اقسام کی تقسیم یہ ہے کہ یا تو صفت لام کے ساتھ ہوگی یا لام سے خالی ہوگی اور اسکا معمول مضاف ہوگا یا لام کے ساتھ ہوگا یا خالی ہوگا ان دونوں سے پس یہ چھ قسمیں ہیں اور معمول ان میں سے ہر ایک میں مرفوع اور منصوب اور مجرور ہوتا ہے لہذا اٹھارہ اقسام ہوگئیں پس رفع بناء بر فاعلیت اور نصب مفعول کے ساتھ مشابہ ہونے کی بناء پر معرفہ میں اور تمیز ہونے کی بناء پر نکرہ میں اور جر اضافت کی بناء پر اور اسکی تفصیل مثالوں میں یہ ہے"حَسَنٌ وجهه"میں تین اعراب اسی طرح"حسن الوجه،حسن وجهٍ،الحسن وجهُه،الحسن الوجهِ،الحسن وجهٍ"،ان میں سے دو ممتنع ہیں جیسے"الحَسَنُ وجهه"اور"الحسن وجه"اور"حسن وجهه"میں اختلاف ہے باقی میں سے جن میں ایک ضمیر ہے وہ اَحسن ہے اور جن میں دو ضمیر ہیں وہ حسن ہیں اور جن میں ضمیر نہیں وہ قبیح ہیں اور جب تو صفت مشبہ کو رفع دے تو اس میں کوئی ضمیر نہیں ہوتی پس وہ فعل کی طرح ہے ورنہ تو اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی پس وہ صفت مشبہ مؤنث وتثنیہ وجمع لائی جاسکتی ہے اور وہ اسم فاعل ومفعول جو غیر متعدی ہوں وہ مذکورہ اٹھارہ قسموں میں صفت کی طرح ہیں۔

(۱)قوله الصفة المشبه الخ صفت مشبہ اسم فاعل کے ساتھ مشابہ ہے افراد،تثنیہ،جمع،تذکیر،تانیث میں اس بات میں کہ دونوں"من قام به الفعل"ہیں۔صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے اس ذات کیلئے مشتق کیا گیا ہو جس کے ساتھ وہ فعل بطور ثبوت

قائم ہو جیسے: ''زیدٌ حسنٌ وجهه ''۔ ''ما اشتق مِنْ فعلٍ'' جنس ہے اسم فاعل ومفعول وغیرہ سب کو شامل ہے، اور ''لازِمٍ'' سے اسم فاعل متعدی اور اسم مفعول خارج ہو گئے اور ''علی معنیَ الثُّبوت'' سے اسم فاعل لازمی خارج ہو گیا کیونکہ اسم فاعل حدوث پر دلالت کرتا ہے ثبوت پر نہیں۔

(۲) **قوله وصیغتها مخالفة الخ** یعنی صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل کے صیغوں کے مخالف ہیں کیونکہ صفت مشبہ کے اوزان سماعی ہیں جیسے ''حَسَنٌ، صَعْبٌ، شدیدٌ'' وغیرہ جبکہ اسم فاعل کے اوزان قیاسی ہیں۔ صفت مشبہ اور اسم فاعل میں تین فرق ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ صفت مشبہ میں صفت ثبوتی یعنی دائمی ہوتی ہے اسم فاعل میں حدوثی یعنی عارضی ہوتی ہے۔/ **نمبر ۲**۔ صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل کے صیغوں سے مختلف ہیں۔/ **نمبر ۳**۔ صفت مشبہ کے صیغے سماعی ہیں اور اسم فاعل کے صیغے قیاسی ہیں۔

(۳) **قوله وتعمل عمل الخ** یعنی صفت مشبہ اپنے فعل لازم جیسا عمل کرتا ہے مطلقاً یعنی زمانہ حال یا استقبال کے ساتھ مشروط نہیں۔ ''مطلقاً'' سے اطلاق فی الزمان مراد ہے یعنی صفت مشبہ کا عمل حال یا استقبال کے ساتھ مشروط نہیں جیسا کہ اسم فاعل اور اسم مفعول مشروط ہیں کیونکہ صفت مشبہ ثبوت اور دوام کے معنی میں ہے لہذا اس میں کسی زمانے کو شرط قرار دینے کا کوئی معنی نہیں کیونکہ زمانہ حدوث کو لازم کرتا ہے۔ البتہ امور ستہ پر اعتماد والی صفت مشبہ میں بھی معتبر ہے۔

(۴) **قوله وتقسیم مسائلها الخ** یعنی صفت مشبہ کی اقسام کی تقسیم یہ ہے کہ صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگا یا مجرّد عن اللام ہوگا اور ہر تقدیر پر اسکا معمول مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا ان دونوں سے مجرد ہوگا کہ نہ مضاف ہو اور نہ معرف باللام، تو تین کو دو میں ضرب دینے سے چھ صورتیں نکلتی ہیں۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ اقسام ستہ میں صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہے یا منصوب ہے یا مجرور۔ تو چھ کو تین میں ضرب دینے سے کل اٹھارہ صورتیں بنتی ہیں۔ پس معمول پر رفع فاعل ہونے کی وجہ سے ہوگا اور اسکا نصب اگر معرفہ ہو مفعول کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ہوگا نہ کہ مفعولیت کی وجہ سے کیونکہ فعل لازم مفعول کو نہیں چاہتا اور اگر نکرہ ہو تو نصب تمیز ہونے کی وجہ سے ہوگا، اور جر اضافت کی وجہ سے ہوگا۔

اَمثالِ جزئیہ کے ضمن میں صفت مشبہ کی اقسام اس طرح ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ ''حَسَنٌ وَجْهُه''، یہ صفت مجرد عن اللام اور معمول مضاف کی مثال ہے، اس میں باعتبار اعراب کے تین وجوہ جائز ہیں۔/ **نمبر ۱**۔ تنوینِ صفت اور معمول کا بناء بر فاعلیت مرفوع ہونا۔/ **نمبر ۲**۔ تنوینِ صفت اور معمول کا مفعول کے ساتھ مشابہ ہونے کی بنا پر منصوب ہونا۔/ **نمبر ۳**۔ بحذفِ تنوینِ صفت اور معمول کا بناء بر اضافت مجرور ہونا۔ اسی طرح ''حَسَنُ الوجه'' میں بھی باعتبار اعراب کے تین وجوہ ہیں اور یہ صفت مجرد عن اللام اور معمول معرف باللام کی مثال ہے۔ اسی طرح ''حَسن وجهٍ'' میں بھی باعتبار اعراب کے تین وجوہ ہیں اور یہ صفت مجرد عن اللام اور معمول مضاف کی مثال ہے۔ اور ''الحسن وجهه'' میں بھی باعتبار اعراب کے تین وجوہ ہیں اور یہ صفت اور معمول دونوں معرف باللام کی مثال ہے۔ اور ''الحسن وجهٍ''، میں بھی تین وجوہ ہیں یہ صفت معرف باللام اور معمول مجرد عن اللام اور مضاف کی مثال ہے۔

(۵)قولہ اثنان منھاالخ یعنی اٹھارہ اقسام میں سے دواقسام ممتنع ہیں۔/**نمبر ۱**۔''الحسن وجھہ'' یعنی جب صیغہ صفت معرف باللام ہواوراپنے معمول(مضاف الی الضمیر) کی طرف مضاف ہو۔ یہ صورت اسلئے ممتنع ہے کہ اس میں بغیر تخفیف کے اضافت لفظی پائی جاتی ہے کیونکہ ''الحسن'' کی تنوین الف لام کی وجہ سے حذف ہوگئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ نیز مضاف الیہ میں بھی بحذفِ ضمیر تخفیف نہیں آئی ہے لہذا یہ جائز نہیں۔ /**نمبر ۲**۔''الحسن وجہٍ''یعنی کہ صفت معرف باللام اپنے معمول مجرد عن اللام کی طرف مضاف ہو اسکے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ اس اضافت نے ضمیر کے حذف اور صفت میں مستتر ہونے کا فائدہ دیا ہے مگر چونکہ معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہے لہذا جائز نہیں کیونکہ اضافتِ معنویہ میں معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف جائز نہیں تو اضافت لفظیہ میں بھی جائز نہیں کیونکہ اضافت لفظیہ فرع ہے اضافتِ معنویہ کی لہذا اضافتِ لفظیہ من کل الوجوہ اضافت معنویہ کا مخالف نہ ہوگی۔

اورایک صورت یعنی''حسن وجہِہ'' میں اختلاف ہے کوفیین اسکو حسن قرار دیتے ہیں اور بصریین نثر میں ناجائز اور اشعار میں مع القبح جائز قرار دیتے ہیں اسلئے کہ تخفیف میں اصل یہ ہے کہ مضاف ومضاف الیہ دونوں میں ہو یہاں مضاف کی تنوین تو حذف ہوگئی ہے مگر مضاف الیہ میں تخفیف نہیں آئی ہے اسلئے کہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی ہے۔کوفیین کہتے ہیں کہ اصل تخفیف موجود ہے اگر چہ کامل نہیں لہذا قبیح نہیں۔اور مثل''حسن وجھہ'' سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں صفت مجرد عن اللام ہو اور مضاف ہو اپنے معمول کی طرف اور معمول ضمیر کی طرف مضاف ہو۔

(۶)قولہ والبواقی الخ یعنی مذکورہ بالا تین صورتوں کے علاوہ باقی پندرہ قسموں میں سے جس میں ایک ضمیر ہو وہ احسن ہے کیونکہ یہ محتاج الیہ ضمیر پر مشتمل ہے اور بس۔اور جس میں دوضمیریں ہوں وہ حسن ہے اسلئے کہ یہ ضمیر محتاج الیہ پر مشتمل ہے اور احسن اسلئے نہیں کہ ضرورت سے زائد ضمیر اس میں پائی جاتی ہے۔اور جس میں ضمیر نہ ہو وہ قبیح ہے اسلئے کہ اس میں موصوف وصفت میں رابط نہیں۔

(۷)قولہ ومتٰی رفعت الخ یعنی اگر صفت کا معمول مرفوع ہو تو اس وقت صفت میں کوئی ضمیر نہ ہوگی اسلئے کہ مذکورہ معمول صفت کا فاعل ہے اور صفت اس وقت مثل فعل کے ہے تو جس طرح فعل کو فاعل کے مثنّٰی ومجموع ہونے کی حالت میں مثنّٰی ومجموع نہیں لایا جاتا ہے اسی طرح اس صفت کو فاعل کے مثنّٰی ومجموع ہونے کی حالت میں تثنیہ وجمع نہیں لائی جائیگی، جیسے:''حسن الزیدان، حسن الزیدون''۔اور اگر صفت کا معمول مرفوع نہ ہو یعنی اسم ظاہر نہ ہو بلکہ ضمیر ہو تو اس وقت صفت مشبہ میں جو ضمیر ہوگی وہ موصوف کے مطابق ہوگی لہذا صفت موصوف کے مطابق مؤنث ومذکر، تثنیہ وجمع لائی جائیگی جیسے:''زیدٌ حسنٌ،الزیدان حسنان ،الزیدون حسنون''۔

(۸)قولہ واسماالفاعل الخ یعنی وہ اسم فاعل واسم مفعول جو غیر متعدی ہو(مفعول غیر متعدی سے مراد یہ ہے کہ وہ دوسرے مفعول کو نہ چاہتا ہو) یہ دونوں مذکورہ بالا اٹھارہ قسموں میں صفت کی طرح ہیں اور ان میں بھی بعض احسن اور بعض حسن اور بعض ممتنع اور بعض قبیح ہیں جیسے''زیدٌ القائم ابوہ،اباہ،ابیہ،وزیدٌ القائم الابُ والابَ والابِ،وزید القائم ابٌ وابًاوابٍ'' اسی طرح اسم

مفعول کی مثالیں ہیں جیسے: ''زیدالمضروب ابوہ واباہ وابیہ الخ''۔

درس نمبر ۱۶۱

(۱)اسم التفضیل مااشتق من فعل لموصوف بزیادۃ علی غیرہ وھواَفْعَلُ(۲)وشرطہ اَنْ یُبْنٰی من ثلاثی مجردلیمکن منہ ولیس بِلَونٍ وعیبٍ لانّ منھمااَفْعَلُ لغیرہ مثل زیدٌافضل الناس،(۳)فان قصدغیرہ تُوُصِّل الیہ باشدّمثل ھواشدّمنہ استخراجاًوبیاضاًوعمیً(٤)وقیاسہ للفاعل وقدجاء للمفعول نحو اَعْذَروَاَلْوَم واَشْغل واَشْھر(۵)ویستعمل علی احدثلٰثۃ اوجہ مضافاًاوبمِنْ اَوْمعرفاًباللام فلایجوز زیدالاَفضل مِن عمروولازیدٌافضلُ اِلّااَنْ یُعْلَم (٦)فاذااُضیف فلہ معنیان احدھماوھو الاکثراَنْ تقصدبہ الزیادۃ علی مَنْ اُضیف الیہ فیشترط ان یکون منھم مثل زیدٌافضل الناس فلایجوز یوسف احسن اخوتہ لخروجہ عنہم باضافتھم الیہ والثانی ان تقصدزیادۃ مطلقۃ ویضاف للتوضیح فیجوزیوسف احسن اخوتہ،(۷)ویجوزفی الاول الافرادوالمطابقۃ لِمَنْ ھولہ واَمّاالثانی والمعرف باللام فلابُدّمن المطابقۃ

ترجمہ:۔اسم تفضیل وہ اسم ہے جومشتق ہوفعل (بمعنی حدث) سے اس ذات کے لئے جوموصوف ہوزیادتی کی وصف کے ساتھ اپنے غیر کے اعتبار سے اوروہ ''اَفْعَل'' کے وزن پرآتا ہےاوراسکی شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے تاکہ اس سے ''اَفْعَلُ'' بناناممکن ہو اور''لَوْن وعیب'' کے معنی میں نہ ہوکیونکہ ان دو سے ''اَفعَلُ'' اسکے علاوہ کیلئے آتا ہے جیسے ''زیدٌافضل الناس'' پس اگراس کے غیرکا ارادہ کیاجائے تواس کے ساتھ لفظ ''اشدّ'' ملایا جاتا ہے جیسے ''ھو اَشدّ منہ استخراجاًوبیاضاًوعمی'' اورقیاس یہ ہے کہ اسم تفضیل فاعل کیلئے آتا ہےاورکبھی مفعول کیلئے بھی آتا ہے جیسے ''اَعْذَر،اَلْوم،اَشْغَل،اَشھَر'' اوراسم تفضیل تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے مضاف ہوکریا ''مِنْ'' کے ساتھ یامعرف باللام ہوکرپس جائزنہیں ''زیدالافضل من عمرو'' اور نہ ''زیدٌافضلُ'' البتہ اگرجان لیاجائے توجائزہے پس جب اسم تفضیل کومضاف بنایاجائے تواسکے دومعنی ہوتے ہیں ان میں سے ایک اوروہی اکثرہے کہ ارادہ کیاجائے اسکی وجہ سے زیادتی کااس پرجس کی طرف اسکومضاف کیاگیا ہے پس شرط یہ ہے کہ یہ ان میں سے ہو جیسے ''زیدٌ افضل الناس'' پس جائزنہیں ''یوسف احسن اخوتہ'' کیونکہ وہ ان سے خارج ہے انکی اضافت کی وجہ سے انکی طرف اور دوسرامعنی یہ ہے کہ مطلق زیادتی کاارادہ کیاجائے اوروہ توضیح کیلئے مضاف کیا جاتا ہے پس ''یوسف احسن اخوتہ'' جائزہےاوراول میں مفردلانااورجسکی یہ صفت بن رہاہےاس موصوف کے مطابق لانادونوں جائزہیں اوربہرحال دوسری قسم اورمعرف باللام پس ان دونوں میں مطابقت ضروری ہے۔

(۱)قولہ اسم تفضیل مااشتق الخ یعنی اسم تفضیل وہ اسم ہے جوفعل (بمعنی حدث یعنی مصدر) سے اس ذات پردلالت کرنے کے لئے مشتق ہو جس میں باعتبارکسی دوسری چیز کے معنی مصدری زیادہ پایا جاتا

ہو جیسے: ''فضل '' سے ''افضل ''، ''ضرب '' سے ''اضرب ''۔اسم تفضیل کا وزن ''اَفْعَلُ '' ہے جیسے ''اَفْضَلُ ''۔

سوال:۔اسم تفضیل من حیث الوزن ''اَفْعَلُ '' میں منحصر نہیں کیونکہ ''خَیْرٌ '' اور ''شرٌّ '' اسم تفضیل ہیں مگر ان کا وزن ''اَفعَلُ '' نہیں؟

جواب:۔اعتبار اصل کا ہے اصل میں ''خیرٌ ''، ''اَخْیَرُ '' اور ''شرٌّ ''، ''اَشْیَرُ '' تھا۔

(۲)قوله وشرطه ان يُبنٰى الخ یعنی اسم تفضیل کیلئے شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے ہو کیونکہ غیر ثلاثی مجرد سے ''افْعَلُ '' کا وزن متعذر ہے کیونکہ ''اَفْعَلُ '' کا وزن چار حروف پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ رباعی اور ثلاثی مزید میں تو پہلے سے چار حروف پائے جاتے ہیں پس اگر ''اجتناب '' سے اسم تفضیل بنائیں گے تو وہ ''اَجتنب '' ہوگا جو کہ ''افعل '' کا وزن نہیں۔اور اگر غیر ثلاثی مجرد کے بعض حروف کو حذف کر کے ''اَفْعَلُ '' بنایا جائے تو پھر ثلاثی مجرد وغیر مجرد میں التباس آئیگا۔دوسری شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد بھی ایسا ہو کہ ''لَوْن '' اور ''عیب '' کے معنی میں نہ ہو اسلئے کہ جو ثلاثی مجرد ''لَون '' اور ''عیب '' کے معنی میں ہو اس سے اسم تفضیل کے علاوہ ''اَفْعَلُ '' کے وزن پر آتے ہیں جیسے ''اَحْمر '' اور ''اَعْوَر ''، تو اگر اسم تفضیل بھی اسی وزن پر مشتق کیا جائے تو معلوم نہ ہوگا کہ ''اَعْوَر '' بمعنی ''ذُوعَوَر '' ہے یا بمعنی زیادہ عور کے ہے،اسی طرح ''احمر '' ہے کہ یہ معلوم نہ ہوگا کہ ''احمر '' بمعنی صاحب الحمرة ہے یا بمعنی وہ جس میں حمرة علی الغیر زیادہ ہو۔

(۳)قوله فان قصدمن غيره الخ یعنی اگر ثلاثی مجرد کے غیر سے یا اس ثلاثی مجرد سے جو بمعنی ''لون وعیب '' ہو سے تفضیلی معنی آدا کرنا مقصود ہو تو اس وقت لفظ ''اشد '' یا اسکے ہم مثل کسی لفظ کو جو مقصود کے موافق ہو اختیار کریں اسکے بعد اس مصدر کو جس کا تفضیلی معنی مقصود ہے بطور تمیز ذکر کریں مثلاً ''استخراج، بیاض، عمی '' سے مذکورہ معنی مطلوب ہو تو یوں کہیں ''ھو اشدّ منه استخراجا ''، ''ھو اشدّمنه بیاضاً '' اور ''ھو اشدّمنه عمی ''۔

(٤)قوله قیاسه للفاعل الخ یعنی قیاس یہ ہے کہ اسم تفضیل فاعل کی زیادتی کیلئے آئے اور بس، جیسے: ''اضرب '' بمعنی زیادہ مارنے والا۔مگر چند معدود مقامات میں مفعول کی زیادتی کیلئے بھی آتا ہے جیسے ''اَعْذر '' بمعنی زیادہ معذور ''اَلْوَم '' بمعنی زیادہ ملامت کیا ہوا۔اسی طرح ''اَشْغل '' بمعنی زیادہ مشغول اور ''اشْھَر '' بمعنی زیادہ مشہور۔

(۵)قوله ویستعمل علی احدثلثة الخ یعنی اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔/**نمبر۱**۔مستعمل بالاضافت جیسے ''زیدٌافضل الناس ''۔/**نمبر۲**۔مستعمل بمِنْ جیسے: ''زیدٌافضل من عمرو '' ۔/**نمبر۳**۔مستعمل بالف لام جیسے: ''زیدٌالافضل ''،لہذا ''زیدالافضل من عمرو '' جائز نہیں اسلئے کہ اس میں الف لام اور مِنْ دونوں جمع ہیں جس میں سے ایک کالغو ہونا لازم آتا ہے۔اسی طرح ''زیدٌافضلُ '' بھی جائز نہیں اسلئے کہ اس میں اسم تفضیل وجوہ ثلاثہ میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مستعمل نہیں۔

سوال:۔''اللّٰہ اَکْبَر '' میں اسم تفضیل تین وجوہ میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مستعمل نہیں پھر بھی جائز ہے؟

جواب:۔مصنفؒ نے ''اَلاّ اَنْ یُعْلَم'' سے جواب دیا ہے یعنی جب مفضل علیہ قرائن سے معلوم ہوتو بغیر وجوہ ثلاثہ کے اسم تفضیل کا استعمال جائز ہے جیسے: ''اللّٰہ اکبر ای من کل شئ''، او اَکبر کُل شئ''۔

(۶)**قولہ فاذا اُضیف الخ** یعنی اسم تفضیل جب مضاف ہوتو اس وقت اسکے دو معنی ہیں۔/**نمبر ۱**۔اسم تفضیل کے موصوف کی زیادتی مضاف الیہ پر مقصود ہو یہ معنی بنسبت ثانی کے اکثر مراد ہوتا ہے اس معنی کے وقت شرط یہ ہے کہ مفضل مفضل علیہ کے مفہوم میں داخل ہو اگر چہ بحسب الارادہ خارج ہو جیسے: ''زیدٌ افضل الناس'' میں ''زید'' مفضل اور ''الناس'' مفضل علیہ ہے اور مقصود اسم تفضیل کے موصوف یعنی ''زید'' کی زیادتی کو اسم تفضیل کے مضاف الیہ پر ثابت کرنا ہے اور ''زید''، ''الناس'' کے مفہوم میں داخل ہے۔اس معنی کے لحاظ سے ''یوسف احسن اخوته'' جائز نہیں اسلئے کہ مثال مذکور میں ''یوسف'' مفضل اور ''اخوة'' مفضل علیہ ہے اور مفضل مفضل علیہ کے مفہوم میں داخل نہیں اسلئے کہ ''اخوته'' کی ضمیر ''یوسف'' کی طرف راجع ہے ''اِخوة'' مضاف ''ھاء'' ضمیر مضاف الیہ اور مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے لہذا ''یوسف'' اور ''اِخوة'' میں مغایرت ہے لہذا مذکورہ ترکیب جائز نہیں۔

/**نمبر ۲**۔دوسرا معنی یہ ہے کہ اسم تفضیل سے مطلق زیادتی کا ارادہ کیا جائے معنی اول کی طرح مضاف الیہ پر زیادتی مقصود نہ ہو تو اس صورت میں اسم تفضیل کی اضافت فقط تخفیف وتوضیح کیلئے ہوتی ہے نہ کہ مضاف الیہ پر زیادتی ثابت کرنے کیلئے پس اس وقت یہ شرط نہ ہوگی کہ مفضل مفضل علیہ کے مفہوم میں داخل ہو بلکہ کبھی اسم تفضیل ایک جماعت کی طرف مضاف ہوتا ہے اور موصوفِ اسم تفضیل اس جماعت میں داخل ہوتا ہے جیسے ''محمد افضل القریش'' اور کبھی اسم تفضیل اس جماعت میں داخل نہیں ہوتا ہے جیسے ''یوسف احسن اخوته''، اور کبھی اسم تفضیل غیر جماعت کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے: ''زیدٌ اَعلَم بغداد''۔

(۷)**قولہ ویجوز فی الاول الخ** یعنی اسم تفضیل جب بمعنی اول مستعمل ہوتو اسکو مفرد لانا بھی جائز ہے اگر چہ موصوف مثنیٰ یا مجموع ہو اور اپنے موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے، مفرد لانا تو اسلئے جائز ہے کہ یہ مفضل علیہ کے مذکور ہونے میں اسم تفضیل مستعمل بِمِنْ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے لہذا اسم تفضیل مستعمل بِمِنْ کی طرح مفرد ہوگا۔اور موصوف کے ساتھ مطابقت اسلئے جائز ہے کہ یہ تعریف میں اسم تفضیل معرف باللام کے ساتھ مشابہ ہے اور اسم تفضیل معرف باللام اپنے موصوف کے مطابق ہوتا ہے **فکذا ھذا**۔اور اسم تفضیل مضاف بمعنی ثانی اور اسم تفضیل معرف باللام میں اور **من ھو لہ** یعنی موصوف میں مطابقت ضروری ہے اسلئے کہ مطابقت سے کوئی مانع موجود نہیں۔

درس نمبر ۱۶۲

(۱)والذی بِمِنْ مفردٌمذکرٌلاغیر(۲)ولایعمل فی مظهرٍالّا اذاکان صِفَۃ لشئ وهوفی المعنی لمسبب مفضّلٍ باعتبارالاول علی نفسه باعتبارغیره منفیاًمثل مارأیت رجلاً اَحسن فی عینه الکحل منه فی عین زیدلانه بمعنی حَسُنَ مع انّهم لَوْرفعوالفصّلوابینه وبین معموله باجنبی وهوالکحل ولک اَنْ تقول احسن فی عینه الکحل من عین زیدفان قدمت ذکرالعین قلت مارأیت کعین زیداحسن فیهاالکحل(۳)مثل ولااَریٰ فی قطعة؛مررتُ علی

وادی السباع ولااَریٰ:: کوادی السباع حین یظلم وادیاً

اقل به رکبٌ اَتَوْ ہ تایّۃً:: واَخوف الّاماوقی اللّٰه سارياً۔

ترجمه:۔اوروہ اسم تفضیل جو مستعمل بمِنْ ہے وہ مفرد مذکر کے علاوہ دوسرانہیں ہوتااوراسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے مگر جبکہ وہ کسی چیز کی صفت واقع ہواوروہ حقیقت اور معنی میں ایسے مسبب کی صفت ہو کہ وہ مفضّل ہواول اعتبار سے اپنے نفس پر دوسرے اعتبار سے اس حال میں کہ وہ اسم نفی کیا گیا ہو جیسے ''مارأیت رجلا اَحسن فی عینه الکحل منه فی عین زید'' اسلئے کہ وہ ''حَسُنَ'' کے معنی میں ہے اسکے باوجود کہ اگر وہ رفع دیتے تو وہ فصل واقع کرتے اسکے اوراسکے معمول کے درمیان کسی اجنبی کااوروہ معمول ''الکحل'' ہےاور جائز ہے تیرے لئے کہ تو کہے ''اَحسن فی عینه الکحل من عین زید'' پس اگر تو عین کے ذکر کو مقدم کرے تو کہے گا ''مارأیت کعین زیدٍاحسن فیهاالکحل'' جیسے ''ولااَریٰ'' آنے والے شعر میں

شعر:۔مررتُ علی وادی السباع الخ۔

(۱)**قوله الذی بِمِنْ الخ** یعنی وہ اسم تفضیل جو ''مِنْ'' کے ساتھ مستعمل ہو ہمیشہ مفرد مذکر ہوتا ہے اگرچہ اسکا موصوف تثنیہ یاجمع اوریامؤنث ہو جیسے: ''زیدٌاوالزیدان اوالزیدون اوهندٌاوهندان اوهندات اَفضل من عمرو''۔اسم تفضیل مستعمل بمِنْ مفرد مذکر اسلئے ہوتا ہے کہ اسم تفضیل کے ساتھ ''مِنْ'' کاایسا شدید اتصال ہے گویا یہ ''مِنْ'' اسم تفضیل کا جزء ہے کیونکہ کلمہ ''مِنْ'' ''اَفْعَل تفضیلی اورافعل صفتی میں فارق ہے لہذا اَفْعَل تفضیل ''مِنْ'' کے بغیر مستعمل نہ ہوگا تو گویا ''مِنْ'' اسم تفضیل کا جزء ہے تو اب اگر علامتِ تثنیہ یا جمع یا تانیث ''مِنْ'' اوراسم تفضیل کے وسط میں لائی جائے تو یہ جائز نہیں کیونکہ علامت کا وسط کلمہ میں داخل ہونا لازم آتا ہے اوراگر علامت ''مِنْ'' کے بعد لائی جائے تو یہ بھی جائز نہیں کیونکہ ''مِنْ'' درحقیقت دوسرا کلمہ ہے تو اس وقت ایک کلمہ کی علامت کا ادخال دوسرے کلمہ پر لازم آتا ہے جسکی قباحت اظہر من الشمس ہے۔

(۲)**قوله ولایعمل فی مظهر الخ** اسم تفضیل ضمیر میں مطلقاً عمل کرتا ہے یعنی ضمیر میں عمل کرنا کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہے کیونکہ ضمیر مقدر ہے مقدر میں عمل سہل ہے قوتِ عامل کی ضرورت نہیں۔البتہ اسم ظاہر میں عمل کرنے کی تین شرائط ہیں کیونکہ اسم تفضیل عاملِ ضعیف ہے اوراسم ظاہر معمول قوی ہے لہذا اسم تفضیل جب اسم ظاہر میں عمل کریگا تو اس عمل کیلئے تین شرطیں ہیں (۱) اسم

تفضیل لفظاً وصورۃً کسی چیز کی صفت ہو اور حقیقت میں یہ صفت ہو مسبب (آنے والی مثال میں مسبب ''الکحل'' ہے جو ''احسن'' کا ''رجل'' کیلئے صفت واقع ہونے کا مسبب ہے) کیلئے تا کہ اسم تفضیل کیلئے اسم ظاہر معمول حاصل ہو جائے اور یہ مسبب ظاہری موصوف کے متعلقات میں سے ہو (۲) اسم تفضیل جس کے لئے واقع ہو رہا ہو (آنے والی مثال میں ''الکحل'' ہے) وہ ایک کے اعتبار سے مفضل اور دوسرے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو یہ شرط اسلئے ہے تا کہ تفضیلی زیادت کمزور ہو جائے جو مفضل اور مفضل علیہ میں مغائرت کا مقتضی ہے۔ (۳) اسم تفضیل منفی ہو، جیسے: ''ما رأیت رجلاً احسن فی عینه الکحل منه فی عین زیدٍ'' (میں نے زید جیسی خوبصورت سرگین آنکھیں کسی کی نہیں دیکھیں)، مثال مذکور میں اسم تفضیل یعنی ''احسن'' بظاہر ''رجلاً'' کی صفت ہے اور معناً ''الکحل'' کی صفت ہے، اور ''الکحل'' عین زید کے اعتبار سے مفضل اور عین رجل کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے، اور مذکورہ اسم تفضیل منفی بھی ہے۔ چونکہ مذکورہ مثال میں اسم تفضیل کے عمل کی تینوں شرائط پائی جا رہی ہیں لہذا اسم تفضیل یعنی ''احسن'' کا ''الکحل'' میں عمل کرنا درست ہے۔

باقی اسم ظاہر میں عمل کرنے کے لئے تیسری شرط اس لئے لگائی ہے تا کہ اسم تفضیل فعل کے مشابہ ہو جائے کیونکہ مذکورہ شرائط کی وجہ سے اسم تفضیل ''احسن''، ''حَسُنَ'' کے معنی میں ہو جاتا ہے یہ اس لئے کہ اسم تفضیل میں زیادتی پائی جاتی ہے اور قانون ہے کہ اگر کلام مقید میں نفی آئے تو وہ نفی قید کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو مثال مذکور میں نفی ''احسن'' میں زیادتی والا معنی کو ختم کر دیتی ہے لہذا ''احسن'' بمعنی فعل ''حَسُنَ'' رہ جائے گا اور فعل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے لہذا مذکورہ اسم تفضیل بھی اسم ظاہر میں عمل کر سکے گا۔

مثال مذکور میں ''احسن'' کا ''الکحل'' میں عمل کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے جو گذر گئی کہ ''اَحسن'' بمعنی ''حَسُنَ'' کے ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ''الکحل'' کو ''اَحسن'' کا معمول نہ بنائیں بلکہ ''اَحسن'' کو رفع خبریت کی وجہ سے دیں اور ''الکحل'' کو مبتدا مؤخر ہونے کی حیثیت سے رفع دیں اور جملہ کو ''رجل'' کی صفت کہیں تو اس وقت ''اَحسن'' اور اسکے معمول یعنی ''منه'' کے درمیان ''الکحل'' فاصل ہو جائیگا جو کہ اجنبی ہے اور یہ جائز نہیں، لیکن جب ''اَحسن'' کو نصب اور ''الکحل'' کو رفع دیں تو چونکہ ''الکحل'' اس صورت میں ''اَحسن'' کا فاعل ہے لہذا اجنبی نہ ہوگا تو یہ فاصل جائز ہے اسی کو مصنفؒ نے یوں بیان فرمایا ہے ''مع انهم لو رَفَعُوْا الفَصلُوْا الخ''

اور اس مثال کو مختصر کر کے یوں بھی کہا جا سکتا ہے ''ما رأیت اَحسن فی عینه الکحل من عین زید'' اور مزید اختصار کیلئے ذکر عین کو مقدم کر کے ''ما رأیت کعین زیدٍ احسن فیها الکحل'' بھی کہہ سکتے ہیں اس وقت معنی میں کوئی فرق نہ ہوگا بلکہ معنی وہی ہوگا کہ ''میں نے زید کی آنکھ کی طرح کوئی خوبصورت سرگین آنکھ نہیں دیکھی''۔

(۳) قولہ ومثل لا اَریٰ الخ یعنی عبارت کی مذکورہ بالا تعبیراتِ ثلثہ جیسے کہ مثال مشہور میں جاری ہوتی ہیں ایسے ہی یہ تعبیرات شاعر کے اِس شعر میں بھی جاری ہوتی ہیں۔ **شعر**:۔ مررت علی وادی السباع ولا اَریٰ :: کوادی السباع حین

یظلم وادیاً: :اقلّ به رکبٌ اَتوه تایَةً: :واَخوف الاماوقی اللّٰه ساریاً ۔(میں اس وادی پر گذرا جو کثرتِ درندوں کی وجہ سے وادی سباع کے نام سے مشہور ہے اس حال میں کہ وادی سباع کی طرح بوقت تاریکی کسی وادی کونہیں دیکھتا ہوں کہ اس میں سواریوں کا توقف وادی سباع سے کم ہو اور وہ وادی سباع سے زیادہ خوفناک ہو مگر اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ رات کو چلنے والی سواری کو محفوظ رکھے)

تعبیرات ثلثہ یوں جاری ہوتی ہیں کہ عبارت طویل تو مذکورہ بالا ہے اور عبارت قصیر اس طرح ہوگی ''مررت علی وادی السباع ولااریٰ،وادیاًاقلّ به رکبٌ من وادی السباع اَتوه تایَةً،واخوف الاماوقی اللّٰه ساریاً''۔اور عبارت اقصر اس طرح ہوگی ''لااریٰ کوادی السباع حین یظلم وادیاًاقلّ به رکبٌ اَتوه تایَةً واخوف الاماوقی اللّٰه ساریاً''۔

درس نمبر ۱۶۳

(۱)الفعل مادلّ علی معنی فی نفسه مقترن باحد الازمنة الثلثة ،(۲)ومن خواصه دخول قدوالسّین وسوف(۳)والجوازم ولحوق تاء التانیث ساکنةً ونحوتاء فعلتُ،(٤)الماضی مادلّ علی زمانٍ قبل زمانک مبنیٌّ علی الفتح مع غیر الضمیرالمرفوع المتحرّک والواو،(٥)المضارع ماشبه الاسم باحدِ حروفِ نایتُ لوقوعه مشترکاًوتخصیصه بالسّین اوسوف فالهمزة للمتکلم مفرداًوالنون له مع غیره (٦)والتاء للمخاطب مطلقاًوللمؤنّث والمؤنّثین غیبةًوالیاء للغائب غیرهما

ترجمہ:۔فعل وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنی جو اس کی ذات میں پایا جاتا ہو اور ملا ہوا ہو وہ معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ،اور اس کے خواص میں سے،قد،سین،سوف اور حروف جازمہ کا داخل ہونا ہے،اور تاء تانیث ساکنہ کا لاحق ہونا ہے جیسے 'فعلتُ'' کی تاء،ماضی وہ فعل ہے جو دلالت کرے ایسے زمانہ پر جو پہلے ہو تیرے زمانہ سے،وہ مبنی ہوتا ہے فتحہ پر جبکہ وہ ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ کے ساتھ نہ ہو،مضارع وہ فعل ہے جو مشابہ ہو اسم کے ساتھ حروف نایتُ میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے ساتھ اس کے مشترک واقع ہونے اور سین یا سوف کے ساتھ خاص کئے جانے کی وجہ سے،پس ہمزہ متکلم مفرد کے لئے اور نون متکلم مع غیرہ کے لئے اور تاء مخاطب کے لئے مطلقاً اور واحد مؤنث اور تثنیہ مؤنث غائب کے لئے،اور یاء غائب کے لئے ہے ان دونوں کے علاوہ۔

(۱)قوله الفعل مادلّ الخ مصنفؒ اسم کی تفصیلات سے فارغ ہو گئے تو کلمہ کی اقسام ثلاثہ میں سے دوسری قسم فعل کی تفصیلات کو شروع فرمایا،فرماتے ہیں فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر خود دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے:''ضرب''۔تعریف میں لفظ''مادلّ'' جنس کے درجہ میں ہے اور''علی معنی فی نفسه''سے حرف خارج ہوا اور''مقترنٌ باحد الازمنة الثلاثة''سے اسم خارج ہوا کیونکہ اسم تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن نہیں ہوتا۔فعل مضارع اگرچہ دو زمانوں کے ساتھ مقترن ہوتا ہے مگر چونکہ دو کے ضمن میں ایک زمانہ بھی پایا جاتا ہے لہذا فعل مضارع پر تعریف صادق ہے۔

(۲)قولہ ومن خواصہ الخ کسی شی کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس میں پایا جائے اس کے غیر میں نہ پایا جائے۔فعل کے خواص میں سے ''قد'' کا دخول ہے یعنی جس کلمہ پر''قد'' داخل ہو وہ فعل ہوگا جیسے:''قد ضرب''۔''قد''اس لئے فعل کا خاصہ ہے کہ''قد'' ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اور مضارع میں تقلیل کا معنی پیدا کر دیتا ہے اور یہ دونوں باتیں فعل کے ساتھ خاص ہیں غیر فعل میں متصور نہیں۔اسی طرح''سین''اور''سوف'' کا دخول بھی فعل کا خاصہ ہے کیونکہ''سین'' مستقبل قریب کے لئے آتا ہے اور''سوف'' مستقبل بعید کے لئے آتا ہے اور استقبال فعل میں پایا جاتا ہے اسم اور حرف میں نہیں۔

(۳)قولہ والجوازم الخ فعل کے خواص میں دخول جوازم ہے یعنی جس کلمہ پر جازم داخل ہو وہ کلمہ فعل ہوگا جیسے:''لم یضرب''وجہ یہ ہے کہ جوازم کی وضع یا تو فعل کی نفی کے لئے ہے جیسے:''لم''اور''لما''،یا طلبِ فعل کے لئے ہے جیسے لام امر،یا فعل کی نہی کے لئے ہے جیسے لاء نہی،یا کسی شی کو فعل پر معلق کرنے کے لئے ہے جیسے ادواتِ شرط،اور یہ چاروں امور فعل کے ساتھ خاص ہیں غیر فعل میں نہیں پائے جاتے۔اور فعل کے خواص میں سے لحوق تا تانیث ساکنہ ہے یعنی جس کلمہ کے آخر میں تاء تانیث ساکنہ لگی ہو وہ کلمہ فعل ہوگا کیونکہ مذکورہ تاء،تانیثِ فاعل پر دلالت کرتی ہے لہذا یہ اسی کے ساتھ لاحق ہوتی ہے جس کے لئے فاعل ہو اور فاعل فعل کے لئے ہوتا ہے لہذا مذکورہ تاء فعل کا خاصہ ہے۔اور فعل کے خواص میں سے''فعلتُ'' کی تاء ہے یعنی ضمیر مرفوع متصل بارز کی تاء فعل کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ضمیر اسی کے ساتھ متصل ہوتی ہے جس کے لئے فاعل ہے اور فاعل فعل کے لئے ہوتا ہے۔

(٤)قولہ الماضی مادلّ الخ مصنفؒ فعل کی تعریف اور خواص سے فارغ ہو گئے تو فعل کی اقسام کی تفصیل کو شروع فرمایا،فرماتے ہیں ماضی وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے جو زمانہ تیرے زمانہ سے پہلے ہے یعنی مخاطب جس زمانہ میں ہے اس سے سابق زمانہ پر جو فعل دلالت کرے وہ فعل ماضی ہے۔فعل ماضی کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرکہ اور واو نہ ہوں تو یہ مبنی برفتحہ ہوگا جیسے''ضَرَبَ زیدٌ''مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل میں اصل بناء ہے اور مبنی برفتحہ اس لئے ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔باقی یہ شرط کہ اس کے ساتھ ضمیر متحرکہ لاحق نہ ہو اس لئے لگائی کہ مذکورہ ضمیر لاحق ہونے کی صورت میں توالی اربع حرکات سے بچنے کے لئے ماضی کا مبنی برسکون ہونا ضروری ہے جیسے''ضَرَبْتَ زیداً''اور واو نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ واؤ کی صورت میں ماضی مبنی برضمہ ہوتا ہے جیسے''ضَرَبُوا زیداً''۔

(۵)قولہ المضارع الخ فعل کی دوسری قسم فعل مضارع ہے۔مضارع بمعنی مشابہ،چونکہ فعل مضارع اسم کے ساتھ حال اور استقبال میں مشترک ہونے اور سین اور سوف کے ساتھ خاص ہونے میں مشابہت رکھتا ہے اس لئے اسے مضارع کہتے ہیں،اصطلاح میں فعل مضارع وہ فعل ہے جو اسم کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور اس کے شروع میں حروفِ نایت(مراد وہ حروف ہیں جن کو صرفی حضرات حروف اتین کہتے ہیں)میں سے کوئی ایک حرف ہو۔پس حروفِ نایت میں سے ہمزہ مفرد متکلم کے لئے آتا ہے خواہ مفرد متکلم مذکر ہو یا مونث جیسے:''اَضرب''۔اور نون متکلم مع الغیر کے لئے آتا ہے خواہ وہ غیر ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہو لہذا یہ صیغہ تثنیہ اور جمع دونوں

کوشامل ہے یوں بھی تعمیم ہے کہ خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو یا مختلف ہوں جیسے: ''نضرب'' ۔البتہ کبھی تعظیماًواحد کے لئے بھی جمع کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے جیسے ﴿نحنُ نَقُصّ علیک اَحْسَن القصص﴾ ''نقصّ ''جمع کا صیغہ واحد کے لئے استعمال کیا ہے۔

(٦)قولہ والتاء للمخاطب الخ اورحروفِ نایت میں سے تاء مخاطب کے لئے مطلقاً آتی ہے یعنی خواہ مخاطب مذکر ہو یا مؤنث اس کے لئے تاء استعمال ہوتی ہے جیسے: ''تضرب''، نیز واحد مؤنث اور تثنیہ مؤنث غائب کے لئے بھی تاء استعمال ہوتی ہے جیسے: ''تضربین ،تضربن'' ۔اورحروفِ نایت میں سے یاء غائب کے لئے استعمال ہوتی ہے بشرطیکہ وہ واحد مؤنث اور تثنیہ مونث نہ ہوپس چار صورتوں میں یاء استعمال ہوتی ہے،(۱) واحد مذکر غائب جیسے: ''یضرب''،(۲) تثنیہ مذکر غائب جیسے: ''یضربان''،(۳) جمع مذکر غائب جیسے: ''یضربون''،(۴) جمع مؤنث غائب جیسے ''یضربن''۔

نمبر١٦٤

(١)وحروف المضارعة مضمومة فی الرّباعی ومفتوحة فیماسواه،(٢)ولایعرب من الفعل غیره اذالم یتصل به نون تاکیدٍولانون جمعِ موَنّثٍ ،واعرابه رفع ونصبٌ وجزمٌ،(٣)فالصحیح المجرّدعن ضمیرٍبارزٍمرفوعٍ للتثنیة والجمع والمخاطب الموٴنث بالضمة والفتحة والسکون مثل یضربُ ولن یضربَ ولم یضربْ،(٤)والمتصل به ذالک بالنون وحذفهامثل یضربانِ ویضربون وتضربین(٥)والمعتلّ بالواووالیاء بالضمة تقدیراًوالفتحة لفظاًوالحذفِ والمعتل بالالف بالضمة والفتحة تقدیراًوالحذف

ترجمہ:۔اورحروفِ مضارع رباعی میں مضموم ہوتے ہیں اوراس کے علاوہ میں مفتوح ہوتے ہیں،اورنہیں معرب ہوتا فعل میں سے کوئی اس کے علاوہ جبکہ متصل نہ ہوتا کید کا نون اور نہ جمع مؤنث کا نون،اوراس کا اعراب رفع اورنصب اور جزم ہے،پس وہ مضارع جو صحیح ہو اورضمیر بارز مرفوع برائے تثنیہ،جمع مذکر یا مونث حاضر سے خالی ہوتو اس کا اعراب ضمہ کے ساتھ رفع کی حالت میں اورفتحہ کے ساتھ نصب کی حالت میں اورسکون کے ساتھ جزم کی حالت میں آتا ہے جیسے ''یضربُ''،''لن یضربَ''،''لم یضربْ''،اورجس کے ساتھ ضمیر متصل ہوتو وہ کبھی نون کے ساتھ اور کبھی حذفِ نون کے ساتھ آتا ہے جیسے ''یضربان،یضربون ،تضربین''،اورمضارع معتل واواور یاء کے ساتھ ہونے کی صورت میں اس کا اعراب ضمیر تقدیری اورفتحہ لفظی اور واوو یاء کے حذف کے ساتھ آتا ہے،اورمعتل بالالف ضمہ کے ساتھ رفع کی حالت میں اورفتحہ تقدیری کے ساتھ نصب کی حالت میں اورالف کے حذف کے ساتھ جزم کی حالت میں آتا ہے۔

(١)قولہ حروف المضارعة مضمومة الخ حروفِ مضارع کبھی مضموم ہوتے ہیں اورکبھی منصوب،پس اگرمضارع رباعی ہو یعنی مضارع ایسا ہو جس کا ماضی چار حروف پر مشتمل ہوتو ایسے مضارع کے حروف مضموم ہوں گے جیسے: ''یُکرِمُ،یُصرِّفُ''،جن کا ماضی ''اکرم،صرّف'' ہے جو کہ چار حروف پر مشتمل ہیں۔اوراگرفعل مضارع رباعی نہ ہو یعنی اس کا ماضی چار حروف سے کم یازیادہ پر مشتمل ہوتو ایسے مضارع کے حروف نایت مفتوح ہوں گے جیسے: ''یَنْصُرُ'' جس کا ماضی ''نَصَرَ'' ہے جس کے حروف چار سے کم

ہیں،اور''یَسْتَنْصِرُ''جس کا ماضی''اِسْتَنْصَرَ''ہے،جس کے حروف چار سے زائد ہیں۔

(۲)قولہ ولایعرب من الفعل الخ افعال میں سے صرف فعل مضارع معرب ہے کیونکہ فعل مضارع کواسم کے ساتھ مشابہتِ تامہ حاصل ہے اوراسم میں اصل اعراب ہے پس اس کا مشابہ بھی معرب ہوگا،جبکہ دیگر افعال اس طرح نہیں لہذا فعل مضارع کے سوا کوئی دوسرا فعل معرب نہ ہوگا۔مگر مضارع کے معرب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے آخر نونِ تاکید یا نون جمع مؤنث متصل نہ ہو یہ اس لئے کہ ان دوصورتوں میں مضارع مبنی ہوتا ہے۔مضارع کا اعراب رفع،نصب اور جزم ہے پہلی دوقسموں میں اسم کے ساتھ شریک ہے آخری قسم فعل کے ساتھ خاص ہے۔

(۳)قولہ فالصحیح: یہاں سے مصنفؒ مضارع کے اعراب کی تفصیل بیان فرماتے ہیں،مضارع کے چودہ صیغے ہیں جن میں سے دومبنی ہیں یعنی جمع مؤنث حاضراورجمع مؤنث غائب کے صیغے مبنی ہیں باقی بارہ صیغے تین طرح مستعمل ہیں (۱) صحیح (۲) معتل واوی ویائی (۳) معتل الفی۔

صحیح میں سے بعض وہ صیغے ہیں جو خالی ہوں ضمیر بارز مرفوع برائے تثنیہ مذکر،تثنیہ مؤنث،جمع مذکر،جمع مؤنث اورواحد مذکر مخاطب سے،اورایسے صیغے جو مذکورہ ضمیر سے خالی ہوں پانچ ہیں یعنی واحد متکلم،جمع متکلم مع الغیر،واحد مذکر حاضر، واحد مذکر غائب،واحد مؤنث غائب،ان پانچ صیغوں کااعراب رفع ضمہ کے ساتھ،نصب فتحہ کے ساتھ اورجزم سکون کے ہوگا،جیسے:''ھویضربُ،لن یضربَ،لم یضربْ''۔

(٤)قولہ والمتصل الخ یعنی صحیح کے باقی سات صیغے وہ ہیں جن میں مذکورہ ضمیر پائی جاتی ہے چار تثنیہ کے یعنی تثنیہ مذکر حاضر،تثنیہ مؤنث حاضر،تثنیہ مذکر غائب،تثنیہ مؤنث غائب،دوجمع کے یعنی جمع مذکر حاضر،جمع مذکر غائب،اورایک واحدہ مؤنثہ غائبہ کا صیغہ ہے۔ان سات صیغوں کا اعراب رفع اثباتِ نون کے ساتھ اورنصب وجزم حذفِ نون کے ساتھ ہے جیسے:''ھمایضربان،لن یضربا،لم یضربا''۔

(۵)قولہ والمعتل بالواو الخ یعنی فعل مضارع کی دوسری قسم معتل واوی یایائی کے بارہ صیغوں کااعراب رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ،نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اورجزم حذفِ لامِ کلمہ کے ساتھ ہے جیسے:''ھویدعوُ وھویرمیُ،لن یدعوَ ولن یرمیَ،لم یدعُ ولم یرمِ''۔اورفعل مضارع کی تیسری قسم معتل الفی کے بارہ صیغوں کااعراب رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ،نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اورجزم لامِ کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوگا جیسے:''ھویرضیٰ،لن یرضیٰ،لم یرضَ''۔

درس نمبر ۱۶۵

(۱)ویرتفع اذاتجرّدعن الناصب والجازم نحویقوم زیدٌ(۲)وینتصب بِاَنْ ولَنْ واِذَنْ و کَیْ(۳)وبِاَنْ مقدّرۃًبعدحتّٰی ولام کَیْ ولام الجحودِوالفاء والواوِواَوْفَاَنْ مثل اُریداَنْ تُحسِنَ الیَّ واَنْ تصوموا خیرٌلکم (۴)والّتی تقع بعد العلم ھی المخفّفۃ من المثقّلۃ ولیست ھذہ نحوعلمتُ اَن سیقوم واَنْ لایقومَ(۵)والّتی تقع بعد الظنّ ففیھاالوجھان،(۶)ولنْ مثل لَنْ ابرحَ ومعناھانفی المستقبل واِذَنْ اذالم یعتمدمابعدھاعلی ماقبلھاوکان الفعل مستقبلاًمثل اِذَنْ تدخل الجنّۃ(۷)واذاوقعتْ بعد الواوِ والفاء فالوجھان

ترجمہ:۔اورمضارع مرفوع ہوتا ہے جبکہ وہ ناصب اور جازم سے خالی ہوجیسے''یقوم زیدٌ''اورمنصوب ہوتا ہے ''اَنْ،لَنْ،اذنْ،کَیْ''کے داخل ہونے کی صورت میں اوراس اَنْ کے بعد جوحتی کے بعدمقدر ہوتا ہے،اورلام کَیْ کے بعداورلام جحد کے بعداورفاء،واواوراؤ کے بعد،پس اَنْ کی مثال''اریداَنْ تحسن الیّ''ہےاور''اَنْ تصوموا خیرلکم''،اوروہ اَن جوعلم کے بعدواقع ہووہ مخففہ من المثقلہ ہےاوروہ اَنْ مصدریہ نہیں جیسے''علمت انْ سیقوم''اور''اَنْ لایقوم''اوروہ اَنْ جوظن کے بعدواقع ہواس میں دووجہ جائز ہیں،اورلن جیسے''لن ابرحَ''اوراس کامعنی نفی مستقبل ہےاوراذَنْ جب نہ اعتماد کرے اس کامابعداس کے ماقبل پراورفعل بھی مستقبل ہوجیسے''اذنْ تدخل الجنۃ''اورجب واقع ہوواواورفاء کے بعدتواس وقت دونوں وجہ جائز ہیں۔

(۱)**قولہ ویرتفع الخ** فعل مضارع جب عوامل ناصبہ اور جازمہ سے خالی ہوتوبالاتفاق مرفوع ہوگا،مگراس میں اختلاف ہے کہ اس وقت فعل مضارع کاعامل کیاہے؟کوفیوں کے نزدیک نواصب اور جوازم سے خالی ہوناعامل ہے اوربصریین کے نزدیک فعل مضارع کااسم کی جگہ میں واقع ہوناعامل ہے کیونکہ فعل مضارع جب نواصب اور جوازم سے خالی ہوتووہ اسم کی جگہ میں واقع ہوتاہےاور جوغیرکی جگہ میں واقع ہواس کاحکم اسی غیروالاہوتاہے،اوراسم جب عوامل لفظیہ سے خالی ہوتاہےتومرفوع ہوتاہےلہذااس کی جگہ میں واقع فعل مضارع بھی مرفوع ہوگا،جیسے:''یقومُ زیدٌ''،''قائمٌ زیدٌ''کی جگہ میں واقع ہےلہذا''یقومُ''مرفوع ہوگا۔

(۲)**قولہ وینتصب الخ** یعنی جب فعل مضارع پرعامل ناصب داخل ہوتوفعل مضارع منصوب ہوگانواصب چار ہیں''اَنْ،لَنْ،کَیْ،اِذَنْ''،جیسے:''اریدانْ تحسن الیّ''ہےیہ''اَنْ''ملفوظ کی مثال ہےاورنصب فتحہ کے ساتھ ہے،اور''اَنْ تَصُوموْاخیرٌلّکُمْ''یہ بھی''اَنْ''ملفوظ کی مثال ہےاورنصب حذف نون کے ساتھ ہے۔''لَنْ یضربَ زید''،''اسلمت کَیْ اَدخلَ الجنّۃَ''،اورکسی کے''اٰتیک غداً''کہنے کے جواب میں جب''اِذَنْ اُکرمَکَ''کہاجائے۔

(۳)**قولہ وبِاَنْ مقدرۃ الخ** یعنی''اَنْ''،جس طرح کہ ملفوظ ہومضارع کونصب دیتاہےاسی طرح''اَنْ''مقدربھی فعل مضارع کونصب دیتاہے،اور''اَنْ''چھ موقعوں پرمقدرہوتاہے(۱)حتیٰ کے بعد''اَنْ''مقدرہوتاہےجیسے:''سرتُ حتی ادخلَ البلدَ''،''ای سرتُ حتیٰ اَنْ اَدخلَ البلدَ''وجہ یہ ہے کہ حتیٰ حرف جار ہے فعل پرداخل نہیں ہوتا،جہاں فعل پرداخل ہووہاں''اَنْ''مقدرماناجائے

گا تا کہ فعل مصدر کے معنی میں ہوکر اس پر حتّیٰ کا دخول صحیح ہو۔ (۲) لامِ کَیْ کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہوتا ہے، جیسے: ''سِرتُ لِاَدخلَ البلدَ''، ''ای سرتُ لِاَنْ اَدخلَ البلدَ''۔ لامِ کَیْ بھی چونکہ حرفِ جار ہے اس لئے اس کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہوگا۔ لامِ کَیْ وہ لام ہے کَیْ کے معنی میں ہو (۳) لامِ جحد کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہوتا ہے جیسے: ''مَا کَانَ اللّٰہ لِیعَذّبَھم''، ''ای ما کان اللّٰہ لِاَنْ یعذّبھم'' یہ بھی حرفِ جارہ ہے اس لئے اس کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہوگا۔ لامِ جحد وہ لام ہے جو کان منفی کی خبر پر تاکید نفی کے لئے داخل ہو۔ (۴) فاء کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہوتا ہے جیسے: ''زُرْنِی فَاُکرِمَکَ''، ''ای زرنی فَاَنْ اُکرِمَکَ''۔ (۵) واؤ کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہوتا ہے جیسے: ''لاتَاْکُلِ السمکَ وتشربَ اللبنَ''، ''ای لاتاکلِ السمکَ واَنْ تشربَ اللبنَ''۔ فاء اور واؤ کے بعد ''اَنْ'' مقدر ماننے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں حروف عاطفہ ہیں اور ماقبل جملہ انشائیہ ہے اور مابعد جملہ خبریہ ہوتا ہے جس کا عطف انشاء پر صحیح نہیں اسلئے ان کے بعد ''اَنْ'' مقدر مانا تاکہ جملہ خبریہ بتاویل مفرد ہوکر ماقبل پر اس کا عطف صحیح ہو (۶) اَوْ کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہوتا ہے جیسے: ''لَاَلْزَمَنَّکَ اَوْ تُعطِینِی حقّی''، ''ای لاَلْزِمنّک الیٰ اَنْ تعطینی حقّی اوْالا اَنْ تعطینی حقّی''۔ اَوْ کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ''اَوْ''، ''الیٰ'' یا ''الا'' کے معنی میں ہے اول حروف جارہ میں سے ہے اور ثانی حرفِ استثناء ہے اور یہ دونوں اسم کے ساتھ خاص ہیں لہٰذا ان کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہوگا۔

(٤) قوله والتی تقع بعد العلم الخ جو ''اَنْ'' باب علم، یعلم کے مادے کے بعد آجائے تو وہ ''اَنْ'' مصدریہ ناصبہ نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے اس لئے اس کے بعد واقع ہونے والا مضارع منصوب نہ ہوگا کیونکہ یہ درحقیقت اَنْ مخففہ من المثقلہ کی خبر ہے جیسے: ''علمت اَنْ سیقومُ ای علمتُ اَنّہ سیقومُ، علمتُ اَنْ لایقومُ ای علمت انّہ لایقومُ''

(٥) قوله والتی تقع بعد الظن الخ اور جو ''اَنْ'' ظن کے بعد واقع ہوتا ہے اس میں دونوں وجہ جائز ہیں یعنی یہ ''اَنْ'' مصدریہ بھی ہوسکتا ہے اور ''اَنْ'' مخففہ من المثقلہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ ظن جانب راجح کا نام ہے پس اگر اس کے راجح ہونے کا اعتبار کیا جائے تو اس کے مناسب ''اَنْ'' مخففہ من المثقلہ ہے جو کہ تحقیق پر دلالت کرتا ہے اور اگر اس کا اعتبار کیا جائے کہ اس میں عدم کا احتمال ہے تو اس کے مناسب ''اَنْ'' مصدریہ ہے۔

(٦) قوله والن مثل الخ ''لَنْ'' کی مثال جیسے: ''لَنْ اَبرحَ'' اور ''لَنْ'' نفی مؤکد کا معنی پیدا کر دیتا ہے اور فعل مضارع کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔ اِذنْ بھی فعل مضارع کو نصب دیتا ہے مگر اس کا یہ عمل دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے (۱) اذنْ کا مابعد ماقبل پر اعتماد نہ کرے یعنی مابعد ماقبل کا معمول نہ ہو (۲) اذنْ کا مدخول فعل مستقبل کے معنی میں ہو حال کے معنی میں نہ ہو جیسے کسی کے ''اسلمتُ'' کہنے کے جواب میں ''اذنْ تدخلَ الجنّۃَ'' کہا جائے، چونکہ مثال مذکور میں ''اِذَنْ'' کا ماقبل اس کے مابعد میں عمل نہیں کرتا، اور ''تدخل'' مستقبل کے معنی میں ہے، لہٰذا ''اِذَنْ'' اپنے مابعد میں نصب کا عمل کرے گا۔

(٧) قوله واذا وقعت بعد الواو الخ اور اگر ''اِذَنْ'' واؤ اور فاء کے بعد واقع ہو تو اس کے بعد واقع ہونے والے مضارع

میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں رفع اسلئے جائز ہے کہ ''اِذَنْ'' نے حرفِ عطف کے واسطے سے ماقبل پر اعتماد کیا ہے لہذا اِذَنْ کے نصب دینے کی پہلی شرط نہیں پائی جا رہی ہے۔ اور نصب اس لئے جائز ہے کہ یہ اعتماد ضعیف ہے کیونکہ ''اِذَنْ'' کا مابعد فعل اپنے فاعل سے ملکر واو' حرف عطف کے بغیر بھی مفید ہے لہذا گویا اس نے ماقبل پر اعتماد نہیں کیا ہے اس لئے نصب جائز ہے جیسے کسی کے ''انا اتیک'' کہنے کے جواب میں کوئی ''فاِذَنْ اُکرِمک'' کہے، تو ''اُکرمک'' میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔ اور واو کی مثال باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿و اذاً لایلبثون خلافک الاقلیلاً﴾ اس میں بھی رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔

درس نمبر ۱۶۶

(۱) وکَیْ مثل اسلمت کَیْ ادخل الجنّة ومعناها السببية (۲) وحتی اذا کان مستقبلاً بالنظر الی ماقبلها بمعنی کَیْ اوالی مثل اسلمت حتی ادخل الجنة (۳) وکنت سرتُ حتی ادخل البلد واسیر حتی تغیب الشمس (٤) فان اردت الحال تحقيقاً او حكايةً كانت حرف ابتداءٍ فترفع وتجب السببيّة مثل مرض حتی لایرجونه، (٥) ومن ثَمّ امتنع الرفع فی کان سیری حتی ادخلها فی الناقصه (٦) واَسِرتَ حتی تدخلها، (٧) وجاز فی التامّة کان سَیْری حتی ادخلُها ایّهم سار حتی یدخلها، (۸) ولام کَیْ مثل اسلمت لادخل الجنة

ترجمہ:۔ اور ''کَیْ'' کی مثال جیسے ''اسلمت کَیْ ادخل الجنة'' اور اس کا معنی سببیت کا ہوتا ہے، اور ''حتی'' (کے بعد مضارع منصوب ہوتا ہے) جبکہ فعل مضارع مستقبل ہو ''حتی'' کے ماقبل کی طرف نظر کے اعتبار سے، حتی ''کَیْ'' یا ''الی'' کے معنی میں ہوتا ہے جیسے: ''اسلمت حتی ادخل الجنة'' اور ''کنت سِرتُ حتی ادخل البلد'' اور ''اسیر حتی تغیب الشمس'' پس اگر تو ارادہ کرے حال تحقیقی یا حکایت کا معنی بیان کرنے کا تو حتی حرف ابتداء کے معنی میں ہوگا پس مضارع مرفوع ہوگا اور واجب ہوگا سببیت کا معنی جیسے: ''مرض حتی لایرجونه'' اور اسی وجہ سے ممتنع ہے رفع ''کان سیری حتی ادخلها'' میں جبکہ ''کان'' ناقصہ ہو اور ''اَسِرتَ حتی تدخلها'' اور جائز ہے تامہ میں ''کان سیری حتی ادخلها'' اور ''ایّهم سارَ حتی یدخلها'' اور لام کَیْ (کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے) جیسے ''اسلمتُ لادخلَ الجنة''۔

(۱) **قوله واکَیْ مثل الخ** اور ''کَیْ'' کی مثال جیسے ''اسلمت کَیْ ادخل الجنة''، اور کَیْ کا معنی سببیت کا ہے یعنی کَیْ کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے جیسا کہ مثال مذکور میں اسلام لانا دخول جنت کے لئے سبب ہے۔ کَیْ کا ناصب ہونا کوفیوں کا مذہب ہے اہل بصرہ کَیْ کو حرفِ جارہ قرار دیتے ہیں اور نصب بتدریر ''اَنْ'' مانتے ہیں، مصنفؒ نے کوفیوں کے مذہب کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہی راجح ہے۔

(۱) **قوله وحتی اذا کان الخ** یعنی ''حتی'' کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب اس وقت دے گا جبکہ دو شرطیں پائی جائیں (۱) مضارع اپنے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل کے لئے ہو، چاہے تکلم کے زمانے سے وہ مضارع زمانہ ماضی، حال، استقبال

میں سے کسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہو، (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ "حتی"، "کی" کے معنی میں ہو یعنی سببیت کا معنی ادا کرتا ہو، یا "حتی" اس "الی" کے معنی میں ہو جو انتہاء غایہ کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے: "اسلمت حتیٰ ادخل الجنۃ" میں "حتیٰ" کے بعد "اَنْ" مقدر ہے جس نے فعل مضارع کو نصب دیا ہے کیونکہ دونوں شرطیں پائی جارہی ہیں کیونکہ "حتیٰ" کا مابعد ماقبل کے لحاظ سے زمانہ مستقبل سے متعلق ہے اسلئے کہ اسلام لانا مقدم ہے اور دخول جنت بعد میں ہوگا۔

(۳)قولہ و کنت سرت الخ یعنی "کنت سِرتُ حتی ادخل البلد" یہ وہ مثال ہے جس میں فعل مضارع حکایۃً مستقبل کے معنی میں ہے اور حتیٰ، الیٰ اور کَیْ دونوں کے معنی میں ہوسکتا ہے کیونکہ اگر مقصودِ متکلم غایت اور انتہاء ہو تو حتیٰ، الیٰ کے معنی میں ہے اور اگر مقصودِ متکلم سببیت ہو تو حتیٰ، کَیْ کے معنی میں ہوگا۔ اور "اسیر حتی تغیب الشمس" یہ وہ مثال ہے جس میں فعل مضارع حقیقتاً مستقبل کے معنی میں ہے اس میں حتیٰ، الیٰ کے معنی میں ہے کیونکہ شمس کا غائب ہونا متکلم کے چلنے کی غایت اور انتہاء ہے سبب نہیں۔

(٤)قولہ فان اردت الحال الخ یعنی اگر حتیٰ کا مابعد زمانہ حال ہو خواہ حقیقتاً حال ہو یا حکایۃً، تو اس وقت حتیٰ ابتدائیہ اور استینافیہ ہوگا جارہ یا عاطفہ نہ ہوگا لہذا حتیٰ کے بعد واقع ہونے والا فعل مضارع مرفوع ہوگا، اور چونکہ اس صورت میں حتیٰ کے مابعد کا ماقبل کے ساتھ لفظاً جوڑ نہیں رہا اس لئے یہ ضروری ہے کہ حتیٰ کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتا کہ ماقبل اور مابعد میں معنوی جوڑ رہے، جیسے: "مَرِضَ حتیٰ لایرجونہ" (وہ بیمار ہوگیا یہاں تک کہ لوگ اس کی امید نہیں کرتے) مثالِ مذکور میں فعل مضارع سے زمانہ حال مراد ہے اور حتیٰ کا ماقبل یعنی "مرض" مابعد کے لئے سبب ہے لہذا حتیٰ ابتدائیہ ہے جارہ یا عاطفہ نہیں۔

(۵)قولہ ومن ثمّ امتنع الخ یعنی جب یہ معلوم ہو چکا کہ جب "حتی" کے مابعد سے زمانہ حال کا ارادہ کیا جائے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً تو "حتی" ابتدائیہ ہوگا تو "کان سیری حتیٰ ادخلھا" میں (جبکہ کان ناقصہ ہو) حتیٰ کا مابعد مرفوع نہ ہوگا کیونکہ مرفوع ہونے کی صورت میں "حتی" ابتدائیہ ہوگا اور "حتی" ابتدائیہ کا مابعد ماقبل سے منقطع ہوتا ہے تو "کان" ناقصہ بلا خبر رہ جائے کیونکہ "کان"، فعل ناقص اور "سیری" اس کا اسم ہے مگر خبر نہیں کیونکہ "حتیٰ ادخلھا" کا ترکیبی اعتبار سے ماقبل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، لہذا ضروری ہے کہ "حتیٰ" جارہ ہو اور اس کے بعد اَنْ ناصبہ مقدر ہو اور جار مجرور ملکر کان کے لئے خبر ہو۔

(٦)قولہ واسرت حتی الخ رفع کے ممتنع ہونے کی دوسری مثال "اَسِرْتَ حتیٰ تدخلَھَا" (کیا آپ چلے؟ یہاں تک کہ آپ شہر میں داخل ہوگئے) ہے امتناع رفع کی وجہ یہ ہے کہ مرفوع پڑھنے کی صورت میں "حتی" ابتدائیہ ہوگا، اور "حتی" کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوگا حالانکہ "حتی" کے ماقبل کا مابعد کے لئے سبب ہونا متعذر ہے کیونکہ "حتی" کا ماقبل حرفِ استفہام کے دخول کی وجہ سے مشکوک فیہ ہے جبکہ "حتی" کا مابعد یقینی وقوع کی خبر دیتا ہے، پس یہ کیسا ہوگا کہ مشکوک فیہ سبب (سیر) سے متیقن مسبب (دخول) حاصل ہو، پس یہی کہنا پڑتا ہے کہ "حتی" کا ماقبل مابعد کے لئے سبب نہیں، لہذا "حتی" ابتدائیہ نہیں اور جب "حتی" ابتدائیہ نہیں تو اس کے بعد "اَنْ" مقدر ہونے کی وجہ سے فعل مضارع منصوب ہوگا۔

(۷)قولہ وجاز فی التامة الخ یعنی کان تامہ کی صورت میں "حتی" کے مابعد کو مرفوع پڑھنا جائز ہے کیونکہ کان تامہ خبر کا تقاضا نہیں کرتا ہے لہذا "حتی" ابتدائیہ ہوگا اور اس کے بعد فعل مضارع مرفوع ہوگا جیسے: "کان سیری حتیٰ ادخلُها" (میرا چلنا یہاں تک ہوا کہ میں اب داخل ہوتا ہوں)۔ اسی طرح "ایّهم سارَ حتیٰ یدخلُها" (ان میں سے کون چلا ہے یہاں تک کہ داخل ہوا اس شہر میں) میں بھی "حتی" کے مابعد کو مرفوع پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ یہاں سبب یعنی "سیر" محقق ہے اس میں کوئی شک نہیں شک صرف فاعل کی تعیین میں ہے کہ کس سے "سیر" پایا گیا لہذا مسبب یعنی دخول کا پایا جانا بھی جائز ہے۔

(۸)قولہ ولام کی مثل الخ یعنی وہ لام جو کیؑ کے معنی میں ہوتا ہے جس کے بعد اَنْ مقدر کی وجہ سے فعل مضارع منصوب ہوتا ہے کی مثال "اسلمتُ لِاَدخلَ الجنّةَ" ای اسلمتُ لِاَنْ ادخلَ الجنّة " ہے اس صورت میں فعل مضارع اس لئے منصوب ہوتا ہے کہ مذکورہ لام درحقیقت لامِ جارہ ہے اور لام جارہ فعل پر داخل نہیں ہوتا پس اس کے بعد اَنْ مقدر مانا تاکہ فعل مضارع کو مصدر بنائے اور اس پر حرفِ جر کا دخول صحیح ہو۔

درس نمبر ۱۶۷

(۱) ولام الجحود لام تاکید بعد النفی لکان مثل وما کان اللّٰه لیعذّبهم (۲) والفاء بشرطین احدهما السّببيّة والثانی ان یکون قبلها امرٌ اونهیٌ اواستفهامٌ اونفیٌ اوتمنٍّ اوعرضٍ (۳) والواو بشرطین الجمعیّة وان یکون قبلها مثل ذالک (٤) واَوْ بشرط معنی الی اَنْ اوْالاّ اَنْ (۵) والعاطفة اذا کان المعطوف علیه اسماً، (٦) ویجوز اظهار اَنْ مع لامِ کَیْ والعاطفة (۷) ویجب مع لافی اللام، (۸) وینجزم بلَمْ ولمّا ولام الامر ولافی النهی وکلم المجازاة وهی اِنْ ومَهْما واذما واِذْما وحیثما واینَ ومتی وماومَنْ وایٌّ واَنّی واِمّامع کیفما واذا فشاذٌ (۹) وباِنْ مقدّرة

ترجمہ:۔ اور لام جحد (کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے) کان منفی کی تاکید کے لئے ہوتا ہے، جیسے "ما کان اللّٰه لیعذّبهم، اور فاء (کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے) دو شرطوں کے ساتھ، ان میں سے ایک سببیت ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا ماقبل امر یا نہی یا استفہام یا نفی یا تمنی یا عرض ہو، اور واو (کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے) دو شرطوں کے ساتھ، ایک شرط جمعیت ہے اور دوسری یہ کہ اس کا ماقبل اسی طرح امر و نہی وغیرہ ہو، اور اَوْ (کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے) اس شرط کے ساتھ کہ وہ الیٰ اَنْ یا الاّ اَنْ کے معنی میں ہو، اور حرف عطف (کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے) بشرطیکہ معطوف علیہ اسم ہو، اور جائز ہے اَنْ کا ظاہر کرنا لام کیؑ اور حروف عاطفہ کے ساتھ، اور (اَنْ ظاہر کرنا) واجب ہے اس لام میں جو لاء نفی کے ساتھ ہو، اور مجزوم ہوتا ہے "لَمْ، لمّا، لام اٴمر، لاء نهی" کے داخل ہونے سے اور کلمات مجازاۃ کی وجہ سے، اور وہ "اِنْ، مَهْما، اذما، اِذْما، حیثما، اینَ، متی، ما، مَنْ، ایٌّ، انّی، باقی کیفما اور اذا کے ساتھ، پس وہ شاذ ہے، اور (فعل مضارع کا مجزوم ہونا) اِنْ مقدرہ کی وجہ سے۔

(۱)قولہ ولام الجحود الخ لام جحد کے بعد "اَنْ" مقدر ہوتا ہے جو مضارع کو نصب دیتا ہے یہ لام کان منفی کے بعد نفی کی

تاکید کے لئے آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ہے ﴿ماکان اللّٰہ لیعذّبھم﴾ "ای ماکان اللّٰہ لانْ یعذّبھم"، اس کی وجہ بھی وہی ہے جو لام کیْ میں گزری۔

(۲) قولہ والفاء بشرطین الخ فاء کے بعد بھی "اَنْ" مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے مگر فاء کے بعد تقدیر "اَنْ" دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک یہ کہ فاء کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ فاء سے پہلے چھ چیزوں میں سے کوئی ایک ہو اور وہ چھ چیزیں یہ ہیں، امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض۔ امر کی مثال جیسے: "زُرْنِیْ فَاُکْرِمَکَ"، نہی کی مثال جیسے: "لاتشتمنی فاَضربَک"، استفہام کی مثال جیسے: "ھل عندک ماءٌ فاشرِبَہ"، نفی کی مثال جیسے: "ماتأتینافتحدّثنا"، تمنی کی مثال جیسے: "لیت لی مالاًفاُنفقہ"، عرض کی مثال جیسے: "الاتنزل بِنافتصیبَ خیراً"۔

(۳) قولہ والواو بشرطین الخ یعنی واؤ کے بعد بھی "اَنْ" مقدر ہوتا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے، مگر اس کے لئے بھی دو شرطیں ہیں (۱) جمعیت یعنی واؤ کے ماقبل اور مابعد کے حصول کا زمانہ ایک ہو (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ واؤ سے پہلے فاء کی طرح چھ چیزوں میں سے کوئی ایک ہو، مذکورہ بالا فاء کی مثالیں واؤ کی بھی مثالیں بن سکتی ہیں صرف واؤ کو فاء کی جگہ میں رکھنا پڑتا ہے۔

(٤) قولہ واَوْ بشرط الخ یعنی "اَوْ" کے بعد بھی "اَنْ" مقدر ہوتا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے بشرطیکہ "اَوْ"، "الیٰ اَنْ" یا "اِلّااَنْ" کے معنی میں ہو یعنی "اَوْ"، الیٰ یا اِلّا کے معنی میں ہو نہ یہ کہ اَنْ بھی ان دونوں کے مفہوم میں داخل ہے کیونکہ اگر اَنْ بھی ان کے مفہوم میں داخل ہو تو تکرارِ اَنْ لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے، جیسے: "لَاَلزمنّک اوتعطینی حقّی" ای لَاَلزمنّک فی کل وقتٍ اِلّااَنْ تعطینی حقّی" (میں تیرا کسی وقت پیچھا نہیں چھوڑوں مگر اس وقت کہ تو مجھے میرا حق دیدے) یہ تقدیر سیبویہ کی رای کے مطابق ہے، جبکہ دیگر نحاۃ کے نزدیک تقدیری عبارت اس طرح ہے "لَاَلزمنّک الیٰ اَنْ تعطینی حقّی"۔

(۵) قولہ والعاطفة اذاکان الخ یعنی حروفِ عاطفہ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے بشرطیکہ حروفِ عاطفہ سے پہلے اسم صریح ہو جیسے: "اعجبنی ضربک زیداًوتشتمَ" ای اعجبنی ضربک زیداًواَنْ تشتمَ" اسی طرح دیگر حروفِ عطف ہیں جیسے "اعجبنی ضربک زیداًثمّ تشتمَ، ای ثم اَنْ تشتمَ" وجہ یہ ہے کہ اگر اَنْ کو مقدر نہ مانا جائے تو فعل مضارع کا عطف اسم پر لازم آئے گا جو کہ درست نہیں۔

(٦) قولہ ویجوز اظھار ان الخ یہاں سے مصنفؒ ان مقامات کو بیان فرمارہے ہیں جن میں اَنْ کو ظاہر کرنا جائز ہے۔ دو مقامات پر اَنْ کو ظاہر کرنا جائز قرار دیا ہے، ایک لام کیْ کے بعد جیسے: "جئتک لاَنْ تکرمنی"، دوسرا ان حروفِ عاطفہ کے بعد اَنْ کو ظاہر کرنا جائز ہے جن میں فعل مضارع کا عطف اسم صریح پر آرہا ہو جیسے: "اعجبنی قیامک واَنْ تذھب"۔ وجہ یہ ہے کہ لام کیْ اور حروفِ عاطفہ اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں لہٰذا جائز ہے کہ ان کے بعد اس شی کو ظاہر کیا جائے جو فعل کو اسم صریح کی طرف بدل دے اور وہ شی اَنْ مصدریہ ہے۔

(۷)قولہ ویجب مع لا الخ ایک موقع پر اَن مصدریہ کوظاہر کرنا واجب ہے یعنی جہاں لام کے ساتھ لائے نفی بھی ہو جیسے قول باری تعالیٰ ہے ﴿لِئَلّا یَعلَمَ﴾ اس موقع پر اَن کوظاہر کرنا اس لئے واجب ہے کہ بغیر اَن کے دو لاموں کا اجتماع لازم آتا ہے جو کہ زبان پر ثقیل ہے۔

(۸)قولہ وینجزم بلمْ الخ چار حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں یعنی لَم ،لمّا، لام امر، لائے نہی، جیسے:''لَمْ یضربْ، لمّا یضربْ، لِیضربْ، لاتضربْ''۔ اسی طرح کلماتِ مجازات (یعنی اسماء شرط اور حروفِ شرط) بھی فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں، اور کلماتِ مجازات ''اِنْ ،مهما ،اذاما ،اِذْما ،حیثما ،این ،متی ،ما ،مَن ،ایّ ،انّی'' ہیں یہ کلمات فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں جیسے:''اِنْ تضربْ اَضربْ، مهماتقم اَقمْ الخ''۔

البتہ'' کیفما'' اور''اذا'' (جبکہ وہ بغیر ما کے ہو) کے ساتھ فعل مضارع کا مجزوم ہونا شاذ ہے کیونکہ'' کیفما'' عموم احوال کے لئے آتا ہے جیسے:''کیفما تقرأ اقرأ'' (جس طرح تو قرأت کریگا اسی طرح میں قرأت کروں گا) حالانکہ یہ معنی متعذر ہے کیونکہ دو قاریوں کا تمام احوال اور کیفیات میں استواء ممکن نہیں لہٰذا'' کیفما'' شرط کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا اور یہ کلمات شرط کے معنی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں جب شرط کا معنی فوت ہوا تو اس کا عمل کرنا بھی درست نہیں۔ اور ''اذا'' کے بعد مضارع کا مجزوم ہونا اس لئے شاذ ہے کہ'' اذا'' کے سوا دیگر کلماتِ شرط اِنْ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں جبکہ ''اذا''، اِنْ کے ساتھ مشابہ نہیں کیونکہ ''اذا'' یقین کے لئے آتا ہے اور اِنْ شک کے لئے آتا ہے اسلئے ''اذا'' عمل نہیں کرتا۔

(۹)قولہ وبِانْ مقدرة ۔ یہ عبارت بِلَمْ پر عطف ہے ای ینجزم بِانْ مقدّرة ۔ یعنی جیسا کہ ''اِنْ'' ملفوظ فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اسی طرح ''اِنْ'' مقدر بھی فعل مضارع کو جزم دیتا ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

درس نمبر۱۶۸

(۱)فلم تقلب المضارع ماضیاً ونفیه ولمّا مثلها وتختصّ بالاستغراق وجواز حذف الفعل،(۲)ولام الامر المطلوب بها الفعل وهی مکسورة ابداً ولا النهی المطلوب بها الترک،(۳)وکلم المجازاة تدخل علی الفعلین لسببیّة الاوّل ومسببیّة الثانی ویسمّیان شرطاً وجزاءً فان کانا مضارعین او الاوّل فالجزم وان کان الثانی فالوجهان(٤)واذا کان الجزاء ماضیاً بغیر قد لفظاً او معنیً لم یجز الفاء(۵)وان کان مضارعاً مثبتاً او منفیاً بلا فالوجهان والا فالفاء(٦)ویجیئ اذا مع الجملة الاسمیة موضع الفاء

ترجمہ:۔ پس لم مضارع کو ماضی میں بدل دیتا ہے اور مثبت کو منفی میں، اور لمّا بھی اسی طرح ہے، اور لمّا استغراق کے ساتھ خاص ہے اور حذفِ فعل کے جواز کے ساتھ خاص ہے، اور لام امر اس کے ذریعہ سے فعل طلب کیا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے، اور لائے نہی کے ذریعہ سے ترکِ فعل مطلوب ہوتا ہے اور کلماتِ مجازاۃ دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں اول کے سبب اور ثانی کے مسبب ہونے کی وجہ

سے اور دونوں فعل شرط وجزاء نام رکھے جاتے ہیں، پس اگر دونوں فعل مضارع ہوں یا پہلا مضارع ہو تو جزم لازم ہے اور اگر دوسرا مضارع ہو تو دو وجہ جائز ہیں، اور جب جزاء فعل ماضی ہو بغیر قد کے لفظوں میں یا معنی میں تو فاء کا لانا جائز نہیں، اور اگر جزاء فعل مضارع ہو خواہ مثبت ہو یا لاء کے ساتھ منفی ہو تو دونوں وجہ جائز ہیں ورنہ تو فاء لازم ہے، اور آتا ہے اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ میں۔

(۱) قولہ فلم تقلب المضارع الخ یہاں سے مصنفؒ حروفِ جوازم کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ لَمْ اور لمّا دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں، مگر دونوں میں دو طرح سے فرق ہے (۱) لمّا استغراق کے لئے آتا ہے جیسے "لمّا اَضربْ" (میں ابھی تک نہیں مارا) اور لم مطلق ماضی میں نفی کے لئے آتا ہے جیسے: "لم اضربْ" (میں نے نہیں مارا) (۲) لمّا کے بعد فعل کا حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ قرینہ موجود ہو جیسے مثلاً کسی مجلس میں امیر کے سوار ہونے کا ذکر ہو رہا ہو کوئی کہے "جئت ولمّا"، "ای جئت ولمّا یرکب" جبکہ لم کے بعد فعل کا حذف کرنا جائز نہیں مثلاً مذکورہ موقع پر "جئت ولم" کہنا درست نہیں۔

(۲) قولہ ولام الامر المطلوب الخ لام امر وہ ہے کہ جس کے ذریعہ فعل طلب کیا جائے جیسے: "لِیضْرِبْ" میں ضرب کا فعل مطلوب ہے۔ لام امر ہمیشہ مکسور ہوتا ہے یہ اس لئے تا کہ لامِ امر اور لامِ ابتداء میں فرق ہو، البتہ تین موقعوں پر لام امر ساکن ہوتا ہے (۱) واؤ کے بعد جیسے باری تعالیٰ کا قول ہے "وَلْتَاْتِ طائفة"، اور ثمّ کے بعد جیسے: "ثمّ لْیقضوا تفثهم"، اور فاء کے بعد جیسے: "لم یصلوا فلْیصلّوا"۔ لامِ امر صرف امر حاضر معروف کے صیغوں پر داخل ہوتا ہے۔ اور لاء نہی وہ ہے کہ جس کے ذریعہ ترکِ فعل طلب کیا جائے، جیسے: "لاتضربْ" میں ترکِ ضرب مطلوب ہے۔ لاء نہی فعل مضارع کے تمام صیغوں پر داخل ہوتا ہے۔

(۳) قولہ وکلم المجازاة الخ یعنی کلماتِ شرط دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں پہلے فعل کے سبب ہونے اور دوسرے کے مسبب ہونے پر دلالت کرتے ہیں، پہلے فعل کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں جیسے: "اِنْ تُکْرِمْنی اُکْرِمْکَ" میں "تکرمنی" سبب ہے اور "اکرمک" مسبب ہے، اور اول شرط ثانی جزاء ہے۔ پھر اگر شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں یا صرف شرط فعل مضارع ہو تو اس وقت فعل مضارع کو جزم دینا واجب ہے۔ اور اگر صرف جزاء فعل مضارع ہو شرط فعل ماضی ہو تو اس وقت فعل مضارع کو مجزوم پڑھنا اور مرفوع پڑھنا دونوں جائز ہیں، مجزوم پڑھنا تو دخول جازم کی وجہ سے جائز ہے اور مرفوع پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ جازم اور مجزوم کے درمیان فعل ماضی فاصل آیا ہے لہذا دونوں کا تعلق ضعیف ہے۔

(۴) قولہ واذا کان الجزاء ماضیا الخ جزاء پر کبھی فاء داخل ہوتا ہے اور کبھی داخل نہیں ہوتا، یہاں سے مصنفؒ اس کے لئے ضابطہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں اگر جزاء فعل ماضی ہو اور اس پر قد داخل نہ ہو تو اس وقت دخول فاء جائز نہیں لہذا "اِنْ اکرمْتَنی فاکرمْتُک" کہنا صحیح نہیں۔ فعل ماضی عام ہے خواہ لفظاً ہو جیسے: "اِنْ اکرمْتَنی اکرمْتُک"، یا ماضی معناً ہو جیسے: "اِنْ اکرمتنی لم اَضربْک" اس وقت جزاء اس لئے معناً ماضی ہے کہ فعل مضارع پر جب لم داخل ہو تو وہ ماضی کے معنی میں ہوتا ہے۔

(۵) قولہ وان کان مضارعاً مثبتا الخ یعنی اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو یا لا کے ساتھ منفی ہو تو ان دو صورتوں میں فاء

لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں جیسے: ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنه﴾ اور ﴿اِنْ يكُنْ مِنكُمْ اَلفٌ يَّغلبُوا الْفَينِ﴾۔ اور اگر مذکورہ بالا دونوں صورتیں نہ ہوں یعنی نہ ماضی بغیر قد ہو اور نہ مضارع مثبت یا منفی بلا ہو تو اس وقت جزاء کے شروع میں فاء لانا واجب ہے جیسے: ''اِنْ اکرمْتَنی الیوم فقداکرمْتک امس''۔

(٦) **قولہ ویجئ اذاالخ** یعنی کبھی فاء کی جگہ میں اذا مفاجاتیہ آتا ہے بشرطیکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے ''اِنْ تُصبْهم بِمَاقَدمتْ اَيْدِيْهِم اِذَاهُمْ يَقنَطُوْن ای فهم يَقْنطُوْن''۔

درس نمبر ۱٦۹

(۱) وانْ مقدرة بعدالامر والنهی والاستفهام والتمنّی والعرض اذاقصدالسببيّة نحواَسْلِمْ تدخل الجنّةَ ولاتكفرتدخل الجنّة، (۲) وامتنع لاتكفرتدخلِ النارَخلافاًللكسائی لانّ التقديراِنْ لاتكفرْ، (۳) الامر صيغةٌ يُطلبُ بهاالفعل من الفاعل المخاطب بحذف حرف المضارعة، (٤) وحكم آخره حكمُ المجزوم، (٥) فان كان بعده ساكنٌ وليس برُباعيٍّ زِدت همزة وصلٍ مضمومةً اِنْ كان بعده ضمّةٌ ومكسورةًفيماسواه مثل اقتُلْ واضْرِبْ واِعْلَمْ وانْ كان رباعياًفمفتوحةٌ مقطوعةٌ

توجمہ:۔ اِنْ مقدر ہوتا ہے امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد بشرطیکہ سببیت کا ارادہ کیا جائے جیسے ''اَسْلِمْ تدخل الجنّةَ'' اور ''لاتكفرتدخل الجنّة'' اور ممتنع ہے ''لاتكفرتدخل النّار''، کسائی کا اختلاف ہے کیونکہ تقدیری عبارت اس طرح ہے ''اِنْ لاتكفر''، امر ایسا صیغہ ہے کہ اس کے ذریعہ فعل طلب کیا جاتا ہے، فاعل حاضر سے حرفِ مضارع حذف کرنے کے بعد اور اس کے آخر کا حکم مجزوم کا حکم ہے، پس اگر حرف مضارع کے بعد حرف ساکن ہو اور وہ رباعی نہ ہو تو ہمزہ وصل مضموم زائد کردے اگر اس کے بعد ضمہ ہو، اور ہمزہ وصل مکسور کو زائد کر اس کے علاوہ میں جیسے ''اُقتُلْ، اِضْرِبْ، اِعْلَمْ'' اور اگر امر رباعی ہو تو وہ ہمزہ مفتوح مقطوع ہوتا ہے۔

(۱) **قولہ وانْ مقدرة بعد الامر الخ** یہاں سے مصنفؒ اِنْ شرطیہ کے مقدر ہونے کے مواقع بیان فرماتے ہیں، پانچ چیزوں کے بعد اِنْ شرطیہ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو جزم دیتا ہے بشرطیکہ اس فعل مضارع میں ماقبل کے لئے مسبب بننے کی صلاحیت ہو اور سببیت کا قصد بھی کیا گیا ہو۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں، امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض، امر کی مثال جیسے ''اَسلِمْ تدخلِ الجنّة ای اِنْ تسلمْ تدخلِ الجنّة''، نہی کی مثال جیسے: ''لاتكفُرْتدخُلِ الجنّة ای اِنْ لم تكفرْتدخلِ الجنّة''، استفہام کی مثال جیسے: ''هل عندكم ماءٌ اشربه ای اِنْ يكن عندكم ماء اشربْهُ''، تمنّی کی مثال جیسے: ''ليتَ لِیْ مالاًفانفقهُ ای اِنْ يكن لِیْ مالٌ فانفقْهُ''، عرض کی مثال جیسے: ''آلاتنزل بناتصيب خيراًای اِنْ تنزلْ تصيب خيراً''۔

(۲) **قولہ وامتنع لاتكفرتدخل الخ** جمہور کے نزدیک یہ ترکیب ''لاتكفُرْتدخلِ النّار'' ممتنع ہے کیونکہ ''لاتكفُرْ'' نہی کا صیغہ ہے جو فعل منفی کے مقدر ہونے کا قرینہ ہے فعل مثبت کے مقدر ہونے کا قرینہ نہیں لہذا تقدیری عبارت اس طرح

ہوگی ''اِنْ لاتکفرُ تدخلِ النّارَ'' اس معنی کا فساد ظاہر ہے کیونکہ کفر نہ کرنا دخولِ جنّت کا سبب ہے نہ کہ دخولِ نار کا۔ امام کسائی نے جمہور کے ساتھ مخالفت کرتے ہوئے اس ترکیب کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ عرف مذکورہ ترکیب میں فعل مثبت کی تقدیر پر قرینہ ہے لہذا عرف کا اعتبار کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ مذکورہ ترکیب کی تقدیر ''اِنْ تکفرُ تدخلِ النارَ'' ہے اور اس معنی میں کوئی فساد نہیں لہذا یہ جائز ہے۔

(۳) قولہ الامر صیغة الخ اس سے پہلے فعل کی دو قسموں یعنی فعل ماضی اور فعل مضارع کا بیان ہو چکا اب یہاں مصنف فعل کی تیسری قسم یعنی فعل امر کو بیان فرمار ہے ہیں، نحاۃ کے نزدیک صیغۂ امر کا اطلاق امر غائب، امر حاضر معروف اور امر حاضر مجہول سب پر ہوتا ہے مگر معروف کو امر بالصیغہ اور باقی کو امر بالحرف کہتے ہیں، مصنفؒ نے ''الامــــر صیــغة'' کہہ کر اس طرف اشارہ کیا کہ یہاں امر سے امر معروف مراد ہے۔ امر معروف وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے حرفِ مضارع کو حذف کرنے کے ساتھ جیسے: ''اِضرِبْ'' میں مخاطب سے فعل ضرب کو طلب کیا ہے۔

(٤) قولــہ وحـکـم اخـره الـخ یعنی امر حاضر معروف کے آخر کا حکم وہی ہے جو فعل مضارع مجزوم کا ہے یعنی جیسا کہ فعل مضارع سے بوقت جزم کبھی حرکت گر جاتی ہے کبھی نون اعرابی اور کبھی حرفِ علت گر جاتا ہے اسی طرح امر حاضر معروف سے بھی کبھی حرکت گر جاتی ہے کبھی نون اعرابی اور کبھی حرفِ علت گر جاتا ہے جیسے: ''اُقْتُلْ، اُقْتُلا، اِرمِ''۔

(۵) قولــہ فـان کـان بـعده ساكنٌ الخ امر کا صیغہ یوں بنایا جائے گا کہ حرفِ مضارع حذف کرنے کے بعد اگر اس کا مابعد ساکن ہو اور مضارع رباعی نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس ساکن کے بعد حرف مضموم ہوگا یا مکسور یا مفتوح ہوگا، اگر مضموم ہو تو ایسے مضارع کے شروع میں ہمزہ وصلیہ مضمومہ بڑھا دیا جائے گا تا کہ ابتداء بالسکون لازم نہ آئے جیسے: ''یـقـتُـلُ'' سے ''اُقْتُـلْ''، اور اگر حرفِ ساکن کا مابعد مکسور یا مفتوح تو شروع میں ہمزہ وصلیہ مکسورہ بڑھایا جائے گا جیسے: ''یـضـرِبُ'' سے ''اِضْـرِبْ'' اور ''یـعـلَـمُ'' سے ''اِعْـلَـمْ''۔ اور اگر رباعی ہو یعنی اس کا ماضی چار حروف پر مشتمل ہو تو اس کے شروع میں ہمزہ مفتوحہ بڑھایا جائے گا اور یہ ہمزہ قطعی ہوگا یعنی وسطِ کلام میں آنے کی صورت میں ساقط نہ ہوگا کیونکہ یہ ہمزہ اصلیہ ہے زائدہ نہیں کہ وسطِ کلام میں ساقط ہو جیسے: '' یُکرِمُ'' سے ''اَکرِمْ''۔

درس نمبر ۱۷۰

(۱) فعل مالم یسمّ فاعلیه هو ماحُذِف فاعله فانْ کان ماضیاًضُمّ اوّله وکُسِر ماقبل اخره ویضمّ الثالث مع همزة الوصل والثانی مع التاء خوف اللبس (۲) ومعتلّ العین الافصح قِیل وبیع وجاء الاشمام والواو (۳) ومثله باب اُختِیرَ واُنقیددون استخیر واُقیم (٤) وان کان مضارعاًضمّ اوّله وفتح ماقبل اخره ومعتلّ العین ینقلب فیه العین الفاً (۵) المتعدی وغیر المتعدّی ،فالمتعدّ ی مایتوقّف فهمه علی متعلّقٍ کضرَبَ وغیر المتعدّی بخلافه کقعد (٦) والمتعدّی یکون الی واحد کضرب والی اثنین کاعطیٰ وعلم والی ثلثة کاعلم واَریٰ واَنبأ ونبّأ واخبر وخبّر وحدّث (۷) وهذه مفعولها الاوّل کمفعول اعطیت والثانی والثالث کمفعولَیٔ علِمتُ

ترجمہ:۔فعل مالم یسم فاعلہ وہ فعل ہے کہ حذف کر دیا گیا اس کا فاعل پس اگر فعل ماضی ہو تو اول حرف کو ضمہ اور اس کے آخر کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا اور ضمہ دیا جائے گا تیسرا حرف ہمزہ وصل کے ساتھ، اور دوسرے حرف کو ضمہ دیں گے تاء کے ساتھ التباس کے خوف کی وجہ سے، اور ماضی مجہول معتل عین میں زیادہ فصیح (فاء کلمہ کا کسرہ ہے) جیسے ''قیل، بیع'' اور آیا اشمام اور واؤ، اور اس کی طرح باب اُختیر اور انقید، استخیر اور اقیم اس جیسا نہیں ہے، اور اگر فعل مضارع ہو تو اس کے اول کو ضمہ دیا جائے گا اور آخر کے ماقبل کو فتحہ دیا جائے گا اور معتل عین میں عین کلمہ الف سے بدل جائے گا، اور (فعل کی دو قسمیں ہیں) متعدی، غیر متعدی، پس متعدی وہ ہے کہ اس کا سمجھنا متعلق پر موقوف ہو جیسے ''ضرب'' اور غیر متعدی وہ ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے ''قعد'' اور متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ''ضرب'' اور کبھی دو کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ''اعطیٰ، اعلم'' اور کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ''اعلم، اری، أنبأ، نبّأ، اخبر، خبّر، حدّث'' اور ان سب کا مفعول اول اعطیت کے مفعول اول کی طرح ہے، اور ان کا مفعول ثانی و ثالث ایسا ہے جیسے باب علمت کے دونوں مفعول۔

(۱) **قولہ فعل مالم یسمّ الخ** اب تک فعل معلوم کی بحث چل رہی تھی اب یہاں سے مصنف فعل مالم یسمّ فاعلہ یعنی فعل مجہول کی تفصیلات بیان فرماتے ہیں۔ فعل مجہول وہ فعل ہے کہ جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو جیسے: ''ضُرِبَ زیدٌ'' میں ''ضُرِبَ'' فعل مجہول ہے فاعل کے بجائے نائب فاعل کی طرف مسند ہے۔ فعل مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ماضی بنانا ہو تو اس کے اول حرف کو ضمہ دیا جائے گا اور آخری حرف سے پہلے جو حرف ہے اس کو کسرہ دیا جائے گا جیسے: ''ضَرَبَ'' سے ''ضُرِبَ''۔ یہ تصرف اس لئے کیا جائے گا تا کہ معروف اور مجہول میں امتیاز ہو سکے۔ اور اگر فعل ماضی کے شروع میں ہمزہ وصلیہ ہو تو تیسرے حرف کو بھی ضمہ دیا جائے گا جیسے: ''اِکْتَسَبَ'' سے ''اُکْتُسِبَ'' اور ''اِنْطَلَقَ'' سے ''اُنْطُلِقَ'' یہ اس لئے تا کہ اس باب کے امر کے ساتھ اس کا التباس نہ آئے۔ اور اگر ماضی کے شروع میں تاء ہو تو پھر پہلے کے ساتھ دوسرے حرف کو ضمہ دیا جائے گا جیسے: ''تَصَرَّفَ'' سے ''تُصُرِّفَ''، ''تَدَحْرَجَ'' سے ''تُدُحْرِجَ''، یہ اس لئے تا کہ اس جیسے ماضی مجہول کا باب تفعّل اور تفعلل کے مضارع کے ساتھ التباس نہ آئے کیونکہ ان کا مضارع ''تُصَرِّف'' اور ''تُدَحْرِج'' آتا ہے۔

(۲) **قولہ ومعتل العین الخ** معتل العین (جس کا عین کلمہ حرف علت ہو خواہ واؤ ہو یا یاء ہو) کے ماضی مجہول میں تین لغات ہیں (۱) فصیح لغت کے مطابق ''قِیلَ'' اور ''بِیعَ'' پڑھنا (۲) اشمام کے ساتھ پڑھنا یعنی اس طرح پڑھنا کہ فاء کلمہ سے ضمہ کی بو آئے اور عین کلمہ سے واو' کی بو آئے، یہ اس لئے تا کہ معلوم ہو کہ فاء کلمہ اصل میں مضموم ہے۔ (۳) یاء کی بجائے واو' پڑھنا جیسے: ''قُول''، ''بُوع''۔

(۳) **قولہ ومثلہ باب اختیر الخ** یعنی جس طرح کہ ثلاثی مجرد کی ماضی معتل العین میں مذکورہ بالا وجوہ ثلاثہ جاری ہوتی ہیں اسی طرح یہ وجوہ باب ''اُختِیرَ'' میں بھی جاری ہوتی ہیں، مراد باب افتعال کی ماضی مجہول ہے جبکہ وہ معتل العین ہو۔ اسی طرح بابِ

''اُنْقِیدَ''میں بھی جاری ہوتی ہیں، مراد بابِ انفعال ہے جبکہ وہ معتل العین ہو۔البتہ بابِ''اُستُخِیرَ''اور''اُقِیمَ''میں مذکورہ وجوہ جاری نہ ہوں گی، مراد باب استفعال اور افعال کی ماضی مجہول ہے۔

(٤)قولہ وان کان مضارعاالخ فعل مضارع مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے اول حرف (جوعلامت مضارع ہے) کوضمہ دیا جائے گا اور آخری حرف سے پہلے جوحرف ہے اس کوفتحہ دیا جائے گا جیسے:''یَقْتُلُ''سے''یُقْتَلُ''۔اوراگرمضارع معتل العین ہوتو اس کوصرفی قاعدہ کے مطابق الف سے بدل دیا جائے گا جیسے:''یَقُولُ''سے''یُقَالُ''اور''یَبِیعُ''سے''یُبَاعُ''۔

(٥)قولہ المتعدی وغیر المتعدی الخ یہاں سے مصنفؒ فعل کی دوقسموں متعدی اور متعدی کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔فعل دوقسم پر متعدی،غیر متعدی۔متعدی وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے سوادیگر متعلقات کے سمجھنے پرموقوف ہو،غیرفاعل سے مفعول بہ مراد ہے جیسے:''ضَرَبَ''کا سمجھنا جس طرح کہ فاعل یعنی ضارب پرموقوف ہے اسی طرح اس کا سمجھنا مفعول یعنی مضروب پر بھی موقوف ہے۔اور غیر متعدی وہ فعل ہے جو اس طرح نہ ہو یعنی جس کا سمجھنا فاعل کے سمجھنے پرموقوف ہو دیگر متعلقات کے سمجھنے پر موقوف نہ ہو جیسے:''قَعَدَ''کا سمجھنا فاعل کے سوا کسی متعلق پر موقوف نہیں۔

(٦)قولہ والمتعدی یکون الی واحدالخ فعل متعدی کی چارقسمیں ہیں(١)جوایک مفعول کی طرف متعدی ہو جیسے:''ضَرَبَ زیدٌ عمرواً''(٢)جو دومفعولوں کی طرف متعدی ہواور دو میں سے ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہو جیسے:''اعطیتُ زیداًدرھماً''،اس کو''اعطیتُ درھماً''پڑھنا بھی جائز ہے(٣)جو دومفعولوں کی طرف متعدی ہو مگر ان دونوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہ ہو بلکہ دونوں کو ذکر کرنا ضروری ہو جیسے:''علمتُ زیداًفاضلاً''ان دومفعولوں میں سے کسی ایک کوحذف کرنا جائز نہیں(٤)جوتین مفعولوں کی طرف متعدی ہو جیسے:''اَعْلَمَ اللّٰہ زیداًعمرواًفاضلاً''،اسی طرح''اریٰ،انبَأ،نبّأ،اَخبَرَ،خبّرَ،حدَّثَ''بھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔

(٧)قولہ وھذہ مفعولہ الاول الخ مذکورہ چوتھی قسم کے افعال(جوافعال تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں)کا پہلا مفعول بابِ اعطیتُ کے مفعول کی طرح ہے یعنی اس کو برقرار رکھنا اور حذف کرنا دونوں جائز ہیں،اور ان افعال کا دوسرا اور تیسرا مفعول بابِ علمتُ کے مفعول کی طرح ہیں یعنی جس طرح کہ بابِ علمتُ کے مفعولوں میں سے ایک کوحذف کرنا اور دوسرے کو برقرار رکھنا جائز نہیں اسی طرح ان افعال کے مفعول ثانی وثالث میں سے ایک کوحذف کرنا اور دوسرے کو برقرار رکھنا جائز نہیں۔

21/21

درس نمبر ۱۷۱

(۱)افعال القلوب ظننتُ وحسبت وخلت وزعمت وعلمت ورأیت ووجدت(۲)تدخل علی الجملة الاسمیّة لبیان ماھی عنه فینتصب الجزئین(۳)ومن خصائصھاانّه اذاذُکر احدھماذکرالاٰخربخلاف باب اعطیت(٤)ومنھاجوازالالغاء اذتوسّطت اوتاخّرت لاستقلال الجزئین کلاماً(۵)ومنھاانّھاتعلّق قبل الاستفھام والنفی واللّام مثل اعلمت ازیدٌعندک(٦)ومنھاانھایجوزان یکون فاعلھاومفعولھاضمیرین لشیٔ واحدٍ مثل علمتنی منطلقاً(۷)ولبعضھامعنی اٰخریتعدّی به الی واحدفظننت بمعنی اتّھمت وعلمت بمعنی عرفت ورأیت بمعنی ابصرت ووجدت بمعنی اصبت

ترجمہ:۔اورافعال قلوب،وہ''ظننتُ،حسبت،خلت،زعمت،علمت،رأیت،وجدت''ہیں،یہ جملہ اسمیہ پرداخل ہوتے ہیں یہ بیان کرنے کے لئے کہ یہ کس سے صادر ہوئے،پس یہ دونوں جزؤں کونصب دیتے ہیں اوران کی خصوصیت میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی ذکر کیا جاتا ہےتو دوسرامفعول بھی ذکر کیا جاتا ہے،اعطیت کا باب اس کے برخلاف ہے،ان کے عمل کولغوکرنا جائز ہے جبکہ یہ درمیان میں ہوں یامؤخر ذکر کئے جائیں کیونکہ دونوں جزء مستقل کلام ہوتے ہیں،اورافعال قلوب کے خواص میں سے یہ ہے کہ جب یہ استفہام یانفی اورلام سے پہلے آتے ہیں تومعلق ہوجاتے ہیں جیسے''اعلمت ازیدٌعندک ام عمرو''،افعال قلوب کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ جائز ہے کہ ان کافاعل اوران کامفعول دوضمیریں ایک ہی چیز کی ہوں جیسے''علمتنی منطلقاً''،اوربعض افعال قلوب کے لئے دوسرے معنی بھی ہیں کہ وہ اس کی وجہ سے ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں،اورعلمت بمعنی عرفت اوررأیت بمعنی ابصرت اوروجدت بمعنی اصبت۔

(۱)قولہ افعال القلوب ظننت الخ یہاں سے مصنفؒ فعل کی ایک اورقسم یعنی افعال قلوب کوبیان کررہے ہیں،افعال قلوب وہ افعال ہیں جن کاصدورقلب سے ہوتا ہےظاہری اعضاء سے ان کاصدورنہیں ہوتااسی لئے ان کوافعال قلوب کہتے ہیں۔افعالِ قلوب سات ہیں''ظننتُ،حسبتُ،خِلتُ،زعمتُ،علمتُ،رأیتُ،وجدتُ''،ان میں سے پہلے تین ظن کے لئے آتے ہیں اورچوتھاظن اورعلم دونوں کے لئے آتا ہے،آخری تین علم کے معنی میں ہیں۔افعال قلوب جملہ اسمیہ پرداخل ہوتے ہیں اورجملہ اسمیہ کے دونوں جزءوں کوبناءبرمفعولیت نصب دیتے ہیں جیسے:''علمتُ زیداًفاضلاً''۔

(۱)قولہ تدخل علی الجملة الاسمیة الخ افعالِ قلوب جملہ اسمیہ پرداخل ہوکراس چیزکوبیان کرتے ہیں جس سے یہ ماخوذ ہوکرآئے ہیں جیسے:''علمتُ زیداًقائماً''میں''علمت''کےدخول سے پہلے یہ بھی احتمال ہے کہ قیام کازید کے لئے ثبوت علم کے قبیل سے ہواوریہ بھی احتمال ہے کہ ظن کے قبیل سے ہو،پھر''علمت''کےدخول کے بعدمعلوم ہواکہ یہ علم کے قبیل سے ہے،اسی طرح''ظننت زیداًقائماً''میں''ظننت''کےدخول سے پہلے مذکورہ دونوں احتمال تھے پھرجب''ظننت''اس پرداخل ہواتومعلوم

ہوا کہ یہ ظن کے قبیل سے ہے۔

(۳)قولہ ومن خصائصہا الخ افعالِ قلوب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دومفعولوں میں سے جب ایک ذکر ہوتو دوسرا ضرور ذکر ہوگا کیونکہ یہ دونوں بمنزلہ ایک مفعول کے ہیں لہذا ایک کوذکر کرنا اور دوسرے کوحذف کرنا جائز نہیں، بخلاف بابِ ''اعطیت'' کے کہ اس کے دومفعولوں میں سے ایک کوحذف کر کے دوسرے پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔

(٤)قولہ ومنہاجواز الالغاء الخ افعالِ قلوب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اگر یہ اپنے دونوں مفعولوں کے درمیان واقع ہوں یا اپنے دونوں مفعولوں کے بعد واقع ہوں تو ان کوعمل دینا بھی جائز ہے کیونکہ یہ افعال ہیں اور فعل عمل میں قوی ہوتا ہے لہذا غیر مرتب معمولات میں بھی عمل کرتا ہے، اور ملغی عن العمل قرار دینا بھی جائز ہے کیونکہ افعال قلوب کے دونوں مفعول مستقل جملہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے: ''زیدٌعلمتُ فاضلٌ''اور''زیدفاضل علمت''۔البتہ جہاں فعل آخر میں واقع ہوتو عمل نہ دینا اولیٰ ہے۔

(٥)قولہ ومنہاانہاتعلق الخ افعالِ قلوب کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ جس وقت کہ استفہام یانفی یالام ابتداء سے پہلے واقع ہوں تو یہ معلق ہوجاتے ہیں یعنی لفظی طور پر ان کاعمل وجوبًا باطل ہوجاتا ہے اور معنوی طور پر باطل نہیں ہوتا جیسے:''جیسے:''علمت مازیدٌقائمٌ،اعلمت اَزیدٌعندک امُ عمروٌ،علمت لَزیدٌقائمٌ''۔ان مثالوں میں افعال قلوب نے لفظًا تو کوئی عمل نہیں کیا ہے البتہ معناً ان کاعمل باقی ہے کیونکہ''علمت لزیدٌقائمٌ''کاوہی معنی ہے جو''علمت زیداًقائماً''کا ہے۔

(٦)قولہ ومنہاانہایجوزان الخ افعالِ قلوب کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیر متصل ایک شخص کی طرف لوٹ سکتی ہیں جیسے:''علمتُنی منطلقاً''ظاہر ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں اور دونوں ایک شی یعنی متکلم کی طرف لوٹ رہی ہیں۔جبکہ دیگر افعال میں اس طرح جائز نہیں لہذا''ضَرَبْتُنِی''کہنا جائز نہیں۔

(۷)قولہ ولبعضہامعنی اٰخرالخ افعالِ قلوب میں سے بعض ایسے کہ فعل قلب کے سوادیگر معانی پر بھی دلالت کرتے ہیں اس وقت یہ دومفعولوں کی طرف متعدی نہیں ہوتے ہیں بلکہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں جیسے:''ظننت زیداً''،بمعنیٰ''اتّھمتُ زیداً''(میں نے زید کوتہمت لگائی)،اور''علمت زیداً''بمعنیٰ''عرفت زیداً''(میں نے زید کوپہچان لیا)،اسی طرح''رأیت''بمعنیٰ''ابصرت''(میں نے آنکھوں سے دیکھا)اور''وجدت''بمعنیٰ''اصبت''(میں نے پالیا)بھی ہیں۔ان چار افعال کے علاوہ دیگر افعال قلوب فعل قلب سے سوادیگر معانی میں مستعمل نہیں۔

درس نمبر ۱۷۲

(۱)الافعال الناقصة ماوضع لتقرير الفاعل على صفة وهى كان وصار واصبح وامسىٰ واضحىٰ وظلّ وبات واٰض وعادوغداوراح ومازال وماانفک ومافتئ ومابرح ومادام وليس وقدجاء ماجاء ت حاجتک وقعدتْ كانهاحربةٌ(۲)وتدخل على الجملة الاسميّة الاعطاء الخبرحكم معناهافترفع الاوّ ل وتنصب الثانى مثل كان زيدٌقائماً(۳)فكان تكون ناقصة لثبوت خبرهاماضياد ائماًاومنقطعاًوبمعنى صارويكون فيهاضميرالشان(٤)وتكون تامّةً بمعنى ثبت وزائدةً،(۵)وصارللانتقال(٦)واصبح وامسىٰ واضحىٰ لاقتران مضمون الجملة باوقاتهاوبمعنى صاروتكون تامّةً(۷)وظلّ وبات لاقتران مضمون الجملة بوقتيهماوبمعنى صار

ترجمہ:۔افعال ناقصہ وہ فعل ہیں جو فاعل کوکسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور وہ ''کان،صار،اصبح ،امسیٰ،اضحیٰ،ظلّ،بات،اٰض،عاد،غدا،راح،مازال،ماانفک،مافتئ،مابرح،مادام،لیس ''ہیں اور تحقیق ''ماجاء ت حاجتک ''میں ''ماجاء ت ''اور ''قعدت کانّھاحربة ''میں ''قعدت '' بھی افعال ناقصہ ہیں،اور یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں،تاکہ اپنے معنی کا اثر خبر دیں،پس یہ اول کو رفع اور ثانی کو نصب دیتے ہیں جیسے:''کان زیدٌقائماً''،پس کان ناقصہ اپنی خبر کو ہمیشہ ماضی میں ثابت کرنے کے لئے آتا ہے یا ثبوت منقطع ہوتا ہے اور بمعنی صار آتا ہے اور اس میں ضمیر شان ہوتی ہے،اور کان تامہ ہوتا ہے بمعنی ثبت،اور زائدہ ہوتا ہے۔اور صار انتقال کے لئے آتا ہے اور اصبح ،امسیٰ،اور اضحی جملہ کے مضمون کو ملانے کے لئے آتے ہیں اپنے اپنے وقتوں میں اور صار کے معنی میں آتے ہیں اور تامہ ہوتے ہیں،اور ظلّ اور بات جملہ کے مضمون کو ملانے کے لئے آتے ہیں اپنے اپنے وقتوں میں اور بمعنی صار آتے ہیں۔

(۱)قولہ الافعال الناقصة الخ یہاں سے مصنف فعل کی اور قسم افعال ناقصہ کو بیان کر رہے ہیں،افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں،اور یہ کل سترہ افعال ہیں ''کان،صار،اصبح ،امسیٰ،اضحیٰ،ظلّ،بات،اٰض،عاد،غدا،راح،مازال،ماانفک،مافتئ،مابرح،مادام،لیس ''۔ان سترہ افعال کے علاوہ اور بھی غیر مشہور افعال ناقصہ ہیں ان میں سے دو کو مصنف نے ذکر فرمایا ہے،ایک ''جاء ت '' بمعنی ''کان ''اور دوسرا ''قعدت '' بمعنی ''صار ''ہے،جیسے:''ماجاء تک حاجتک ''میں ''جاء ت ''میں ضمیر اس کا اسم ہے اور ''حاجتک '' مضاف،مضاف الیہ اس کی خبر ہے۔اور دوسری مثال ''قعدتْ کانّھاحربةٌ ''ہے یعنی ھف شفرتہ حتی قعدت کانّھاحربةٌ ''(اس شخص نے اپنی چھری کو تیز کیا یہاں تک کہ وہ چھری چھوٹے نیزے کی طرح تیز ہوگئی)۔افعال ناقصہ کو ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دیگر افعال کی طرح صرف فاعل پر کلام تام نہیں ہوتے بلکہ خبر کے محتاج ہوتے ہیں۔

(۲)قولہ وتدخل على الجملة الاسمية الخ افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اپنے معنی کا اثر اپنی

خبر کو پہنچائے ،اور یہ افعال جملہ اسمیہ کے پہلے جزء یعنی مبتداء کو رفع دیتے ہیں اور دوسرے جزء یعنی خبر کو مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے نصب دیتے ہیں، جیسے:''کان زیدٌقائماً ''میں'کان ''فعل ناقص ہے'زیدٌقائمٌ ''جملہ اسمیہ پر اس لئے داخل ہوا ہے تاکہ اپنے معنی یعنی ثبوت کا اثر اپنی خبر یعنی قیام کو پہنچائے۔

(۳)قولہ فکان تکون ناقصة الخ. کان تین قسم پر ہے، ناقصہ، تامہ اور زائدہ۔ناقصہ تین طرح استعمال ہوتا ہے (۱) جو اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت کرتا ہے عام ہے کہ وہ ثبوت تمام زمانہ ماضی میں دائمی ہو، جیسے:''کان اللّٰہ عزیزاًحکیماً'' یا تمام زمانہ ماضی میں بالدوام نہ ہو بلکہ منقطع ہو، جیسے'کان زیدٌقائماً ''(۲) کان ناقصہ کبھی صار کے معنی میں ہوتا ہے جیسے:''کان زیدٌغنیاًای صار زیدٌغنیاً ''(۳) کبھی کان ناقصہ میں ضمیر شان ہوتی ہے جو اس کا اسم ہوتی ہے اور اس کے بعد واقع ہونے والا جملہ اس کی خبر ہوتا ہے اور وہ ضمیر مذکور کی تفسیر ہوتا ہے جیسے:''کان زیدٌقائماً،ای الشان زیدٌقائمٌ''

(٤)قولہ وتکون تامةالخ. کان کی دوسری قسم یہ ہے کہ تامہ بمعنی ثبت ہو، کان تامہ اپنے اسم پر تام ہوتا ہے اسے خبر کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے قول باری تعالیٰ ہے﴿کُنْ فَیَکُوْنُ﴾۔کان کی تیسری قسم کان زائدہ ہے، کان زائدہ وہ ہے جس کو عبارت سے حذف کرنے سے مقصودی معنی میں خلل نہ آتا ہو جیسے قول باری تعالیٰ ہے﴿کَیفَ نُکلّمُ مَنْ کَانَ فی المَھْدِصَبِیاً﴾

(۵)قولہ وصار للانتقال الخ صار انتقال کے لئے آتا ہے خواہ وہ انتقال ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف ہو جیسے:''صار زیدٌعالماً ''(زید صفتِ جہل سے صفتِ علم کی طرف منتقل ہو گیا)، اور یا وہ انتقال ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف ہو جیسے:''صار الطین خذفاً ''(کیچڑ ٹھیکرا ہو گیا)۔

(٦)قولہ واصبح وامسیٰ الخ یعنی تین فعل''اصبح ،امسیٰ ،اضحیٰ ''جملہ کے مضمون کو اپنے ان اوقات کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جو اوقات ان کا مدلول ہیں جیسے:''اصبح زیدٌ کاتباً ''(زید صبح کے وقت کاتب ہو گیا)،''امسیٰ زیدٌقائماً ''(زید شام کے وقت کھڑا ہو گیا)،''اضحیٰ زیدٌمصلّیاً ''(زید چاشت کے وقت نماز پڑھنے والا ہوا)۔کبھی یہ تینوں افعال صار کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں جیسے:''اصبح وامسیٰ واضحیٰ زیدٌغنیاً ''(زید غنی ہو گیا)۔اور کبھی یہ تینوں افعال تامہ ہوتے ہیں جیسے:''اصبح زیدٌ ''(زید صبح کے وقت میں داخل ہوا) اس وقت یہ خبر کے محتاج نہیں ہوں گے۔

(۷)قولہ وظلّ وبات الخ ۔یعنی اسی طرح''ظلّ،بات ''جملہ کے مضمون کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جیسے:''ظلّ زیدٌ کاتباً ''(زید تمام دن لکھنے والا رہا)،''بات زیدٌقائماً ''(زید ساری رات کھڑا رہا)۔کبھی یہ دونوں افعال صار کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے:''ظلّ زیدٌغنیاًای صار غنیاً ''(زید غنی ہو گیا)،''بات زیدفقیراًای صار زیدٌفقیراً ''(زید فقیر ہو گیا)۔

درس نمبر۱۷۳

(۱)ومازال ومابرح ومافتئ وماانفکّ لاستمرار خبرھالفاعلھامذقبلہ ویلزمھاالنفی(۲)ومادام لتوقیت امر بمدّۃ ثبوت خبرھالفاعلھاومن ثمّ احتاج الی کلامٍ لانّہ ظرفٌ(۳)ولیس لنفی مضمون الجملۃ حالاً وقیل مطلقاً(٤)ویجوزتقدیم اخبارھا کلّھاعلی اسمائھا(۵)وھی فی تقدیمھاعلیھاعلی ثلٰثۃ اقسام قسمٌ یجوزوھو من کان الی راح وقسمٌ لایجوزوھومافی اولہ ماخلافاًلابن کیسان فی غیرمادام وقسمٌ مختلف فیہ وھولیس،(٦)افعال المقاربۃ ماوضع لدُنوّالخبر رجاءً اوحصولاً اواخذاًفیہ فالاوّل عسیٰ وھوغیرمتصرّفٍ(۷)تقول عسیٰ زیدٌاَنْ یخرج وعسیٰ ان یخرجَ زیدٌوقدیحذف اَنْ

ترجمہ:۔اور''مازال،مابرح،مافتئ،ماانفکّ''اپنی خبر میں استمرار ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں اپنے فاعل کے لئے جب سے کہ اس نے قبول کیا ہے،اوران چاروں کے لئے لازم ہے نفی،اور مادام ایک امر کوموقت کرنے کے لئے آتا ہے اس مدت کے ساتھ جو اس کی خبر کے ثبوت کی ہے اس کے فاعل کے واسطے،اوراسی وجہ سے کلام کی طرف محتاج ہوتا ہے کیونکہ وہ ظرف ہوتا ہے اور لیس جملہ کے مضمون کی فی الحال نفی کے لئے آتا ہے،اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً نفی کے لئے آتا ہے،ان سب کی خبروں کوان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے،اوران کی خبروں کی تقدیم افعال ناقصہ پر تین قسم پر ہے،ایک قسم یہ ہے کہ تقدیم جائز ہےاوروہ کان سے راح تک ہیں،اوردوسری قسم یہ ہے کہ یہ تقدیم جائز نہیں ہےاور یہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں ما ہے،اس میں ابن کیسان کا اختلاف ہے مادام کے علاوہ میں اورتیسری قسم یہ ہے کہ جس میں اختلاف ہےاوروہ لیس ہے،افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جووضع کئے گئے ہیں خبر کوقریب کرنے کے لئے امید کے اعتبار سے یا حاصل ہونے کے اعتبار سے یااس میں شروع ہونے کے اعتبار سے،پس پہلا''عسیٰ''ہےاوروہ متصرف نہیں جیسے تو کہے''عسیٰ زیدٌاَنْ یخرجَ''اور''عسیٰ اَنْ یخرجَ زیدٌ''اور کبھی اَنْ کوحذف کردیا جاتا ہے۔

یعنی''مازال،مابرح،مافتئ،ماانفکّ''یہ چاروں افعال اپنی خبروں کواپنے فاعل کے لئے دائمی طور پر ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں یعنی یہ بتانے کے لئے آتے ہیں کہ ان کی خبریں ان کے فاعلوں کے لئے ہمیشہ ثابت ہیں،لیکن مطلقاً نہیں بلکہ اس وقت سے جب سے کہ ان کے فاعلوں نے خبر کوقبول کیا ہے جیسے:''مازال زیدٌفقیراً''زید ہمیشہ سے فقیر ہے یعنی جب سے زید کوصفت فقر ملی ہے اس کے بعد اس صفت میں دوام رہا ہے۔

(۱)قولہ ومازال ومابرح الخ ان چاروں افعال پر لازماً حرف نفی داخل ہوتا ہے بشرطیکہ ان سے دوام کا ارادہ کیا جائے کیونکہ ان کی وضع استمرار کے لئے ہوئی ہے اور یہ غرض نفی پر نفی داخل کرنے ہی سے حاصل ہوتی ہے،پھر عام ہے کہ حرف نفی لفظاً ہو یا تقدیراً۔لفظاً جیسے:''مازال زیدٌفقیراً''اور تقدیراً جیسے﴿تاللّٰہ تفتؤتذکریوسفَ﴾(خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسفؑ کاذکر کرتے رہیں گے)،یہاں حرف نفی تقدیراً اس لئے ہے کہ یہ اصل میں''لاتفتؤتذکریوسفَ''تھا۔

(۲)قولہ ومادام لتوقیت امر الخ ''مادام'' کسی فعل کو اس وقت تک موقت کرنے کے لئے آتا ہے جب تک کہ اس کی خبر اس کے فاعل کے لئے ثابت رہے جیسے: ''اجلس مادام زیدٌ جالساً'' (تو بیٹھ جب تک کہ زید بیٹھنے والا ہے) یعنی مخاطب کے بیٹھنے کو اس وقت تک موقت کیا جارہا ہے جب تک زید کے لئے جلوس ثابت ہے۔ جب یہ ثابت ہوا کہ مادام توقیت کے لئے آتا ہے تو اس سے پہلے کلام مستقل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ مادام اپنے اسم وخبر سے ملکر ظرف ہوتا ہے اور ظرف فضلہ ہوتا ہے مستقل بالافادہ نہیں ہوتا لہذا حصول فائدہ کے لئے اس سے پہلے کلامِ مستقل کا ہونا ضروری ہے، مثال مذکور کلامِ مستقل 'اِجلِس'' ہے جو کہ مادام سے پہلے مذکور ہے۔

(۳)قولہ ولیس لنفی مضمون الجملۃ الخ جمہور نحاۃ کے نزدیک ''لیس'' زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے، جیسے: ''لیس زیدٌ ضارباً'' (یعنی زید زمانہ حال میں مارنے والا نہیں)، جبکہ سیبویہ کہتے ہیں کہ ''لیس'' مطلق نفی کے لئے آتا ہے خواہ وہ نفی زمانہ حال میں ہو یا استقبال یا ماضی میں ہو۔

(٤)قولہ ویجوز تقدیم اخبارھا الخ تمام افعال ناقصہ میں یہ جائز ہے کہ ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہو کیونکہ فعل عامل قوی ہے لہذا معمولاتِ مرتبہ اور غیر مرتبہ دونوں میں عمل کرسکتا ہے جیسے: ''کان قائماً زیدٌ''۔

(۵)قولہ وھی فی تقدیمھا علیھا الخ افعال ناقصہ کی خبر کا خود افعال ناقصہ پر مقدم ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اس اعتبار سے افعال ناقصہ کی تین قسمیں ہیں (۱) کان سے راح تک گیارہ افعال ہیں ان پر ان کی خبر کی تقدیم جائز ہے۔ (۲) وہ افعال ناقصہ جن کے شروع میں ''ما'' ہو ان پر ان کی خبر کی تقدیم جائز نہیں، البتہ اس میں ابن کیسان نحوی کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک صرف مادام کی خبر مادام پر مقدم نہیں ہوسکتی، باقی میں تقدیم خبر جائز ہے۔ (۳) لیس میں کوفیوں اور بصریوں کا اختلاف ہے۔ کوفیوں کے نزدیک لیس چونکہ نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے اس لئے عامل ضعیف ہے لہذا اپنے مابعد معمول میں تو عمل کرسکتا ہے ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا، بصریوں کے نزدیک لیس فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے نفی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا ہے لہذا عامل قوی ہے معمول مقدم اور مؤخر ہر دو میں عمل کرسکے گا۔

(٦)قولہ افعال المقاربۃ ماوضع الخ افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو اپنی خبر کو اپنے فاعل کے قریب کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، عام ہے کہ خبر کو قریب کرنا باعتبار رجاء وامید کے ہو یا باعتبار حصول کے ہو یا باعتبار اخذ یعنی شروع فی الخبر کے ہو۔ پہلی قسم (یعنی باعتبار امید کے خبر کو فاعل کے قریب کرنے) کے لئے ''عسیٰ'' آتا ہے جیسے: ''عسیٰ زیدٌ اَنْ یخرجَ'' (یعنی امید ہے کہ زید نکلے گا)۔ اور یہ غیر متصرف ہے یعنی اس سے ماضی معلوم کے سوا ماضی مجہول، مضارع، امر وغیرہ کے صیغے نہیں آتے ہیں۔

(۷)قولہ تقول عسیٰ زید الخ۔ عسیٰ کا استعمال دو قسم پر ہے، ایک یہ کہ عسیٰ کی خبر فعل مضارع اَنْ کے ساتھ ہو جیسے: ''عسیٰ زیدٌ اَنْ یخرجَ'' اس صورت میں عسیٰ کا فاعل اسم صریح ہے اور اس کی خبر فعل مضارع اَنْ کے ساتھ ہے، دوسری قسم یہ کہ عسیٰ کا فاعل اسم صریح نہ ہو بلکہ فعل مضارع اَنْ کے ساتھ ہو جیسے: ''عسیٰ اَنْ یخرجَ زیدٌ'' اس صورت میں عسیٰ تامہ ہے ''اَنْ

یخرجَ ''بتاویل مصدر عسی کا فاعل ہے اور ''زیدٌ''، ''یخرج '' کا فاعل ہے۔ پہلی صورت میں اَن مصدریہ کو کبھی فعل مضارع سے حذف کردیا جاتا ہے جیسے: ''عسیٰ زیدٌ یخرج ''۔

درس نمبر ۱۷٤

(۱) والثانی کادَتقول کادزیدٌ یجیئ وقدتخل اَنْ(۲) واذادخل النفی علی کادَفھو کالافعال علی الاصحّ وقیل یکون للاثبات(۳) وقیل یکون فی الماضی للاثبات وفی المستقبل کالافعال تمسّکاً بقوله تعالیٰ وما کادوا یفعلون وبقول ذی الرُّمّة: اذاغیّر الھجر المحبّین لم یکدْ:: رسیسُ الھویٰ من حبّ میّة یبرح،(٤) والثالث طفق وکرب وجعل واخذوھی مثل کادواَوْشک مثل عسیٰ وکادفی الاستعمال،(۵) فعل التعجّب ماوضع لانشاء التعجّب وله صیغتان ماافعله واَفْعِلْ به وھماغیر متصرفین مثل مااحسن زیداًواَحْسِن بزیدٍ(٦) ولایبنیان الاممّایبنی منه افعل التفضیل ویتوصّل فی الممتنع بمثل مااشدّ استخراجه واَشْدِدْ باستخراجه

ترجمہ:۔ اور دوسرا کاد ہے تو کہے ''کادزیدٌ یجیئ'' اور کبھی اَنْ داخل ہوتا ہے، اور جب کاد پر نفی داخل ہو تو وہ اور فعلوں کی طرح ہوتا ہے قول اصح کی بناء پر اور کہا گیا ہے کہ وہ اثبات کے لئے ہوتا ہے، اور کہا گیا ہے ماضی میں اثبات کے لئے اور مستقبل میں افعال کی طرح ہوتا ہے، استدلال کرتے ہوئے باری تعالیٰ کے قول کے ساتھ ﴿وما کادوا یفعلون﴾ اور استدلال کرتے ہوئے ذی الرّمۃ کے قول ''اذاغیّر الھجر المحبّین لم یکدْ:: رسیسُ الھویٰ من حبّ میّة یبرح '' سے

، اور تیسرا ''طَفِقَ، کرب، جَعَلَ، اَخَذَ'' ہیں، اور یہ کاد کی طرح ہیں، اور ''اَوْشک''، عسیٰ اور کاد کی طرح ہے استعمال میں، فعل تعجب وہ فعل ہے جو وضع کیا گیا ہو تعجب پیدا کرنے کے لئے، اور اس کے دو صیغے ہیں ایک ''مااَفعله'' دوسرا ''اَفْعِلْ به'' ہے اور یہ دونوں متصرف نہیں ہوتے جیسے ''مااحسن زیداً'' اور ''اَحْسِنْ به'' اور یہ دونوں نہیں بنائے جاتے مگر اسی فعل سے کہ جس سے افعل التفضیل بنایا جاتا ہے اور وسیلہ اختیار کیا جاتا ہے ممتنع میں، مااشدّ کے اضافہ سے مصدر کے شروع میں جیسے: ''اشدّ استخراجه، اشدّ باستخراجه''۔

(۱) **قولہ والثانی کادالخ** ۔ افعال مقاربہ کی دوسری قسم یعنی حصول کے لئے ''کاد'' آتا ہے جیسے: ''کادزیدٌ یجیئ'' (زید عنقریب آئے گا) مثال مذکورہ میں ''زیدٌ''، ''کاد'' کا فاعل ہے اور ''یخرج'' منصوب محلاً اس کی خبر ہے۔ عام طور پر ''کاد'' کی خبر فعل مضارع بغیر اَن مصدریہ کے ہوتی ہے، لیکن کبھی کبھی اس پر اَن مصدریہ بھی داخل ہوتا ہے اس لئے کہ ''کاد'' کی ''عسیٰ'' کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے لہذا ''کاد'' کی خبر پر بھی اَن مصدریہ کا دخول درست ہے، جیسے: ''کادزیدٌ اَنْ یجیئ''۔

(۲) **قولہ واذادخل النفی علی کادالخ**. یعنی جب ''کاد'' اور اس کے مشتقات پر نفی داخل ہو تو وہ اصح مذہب کے مطابق دوسرے افعال کی طرح مضمون جملہ کی نفی کا فائدہ دیتے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ''کاد'' پر نفی مطلقاً اثبات کے لئے ہوتی

ہے خواہ وہ ماضی پر داخل ہو یا مستقبل پر، پس ان لوگوں کے مذہب پر ﴿فذبحوها وما كادوا يفعلون﴾ کا معنی ہے کہ انہوں نے گائے کو ذبح کر دیا اور وہ ذبح کرنے کے قریب تھے، کیونکہ اگر یہاں منفی معنی کیا جائے تو کلام میں تناقض لازم آئے گا وہ اس طرح کہ شروع میں تو کہا ''انہوں نے گائے ذبح کر دیا'' پھر کہا ''وہ گائے ذبح کرنے کے قریب نہیں تھے'' ظاہر ہے کہ یہ صریح تناقض ہے کہ گائے ذبح کرنے سے پہلے وہ ذبح کرنے کے قریب نہ ہوں اور ذبح کر دیں۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ مذکورہ مثال میں نفی مراد ہے اور معنی بھی صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں معنی ہے ''انہوں نے گائے ذبح کر دیا اور وہ ذبح سے پہلے اپنی نافرمانی کی وجہ سے ذبح کرنے کے قریب نہ تھے'' ظاہر ہے کہ اس معنی میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

(۳) قوله وقيل يكون في الماضي للاثبات الخ یعنی بعض دیگر حضرات کہتے ہیں کہ نفی اگر ماضی پر داخل ہو تو یہ افعال اثبات کا فائدہ دیں گے کما مرّ، اور اگر مضارع پر داخل ہو تو اس وقت دیگر افعال کی طرح نفی کا فائدہ دیں گے، جیسے ذی الرمۃ کا شعر ہے

شعر: ''اذا غيّر الهجر المحبّين لم يكدُ:: رسيسُ الهوىٰ من حبّ ميّة يبرح'' (جب جدائی دوستوں کو بدل دے تو قریب ہے کہ میۃ محبوبہ کی پائیدار محبت میرے دل سے زائل ہو جائے)، شاعر کے اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جدائی سے محبت منقطع ہو جاتی ہے۔ اسلئے دیگر شعراء نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ مضمون عاشقانہ نہیں۔ ذی الرمۃ نے ان کا اعتراض سن کر ''لم يكد'' کو ''لم يجد'' میں تبدیل کر دیا۔ پس اگر نفی مستقبل پر داخل ہو کر اثبات کا فائدہ نہ دیتی تو نہ شعراء اس شعر پر اعتراض کرتے اور نہ ذی الرمۃ تبدیلی پر مجبور ہوتا۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ جن شعراء نے ذی الرمۃ کا تخطیہ کیا ہے وہ بھی درست نہیں، اور ذی الرمۃ نے جو ان کے تخطیہ کو قبول کیا ہے یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ مذکورہ شعر میں ''لم'' نفی ہی کے معنی میں ہے لہذا شعر کا صحیح مطلب یہ ہے ''جب جدائی دوستوں کو بدل دے تو بھی محبوبہ میۃ کی پائیدار محبت زائل ہونے کے قریب نہیں ہوتی''۔

(٤) قوله والثالث وطفق وكرب الخ افعال مقاربہ کی تیسری قسم یعنی اخذ اور شروع فی الخبر کے لئے ''طفق، كرب، جعل، اخذ'' آتے ہیں، اور یہ کاد کی طرح عمل کرتے ہیں کہ جس طرح کاد کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے اسی طرح ان کی خبر بھی فعل مضارع بغیر اَنْ ہوگی جیسے: ''طفق زيدٌ يخرج''۔ اور ''اوشک'' استعمال میں عسیٰ اور کاد کی طرح ہے یعنی کبھی تو عسیٰ کی طرح اس کا استعمال اَنْ کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی کاد کی طرح بغیر اَنْ کے ہوتا ہے جیسے: ''اوشک انْ يخرجَ زيدٌ، اوشک زيدٌ اَنْ يخرجَ، اوشک زيدٌ يخرج''۔

(٥) قوله فعل التعجب ما وضع الخ. افعال تعجب وہ افعال ہیں جن کو انشاء تعجب کے لئے وضع کیا گیا ہے ان کے صیغے وضعی اعتبار سے تعجب پر دلالت کرتے ہیں۔ تعجب کے لئے دو صیغے استعمال ہوتے ہیں، ما افعله، وافعل به، جیسے: ''ما احسَنَ زيداً'' (کیا ہی اچھا ہے زید)، ''واَحسِنْ بزَيدٍ'' (کیا ہی عمدہ ہے زید)۔ فعل تعجب کے صیغے تصریف کو قبول نہیں کرتے ہیں یعنی ان سے ماضی معلوم کے سوا ماضی مجہول، مضارع وغیرہ کے صیغے نہیں آتے ہیں۔

(٦)قولہ لایبنیان الا مما یبنی الخ. وہ افعال جن سے اسم تفضیل بنتا ہے ان سے فعل تعجب بھی آتا ہے وجہ یہ ہے کہ فعل تعجب اور اسم تفضیل دونوں مبالغہ کے لئے آتے ہیں، پس یہ دونوں ثلاثی مجرد کے ان صیغوں سے نہیں آتے جن میں لون اور عیب کا معنی پایا جاتا ہو۔ باقی جن افعال سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے مثلاً وہ ثلاثی مجرد جس میں لون یا عیب کا معنی ہو یا ثلاثی مزید یا رباعی مجرد یا رباعی مزید کا صیغہ ہو، تو ان سے فعل تعجب بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مصدر شدّت (جو ثلاثی مجرد کا مصدر ہے) سے صیغہ تعجب بنایا جائے اس کے بعد جس سے فعل تعجب بنانا ہے اس کے مصدر کو (فعل تعجب کا پہلا صیغہ بنانے کی صورت میں) منصوب کر کے ذکر کیا جائے اور فعل تعجب کے دوسرے صیغے کی صورت میں مجرور بنا کر ذکر کیا جائے مثلاً ثلاثی مزید کے استخراج سے فعل تعجب بنانا ہو تو فعل تعجب کا پہلا صیغہ بنانے کی صورت میں اس کو اشدّ کے بعد منصوب ذکر کریں جیسے: ''مااشدّ استخراجه''، اور دوسرا صیغہ بنانے کی صورت میں اشدّ کے بعد مجرور ذکر کریں جیسے: ''اَشدِدْبِاسْتِخراجه''۔

درس نمبر ۱۷۵

(۱)ولایتصرّف فیهمابتقدیم وتاخیرولافصل واجاز المازنی الفصل بالظروف(۲)ومامبتدأ نکرة عندسیبویه ومابعدهاالخبروموصولة عند الاخفش والخبرمحذوف(۳)وبه فاعل عندسیبویه فلاضمیرفی افعل ومفعولٌ عند الاخفش والباء للتعدیة اوزائدة ففیه ضمیر،(٤)افعال المدح والذّمّ ماوضع لانشاء مدحٍ اوذمٍّ فمنهانعمَ وبئسَ وشرطهماان یکون الفاعل معرّفاًباللّام اومضافاًالی المعرّف بهااومضمراًممیّزاًبنکرة منصوبةٍاوبمامثل فنعمّاهی(۵)وبعدذالک المخصوص وهومبتداءٌ ماقبله خبره اوخبرمبتداءٍ محذوف مثل نعم الرجل زیدٌوشرطه مطابقة الفاعل(٦)وبئس مثل القوم الذین کذّبواوشبهه متأوّلٌ(۷)وقدیحذف المخصوص اذاعلم مثل نعم العبدوفنعم الماهدون،(۸)وساء مثل بئس(۹)ومنهاحبّذافاعله ذاولایتغیّربعده المخصوص واعرابه کاعراب مخصوص نعم(۱۰)ویجوزان یقع قبل المخصوص وبعده تمیزاوحالٌ علی وفق مخصوصه،

ترجمہ:۔ اور تصرف نہیں کیا جاتا ان دونوں میں تقدیم وتاخیر کا اور نہ فصل کیا جاتا ہے، اور مازنی نے جائز قرار دیا ہے فصل کو ظرف کی صورت میں، اور ما مبتداء ہے اور نکرہ ہے سیبویہ کے نزدیک اور اس کا مابعد خبر ہے اور اخفش کے نزدیک موصولہ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور لفظ بہ فاعل ہے سیبویہ کے نزدیک لہذا اَفعِلْ میں کوئی ضمیر نہیں ہے اور اخفش کے نزدیک یہ مفعول ہے اور باء متعدی بنانے کے لئے ہے یا زائدہ ہے لہذا اَفعِلْ میں ضمیر موجود ہے، افعال مدح اور ذم وہ فعل ہیں جو وضع کئے گئے ہیں انشاء مدح کے لئے یا انشاء ذم کے لئے ، پس ان میں سے ایک نِعْمَ اور دوسرا بِئسَ ہے اور ان دونوں کی شرط یہ ہے کہ فاعل معرف باللام ہو یا مضاف ہو معرف باللام کی طرف یا فاعل ایسی ضمیر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ سے لائی گئی ہو یا ما کے ذریعہ سے لائی گئی ہو جیسے ''فنِعِمّاهی'' اور اس کے بعد مخصوص بالمدح والذم ہوتا ہے اور یہ مخصوص مبتداء ہوتا ہے اور اس کا ماقبل اس کی خبر ہوتا ہے یا وہ مبتداء محذوف کی خبر ہوتا ہے جیسے ''نعم الرجل

زیدٌ''،اور مخصوص کی شرط یہ ہے کہ وہ فاعل کے مطابق ہوتا ہے اور''بئس مثل القوم الذین کذّبوا''اور اس کی مشابہ مثالیں تاویل کی گئی ہیں،اور کبھی مخصوص کو حذف کر دیا جاتا ہے جب وہ معلوم ہو جیسے''نعم العبد''اور''فنعم الماھدون''،اور ساء،بئس کی طرح ہے،اور ان میں سے حبّذا ہے اور اس کا فاعل ذا ہے اور وہ متغیر نہیں ہوتا اور اس کے بعد مخصوص بالمدح ہوتا ہے اور اس کا اعراب نعم کے مخصوص کے اعراب جیسا ہے اور جائز ہے کہ واقع ہو مخصوص سے پہلے اور اس کے بعد ممیّز یا حال اپنے مخصوص بالمدح کے مطابق۔

(۱)قوله ولا یتصرّف فیهما الخ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم وتاخیر کا تصرف نہ ہوگا،پس پہلے صیغہ کے مفعول اور دوسرے صیغہ کے مجرور کو ان پر مقدم نہیں کیا جائے یعنی''مازیداً احسن''اور''مابزیدٍ احسِنْ''کہنا درست نہ ہوگا۔اسی طرح فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ بھی جائز نہ ہوگا لہٰذا''ما احسن فی الدار زیداً''اور''احسِن الیوم بزیدٍ''کہنا جائز نہیں۔البتہ مازنی کے نزدیک فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان ظرف کے ساتھ فاصلہ جائز ہے کیونکہ ظرف میں وہ وسعت ہے جو اس کے غیر میں نہیں۔

(۲)قوله وما ابتدأ نکرة عند سیبویه الخ فعل تعجب کے دونوں صیغوں کی ترکیب میں اخفش اور سیبویہ کا اختلاف ہے،سیبویہ فرماتے ہیں کہ''ما احسن زید''میں ما مبتدأ بمعنی شئ ہے،عبارت میں ابتداء بمعنی مبتدأ ہے یعنی مصدر بمعنی اسم مفعول ہے،اور''احسن زید''اس کی خبر ہے۔اور اخفش فرماتے ہیں کہ ما اسم موصول ہے اور مابعد والا جملہ اس کا صلہ ہے،موصول باصلہ ملکر مبتدأ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیری عبارت ہے''الّذی احسن زیدشئ عظیم''(جس نے زید کو خوبصورت بنایا وہ عظیم الشان چیز ہے)۔

(۳)قوله وبه فاعل عندسیبویه الخ فعل تعجب کے دوسرے صیغہ کے بارے میں سیبویہ کی رأی یہ ہے کہ اس میں کوئی ضمیر نہیں ہے اور''اَحْسِنْ''،فعل امر بمعنی''اَحسَنَ''،فعل ماضی ہے اور''به''میں باءزائدہ اور ہاءضمیر فاعل ہے۔اخفش فرماتے ہیں کہ''احسِنْ''میں ضمیر اس کا فاعل ہے اور''به''اس کا مفعول ہے،اور''به''کی باءتعدیہ کے لئے ہے یا زائدہ ہے۔

(٤)قوله افعال المدح والذم الخ افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جن کو مدح یا ذم کے انشاء کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔افعال مدح وذم میں سے''نعم''اور''بئس''ہیں۔ان دونوں کے فاعل کے لئے یہ شرط ہے کہ یا تو معرف باللام ہو جیسے:''نِعْمَ الرّجل زیدٌ''،''نعم''،فعل مدح،''الرجل''فاعل،''زیدٌ''مخصوص بالمدح ہے۔اور یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے:''نِعمَ صاحب الرجل زیدٌ''،''نعم''،فعل مدح،اور''صاحب الرجل''مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل ہے اور''زیدٌ''مخصوص بالمدح ہے۔اور یا فاعل ایسی ضمیر مستتر ہو کہ جس کی تمیز یا تو نکرہ منصوبہ ہو جیسے:''نِعمَ رجلاً زیدٌ''،''نعم''،فعل مدح،اس میں ضمیر مستتر ممیّز''رجلاً''اس سے تمیز،ممیّز باتمیز ملکر فاعل فعل مدح کے لئے فاعل ہے اور''زیدٌ''مخصوص بالمدح ہے۔اور یا تمیز کلمۂ ما ہو جیسے:''فنعمّاھی،ای نعم شیئاًھی''۔

(۵)قولہ وبعدذالک المخصوص الخ افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد آنے والے اسم کومخصوص بالمدح یامخصوص بالذم کہتے ہیں ،اس کی ترکیب دوطرح سے ہوسکتی ہے (۱) کہ مخصوص بالمدح مبتداء ہواور ماقبل جملہ اس کی خبرہو(۲)مخصوص بالمدح مبتداءمحذوف کی خبرہوپس ''نعم الرجل زیدٌ'' کی تقدیر''نعم الرجل ھو زیدٌ''ہوگی۔اور ماقبل جملہ علیحدہ مستقبل جملہ فعلیہ ہو۔مخصوص بالمدح کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ فعل مدح کے فاعل کے ساتھ تذکیر،تانیث،تثنیہ،جمع میں موافق ہو،جیسے:''نعم الرجل زیدٌ،نعم الرجلان الزیدان،نعم الرجال الزیدون،بئست المرأة ھندٌ،بئست المرأتان الھندان الخ''۔یہ بھی جائز ہے کہ تانیث کی صورت میں علامتِ تانیث نہ لائی جائے جیسے:''نعم المرأة ھند،بئس المرأة ھند''،کیونکہ افعال مدح وذم غیرمتصرف ہیں ان کی گرادنیں نہیں آتیں لہذا حرف کے مشابہ ہوکران میں تائے تانیث لگانا درست نہیں۔

(٦)قولہ وبئس مثل القوم الخ. سوال یہ ہے کہ ﴿بئسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِینَ کَذَّبُوْا ﴾ میں ''الّذین کذّبوا''مخصوص بالذم ہےاورجمع ہے جبکہ''مثل القوم''فاعل مفرد ہےلہذادونوں میں مطابقت نہیں پائی جارہی ہے۔جواب یہ ہے کہ مذکورہ مثال یااس جیسی دوسری مثالیں متاوّل ہیں،یوں کہ''مثل الذین''سے پہلے لفظ مثل محذوف ہے''ای بئس مثل القوم مثل الّذین کذّبوا''لہذا فاعل اورمخصوص بالذم دونوں مفرد ہیں۔یایوں جواب دیا جائے کہ''الّذین کذّبوا''مخصوص بالذم نہیں بلکہ''القوم''کے لئے صفت ہے مخصوص بالذم محذوف ہے تقدیری عبارت ہے''بئس مثل القوم الذین کذّبوا امثلھم''لہذا فاعل اورمخصوص بالذم دونوں جمع ہیں۔

(۷)قولہ وقدیحذف المخصوص الخ یعنی کبھی مخصوص بالمدح اورمخصوص بالذم قرینہ قائم ہونے کے وقت حذف کیاجاتا ہے،جیسے:﴿نعمَ العبد،ای نعم العبدایّوب﴾ حذف پرقرینہ یہ ہے کہ یہاں حضرت ایوب کاقصہ بیان ہورہا ہے۔دوسری مثال قول باری تعالیٰ ہے﴿فَنِعمَ الْماھِدُوْن ای فنحن نعم الماھدون ﴾ یہاں قرینہ یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے افعال کاذکر ہےلہذا یہاں بھی اللہ تعالیٰ ہی مراد ہے۔

(۸)قولہ وساء مثل الخ یعنی افعال ذم میں سے''ساء''کاوہی حکم ہے جو''بئس''کا ہے یعنی جوتفصیل''بئس''کی گذرچکی وہی تفصیل''ساء''کی بھی ہے،جیسے:''ساء الرجل زیدٌ''۔

(۹)قولہ ومنھاحبذاالخ افعال مدح میں سے''حبّذا''ہےاس میں''حبّ''فعل اور''ذا''فاعل ہے،اوراس صیغہ میں کسی قسم کاتغیرنہیں آتاہےخواہ اس کامخصوص بالمدح مفرد ہو یاجمع،مذکرہو یامؤنث،جیسے:''حبّذازیدٌ،حبّذاالزیدان،حبّذاالزیدون،حبّذاھند''۔اس کے مخصوص بالمدح کاوہی اعراب ہے جو''نعم''کےمخصوص بالمدح کا ہے یعنی جودووجہ''نعم''کےمخصوص بالمدح میں جاری ہوئی تھیں وہی دووجہ''حبّذا''کےمخصوص بالمدح میں بھی جاری ہوتی ہیں۔

(۱۰)قولہ ویجوزان یقع قبل المخصوص الخ یعنی''حبّذا''کےمخصوص بالمدح سے پہلے یااس کے بعدتمیزیاحال

کالانا جائز ہے ، مذکورہ تمیزاور حال افراد، تثنیہ، جمع ،تذ کیراور تانیث میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہوں گے ،تمیزمقدم کی مثالیں جیسے:''حبّذار جلاًزید،حبّذار جلین الزیدان،حبّذار جالاً الزیدون،حبّذاامرأۃًھند الخ ''تمیزمؤخر کی مثالیں جیسے:''حبّذازیدٌر جلاً،حبّذاالزیدان رجلین الخ ''۔حال مقدم کی مثالیں جیسے:''حبّذارا کباًرجلٌ،حبّذارا کبین رجلان،حبّذارا کبین رجالٌ ''،حال مؤخر کی مثالیں جیسے:''حبذازیدرا کباً،حبّذاالزیدان را کبین،حبّذالزیدون را کبین ''۔

درس نمبر۱۷٦

(۱)الحرف مادلّ علی معنی فی غیرہ ومن ثمّ احتاج فی جزئیّتہ الی اسم اوفعل (۲)حروف الجرماوضع للافضاء بفعل اومعناہ الی مایلیہ وھی من والی وحتی وفی والباء واللام وربّ وواوھاواو القسم وباءہ وتاءہ وعن وعلی والکاف ومذومنذوخلاوعداوحاشا(۳)فمن للابتداء(٤)والتّبیین(٥)والتبعیض(٦)وزائدۃً فی غیرالموجب خلافاًللکوفیین والاخفش وقدکان من مطرٍوشبھہ متأوّل

ترجمہ:۔حرف وہ کلمہ ہے جودلالت کرے ایسے معنی پر جواس کے غیر میں پایا جائے ،اوروہ اپنے جزء بننے میں محتاج ہےاسم یافعل کی طرف،حروف جروہ حروف ہیں جوضع کئے گئے ہیں فعل کو یااس کے معنی کواپنے مدخول کی طرف لے جانے کے لئےاوروہ حروف جر''من،الی،حتی،فی،باء،لام،ربّ،واوِربّ،واوِقسم،باءِقسم،تاءِ قسم،عن،علی،کاف،مذ،منذ،خلا،عدا،حاشا ''ہیں پس منْ ابتداء،بیان اورتبعیض کے لئے آتا ہےاورکلام غیرموجب میں زائداس میں کوفیوں اوراخفش کااختلاف ہے،اور''قدکان من مطرٍ ''اوراس کے مشابہ مثالوں میں تاویل کی گئی ہے۔

(۱)قولہ الحرف مادلّ الخ مصنفؒ کلمہ کی تین قسموں (اسم،فعل،حرف) میں سے تیسری قسم کے بیان کوشروع فرمارہے ہیں،سب سے پہلے حرف کی تعریف فرمائی ہے کہ حرف وہ کلمہ ہے جواس معنی پردلالت کرتا ہے جواس کے غیرمیں پایاجاتا ہے۔تعریف میں ما سے مرادکلمہ ہے کیونکہ کلمہ مقسم ہےاوراسم،فعل،حرف اقسام ہیں اورمقسم اقسام کی تعریفات میں معتبرہوتا ہے،اور''دلّ علی معنی فی غیرہ ''سےاسم اورفعل خارج ہوجاتے ہیں کیونکہ اسم اورفعل معنی فی نفسہ پردلالت کرتے ہیں۔چونکہ حرف کامعنی مستقل نہیں اس لئے کلام کے لئے مستقل جزء ہونے میں اسم اورفعل کامحتاج ہے یعنی حرف بذات خودکلام کے لئے مستقل جزء (یعنی محکوم علیہ یامحکوم بہ)نہیں ہوسکتاجب تک کہ اس کے ساتھ اسم یافعل نہ ملایاجائے۔

حروف کی دوقسمیں ہیں،عاملہ،غیرعاملہ۔عاملہ کی پھردوقسمیں ہیں،عاملہ فی الاسم،عاملہ فی الفعل ۔عاملہ فی الاسم کی سات قسمیں ہیں(۱)حروف جارہ(۲)حروف مشبہ بالفعل(۳)حروف استثناء (۴)حروف ندا (۵)ماولا مشبّھتین بلیس(٦)لاءِ نفی جنس(۷)واو،بمعنی مع۔آخری تین قسموں کاذکر چونکہ ماقبل میں ہوچکا ہے اس لئے مصنفؒ نے ان کو یہاں ذکرنہیں کیا ہے۔حروف عاملہ فی الفعل کی دوقسمیں ہیں،حروف ناصبہ،حروف جازمہ۔ان دوقسموں کاچونکہ بحثِ فعل میں ذکرہوچکا ہےاس لئے مصنفؒ یہاں ان

کو ذکر نہیں کیا ہے۔

(۲)قولہ وحروف الجر ماوضع الخ پھر مصنفؒ نے کثرت کی وجہ سے حروفِ جارہ کو دیگر حروف سے مقدم کیا ہے کیونکہ العزّۃ للتکاثر ۔فرماتے ہیں حروف جارہ وہ ہیں جن کو اس لئے وضع کیا گیا ہو کہ وہ فعل یا معنیٰ فعل کو اس شی تک پہنچائیں جس کے ساتھ یہ ملے ہوئے ہیں جیسے:''مررت بزید''۔حروف جارہ مصنفؒ نے انیس شمار کئے ہیں یعنی ''من ،الی ،حتی ،فی ،الباء ،اللام ،ربّ ،واو ،واو قسمیہ ،باء قسمیہ ،تاء قسمیہ ،عن ،علی ،کاف ،مذ ،منذ ،خلا ،عدا ،حاشا ''،انیس شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مصنفؒ نے باء اور واؤ کی دو دو قسمیں ذکر کی ہیں یعنی باء قسمیہ اور باء غیر قسمیہ ،واؤ قسمیہ اور واؤ غیر قسمیہ۔

(۳)قولہ فمن للابتداء الخ یہاں سے مصنفؒ حروفِ جارہ کی تفصیل بیان کررہے ہیں ،فرماتے ہیں کہ ''من'' ابتداءِ غایت کے لئے آتا ہے خواہ ابتداء مکانی ہو جیسے:''سرتُ من البصرۃ الی الکوفۃ''،میں''من''نے سیر کی ابتداء جس مکان سے ہوئی ہے اس کو بیان کیا ہے ،یا ابتداء زمانی ہو جیسے:''صمت من یوم الجمعۃ''،میں''من''نے صوم کی ابتداء جس زمانے سے ہوئی ہے اس کو بیان کیا ہے۔''من'' ابتدائیہ کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد الیٰ حرفِ جر یا جو بمعنی الیٰ ہو لانا صحیح ہوتا ہے۔

(٤)قولہ والتبیین ۔اور''من''تبیین کے لئے بھی آتا ہے یعنی امر مبہم کی وضاحت کے لئے آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کے ارشاد﴿فاجتنبوا الرجسَ من الاوثان﴾ میں''من''بیانیہ ہے یعنی''الرجس''امر مبہم تھا''من الاوثان''اس کے لئے بیان واقع ہوا ہے۔''من''بیانیہ کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ میں اسم موصول رکھنا صحیح ہوتا ہے۔

(۵)قولہ والتبعیض ۔''من''تبعیض کے لئے بھی آتا ہے۔''من''تبعیضیہ وہ ہے جو اپنے بعض مدخول کو فعل کے لئے مفعول بنادے جیسے:''اخذتُ من الدّراھم ای اخذتُ بعض الدّراھم''۔''من''تبعیضیہ کی علامت یہ ہے کہ ایسے من کی جگہ لفظ بعض استعمال کرنا بھی درست ہوتا ہے۔

(٦)قولہ وزائدۃ فی غیر الموجب الخ ''من''زائدہ بھی ہوتا ہے،من زائدہ وہ ہے جس کے حذف کرنے سے کلام کے مقصودی معنی میں خلل واقع نہ ہوتا ہو جیسے:''ماجاء نی من احدٍ''میں''من''زائدہ ہے اس کو گرانے سے مقصودی معنی میں کوئی خلل نہیں آتا۔بصریوں کے نزدیک''من''صرف کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے،جبکہ اخفش اور کوفیوں کی رائے یہ ہے کہ''من'' کلام موجب وغیر موجب ہر دو میں زائد ہوتا ہے۔اخفش اور کوفیین عرب کے قول''قد کان من مطرٍ''سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ کلام موجب ہے پھر بھی اس میں''من''زائدہ ہے اصل میں''قد کان مطرٌ''ہے۔مصنفؒ جواب دیتے ہیں کہ اس طرح مثالیں متاوّل ہیں یعنی اس میں''من''زائدہ نہیں بلکہ تبعیضیہ ہے''ای قد کان بعض مطر''۔

☆ ☆ ☆

درس نمبر۱۷۷

(۱)والیٰ لانتهاء وبمعنی مع قلیلاً(۲)وحتی کذالک وبمعنی مع کثیراًویختص بالظاهر خلافاًللمبرّد(۳)وفی للظرفیّة وبمعنی علی قلیلاً(٤)والباء للالصاق والاستعانة والمصاحبة والمقابلة والتعدیة والظرفیةوزائدة فی الخبرفی الاستفهام والنفی قیاساًوفی غیره سماعاًنحوبحسبک زیدٌ والقیٰ بیده(۵)واللام للاختصاص والتعلیل وبمعنی عن مع القول وزائدةٌبمعنی الواو فی القسم للتعجب(٦)وربّ للتقلیل ولهاصدرالکلام مختصّة بنکرةٍموصوفةٍ علی الاصحّ وفعلهاماضٍ محذوف غالباًوقدتدخل علی مضمرمبهم ممیّزبنکرةٍمنصوبة والضمیرمفردمذکّرخلافاًللکوفیین فی مطابقة التمییز(۷)وتلحقهامافتدخل علی الجمل(۸)وواوهاتدخل علی نکرة موصوفةٍ

ترجمہ:۔اورالیٰ انتہاء کے لئے آتا ہےاورمع کے معنی میں کمی ساتھ،اورحتیٰ اسی طرح ہےاوربمعنی مع کثرت سے آتا ہےاورحتیٰ اسم ظاہر کےساتھ خاص ہے مبرد کا اختلاف ہےاورفی ظرفیت کے لئے اورعلی کے معنی میں کمی کے ساتھ آتا ہےاورباء الصاق،استعانت اورمصاحبت کے لئے آتی ہےاورمقابلہ اورتعدیہ اورظرفیت کے لئے آتی ہےاورباءاس خبرمیں زائد ہوتی ہے جواستفہام میں پائی جائے اوراس خبرمیں جونفی میں پائی جائے اور یہ قیاس کے مطابق ہےاورغیرخبرمیں زائد ہونا سماعی ہے جیسے:’’بحسبک زیدٌ‘‘،اور’’القیٰ بیده‘‘میں،اورلام اختصاص اورتعلیل کے لئے آتا ہےاوربمعنی عن قول کے ساتھ اورزائد ہوتا ہےاورواو کے معنی میں جب ایسی قسم میں ہوجوتعجب کے لئے ہو،اورربّ تقلیل کے لئے آتا ہےاوراس کے لئے صدارتِ کلام ہےاور یہ نکرہ کے ساتھ خاص ہے جونکرہ موصوفہ ہوصحیح قول کے مطابق،اوراس کافعل ماضی ہوتا ہےاورغالباً محذوف ہوتا ہےاورکبھی داخل ہوتا ہے ضمیرمبہم پرجس کی تمیزکسی نکرہ منصوبہ سے لائی گئی ہواورضمیرمفردمذکرہوتی ہے ضمیرتمیز کے مطابق لانے میں کوفیوں کا اختلاف ہے اورربّ کے ساتھ مالاحق ہوتا ہے پس اس وقت جملوں پرداخل ہوتا ہےاورربّ کاواواس نکرہ پرداخل ہوتا ہے جس کی صفت لائی گئی ہو۔

(۱)قولہ والیٰ لانتهاء الخ حروفِ جارہ میں سے دوسراحرف الیٰ ہے،الیٰ انتہاءغایت کے لئے آتا ہےخواہ انتہاءزمانہ کی ہوجیسے:﴿اتمّوا الصّیامَ الیٰ اللیل﴾یاانتہاءمکان کی ہوجیسے:’’سرت من البصرة الیٰ الکوفة‘‘۔الیٰ،مع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مگر یہ استعمال کم ہے جیسے﴿لاتاْکلوااموالکم الی اموالِکم ای مع اموالِکم﴾۔

(۲)قولہ وحتی کذالک الخ حروفِ جارہ میں سے تیسراحرف’’حتیٰ‘‘ ہے یہ بھی الیٰ کی طرح انتہاءغایت کے لئے آتا ہے جیسے:’’سرتُ حتی ادخل البلد‘‘۔دونوں میں فرق یہ ہے کہ حتیٰ،مع کے معنی میں بکثرت مستعمل ہے جبکہ الیٰ،مع کے معنی میں بہت کم استعمال ہوتا ہے۔نیزحتیٰ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے اسم ضمیر پرداخل نہیں ہوتا جبکہ الیٰ اسم ضمیر پربھی داخل ہوتا ہے جیسے:’’ذهبت الی زیدٍ،ذهبت الیه‘‘۔البتہ امام مبرد کااس میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں،حتیٰ اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ضمیر پربھی داخل

ہوتا ہے۔

(۳)قوله وفی للظرفية الخ حروفِ جارہ میں سے چوتھا حرف ''فی'' ہے، جوکہ ظرفیت کے لئے آتا ہے یعنی ''فی'' اپنے مدخول کو کسی شیٔ کے لئے ظرف بناتا ہے، خواہ ظرف حقیقۃً ہو یا مجازاً۔ حقیقۃً جیسے: ''الماء فی الکوز'' میں ''الکوز'' حقیقۃً ظرف ہے، اور حکماً جیسے: ''النجاة فی الصدق'' میں ''الصدق'' مجازاً ظرف ہے۔ اور ''فی'' بمعنی ''علی'' بھی استعمال ہوتا ہے مگر یہ استعمال قلیل ہے جیسے ﴿ولاصلّبنّکم فی جُذوعِ النخل ای علی جذوع النخل﴾ (میں تم کو ضرور سولی دونگا کھجور کے تنوں پر)۔

(٤)قوله والباء للالصاق الخ حروفِ جارہ میں سے پانچواں حرف ''باء'' ہے، جوکہ کئی معانی میں استعمال ہوتی ہے (۱) الصاق کے معنی میں استعمال ہوتی ہے یعنی اپنے مدخول کے ساتھ کسی شیٔ کو جوڑنے کے لئے آتی ہے، خواہ یہ اتصال حقیقی ہو جیسے: ''به داءٌ'' یا مجازی ہو جیسے: ''مررت بزيدٍ، ای التصق مروری بمکان يقرب منه زيد''۔ (۲) استعانت کے لئے آتی ہے یعنی اپنے مدخول کو صدورِ فعل میں اپنے فاعل کا معاون بناتی ہے جیسے: ''کتبت بالقلم'' میں صدورِ کتابت کے لئے قلم کو معاون بنایا گیا ہے۔ (۳) مصاحبت کے لئے آتی ہے یعنی اپنے مدخول کو ماقبل مفعول کے ساتھ فعل کا اس پر واقع ہونے میں شریک کردیتی ہے جیسے: ''اشتريت الفرس بسرجه'' میں سرج کو وقوعِ فعل (یعنی اشتراء) میں فرس کے ساتھ شریک کردیا ہے یعنی جس طرح کہ ''اشتریت'' فرس پر واقع ہے اسی طرح سرج پر بھی واقع ہے۔

(۴) مقابلہ کے لئے آتی ہے یعنی اپنے مدخول کو دوسری شیٔ کا عوض بنادیتی ہے جیسے: ''اشتريت الجارية بالفرس'' (میں نے باندی گھوڑے کے عوض خریدی) (۵) تعدیہ کے لئے آتی ہے یعنی فعل لازم کو متعدی کرنے کے لئے آتی ہے جیسے: ''ذهبت بزيدٍ ای اذهبته'' (٦) ظرفیت کے لئے آتی ہے یعنی اپنے مدخول کو کسی شیٔ کے لئے ظرف بناتی ہے جیسے: ''صلّيتُ بالمسجد ای فی المسجد'' (۷) باء زائدہ بھی ہوتی ہے، پھر تین مقامات پر قیاساً زائدہ ہوتی ہے (۱) ہل استفہامیہ کے مدخول کی خبر کے شروع میں زائدہ ہوتی ہے جیسے: ''هل زيدٌ بقائمٍ'' (۲) لیس کی خبر پر باء زائدہ ہوتی ہے جیسے: ''ليس زيدٌ بقائمٍ'' (۳) مامشبہ بلیس کی خبر پر باء زائدہ ہوتی ہے جیسے: ''ما زيدٌ بقائمٍ''۔ ان تین مقامات کے علاوہ میں باء سماعاً زائدہ ہوتی ہے، خواہ باء کی یہ زیادتی مرفوع میں ہو جیسے: ''بحسبک زيدٌ''، میں باء زائدہ مبتدأ پر داخل ہے، یا منصوب میں ہو، جیسے: ''القیٰ بيدهٖ'' میں باء زائدہ مفعول پر داخل ہے۔

(۵)قوله واللام للاختصاص الخ حروفِ جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے، لام بھی کئی معانی کے لئے آتا ہے (۱) اختصاص کے لئے یعنی کسی شیٔ کو اپنے مدخول کے ساتھ خاص کردینے کے لئے آتا ہے، جیسے: ''المال لزيد'' میں لام نے مال کو زید کے ساتھ خاص کردیا ہے۔ (۲) تعلیل کے لئے یعنی اپنے مدخول کو کسی شیٔ کے لئے علت بنادیتا ہے جیسے: ''ضربته للتاديب'' میں لام نے تادیب کو ضرب کے لئے علت بنادیا ہے۔ (۳) لام قول کے ساتھ عن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے: ''قلتُ لزيدٍ ای قلت عن زيدٍ'' (۴) لام زائدہ ہوتا ہے، جس کے حذف کرنے سے مقصودی معنی میں خلل نہیں آتا ہے، جیسے: ''ردف لکم ای

رِدفکم ''(۵)لام واو کے معنی میں اس قسم میں آتا ہے جو قسم تعجب کے لئے ہو، جیسے:''لـلّٰـه لایـؤخـر الاجل ای واللّٰـه لایؤخر الاجل ''۔

(۶)قولـه وربّ للتقلیل الخ حروفِ جارہ میں سے ساتواں حرف رُبّ ہے، رُبّ تقلیل کے لئے وضع ہوا ہے، لیکن اکثر یہ کثرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے:''ربّ رجلٍ کریمٍ لقیته ''(میں بہت سے کریم لوگوں سے ملا)۔ربّ کی کئی خصوصیات ہیں(۱)ربّ صدارتِ کلام چاہتا ہے یعنی میں شروع کلام میں ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔(۲)اصح مذہب کے مطابق ربّ ہمیشہ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے، البتہ اس میں فراء اور اخفش کا اختلاف ہے۔(۳)ربّ جس فعل کے ساتھ متعلق ہوتا ہے وہ فعل ماضی ہوتا ہے اور اکثر وبیشتر قرائن کے پائے جانے کی وجہ سے محذوف ہوتا ہے، جیسے:''ربّ رجلٍ کریم،ای ربّ رجل کریم لقیته ''، یہاں قرینہ یہ ہے کہ یہ درحقیقت سائل کے سوال کا جواب ہے گویا سائل نے سوال کیا کہ''مالقیتَ رجلاً ''، جس کے جواب میں آپ نے کہا''ربّ رجل کریم ای ربّ رجل کریم لقیته ''۔(۲)ربّ بعض اوقات ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے، اس وقت شرط یہ ہے کہ اس کے بعد نکرہ منصوبہ اس کی تمیز واقع ہو، اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز تثنیہ ہو یا جمع ہو یا مونث ہو جیسے:''ربّـه رجلاً،ربّـه رجلین ،ربّـه رجـالا،ربّـه امـرأةً ''۔البتہ کوفیوں کے نزدیک یہ ضمیر تمیز کے مطابق ہوگی جیسے:''ربّـه رجلاً،ربّهمارجلین،ربهم رجالاً''۔

(۷)قولـه وتـلحقهاما الخ کبھی ربّ کے ساتھ ما کافہ ملحق ہوتا ہے اس صورت میں ربّ عمل نہیں کرے گا، اور اس صورت میں ربّ جملہ پر داخل ہوتا ہے، جیسے﴿ربّمایودّالّذینَ کفروا﴾۔

(۸)قولـه وواوهـاتـدخـل الخ حروف جارہ میں سے ایک حرف واؤ بمعنی ربّ ہے، ایسا واو نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے ،جیسے:''وبـلـدةٍ لیس بهـاانیسٌ ''(بہت سے ایسے شہر ہیں کہ اس میں کوئی دوست نہیں)، واؤ بمعنی ربّ کا متعلق فعل ماضی ہوتا ہے اور اکثر محذوف ہوتا ہے، البتہ واؤ بمعنی ربّ ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتا۔

درس نمبر۱۷۸

(۱)وواوالقسم انماتکون عندحذف الفعل لغیرالسوال مختصّة بالظاهر(۲)والتاء مثلهامختصة باسم اللّٰه تعالیٰ والباء اعمّ منهمافی الجمیع(۳)ویتلقی القسم باللام وانّ وحرف النفی وقدیحذف جوابه اذااعترض اوتقدّمه مایدلّ علیه(٤)وعن للمجاوزة(٥)وعلی للاستعلاء وقدیکونان اسمین بدخول من (٦)والکاف للتشبیه وزائدة وقدتکون اسماًوتختص بالظاهر(۷)ومذومنذللزمان للابتداء فی الماضی والظرفیة فی الحاضرنحومارأیت مذشهرناومنذیومنا(۸)وحاشاوعداوخلاللاستثناء،(۹)الحروف المشبة بالفعل وهی انّ واَنّ وکأنّ ولکنّ ولیت ولعلّ ولهاصدرالکلام سوی اَنّ فهی بعکسها(۱۰)وتلحقهامافتلغی علی الافصح وتدخل حینئذٍعلی

الافعال(۱۱)فانّ لایغیّرمعنی الجملة وانّ مع جملتهافی حکم المفرد ومن ثمّ وجب الکسرفی موضع الجمل والفتح فی موضع المفرد فکسرت ابتداءً وبعد القول والموصول

ترجمہ:۔اور واوقسم کا استعمال ہوتا ہے جبکہ فعل قسم محذوف ہو،اور سوال کے لئے نہ ہواور وہ اسم ظاہر پر داخل ہونے کے لئے خاص ہے اور تاء واو کی طرح اللہ تعالیٰ کے نام پر داخل ہونے میں خاص ہے اور عام ہے ان دونوں سے تمام صورتوں میں اور ملائی جاتی ہے قسم لام،انّ اور حرف نفی کے ساتھ،اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے اس کا جواب جب درمیان میں ہو یا اس سے پہلے ایسی چیز مذکورہ ہو چکی ہو جو اس پر دلالت کرتی ہے،اور عن تجاوز کرنے کے معنی میں آتا ہے،اور علی استعلاء کے لئے آتا ہے اور کبھی کبھی دونوں اسم ہوتے ہیں من کے داخل ہونے کی وجہ سے،اور کاف تشبیہ کے لئے آتا ہے اور زائدہ ہوتا ہے اور کبھی اسم ہوتا ہے اور خاص ہے اسم ظاہر کے ساتھ اور مذ،منذ زمانہ کے لئے آتے ہیں،ماضی میں ابتداء کے لئے اور حاضر میں ظرفیت کے لئے جیسے ''مارأیت مذشھرنا''اور''مذیومنا''،اور حاشا،عدا،خلاءاستثناء کے لئے آتے ہیں،حروف مشبہ بالفعل وہ ''انّ،اَنّ،کأنّ،لکنّ،لیت،لعلّ''ہیں اور ان کے لئے صدارتِ کلام ہے سوائے اَنّ کے کہ وہ ان کے برعکس آتا ہے اور لاحق ہوتا ہے ان سے ماپس وہ ملغی ہو جاتا ہے فصیح کے مطابق،اور داخل ہوتے ہیں وہ اس وقت افعال پر،پس انّ جملہ کے معنی کو نہیں بدلتا اور انّ اپنے جملہ کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور اسی وجہ سے کسرہ واجب ہے،جملوں کی جگہ میں اور فتحہ ضروری ہے مفرد کے موضع میں پس ان کو ابتداء کی وجہ سے کسرہ دیا جاتا ہے اور قول اور موصول کے بعد بھی۔

(۱)قولہ وواو القسم الخ حروفِ جارہ میں سے ایک حرف واوقسمیہ ہے،واوقسمیہ جس فعل کے ساتھ متعلق ہوتا ہے کثرتِ استعمال کی وجہ سے وہ فعل ہمیشہ محذوف ہوتا ہے لہذا''اقسمتُ واللّٰہ لافعلنّ کذا''کہنا درست نہیں۔واوقسمیہ سوال پر داخل نہیں ہوتا لہذا''واللہ اخبرنی''کہنا درست نہیں۔نیز واوقسمیہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے ضمیر پر کبھی داخل نہیں ہوتا۔

(۲)قولہ والتاء مثلھاالخ. حروفِ جارہ میں سے ایک حرف تاءقسمیہ ہے،جو واو کی طرح قسم کے لئے آتی ہے اور اس کا فعل بھی ہمیشہ محذوف ہوتا ہے اور واو کی طرح یہ بھی سوال پر داخل نہیں ہوتی۔البتہ تاء قسمیہ صرف لفظِ اللہ پر داخل ہوتی ہے،لہذا''تالرحمان''کہنا درست نہیں۔

حروفِ جارہ میں سے ایک باء جارہ بھی ہے،باء،واو اور تاء سے مذکورہ بالا تمام امور کے اعتبار سے عام ہے یعنی اس میں فعل قسم مذکور بھی ہوتا ہے اور محذوف بھی،اسی طرح باء سوال پر بھی داخل ہوتی ہے،اور اسم ظاہر و مضمر دونوں پر داخل ہوتی ہے،جیسے:''اُقسمُ باللّٰہ لافعلنّ کذا،وبک لافعلنّ کذا''۔

(۳)قولہ ویتلقی القسم الخ جواب قسم پر کبھی لام تاکید داخل ہوتا ہے،کبھی انّ،اور کبھی حرفِ نفی(مراد ما اور لا ہیں)داخل ہوتا ہے جیسے:''واللّٰہ لَاَفعلنّ کذا،واللّٰہ انّ زیداً لقائمٌ،واللہ مازیدٌبقائمٍ،واللہ لایقوم

زیــــدٌ ''۔اور جب قسم ایسے جملہ کے درمیان یابعدواقع ہوجوجوابِ قسم پر دلالت کرتا ہوتو اس صورت میں جوابِ قسم محذوف ہوتا ہے جیسے:''زیدٌوالـلّٰہ قائمٌ ای زیدٌو اللّٰہ قائم زیدٌقائمٌ،زیدٌقائمٌ و اللّٰہ ای زیدٌقائم و اللّٰہ زیدٌقائمٌ ''چونکہ جوابِ قسم،قسم کے بعد ہوتا ہےاس لئے جملہ قسمیہ میں مذکور''زیدٌقائمٌ ''جوابِ قسم نہیں بلکہ دال بر جواب قسم ہے۔

(٤)قولہ وعن للمجاوزۃ الخ حروفِ جارہ میں سے''عن ''ہے،جومجاوزت کے لئے آتا ہے،پھر مجاوزت تین طرح ہوتی ہے(۱) مجاوزعن کے مدخول سے زائل ہوکردوسری شی تک پہنچ جائے،جیسے:''رمیتُ السّھمَ عن القوس الی الصید ''(میں نے تیر پھینکا کمان سے شکار کی طرف)(۲) مجاوزعن کے مدخول سے زائل ہوئے بغیر دوسری شی کی طرف پہنچ جائے،جیسے:''اخذتُ عنہ العلم ''(میں نے اس سے علم لے لیا)۔(۳)عن کے مدخول سے وصول ہوئے بغیر زائل ہوکردوسری شی تک پہنچ جائے،جیسے:''ادّیتُ الدّین عنہ الی زیدٍ ''(میں نے اس کی طرف سے دین زید کوادا کر دیا)۔

(٥)قولہ وعلی للاستعلاء الخ حروفِ جارہ میں سے''علی ''ہے،جوکہ استعلاء کے لئے آتا ہےیعنی کسی شی کواپنے مدخول کےاوپر کردیتا ہے،خواہ استعلاء حقیقی ہو،جیسے:''زیدٌعلی السطح ''(زید چھت کےاوپر ہے)،یا استعلاء مجازی ہو،جیسے:''علیہ دینٌ لی ''(اس کےاوپر میرا قرضہ ہے)۔کبھی عن اور علی اسم ہوتے ہیں اس وقت ان پرمن داخل ہوتا ہےجیسے:''مِنْ عن یمینی ''(میری داہنی طرف سے)اور''مِنْ علیہ ''(اس کےاوپر سے)۔

(٦)قولہ والکاف للتشبیہ الخ حروفِ جارہ میں سے ایک''کاف''ہے جوکہ تشبیہ کے لئے آتا ہےیعنی اپنے مدخول کوکسی دوسری شی کے لئے مشبہ بنادیتا ہے،جیسے:''زیدٌ کالاسد ''(زید شیر کی طرح ہے)،اورکاف زائدہ بھی ہوتا ہےجس کے حذف سے اصل معنی میں خلل نہ آتا ہو،جیسے:''لیسَ کمِثلہ شیٌٔ ای لیس مثلہ شیٌٔ ''۔اورکاف کبھی اسم ہوتا ہے،جیسے:''یضحکن عن کالبرد ای یضحکن عن اسنان مثل البرد ''(وہ ہنستی ہیں اولے جیسے دانتوں سے)،اوریہ کاف اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے ضمیر پرداخل نہیں ہوتا ہے،البتہ مبرد کااس میں اختلاف ہےوہ فرماتے ہیں کہ کاف ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے۔

(٧)قولہ ومذومنذللزمان الخ حروفِ جارہ میں سے''مذ''اور''منذ''ہیں یہ دونوں زمان کے لئے آتے ہیں،پھر اگران کامدخول زمانہ ماضی ہوتو یہ اول مدت بتانے کے لئے آتے ہیں،جیسے:''مارأیتہ مذیوم الجمعۃ ''یعنی میرے اس کونہ دیکھنے کے زمانے کی ابتداء جمعہ کے دن سے ہے،اوراگران کا مدخول زمانہ حال ہوتویہ فی کے معنی میں ہوکرظرفیت کے لئے آتے ہیں،جیسے:''مارأیتہ منذیومنا ''یعنی اس کومیرے نہ دیکھنے کادن یہ آج کادن ہے۔

(٨)قولہ وحاشاوخلاوعداالخ. حروفِ جارہ میں سے حاشا،خلااورعداہیں،یہ تینوں جارہ بھی ہیں اوراستثناء کے لئے بھی آتے ہیں،دونوں میں فرق اس طرح ہوگا کہ اگرجارہ ہوں توان کامدخول مجرور ہوگااوراگراستثناء کے لئے ہوں توان کامدخول منصوب ہوگاجیسے:''جاء نی القوم حاشا،خلا،عدازیدٍزیداً ''۔

(۹)**قولہ الحروف المشبہ بالفعل الخ** مصنفؒ حروفِ جارہ کے بیان سے فارغ ہوگئے تو حروفِ مشبہ بالفعل کے بیان کوشروع فرمایا۔حروفِ مشبہ بالفعل چھ ہیں''اِنّ ،اَنّ ، کَاَنّ، لٰکنّ ،لیت ،لعلّ ''۔ان حروف کومشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لفظاًومعنیً فعل کے مشابہ ہیں،لفظی مشابہت یہ ہے کہ یہ حروف فعل ماضی کی طرح مبنی برفتحہ ہوتے ہیں،اورمعنوی مشابہت یہ ہے کہ اِنّ اوراَنّ،حققتُ کے معنی میں ہیں اور کانّ، شبّہت کے معنی میں ہےاور لکنّ ،استدر کتُ کے معنی میں ہےاورلیت،تمنّیت کے معنی ہےاورلعلّ ،ترجّیت کے معنی میں ہے۔

حروف مشبہ بالفعل شروع کلام میں آتے ہیں تا کہ شروع ہی سے معلوم ہوکہ کس قسم کا کلام ہے تاکید پر مشتمل ہے استدراک پر مشتمل ہے یاتشبیہ وغیرہ پر مشتمل ہے،البتہ اَنّ دیگرحروفِ مشبہ بالفعل کے برعکس وسطِ کلام میں آتا ہے کیونکہ یہ اپنے مدخول کومفرد کےحکم میں کر دیتا ہےلہذا ضروری ہے کہ اس کا کسی دوسری شئ سے تعلق ہوتا کہ کلام تام ہو۔

(۱۰)**قولہ وتلحقھاماؔفتلغیٰ الخ** حروفِ مشبہ بالفعل کے آخر میں ما کافہ ملحق ہوتا ہے،اور یہ ما فصیح ترین لغت کے مطابق ان حروف کوعمل کرنے سے روک دیتا ہے،جیسے:﴿اِنّما انا بشرٌ مثلُکم﴾۔یہ حروف اسم پر داخل ہوتے ہیں مگر جب ان کے آخر میں ما کافہ لگ جائے تواس وقت یہ فعل پر داخل ہو سکتے ہیں جیسے:﴿اِنّما حَرّمَ علیکم المیتۃَ﴾۔

(۱۱)**قولہ فانّ لایغیر معنی الجملۃ الخ** مصنفؒ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہرایک کی تفصیل بیان کررہے ہیں،فرماتے ہیں!اِنّ مکسورہ جملہ کے معنی میں تغیر پیدانہیں کرتا جومعنیٰ''زیدٌقائمٌ'' کا ہےوہی معنیٰ''اِنّ زیداًقائمٌ'' کا بھی ہے،البتہ اس میں تاکیداورتحقیق کے معنی کا اضافہ کرتا ہے۔اوراَنّ مفتوحہ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا کر دیتا ہےیعنی اس کومفرد کے معنی میں کر دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جملہ کے موقع پر اِنّ مکسورہ اورمفرد کے موقع پر اَنّ مفتوحہ استعمال ہوتا ہے۔تین موقعوں پر اِنّ مکسورہ پڑھاجائے گا(۱) کلام کے شروع میں جیسے اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے﴿اِنّ اللّٰہ علی کلِّ شئٍ قدیرٌ﴾اس لئے کہ یہ جملہ کا موقع ہے کیونکہ تکلم بالمفردات مفید نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہےاور جملہ اِنّ مکسورہ کا مدخول ہے کیونکہ اَنّ مفتوحہ جملہ کومفرد کے معنی میں کر دیتا ہے(۲) باب قال،یقول کے بعدجیسے:''قال اِنّہ قائمٌ،یقول انّھابقرۃ '' کیونکہ قول کا مقولہ جملہ ہی ہوتا ہے(۳) موصول کے بعدجیسے:''جاء نی الّذی اِنّ اباہ قائمٌ'' کیونکہ موصول کا صلہ جملہ ہی ہوتا ہے۔

درس نمبر۱۷۹

(۱)وفتحت فاعلةً ومفعولةً ومبتداءً ومضافاًالیها وقالولو لاانّک لانّه مبتداء ولوانّک لانّه فاعلٌ(۲)وان جاز التقدیران جازالامران نحومن یکرمنی فانّی اکرمه،وع،اذاانّه عبدالقفاو اللهازم ،وشبهه(۳)ولذالک جازالعطف علی اسم المکسورة لفظاًوحکماًبالرفع دون المفتوحة(٤)ویشترط مضیّ الخبر لفظاًوتقدیراًخلافاًللکوفیین ولااثرلکونه مبنیاًخلافاًللمبرّدوالکسائی فی مثل انّک وزیدٌذاهبان(۵)ولکنّ کذالک(٦)ولذالک دخلت اللام مع المکسورة دونهاعلی الخبراوالاسم اذافصل بینه وبینهااوعلی مابینهما(۷)وفی لکن ضعیف(۸)وتخفف المکسورة فیلزمهااللام ویجوزالغائها

ترجمه:۔اورفتحہ دیاجاتا ہے فاعل،مفعول،مبتداءاورمضاف الیہ ہونے کے وقت میں اورنحوی کہتے ہیں''لو لاانّک'' کیونکہ وہ مبتداء ہےاور''لو انّک'' کہتے ہیں کیونکہ وہ فاعل ہے،اوراگردونوں تقدیریں جائز ہوں تو دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے''من یکرمنی فانّی اکرمه''اور''اذاانّه عبدالقفاو اللهازم''اوراس جیسی دوسری مثالوں میں اوراسی وجہ سےاِنّ مکسورہ کےاسم پرعطف جائز ہے لفظاًیاحکماًرفع کے ساتھ نہ کہ اَنّ مفتوحہ کےاسم پر،اورشرط ہےخبر کا گذرنالفظاًیاتقدیراًاس میں کوفیوں کااختلاف ہےاوراس کے مبنی ہونے کا کوئی اثرنہیں مبرداورکسائی کااختلاف ہے''انّک زیدٌذاهبان''جیسی مثالوں میں،اورحرفِ لکنّ بھی اسی طرح ہےاوراسی وجہ سے لام مکسورہ کے ساتھ داخل ہوتا ہےنہ کہ مفتوحہ کے ساتھ خبرپریااسم پرجبکہ اسم اورخبر کے درمیان فصل لایاجائےیااس چیز کے درمیان فصل لایاجائےجوان دونوں کے درمیان ہےاوریہ عمل لکنّ میں ضعیف ہےاوراِنّ مکسورہ میں تخفیف کردی جاتی ہےپس اس کولام لازم ہےاوراس کوملغٰی بنانا جائز ہے۔

(۱)**قوله وفتحت فاعلة الخ**. چھ موقعوں پراَنّ مفتوحہ پڑھاجائےگا(۱)جب اَنّ اپنے مدخولہ جملہ سے ملکرفاعل بن رہاہوتواَنّ مفتوحہ پڑھاجائےگا،جیسے:''بلغنی انّک منطلقٌ''میں''انّ منطلقٌ''کامجموعہ''بلغ''کافاعل ہےلہذااَنّ مفتوحہ ہوگا(۲)اَنّ اپنےمدخولہ جملہ سےملکرمفعول بن رہاہو،جیسے:''سمعتُ انّک ذاهبٌ''میں''انّک ذاهبٌ''کامجموعہ''سمعت''کامفعول ہےلہذااَنّ مفتوحہ ہوگا(۳)اَنّ اپنےمدخول کےساتھ ملکرمبتدأبن رہاہو،جیسے:''عندی انّک قائمٌ''میں''انّک قائمٌ''کامجموعہ مبتدأہےاور''عندی''خبرہے(۴)اَنّ اپنےمدخول کےساتھ ملکرمضاف الیہ بن رہاہوجیسے:''اعجبنی اشتهار انّک عالمٌ''میں''انّک عالمٌ''کامجموعہ''اشتهار''کامضاف الیہ ہےوجہ یہ ہےکہ یہ چاروں مفردہوتےہیں جبکہ اِنّ مکسورہ کامدخول جملہ ہوتاہے۔(۵)لولاکےبعداَنّ مفتوحہ ہوتاہے،جیسے:''لو لاانّک''کیونکہ لولاکےبعدمبتدأہوتاہےجومفردہونےکی وجہ سےاَنّ مفتوحہ کاموقع ہے(۶)لوکےبعداَنّ مفتوحہ ہوتاہےجیسے:﴿ولو انّهم اذظلمواای لوثبتَ انّهم اذظلموا﴾وجہ یہ ہےکہ لوشرطیہ فعل کوچاہتاہےپس اَنّ مفتوحہ اپنےجملہ کےساتھ ملکرفعل محذوف کافاعل ہوگااورفاعل مفردہونےکی وجہ سےاَنّ مفتوحہ کاموقع ہے۔

(۲)قولہ وان جاز التقدیران الخ. اگر کسی مقام پر مفرد اور جملہ دونوں کی تقدیر ہو سکتی ہو تو اس موقع پر اِنّ مکسورہ اور اَنّ مفتوحہ دونوں جائز ہوں گے، جیسے: ''من یکرمنی فانّی اکرمہ'' اس مثال سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں انّ فاء جزائیہ کے بعد واقع ہو تو اس کو مکسورہ اور مفتوحہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، انّ مکسورہ ہونے کی صورت میں یہ اِنّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر مکمل جملہ ہوگا اور یہ جملہ جزائیہ ہوگا۔ اور انّ مفتوحہ ہونے کی صورت میں اَنّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر مبتداء محذوف الخبر ہے یا خبر محذوف المبتداء ہے تقدیری عبارت ہے ''من یکرمنی فاکرامی ثابتٌ له اومن یکرمنی فجزائه اکرامی''۔ دوسری مثال شاعر کا شعر ہے: شعر: وکنت اری زیداً کماقیل سیداً : : اذاانّه عبدالقفاو اللهازم۔ (میں زید کو سردار سمجھتا تھا جیسے لوگ کہتے ہیں لیکن وہ تو گردن اور جبڑوں کا غلام ثابت ہوا، مراد یہ ہے کہ بہت سونے والا اور بہت کھانے والا ہے) مثال مذکور میں اگر ''انّه عبدالقفاء واللهازم'' کو پورا جملہ فرض کیا جائے تو اِنّ مکسورہ پڑھا جائے گا، اور اگر ''انّه عبدالقفاء واللهازم'' کو مبتداء مانا جائے اور خبر محذوف مان لیں تو اسے اَنّ مفتوحہ پڑھیں گے تقدیری عبارت ہوگی ''اذاعبودیته للقفاء واللهازم ثابتٌ''۔ مذکورہ شعر سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں انّ اپنے اسم و خبر کے ساتھ اذا مفاجاتیہ کے بعد واقع ہو۔

(۳)قوله ولذالک جاز العطف الخ. چونکہ اِنّ کلام کے معنی کو متغیر نہیں کرتا اور اس کا اسم محلاً مرفوع ہی ہوتا ہے اس لئے اِنّ کے اسم پر کسی اور اسم کا رفع کے ساتھ عطف جائز ہے، جیسے: ''اِنّ زیداً قائمٌ وعمروٌ''۔ پھر انّ عام ہے کہ لفظاً مکسور ہو یا حکماً، اِنّ حکماً سے مراد باب علمت کے بعد واقع ہونے والا اَنّ ہے جیسے: ''علمت اَنّ زیداً قائمٌ'' یہ انّ اگرچہ لفظاً مفتوح ہے لیکن حکماً یہ مکسور ہے وجہ یہ ہے کہ علمت دو مفعول چاہتا ہے اگر اس کو ہم اَنّ قرار دیں تو اَنّ چونکہ اپنے مدخول کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے لہذا یہ پورا جملہ مفرد کے حکم میں ہو کر علمت کا مفعول اول بنے گا مگر اس صورت میں مفعول ثانی موجود نہیں، لیکن جب ہم اسے اِنّ مکسورہ قرار دیں تو چونکہ اِنّ اپنے مدخول کے معنی کو متغیر نہیں کرتا لہذا یہ پورا جملہ دو مفعولوں کے قائم مقام ہوگا،، اس لئے یہاں اَنّ کو حکماً اِنّ قرار دیا ہے۔

(٤)قوله ویشترط مضیّ الخبر الخ. اِنّ کے اسم کے محل پر مذکورہ عطف کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ اِنّ کی خبر مذکورہ اسم معطوف سے مقدم ہو خواہ حقیقتاً مقدم ہو یا حکماً۔ حقیقتاً کی مثال ''اِنّ زیداً قائمٌ وعمروٌ'' ہے اس مثال میں اسم معطوف یعنی عمروٌ اِنّ کی خبر یعنی قائمٌ سے حقیقتاً مقدم ہے۔ اور حکماً کی مثال ''اِنّ زیداً وعمروٌ قائمٌ'' ہے اس مثال میں قائمٌ خبر ہے یہ اگرچہ اسم معطوف یعنی عمروٌ سے مؤخر ہے لیکن حکماً عمرو سے مقدم ہے اس لئے کہ اگر اسے حکماً عمرو سے مقدم نہ مانا جائے تو اس صورت میں یہ زیداً اور عمروٌ دونوں کے لئے خبر بنے گی حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ اس صورت میں پھر اس کو قائمان ہونا چاہئے تھا حالانکہ یہاں قائمٌ مفرد ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہ صرف زیداً کے لئے خبر واقع ہے نہ کہ زیداً اور عمرو دونوں کے لئے پس اس کی اصل ''اِنّ زیداً قائمٌ وعمروٌ قائمٌ'' ہے۔ مذکورہ شرط کی بناء پر ''اِنّ زیداً وعمروٌ ذاهبان'' کہنا جائز نہیں اس لئے کہ اس مثال میں عمرو کا عطف کیا گیا ہے زید پر اور ذاهبان ان دونوں

سے خبر واقع ہے اور یہ خبر حقیقتاً اور حکماً ہر دو اعتبار سے معطوف مذکور یعنی عمروٌ کے بعد واقع ہے لہذا انتفاءِ شرط کی وجہ سے یہ عطف جائز نہیں۔

کوفیوں کا مذکورہ شرط میں اختلاف ہے ان کے نزدیک مذکورہ اسم اِنّ کی خبر سے پہلے ہو یا بعد میں ہو ہر حال میں اِنّ کے اسم پر اس کو عطف کرنا جائز ہے لہذا ان کے نزدیک ''اِنّ زیداً وعمروٌ ذاھبان'' جائز ہے۔

پھر جمہور کے نزدیک اِنّ کا اسم اگر مبنی ہو تو اس کا مذکورہ شرط پر کوئی اثر نہ ہوگا یعنی مذکورہ شرط ہر حال میں ہے، خواہ اِنّ کا اسم معرب ہو یا مبنی ہو، جبکہ امام مبرد اور امام کسائی فرماتے ہیں کہ اگر اِنّ کا اسم مبنی ہو تو جوازِ عطف کے لئے مذکورہ شرط نہیں لہذا ان کے نزدیک ''انک وزیدٌ ذاھبان'' جائز ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

(۵) قولہ ولکن کذالک الخ. جس طرح کہ اِنّ کے اسم پر کسی دوسرے اسم کا رفع کے ساتھ عطف جائز ہے اسی طرح لکنّ کے اسم پر بھی مذکورہ عطف جائز ہے، جیسے ''جاء نی زیدٌ ولکنّ عمرواً غائبٌ وبکرٌ'' میں ''بکرٌ'' لکنّ کے اسم یعنی عمرواً پر معطوف ہے۔

(٦) قولہ ولذالک دخلت اللام الخ. جب یہ ثابت ہوا کہ اِنّ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا تو اِنّ کے اسم اور خبر وغیرہ پر لام تاکید کا داخل ہونا درست ہے کیونکہ اِنّ بھی جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے اور لام بھی جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے لہذا دونوں میں مناسبت موجود ہے، جبکہ اَنّ مفتوحہ کی خبر پر لام تاکید داخل نہیں ہوتا کیونکہ اَنّ مفتوحہ جملہ کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے لہذا اَنّ مفتوحہ اور لام تاکید میں مناسبت نہیں۔ اسی طرح لام تاکید اِنّ مکسورہ کے اسم پر داخل ہوتا ہے البتہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اسم اور اِنّ کے درمیان فصل واقع ہو، جیسے: ''اِنّ فی الدار لزیداً''۔ نیز اگر اِنّ کے اسم اور خبر کے درمیان خبر کا کوئی معمول فاصل آجائے تو اس صورت میں لام تاکید اس معمول پر داخل ہوگا، جیسے: ''اِنّ زیداً لطعامک اٰکلٌ'' (تحقیق کہ زید البتہ تیرا کھانا کھانے والا ہے) اس میں ''طعامک'' جو لام کا مدخول ہے خبر یعنی ''اٰکل'' کا مفعول ہے اور اس پر مقدم ہے۔

(۷) قولہ وفی لکنّ ضعیف. لکنّ کے اسم اور خبر وغیرہ پر لام تاکید کا داخل ہونا ضعیف ہے اس لئے کہ لکنّ کی لام تاکید کے ساتھ وہ مناسبت نہیں جو اِنّ اور لام تاکید کی ہے کیونکہ اِنّ تاکید کے لئے آتا ہے لکنّ تاکید کے لئے نہیں آتا۔

(۸) قولہ وتخفف المکسورۃ الخ. اِنّ مکسورہ کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے مخففہ بھی بنایا جا سکتا ہے اس وقت اس کی خبر پر لام تاکید لانا ضروری ہے تاکہ بصورتِ الغاء عن العمل اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں فرق ہو جائے۔ اِنْ مخففہ کو عمل دینا اور نہ دینا دونوں جائز ہیں کیونکہ تخفیف کی صورت میں اس کی فعل کے ساتھ مشابہت فوت ہو جاتی ہے۔

درس نمبر ۱۸۰

(۱)ویجوز دخولها علی فعل من افعال المبتداء خلافاً للکوفیین فی التعمیم(۲)وتخفّف المفتوحة فتعمل فی ضمیر شانٍ مقدّرٍ فتدخل علی الجمل مطلقاً وشذّ اعمالها فی غیره(۳)ویلزمها مع الفعل السین اوسوف اوقد اوحرف النفی(٤)وکأنّ للتشبیه وتخفّف فتلغی علی الافصح(۵)ولکنّ للاستدراک تتوسّط بین کلامین متغایرین معنی(٦)وتخفّف فتلغیٰ ویجوز معها الواو(۷)ولیت للتمنی واجاز الفرّاء لیت زیداً قائماً(۸)ولعلّ للترجّی(۹)وشذّ الجرّبها(۱۰)الحروف العاطفة وهی الواو والفاء وثمّ وحتی واَوْ واِمّا وامّا وامْ ولا وبل ولکنْ،فالاربعة الاُوَل للجمع فالواو للجمع مطلقاً لاترتیب فیها(۱۱)والفاء للترتیب وثمّ مثلها بمهلةٍ وحتیٰ مثلها(۱۲)ومعطوفها جزءٌ من متبوعه لیفید قوّة اوضعفاً

ترجمه:۔اور جائز ہے اس کا داخل ہونا اس فعل پر جو مبتداء کے افعال میں سے ہو،اس میں کوفیوں کا اختلاف ہے عام کرنے کی صورت میں،اور تخفیف کی جاتی ہے انّ مفتوحہ میں پس ضمیر شان میں جو کہ مقدر ہوتی ہے عمل کرتا ہے پس اس موقعہ پر جملوں میں مطلقاً داخل ہوتا ہے اور شاذ ہے اس کو عمل دینا اس کے علاوہ میں اور لازم ہے اس کو فعل کے ساتھ سین یا سوف یا قد یا حرف نفی،اور کأنّ تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی اس میں تخفیف کردی جاتی ہے پس عمل سے لغو کردیا جاتا ہے فصیح قول کے مطابق،لکنّ استدراک کے لئے آتا ہے اور دو کلاموں کے درمیان آتا ہے اور دونوں معناً متغائر ہوتے ہیں اور کبھی اس میں تخفیف کردی جاتی ہے پس ملغیٰ ہوجاتا ہے،اور لیت تمنّی کے لئے ہے اور فرّاء نے ''لیت زیداً قائماً'' جائز قرار دیا ہے،اور لعلّ ترجّی کے لئے آتا ہے اور اس کے ذریعہ جر دینا شاذ ہے،حروف عاطفہ اور وہ ''واو،فاء،ثمّ،حتی،اَوْ،اِمّا،امّا،امْ،لا،بل،لکنْ''پس پہلے چار مطلقاً جمع کا معنی دینے کے لئے آتے ہیں ان میں کوئی ترتیب نہیں ہوتی اور فاء عاطفہ ترتیب کے لئے آتا ہے اور ثم بھی اسی طرح ہے اور مہلت کے معنی میں بھی آتا ہے اور حتی اس کی طرح ہے اور اس کا معطوف اپنے متبوع کا جزء ہوتا ہے تاکہ فائدہ دے قوت اور ضعف کا

(۱)قوله ویجوز دخولها علی فعل الخ. اِنْ مخففہ کی چونکہ فعل کے ساتھ مشابہت ختم ہوجاتی ہے لہٰذا اب یہ افعال پر بھی داخل ہوسکتا ہے،پھر بصریین کے نزدیک صرف ان افعال پر داخل ہوسکتا ہے جو افعال مبتدأ اور خبر پر داخل ہوتے ہیں یعنی افعال ناقصہ اور افعال قلوب پر،جیسے:﴿وَانْ کَانَتْ لَکَبِیرَةً اِلَّا علی الخَاشِعِین.وَاِنْ نَظُنُّکَ لَمِن الکاذبین﴾۔کوفیوں کا اس تخصیص میں بصریین کے ساتھ اختلاف ہے یعنی کوفیوں کے نزدیک اِنْ مخففہ تمام افعال پر داخل ہوتا ہے افعال ناقصہ اور افعال قلوب کے ساتھ خاص نہیں۔

(۲)قوله وتخفف اَنّ المفتوحة الخ. اَنّ مفتوحہ کو بھی مخففہ بنانا جائز ہے اور یہ اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا بلکہ لازمی طور پر مقدّر ضمیر شان میں عمل کرتا ہے اس طرح کہ ضمیر شان اس کا اسم اور جو جملہ ضمیر شان کے لئے تفسیر واقع ہے وہ اس کی خبر ہے۔اَنْ مخففہ مطلقاً ہر طرح کے جملوں پر داخل ہوتا ہے،خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ،اور فعلیہ عام ہے خواہ ایسا فعل ہو جو مبتدأ خبر پر داخل ہوتا ہو یا ایسا فعل

نہ ہو۔اَنْ مخففہ مقدّر ضمیر شان میں عمل کرتا ہے،ضمیر شان کے غیر میں اگر کہیں اس کا عمل ثابت ہو جائے تو وہ شاذ ہے۔

(۳)قولہ ویلزمھامع الفعل السین الخ. اَنْ مخففہ اگر فعل پر داخل ہو تو اس وقت فعل پر سین،سوف،قد،حرف نفی میں سے کسی ایک کا دخول لازم ہوگا،جیسے:''عَلِمَ اَنْ سَیَکُونُ منکم مرضیٰ،اَنْ سوف یأتی کلُّ ماقُدِّرَ،لِیَعلَمَ اَنْ قدابلغوا رسالاتِ ربّھم،اَوَلایَرَوْنَ اَنْ لایَرجِعَ الیھم ''یہ اس لئے تا کہ اَنْ مخففہ اور اَنْ مصدریہ میں فرق ہو کیونکہ اَنْ مصدریہ کے بعد سین،سوف،قد میں سے کوئی ایک نہیں آتا ہے۔باقی حرف نفی اَنْ مصدریہ کے بعد بھی آتا ہے پس دونوں میں فرق یہ ہوگا کہ اَنْ مصدریہ کے بعد مذکور فعل منصوب ہوتا ہے جبکہ اَنْ مخففہ کے بعد منصوب نہیں ہوتا۔

(٤)قولہ و کأنّ للتشبیہ الخ. حروف مشبہ بالفعل میں سے''کأنّ''ہے۔کأنّ ایک شئ کو دوسرے شئ کے ساتھ تشبیہ دینے کے لئے آتا ہے جیسے:''کأنّ زیداًاسدٌ''،اور''کأنّ''کبھی مخففہ ہوتا ہے،فصیح لغت کے مطابق''کأنْ''مخففہ میں عمل نہیں کرتا جیسے شاعر کا شعر ہے:''کأنْ ثدیاہ حقان''(اس کی دونوں پستانیں دوڈبوں کی طرح ہیں)اگر''کأنْ''مخففہ عمل کرتا تو اس کے بعد مذکور فعل ''ثدییہ''ہوتا حالانکہ یہاں''ثدیاہ''ہے معلوم ہوا کہ''کأنْ''مخففہ عمل نہیں کرتا۔

(۵)قولہ ولکنّ للاستدراک الخ. حروف مشبہ بالفعل میں سے''لکنّ''ہے۔لکنّ استدراک کے لئے آتا ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کے لئے آتا ہے مثلاً کسی نے کہا''جاء زیدٌ''جس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ شاید عمرو بھی آیا ہو کیونکہ زید وعمرو میں الفت ہے ہمیشہ ساتھ ہوتے ہیں،پس قائل نے فوراً''لکنّ عمرواًلم یجیٔ''کہہ کر اس وہم کو دور کیا۔

لکنّ ایسے دوکلاموں کے درمیان آتا ہے جو نفی اور اثبات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مغائر ہوں،خواہ تغائر لفظی ہو جیسا کہ گذشتہ مثال میں لکنّ سے پہلے والا کلام مثبت اور بعد والا کلام لفظاً منفی ہے،اور یا تغائر معنوی ہو،تغائر معنوی کی مثال ''زیدٌحاضرٌلکنّ عمرواًغائبٌ''یہاں دونوں کلام لفظاً مثبت ہیں لیکن معنوی طور پر مابعد والا کلام منفی ہے۔

(٦)قولہ وتخفف فتلغیٰ الخ. لکنّ میں تخفیف بھی جائز ہے،مخففہ ہو کر پھر یہ عمل نہیں کرتا کیونکہ تخفیف کے بعد اس کی مشابہت فعل کے ساتھ کمزور ہو جاتی ہے جیسے:''جاءنی زیدٌلکنْ عمروٌغائبٌ''۔لکنّ مشددہ ومخففہ ہر دو سے پہلے واو لانا جائز ہے جیسے:﴿وَمَا کَفَرَسُلَیمَانَ وَلٰکِنَّ الشَّیَاطِیْنَ کَفَرُوْا،وَلٰکِنْ کَانُوْااَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُونَ﴾۔

(۷)قولہ ولیت للتمنی الخ. حروف مشبہ بالفعل میں سے''لیت''ہے،جو تمنی کے لئے آتا ہے جیسے:''لیت الشباب یعود''(کاش کہ جوانی لوٹ آئے)۔لیت جمہور کے نزدیک دیگر حروف مشبہ بالفعل کی طرح اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے،لیکن امام فرّاء کے نزدیک لیت اپنے اسم اور خبر دونوں کو نصب بناء بر مفعولیت دیتا ہے کیونکہ لیت،اتمنّیٰ کے معنی میں ہے،اتمنّیٰ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے لہذا لیت بھی اپنے مابعد والے دونوں اسموں کو بناء بر مفعولیت نصب دیتا ہے اس لئے امام فراء کے نزدیک''لیت زیداًقائماً''جائز ہے۔

(۸)قولہ ولعلّ للترجی الخ. حروف مشبہ بالفعل میں سے ''لعلّ'' ہے، جوترجّی (کسی شی کے واقع ہونے کی امید) کے لئے آتا ہے خواہ جس چیز کی امید کی جارہی ہو وہ محبوب چیز ہو یا مکروہ۔تمنی اور ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی ممکن اور محال دونوں کی ہوسکتی ہے اور ترجی صرف ممکن چیز کی ہوسکتی ہے لہذا ''لیت الشباب یعود'' کہنا درست ہے مگر ''لعلّ الشباب یعود'' کہنا درست نہیں کیونکہ جوانی کا لوٹ آنا ممکن نہیں۔

(۹)قولہ وشذّ الجر بھا الخ. بعض حضرات لعلّ کو حرفِ جار قرار دیتے ہیں اس کے مدخول کو جر دیتے ہیں دلیل میں شاعر کا شعر پیش کرتے ہیں :لعلّ ابی المغوار منک قریبٌ''۔مگر یہ قول شاذ ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ''ابی المغوار'' کا جر حکائی ہو یعنی مذکورہ شخص ''ابی المغوار'' ہی کے ساتھ مشہور ہو لہذا رفع ،نصب، جر تینوں حالتوں میں ''ابی المغوار'' ہی پڑھا جائے گا نہ یہ کہ لعلّ نے جر دیا ہے۔

(۱۰)قولہ الحروف العاطفة الخ. مصنفؒ حروف مشبہ بالفعل کے بیان سے فارغ ہوگئے تو حروفِ عاطفہ کے بیان کو شروع فرمایا،حروفِ عاطفہ دس ہیں''واو ،فاء ،ثمّ،حتی ،اِمّا،اَوْ،اَمْ ،لا،بل،لکن ''۔ان میں سے اول چار (واو،فاء ،ثم،حتی)معطوف ومعطوف علیہ کو حکم واحد میں جمع کرنے کے لئے آتے ہیں یعنی ام اور اوْ کی طرح احد الشیئین کے لئے نہیں آتے ہیں بلکہ معطوف ومعطوف علیہ دونوں کے لئے فعل ثابت کرتے ہیں جیسے: ''جاء زیدٌ وعمروٌ ''اس مثال میں زید اور عمرو دونوں کے لئے مجیئت کو ثابت کیا ہے۔پس واو مطلقاً جمع کے لئے آتا ہے یعنی اس میں ترتیب ملحوظ نہیں ہوتی ،جیسے: ''جاء زیدٌ وعمروٌ ''میں واو مطلق جمع کے لئے ہے کہ مجیئت زید اور عمرو دونوں کے لئے ثابت ہے۔

(۱۱)قولہ والفاء للترتیب الخ. فاء تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے یعنی اس میں ترتیب بلامہلت ملحوظ ہوتی ہے ،جیسے: ''جاء نی زیدٌ فعمروٌ ''یعنی زید میرے پاس پہلے آیا اور اس کے متصل بعد عمرو آیا۔اور ثم، فاء کی طرح جمع اور ترتیب کے لئے آتا ہے البتہ ثمّ میں وصل نہیں بلکہ تراخی پائی جاتی ہے، جیسے''جاء نی زیدٌ ثمّ عمروٌ ''یعنی میرے پاس زید پہلے آیا اس کے بعد (تاخیر سے) عمرو آیا۔حتی ترتیب اور تاخیر میں ثم کی طرح ہے، البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ثم میں تاخیر زیادہ ہوتی ہے اور حتی میں کم ہوتی ہے۔

(۱۲)قولہ ومعطوفھا جزء الخ. حتی کی صورت میں معطوف معطوف علیہ کا جزء ہوتا ہے جیسے: ''جاء نی القوم حتی زید ''میں زید،قوم کا جزء ہے یہ اس لئے تاکہ حتی کے ذریعہ معطوف کی قوت یا ضعف کو بیان کیا جائے ،جیسے: ''قدم الحاج حتی المشاۃ ''(حاجی آئے یہاں تک پیدل چلنے والے بھی آئے) اس مثال میں معطوف کا ضعف بیان کرنا مقصود ہے، اور ''مات الناس حتی الانبیاء ''(مرگئے لوگ یہاں تک کہ انبیاء بھی وفات پائے) میں معطوف کی قوت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

☆ ☆ ☆

درس نمبر ۱۸۱

(۱)واَوْواَمْ لاحدالامرین مبهماًواَم المتصلة لازمةٌ لهمزة الاستفهام یلیهااحدالمستویین والأخرالهمزة بعد ثبوت احدهمالطلب التعیین(۲)ومن ثَمّ لم یجزارأیت زیداًاَمْ عمرواً،ومن ثَمّ کان جوابهابالتعیین دون نعم اولا(۳)والمنقطعة کبل والهمزة مثل انهالاِبلٌ اَمْ شاةٌ (٤)واِمّاقبل المعطوف علیه لازمةمع امّاجائزةٌ مع اَوْ(٥)ولاوبل ولکن لاحدهمامعیّناًولکن لازمة للنفی (٦)حروف التنبیه اَلاواَماوها،(۷)حروف النداء یااعمّهاواَیاوهیاللبعیدواَیْ والهمزة للقریب،(۸)حروف الایجاب نعم وبلی واِیْ واجلْ وجَیرواَنّ فنعم مقرّرة لماسبقهاوبلی مختصّةٌ بایجاب النفی واِیْ للاثبات بعد الاستفهام ویلزمهاالقسم واَجَلْ وجَیرواَنّ تصدیق للمخبر،(۹)حروف الزیادة اِنْ واَنْ وماولاومنْ والباء واللام فان مع ماالنافیة وقلّت مع ماالمصدریة ولمّا(۱۰)واَنْ مع لمّاوبین لَوْوالقسم وقلّتْ مع الکاف (۱۱)ومامع اذاومتیٰ واَیٌّ واین واِنْ شرطاًوبعض حروف الجروقلّت مع المضاف(۱۲)ولامع الواوبعدالنفی واَنْ المصدریة وقلّت قبل اُقسم وشذّت مع المضاف،ومن والباء واللام تقدّم ذکرها

ترجمہ:۔اوراَوْ،امّااوراَمْ دومیں سے کسی ایک امر کے لئے آتے ہیں مبہم ہونے کے اعتبار سے،اوراَمْ متصلہ ہمزہ استفہام کے لئے لازم ہوتا ہےاوراس کے متصل ہوتا ہے دومستویین میں سے ایک اور دوسرا ہمزہ کولازم ہوتا ہے دومیں سے ایک کے ثبوت کے بعد تعیین کے طلب کرنے کے لئے اوراسی وجہ سے جائز نہیں ہے’’ارأیت زیداًاَمْ عمرواً‘‘اوراسی وجہ سے اس کا جواب تعیین سے ہوتا ہے نہ کہ نعم یالاء کے ساتھ اوراَمْ منقطعہ بل اورہمزہ کی طرح ہے جیسے’’انهالابلٌ امْ شاة‘‘اورامّامعطوف علیہ سے پہلے امّا کے ساتھ لازم ہے اوراَوْ کے ساتھ جائز ہوتا ہے اور لا،بل اورلکن دونوں میں سے کسی ایک کے لئے متعین طور پر اورلکن نفی کے لئے لازم ہے،حروف تنبیہ ’’الا،امَا،ها‘‘ہیں،حروف نداء یاءان کا اعم ہے اوراَیا،هیادور کے لئے ہیں اوراَیْ اورہمزہ قریب کے لئے ہیں،حروف ایجاب’’نعم ،بلیٰ ،ای ،اجل ،جیر ،انّ‘‘ہیں پس نعم اپنے ماقبل کے لئے ثابت کرنے والا ہوتا ہے اوربلیٰ نفی کے ایجاب کے لئے مخصوص ہے اور اِیْ استفہام کے بعد ثابت کرنے کے لئے آتا ہے اوراس کوقسم لازم ہے اورحرف اجل اور جیر اوراِنّ مخبر کے لئے تصدیق ہوتے ہیں ،حروف زیادت’’اِنْ،اَن،ما،لا،من،باء،لام‘‘ہیں پس اِن مانافیہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے اور مامصدریہ کے ساتھ اس کا زائد ہونا کم ہے اورلمّا کے ساتھ زائد ہونا قلیل ہے اوراَنْ،لمّا کے ساتھ اورلَوْاورقسم کے درمیان زائد ہوتا ہے اورکاف کے ساتھ زائد ہونا قلیل ہے ،اور مازائد ہوتا ہے’’اذا،متی،ایّ،این،اِنْ‘‘کے ساتھ جبکہ یہ شرطیہ ہوں اوربعض حروف جر کے ساتھ زائد ہوتا ہے اورمضاف کے ساتھ زائد ہونا کم ہے اورلازائد ہوتا ہے واو کے ساتھ نفی کے بعداوراَنْ مصدریہ کے بعداوراُقسم سے پہلے زائد ہونا کم ہے اورمضاف کے ساتھ زائد ہوناشاذ ہے،اورمنْ ،باء ،لام کاذکر پہلے گذر چکا ہے۔

(۱)قولہ واَوْوامْ لاحد الامرین الخ. تین حروف(اَوْ،اِمّا،اَمْ) دوامروں میں سے ایک امر مبہم کے لئے آتے ہیں، جیسے ''اَدرھمٌ عندک اَمْ دینارٌ''یعنی تیرے پاس دوامروں (درہم اور دینار) میں سے لاعلی التعیین کوئی ایک ہے۔اَم دوقسم پر ہے متصلہ،منقطعہ۔اَم متصلہ وہ جس کا مابعد ماقبل کے ساتھ مربوط ہو، جیسے ﴿سواءٌ علیھم استغفرتَ لھم اَمْ لم تستغفرْ لھم﴾اور منقطعہ وہ ہے جس کا مابعد ماقبل کے ساتھ مربوط نہ ہو، جیسے ﴿اَلَھمْ اَرجلٌ یمشون بھااَمْ لھم ایدٍیبطشون بھا﴾۔اَم متصلہ کے ساتھ ہمزہ کا ہونا ضروری ہے پھر دومتساوی امروں میں سے کسی ایک کے ثابت ہونے کے بعد طلب تعیین کے لئے ایک متساوی ہمزہ کے بعد ہوگا اور دوسرا اَم کے بعد، جیسا کہ گذشتہ مثالوں سے واضح ہے۔

(۲)قولہ ومن ثمّ لم یجز الخ. جب یہ ثابت ہوا کہ متساویین میں سے ایک ہمزہ کے ساتھ متصل ہوگا دوسرا اَم کے ساتھ تو ''اَرأیتَ زیداً اَمْ عمرواً'' کہنا جائز نہیں کیونکہ احدالمتساویین یعنی زیداً، ہمزہ کے ساتھ متصل نہیں۔ نیز جب یہ معلوم ہوا کہ ہمزہ اوراَم احدالشیئین کی تعیین کے لئے آتے ہیں تو ان کا جواب احدالشیئین کی تعیین سے درست ہے، نَعم یالا جواب میں کہنا درست نہیں کیونکہ نعم اور لاتعیین کا فائدہ نہیں دیتے، مثلاً ''اَرجلٌ فی الدار اَمْ امرأۃٌ'' کہنے کے جواب میں رجلٌ یاامرأۃٌ کہنا صحیح ہے، نعم یالا کہنا صحیح نہیں۔

(۳)قولہٗ والمنقطعة کبل الخ. اَم کی دوسری قسم منقطعہ ہے،ام منقطعہ اعراض عن الاول میں بل کی طرح ہے اور شک فی الثانی میں ہمزہ کی طرح ہے یعنی جس طرح بل ماقبل سے اعراض کے لئے آتا ہے اور ہمزہ اپنے مابعد میں شک پیدا کرتا ہے اسی طرح ام منقطعہ بھی ماقبل سے اعراض کرنے کرکے اور مابعد میں شک پیدا کرتا ہے، جیسے: ''انّھالَاِبلٌ اَمْ شاۃٌ ''یعنی دور سے کسی جانور کو دیکھ کر کہا! یہ اونٹ ہے، پھر جب کچھ قریب ہوا تو کہا! نہیں یہ اونٹ نہیں بلکہ بکری یا کوئی اور جانور ہے، تو ام کی وجہ سے اول یعنی اونٹ ہونے سے تواعراض کیا کہ اونٹ نہیں اور مابعد میں شک پیدا ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ بکری ہو یا کوئی اور جانور ہو۔

(٤)قولہ وامّاقبل المعطوف علیہ الخ کسی اسم پر اِمّا کے ذریعہ سے عطف کرنا ہو تو معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اِمّالانا ضروری ہے، جیسے: ''جاء نی اِمّازیدٌواِمّاعمروٌ ''،یہ اس لئے تاکہ شروع ہی سے معلوم ہو کہ کلام شک پر مبنی ہے۔ باقی اَوْ کے ذریعہ کسی چیز کودوسری چیز پر عطف کرنے کی صورت میں معطوف علیہ سے پہلے اِمّالانا ضروری نہیں البتہ جائز ہے کیونکہ کلمہ او شک پیدا کرنے میں قوی ہے اسے ماقبل اِمّا کے ذریعہ تاکید کی ضرورت نہیں۔

(٥)قولہ ولاوبل ولکن الخ. حروف عاطفہ میں سے لا،بل اور لٰکنْ احدالامرین کے لئے معین طور پر آتے ہیں، پھر تینوں میں فرق یہ ہے کہ لامعطوف علیہ کے لئے جو حکم ثابت ہو اس کو معطوف سے نفی کے لئے آتا ہے جیسے: ''جاء نی زیدٌلاعمروٌ ''میں زید کے لئے مجیئت ثابت ہے اور عمرو سے منفی ہے۔ بل معطوف کے لئے حکم کو ثابت کرتا ہے، جیسے: ''جاء نی زیدٌبل عمروٌ ''میں عمرو کے لئے مجیئت کو ثابت کیا ہے۔لکنْ کے لئے نفی لازم ہے خواہ نفی لکن سے پہلے ہو یا بعد، جیسے: ''ماجاء نی زیدٌلکنْ عمرو،جاء نی زیدٌلکنْ عمروٌلم یجیٔ''۔

(٦)قولہ حروف التنبیہ الخ. مصنف رحمہ اللہ حروف عاطفہ کے بیان سے فارغ ہو گئے تو حروف تنبیہ کے بیان کو شروع فرمایا، حروف تنبیہ تین ہیں'' آلا، اَما، ھا'' یہ تینوں جملہ کے شروع میں آتے ہیں تا کہ سامع متکلم کے کلام کو سننے میں غفلت نہ کرے۔ البتہ ھا بعض مفردات یعنی اسماء اشارات کے شروع میں بھی آتا ہے جیسے:''ہذا''۔

(٧)قولہ حروف النداء الخ. حروف کی ایک قسم حروف نداء ہے، یہ پانچ حروف ہیں''یا، اَیا، ھیا، اَی، ہمزہ مفتوحہ''۔ ان میں سے یا سب سے عام ہے کیونکہ یا نداء قریب وبعید دونوں کے لئے استعمال ہوتی ہے جبکہ اَیا، ھیا نداء بعید میں اور اَی اور ہمزہ نداء قریب میں استعمال ہوتے ہیں۔ نیز یا ندبہ اور استغاثہ میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

(٨)قولہ حروف الایجاب الخ. حروف کی ایک قسم حروف ایجاب ہیں، یہ چھ حروف ہیں''نعم، بلی، اَجَل، اِیْ، جَیرِ، اِنّ''۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ نعم ماقبل مضمون کو ثابت کرتا ہے خواہ ماقبل مضمون استفہام ہو یا خبر یا نفی یا اثبات ہو، جیسے:''اَقام زیدٌ'' کے جواب میں نعم کہا جائے''ای نعم قام زیدٌ''۔ اور بلی نفی کی ایجاب کے ساتھ مختص ہے جیسے:''لم یر کبْ زیدٌ'' کے جواب میں بلی کہا جائے''ای بلی رکب زیدٌ''۔ اور اِیْ استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور قسم اس کو لازم ہے، جیسے:''ھل رکب زیدٌ'' کے جواب میں''اِیْ واللہ'' کہا جائے''اَیْ اِیْ رکب زیدٌ واللہ''۔ اور''اَجَل، جَیر، اِنّ'' یہ تینوں کلمات خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے آتے ہیں، جیسے:''قد رکب الامیر'' کے جواب میں اجل یا جیر یا انّ کہا جائے''ای اجل رکب الامیر''۔

(٩)قولہ حروف الزیادۃ الخ. حروف کی ایک قسم حروف زیادت ہیں، حروف زیادت ''اِنْ، اَنْ، ما، لا، مِنْ، باء، لام'' ہیں ان حروف کو حروف زیادت اس لئے کہتے ہیں کہ ان کو کلام سے ساقط کرنے سے کلام کے معنی میں کوئی نقصان پیدا نہیں ہوتا۔ حروف زیادت کی تفصیل یہ ہے کہ اِنْ تین موقعوں پر زائد ہوتا ہے (١) اکثر ما نافیہ کے ساتھ نفی کی تاکید کے لئے زائد ہوتا ہے، جیسے:''ما اِنْ رأیت زیداً، ای ما رأیت زیداً''(٢) ما مصدریہ کے ساتھ اِنْ کا زائد ہونا قلیل ہے، جیسے:''انظِرْنی ما اِنْ جلس القاضی، ای انظرلی مدّۃ جلوس القاضی''(٣) اسی طرح لمّا کے ساتھ اِنْ کا زائد ہونا قلیل ہے، جیسے:''لمّا اِنْ قام زیدٌ قمتُ''۔

(١٠)قولہ واَنْ مع لمّا الخ. اَنْ مفتوحہ بھی تین موقعوں پر زائد ہوتا ہے (١) لمّا کے ساتھ اَنْ زائد ہوتا ہے جیسے ﴿فلمّا اَنْ جاءَ البَشیر﴾۔ (٢) لو اور قسم کے درمیان زائد ہوتا ہے، جیسے:''واللہ اَنْ لَوْ قام زیدٌ قمتُ''۔ (٣) کاف جارہ کے ساتھ اَنْ کا زائد ہونا قلیل ہے، جیسے: کَاَنْ ظبیۃ تعطو الیٰ ناضر السّلم''۔

(١١)قولہ وما مع اذا الخ. اور ما پانچ کلمات کے ساتھ زائد ہوتا ہے یعنی''اذا، متی، ایّ، این، اِنْ'' کے ساتھ ما زائدہ ہوتا ہے بشرطیکہ یہ کلمات شرط کے لئے ہوں، جیسے:''اذا ما تخرجْ اخرجْ، متی ما تذھبْ اذھبْ، ایّاً مّا تدعوا فلہ الاسماء

الحسنیٰ،اینما تجلسُ اجلسُ،اِمّاترینّ من البشر احداً ''۔نیز ما بعض حروفِ جارہ کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے، جیسے باء کے ساتھ ﴿فبما رحمةٍ من الله لنتَ لهم ﴾ اور من کے ساتھ ﴿وممّا خطيئاتهم اغرقوا ﴾۔اسی طرح مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان بھی ما زائدہ ہوتا ہے مگر یہ قلیل ہے، جیسے:''غضبت من غير ما جُرمٍ''۔

(۱۲)قوله ولا مع الواو بعد النفي الخ. لا واو کے ساتھ نفی کے بعد زائد ہوتا ہے، جیسے''ماجاء نی زیدٌ ولا عمروٌ ای ماجاء نی زیدٌ وعمروٌ''۔نیز لا اَنْ مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے، جیسے﴿مامنعک اَنْ لاتسجد اذ اَمرتُک ای مامنعک اَنْ تسجد اذ اَمرتک ﴾۔لفظ اُقسم سے پہلے لا زائد ہوتا ہے مگر یہ قلیل ہے، جیسے ﴿لا اُقسِمُ بیومِ القیامةِ ﴾۔اور مضاف ومضاف الیہ کے درمیان لا کا زائد ہونا شاذ ہے جیسے شاعر کا شعر ہے:فی بیر لا حورٍ وماشعر ای فی بیر حورٍ وماشعر (وہ ہلاکت کے کنویں میں چلا اور اس نے نہیں جانا)۔حروفِ زیادت میں سے''من، باء، لام''ہیں جیسے:''ماجاء نی من احدٍ، کفی بالله، ردف لکم''ان تینوں کا ذکر حروفِ جارہ میں گذر چکا ہے۔

درس نمبر ۱۸۲

(۱)حرفا التفسیر اَیْ واَنْ، فاَنْ مختصة بمافی معنی القول،(۲)حروف المصدر ما واَنْ واَنّ فالاوّلان للفعلية واَنّ للاسمية،(۳)حروف التحضيض هلّا واَلّا ولولا ولوما لها صدر الكلام ويلزمها الفعل لفظاً او تقديراً،(٤)حرف التوقّع قد، وهی فی المضارع للتقليل،(۵)حرفا الاستفهام الهمزة وهل لهما صدر الكلام تقول أزيدٌ قائمٌ واقام زيدٌ وكذالک هل(٦)والهمزة اعمّ تصرّفاً تقول ازيداً ضربت واَتضرب زيداً وهو اخوک واَزيدٌ عندک اَمْ عمروٌ واَثمّ اذا ما وقع واَفمن كان واَومن كان،(۷)حروف الشرط اِنْ ولَوْ واَمّا لها صدر الكلام فاِنْ للاستقبال واِنْ دخل علی الماضی ولو عكسه(۸)وتلزمان الفعل لفظاً او تقديراً ومن ثمّ قيل لو اَنّک بالفتح لانه فاعلٌ وانطلقت بالفعل موضع منطلق ليكون بالعوض فان كان جامداً جاز لتعذّره(۹)واذا تقدّم القسم اوّل الكلام علی الشرط لزمه الماضی لفظاً ومعنیً فيطابق وكان الجواب للقسم لفظاً مثل والله اِنْ اتيتنی اولم تاتنی لا كرمتک(۱۰)وان توسّط بتقديم الشرط اوغيره جاز اَن يعتبر وان يلغی كقوله انا والله ان تاتنی اٰتک وان اتيتنی والله لاٰتينک(۱۱)وتقدير القسم كاللفظ مثل لئن اخرجوا لايخرجون واِنْ اطعتموهم

ترجمہ:۔تفسیر کے دو حرف''اَیْ، اَنْ''ہیں پس اَنْ اس فعل کے ساتھ خاص ہے جو قول کے معنی میں ہو، اور حروف مصدر''ما، اَنْ، اَنّ''ہیں پس پہلے دونوں فعل پر داخل ہوتے ہیں اور اَنّ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے، حروف تحضیض ''هلّا، اَلّا، لولا، لوما''ہیں ان کے لئے صدارتِ کلام ہے اور ان کے لئے فعل لازم ہوتا ہے خواہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً، حرف توقع قدْ ہے اور یہ مضارع پر داخل ہو کر تقلیل کے لئے آتا ہے، استفہام کے دو حروف''همزه، وهل''ہیں ان دونوں کے لئے صدارتِ کلام ہے

جیسے تو کہے ''ازیدٌ قائمٌ'' اور ''اقام زیدٌ'' اور اسی طرح ھل ہے اور ہمزہ استعمال کے اعتبار سے زیادہ عام ہے تو کہے ''اَزیداً ضربت، اَتضرب زیداً وھو اخوک، اَزیدٌ عندک ام عمروٌ، اَثمّ اذا ما وقع، اَفمن کان، اَومن کان''، حروف شرط ''اِنْ، لو، امّا'' ہیں پس اِنْ استقبال کے لئے آتا ہے اگر چہ وہ ماضی پر داخل ہو اور لو اس کے برعکس ہے اور دونوں فعل کے لئے لازم ہیں خواہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً، اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے ''لو انّک'' فتحہ کے ساتھ کیونکہ بے شک وہ فاعل ہے اور انطلقت فعل کے ساتھ استعمال کرتے ہیں منطلق اسم فاعل کی جگہ تا کہ مقدر فعل کا عوض ہو جائے پس اگر وہ جامد ہو تو جائز ہے کیونکہ اس کا واقع ہونا متعذر ہے اور جب قسم شرط پر مقدم ہو کر شروع کلام میں ہو تو اس کے لئے فعل کا ماضی لانا ضروری ہے خواہ لفظاً ہو یا معنیً پس اس کے مطابق لایا جائے گا، اور جواب لفظاً قسم کے لئے ہوگا جیسے ''واللّٰہ اِنْ اتیتنی اولم تاتنی لا کرمتک'' اور اگر قسم درمیان میں ہو شرط کو مقدم لا کر یا غیر شرط کو مقدم لا کر تو جائز ہے قسم اور شرط میں سے کسی ایک کا اعتبار کرنا اور کسی ایک کو لغو کرنا، جیسے تیرا قول ''انا واللّٰہ ان تاتنی اٰتک و ان اتیتنی واللّٰہ لاٰتینک'' اور قسم کو مقدر لانا ایسا ہی ہے جیسے ملفوظ ہو جیسے: ''لئن اخرجوا لایخرجون'' اور ''اِنْ اطعتموھم''۔

(۱) قولہ حرفا التفسیر الخ. حروف کی ایک قسم حروف تفسیر ہے، حروف تفسیر دو حرف ہیں ''اَیْ، اَنْ''۔ اَیْ مفرد اور جملہ دونوں کی تفسیر کے لئے آتا ہے، جیسے: ''جاء نی رجلٌ ای زیدٌ، زیدٌ قُطِعَ رزقہ ای مات''۔ اور اَنْ معنیٰ قول کے ساتھ خاص ہے یعنی صرف ایسے لفظ کی تفسیر واقع ہوتا ہے جو قول کے معنی میں ہو صریح قول نہ ہو، جیسے ﴿نادینٰہ اَنْ یا ابراھیم ای نادینٰہ بلفظِ ھو قولنا یا ابراھیم﴾۔

(۲) قولہ حروف المصدر ما الخ. حروف کی ایک قسم حروف مصدر ہے یہ تین حروف ہیں ''ما، اَنْ، اَنّ''۔ ما اور اَنْ فعل پر داخل ہو کر فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں جیسے ﴿وضاقتْ علیھم الارضَ بما رَحُبتْ ای برحُبِھا﴾، واعجبنی اَنْ خرجتَ ای خروجک''۔ اور اَنّ جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہے جملہ فعلیہ پر داخل نہیں ہوتا جیسے: ''اعجبنی انّک قائمٌ ای قیامک''۔

(۳) قولہ وحروف التحضیض الخ. حروف کی ایک قسم حروفِ تحضیض ہے، حروف تحضیض چار ہیں ''ھلّا، الّا، لولا، لوما''۔ حروفِ تحضیض اگر فعل ماضی پر داخل ہوں تو فعل نہ کرنے پر نادم کرنے کے لئے آتے ہیں، جیسے ''ھلّا ضربت''، اور اگر مضارع پر داخل ہوں تو فعل پر ابھارنے کے لئے آتے ہیں، جیسے: ''ھلّا تضرب''۔ حروفِ تحضیض صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں اور لازمی طور پر فعل پر داخل ہوتے ہیں خواہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً۔ فعل تقدیراً کی مثال ''ھلّا زیداً ضربتہ ای ھلّا ضربت زیداً ضربتہ''۔

(٤) قولہ حرف التوقع الخ. حروف کی ایک قسم حرفِ توقع ہے، حرف توقع ''قد'' ہے۔ قد جب ماضی پر داخل ہو تو کبھی تحقیق، تقریب اور توقع تینوں معانی کا فائدہ دیتا ہے، جیسے مؤذن کا قول: ''قد قامت الصلوۃ''، اور کبھی صرف تحقیق اور تقریب کا فائدہ دیتا ہے، جیسے آپ اس شخص سے کہے جو امیر کے سوار ہونے کی امید نہیں رکھتا ''قد رکب الامیر''۔ اور اگر قد مضارع پر داخل ہو تو کبھی

صرف تحقیق کا فائدہ دیتا ہے جیسے: ﴿قد یعلم اللہ﴾ (تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے) اور کبھی تحقیق اور تقلیل دونوں کا فائدہ دیتا ہے ،جیسے: ''اِنَّ الکذوب قدیصدق'' (تحقیق جھوٹے کبھی سچ بولتے ہیں)۔

(۵)قولہ حرفاالاستفہام الخ. حروف کی ایک قسم حروفِ استفہام ہیں یہ دوحرف ہیں'' ھمزہ،ھل ''۔یہ دونوں حرف صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں،اور جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں،جیسے:'' ازیدٌقائمٌ،اَقامَ زیدٌ،ھل زیدٌقائم ،ھل قام زیدٌ''۔ہمزہ ہر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جبکہ ھل صرف اس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جس کی خبر فعل نہ ہو۔

(٦)قوقلہ والھمزۃ اعم الخ. ہمزہ تصرف کے اعتبار سے ھل سے اعم ہے کئی مواقع ایسے ہیں کہ جہاں ہمزہ استعمال ہوتا ہے مگر ہل استعمال نہیں ہوتا،(۱) مثلاً فعل کی موجودگی میں ہمزہ کو اسم پر داخل کرنا جائز ہے مگر ھل کو اس صورت میں اسم پر داخل کرنا جائز نہیں،لہذا ''اَزیداًضربت'' کہنا درست ہے'' ھل زیداًضربت'' کہنا صحیح نہیں۔(۲) استفہام انکاری کے لئے ہمزہ کا استعمال جائز ہے مگر ھل کا استعمال جائز نہیں،لہذا ''اَتضرب زیداًوھواخوک'' کہنا جائز ہے مگر'' ھل تضرب وھواخوک'' کہنا جائز نہیں۔(۳) اَم متصلہ کے ساتھ ہمزہ کا استعمال جائز ہے مگر ہل کا استعمال جائز نہیں،لہذا ''اَزیدٌعندک اَم عمروٌ'' جائز ہے،مگر'' ھل زیدٌعندک اَم عمروٌ'' جائز نہیں۔(۴) حروف عاطفہ میں سے ،ثم،فاء اور واو پر ہمزہ کا دخول جائز ہے ھل کا دخول جائز نہیں،لہذا ''اَثمّ اذاماوقع ،اَفمن کامؤمناً،اَوَمن کان میتاً'' کہنا جائز ہے،مگر'' ھل ثمّ اذاماوقع،ھل فمن کا ن مؤمناً،ھل وَمن کان میتاً'' کہنا جائز نہیں۔

(۷)قولہ حروف الشرط ان الخ. حروف کی ایک قسم حروف شرط ہے۔حروفِ شرط تین ہیں'' اِنْ،لو،امّا'' یہ تینوں صدارتِ کلام چاہتے ہیں تاکہ اول کے ثانی کے لئے سبب ہونے پر دال ہو۔پھر اِنْ استقبال کے لئے آتا ہے اگر چہ ماضی پر داخل ہو،جیسے:''اِنْ ضربتَنی ضربتُک ''(اگر تو مجھے مارو گے تو میں تجھے ماروں گا)۔اور لو اس کے برعکس ہے یعنی لو ماضی کے لئے آتا ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو،جیسے:''لوضربتَ ضربتُ ،لوتضرب اضرب''(اگر تو مجھے مارتا تو میں تجھے مارتا)۔

(۸)قولہ وتلزمان الفعل الخ. اِنْ اور لو دونوں کو فعل لازم ہے،خواہ فعل لفظاً ہو،جیسے:''اِنْ ضربتَ ضربتُ ،لوضربتَ ضربتُ'' یا تقدیراً ہو،جیسے:﴿لوْ اَنتم تملکون ای لو تملکون انتم تملکون﴾۔چونکہ اِنْ اور لو کو فعل لازم ہے اس لئے ''لو اَنّک انطلقت '' جیسی مثالوں میں اَنّ مفتوحہ پڑھا جائے گا کیونکہ اَنّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ مل کر فعل مقدر کے لئے فاعل ہے''ای لو ثبتَ اَنّک انطلقت ''۔نیز مذکورہ موقع میں اَنّ کی خبر اسم فاعل کے بجائے فعل لایا جائے گا تاکہ لو کے بعد جو فعل مقدر ہے یہ اس کا عوض ہو،پس''لو اَنّک منطلقٌ ''نہیں کہا جائے گا بلکہ''لو اَنّک انطلقت '' کہا جائیگا۔البتہ اگر اَنّ کی خبر اسم جامد ہو تو چونکہ اس سے اشتقاق متعذر ہے لہذا اس صورت میں اسم جامد ہی اَنّ کی خبر ہوگا،جیسے:﴿ولو اَنّ ما فی الارضِ من شجرۃٍ اقلام﴾ میں اقلام اسم جامد ہے اور یہی اسم جامد اَنّ کی خبر ہوگا۔

(۹)**قولہ واذاتقدم القسم الخ.** اگر ابتداء کلام میں قسم شرط سے پہلے واقع ہو تو فعل قسم کو ماضی لانا لازم ہے، خواہ فعل لفظاً ماضی ہو جیسے: ''واللّٰہ اِن اتیتنی لَاَ کرمتک'' یا معنًا ماضی ہو، جیسے: ''واللّٰہ اِنْ لم تأتنی لاکرمتک''۔ فعل قسم ماضی لانا اس لئے ضروری ہے تاکہ فعل قسم اور جوابِ قسم اس اعتبار سے دونوں مطابق ہو جائیں کہ اس پر حرف شرط کا عمل ظاہر نہ ہوگا کیونکہ ماضی مبنی ہونے کی وجہ سے حروف شرط کے دخول کا اس پر اثر نہیں ہوتا، اور قسم اور شرط کے بعد جو جواب واقع ہے وہ صرف قسم کا جواب ہوگا شرط اور قسم دونوں کا جواب نہ ہوگا۔

(۱۰)**قولہ وان توسط الخ.** اور اگر ابتداء کلام میں قسم مقدم نہ ہو بلکہ شرط یا غیر شرط مقدم ہو اور قسم درمیان میں واقع ہو تو اس صورت میں دونوں میں سے کسی ایک کا اعتبار کرنا یا کسی ایک کو لغو قرار دینا دونوں جائز ہیں، جیسے: ''اِنْ آتیتنی واللّٰہ لآتینک'' یہ شرط مقدم کی مثال ہے اور ''اَناواللّٰہ اِن تأتنی اٰتک'' یہ غیر شرط مقدم ہونے کی مثال ہے۔

(۱۱)**قولہ وتقدیر القسم الخ.** اگر شروع کلام میں قسم مقدر ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو قسم ملفوظ کا ہے، جیسے: ''لئن اخرجوا لایخرجون معھم'' میں شرط مقدر ہے تقدیری عبارت ہے ''واللّٰہ لئن اخرجوا لایخرجون معھم'' اور ''لایخرجون'' جوابِ قسم ہے جزاء نہیں کیونکہ جزاء ہونے کی صورت میں ''لایخرجو'' مجزوم ہوتا۔ دوسری مثال ہے ''واِنْ اطعتموھم انکم لمشرکون'' میں شرط مقدر ہے تقدیری عبارت ہے ''واللّٰہ اِنْ اطعتموھم انکم لمشرکون''۔ ''انکم مشرکون'' جوابِ قسم ہے جزاء نہیں کیونکہ اگر جزاء ہوتا اس کے شروع میں فاء آنا چاہئے تھا کیونکہ جملہ اسمیہ جب جزاء واقع ہو تو اس کے شروع میں فاء لانا واجب ہے۔

درس نمبر ۱۸۳

(۱)وامّاللتفصیل والتزم حذف فعلھاوعوّض بینھاوبین فائھاجزءٌ ممّافی حیّزھامطلقاً(۲)وقیل ھو معمول المحذوف مطلقاًمثل امّایوم الجمعة فزیدمنطلق وقیل ان کان جائزالتقدیم فمن الاوّل والّافمن الثانی،(۳)حرف الرّدع کلّاوقدجاء بمعنی حقّا،(٤)تاء التانیث الساکنة تلحق الماضی لتانیث المسندالیہ فان کان ظاھراًغیرحقیقی فمخیّروامّاالحاق علامة التثنیة والجمعَین فضعیفٌ،(٥)التنوین نونٌ ساکنة تتبع حرکة الأخرلالتاکیدالفعل وھوللتمکّن والتنکیروالعوض والمقابلة الترنّم(٦)ویحذف من العلم موصوفاًبابنٍ مضافاًالی عَلَمٍ اٰخر

ترجمہ:۔ اور امّا تفصیل کے لئے آتا ہے اور لازم ہے امّا کے فعل کو حذف کرنا اور عوض میں لایا جاتا ہے اس کے اور اس کے فاء جزا کے درمیان ایسا جزء جو مطلقاً اس کے حیّز میں ہوتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ محذوف فعل کا معمول ہوتا ہے مطلقاً جیسے ''امّایوم الجمعة فزیدمنطلق'' اور کہا گیا ہے کہ اگر صورت ایسی ہو کہ اس کا مقدم کرنا جائز ہو تو وہ پہلی قسم میں داخل ہے اور اگر جائز التقدیم نہ ہو تو دوسری قسم میں داخل ہے، حرف ردع کلّا ہے اور کبھی کبھی حقّا کے معنی میں آتا ہے، تانیث کی ساکن تاء ماضی کو لاحق ہوتی ہے مسندالیہ کے مونث

ہونے کی وجہ سے پس اگر مسندالیہ ظاہر ہو اور مونث حقیقی ہو تو اختیار دیا گیا ہے، اور بہر حال تثنیہ اور دونوں جمعوں کی علامت کا داخل کرنا پس یہ ضعیف ہے، تنوین نون ساکنہ کا نام ہے جو دوسرے کی حرکت کے تابع ہوتی ہے، فعل کی تاکید کے لئے نہیں ہوتی، تنوین تمکن، تنکیر، عوض ، مقابلہ اور ترنم کے لئے آتی ہے اور حذف کر دی جاتی ہے اس علم سے جو کہ ایسے ابن کا موصوف ہو جو دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔

(۱) قولہ واَمّاللتفصیل الخ. حروفِ شرط میں سے امّا اجمال کی تفصیل کے لئے آتا ہے اسی لئے اس امّا کا تکرار بھی ضروری ہے، جیسے: ''لقیت اخوتک امّازیدٌفاکرمنی وامّابکرٌفسبّنی''۔ پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے امّا کے فعل شرط کو ہمیشہ حذف کر دیتے ہیں اور اس کے عوض میں امّا اور فاء جزائیہ کے درمیان مطلقاً اس چیز کا جزء لاتے ہیں جو فاء جزائیہ کے تحت میں ہے تاکہ فعل شرط کو حذف کرنے کے بعد علامتِ شرط اور علامتِ جزاء کا بلافصل اجتماع لازم نہ آئے، جیسے: ''امّایوم الجمعۃفزیدٌمنطلقٌ'' اس کی اصل ''مھمایکن من شئ فزیدٌمنطلقٌ یوم الجمعۃ'' شرط یعنی ''یکن من شئ'' کو حذف کر دیا اور امّا کو مھما کے قائم مقام بنا دیا، اور جزاء کے معمول یعنی ''یوم الجمعۃ'' کو شرطِ محذوف کے عوض میں امّا اور فاء جزائیہ کے درمیان لایا۔

(۲) قولہ وقیل ھومعمول المحذوف الخ. بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ''یوم الجمعۃ'' مطلقاً شرطِ محذوف کا معمول ہے اس قول کے مطابق مذکورہ مثال کی تقدیری عبارت اس طرح ہے ''مھمایکن من شئ یوم الجمعۃ فزیدٌمنطلقٌ''۔ ایک تیسری رائے یہ ہے کہ اگر صرف اس جزء کی تقدیم فاء پر جائز ہو تو یہ فاء جزائیہ کے تحت میں واقع شئ کا جزء شمار ہوگا فاء پر برائے فصل مقدم کیا گیا ہے جس کی تفصیل مسلکِ اول میں گذر چکی۔ اور اگر اس کی تقدیم فاء جزائیہ پر جائز نہ ہو تو پھر مسلکِ ثانی کے مطابق ہے یعنی یہ شرطِ محذوف کا معمول شمار ہوگا۔

(۳) قولہ حرف الردع الخ. حروف کی ایک قسم حرفِ ردع ہے یعنی جو ڈانٹ اور منع کے لئے استعمال ہوتا ہے، حرفِ ردع صرف ایک حرف یعنی ''کلّا'' ہے، مثلاً جب ''زیدٌضربک'' کے جواب میں آپ ''کلّا'' کہہ دیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ اور ''کلّا'' کبھی حقّا یعنی مضمون جملہ کی تحقیق کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے: ﴿کلّااِنّ الانسانَ لیطغیٰ﴾ (یہ متحقق ہے کہ انسان یقیناً سرکشی کرتا ہے)۔

(٤) قولہ تاء التانیث الساکنۃ الخ. حروف کی ایک قسم تاء تانیث ساکنہ ہے، تاء تانیث ساکنہ فعل ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے تاکہ مسندالیہ کی تانیث پر دلالت کرے جیسے: ''ضربتْ ھندٌ'' میں تاء ساکنہ مسندالیہ یعنی ھندٌ کی تانیث پر دلالت کرتی ہے ۔ اگر مذکورہ فعل کا مسندالیہ اسم ظاہر مونث غیر حقیقی ہو تو اس وقت علامتِ تانیث فعل میں لانے اور نہ لانے دونوں کا اختیار ہے ، جیسے: ''طلع الشمس وطلعت الشمس''۔ البتہ جس فعل کا مسندالیہ اسم ظاہر ہو تو مسندالیہ کی حالت پر دلالت کرانے کے لئے مذکورہ فعل کے آخر میں علامتِ تثنیہ وعلامتِ جمع لگانا ضعیف ہے، جیسے: ''ضرباالرّجلان، ضربواالرّجال''، کیونکہ بظاہر اس صورت میں تعدد فاعل کی خرابی لازم آتی ہے۔ لیکن چونکہ حقیقتاً تعددِ فاعل نہیں کیونکہ علامتِ تثنیہ وجمع محض علامت ہے ضمیر نہیں اس لئے اس

پر ممنوع ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

(۵)قوله التنوين نون ساكنة الخ. حروف کی ایک قسم تنوین ہے، تنوین وہ نون ساکن ہے جوکلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہوتی ہے اور فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو، جیسے: ''زیدٌ، زیداً، زیدٍ''۔ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تنوین تمکن، جو اسم کے معرب اور منصرف ہونے پر دلالت کرتی ہے، جیسے ''زیدٌ'' (۲) تنوین تنکیر، جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، جیسے: ''صہٍ'' بمعنی ''اُسکُتْ سکوتاًمّافي وقتٍ مّا'' (۳) تنوین عوض، جو مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے، جیسے ''یومئذٍ'' اصل میں ''یومَ اِذْ کان کذا'' پھر مضاف الیہ یعنی ''اذْ کان کذا'' کو حذف کر دیا جس کے عوض تنوین لائی۔ (۴) تنوین مقابلہ، جو جمع مونث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے عوض میں آتی ہے، جیسے: ''مسلماتٍ''۔ (۵) تنوین ترنم، جو تحسین صورت کے لئے بیت کے آخر میں آتی ہے ، جیسے: ''وقُولِي اِنْ اَصبتُ لقداَصابَنْ'' (اگر میں حق کو پہنچا تو تو کہہ وہ حق کو پہنچا)، اصابنْ کے آخر میں تنوین ترنم ہے اصل میں اَصابَ تھا۔

(٦)قوله ويحذف من العلم الخ. ایسے علم سے تنوین وجوباً حذف کر دیتے ہیں جو علم لفظِ ابن کے ساتھ موصوف ہو اور لفظ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو، جیسے: ''جاء نی زیدُ بن عمرو'' میں زید سے کثرتِ استعمال کی وجہ سے تنوین حذف کر دیتے ہیں۔

درس نمبر ۱۸٤

(۱)نون التاكيدخفيفةٌساكنةٌ ومشدّدة مفتوحة مع غير الالف(۲)تختصّ بالفعل المستقبل فی الامروالنهی والاستفهام والتمنّی والعرض والقسم(۳)وقلّت فی النفی ولزمت فی مثبت القسم وكثرت فی مثل اِمّاتفعلنّ(٤)وماقبلهامع ضمير المذكّرين مضموم ومع المخاطبة مكسوروفيماعداذالک مفتوح وتقول فی التثنية وجمع المؤنّث اضربانِّ واضربنانِّ ولاتدخلهماالخفيفة خلافاًليونس(۵)وهمافی غيرهمامع الضمير البارزكالمنفصل فان لم يكن فكالمتصل(٦)ومن ثمّ قيل هل ترينّ وترونّ وترِينّ واغزُونَّ واَغزِنَّ(۷)والمخففة تحذف للسّاكن وفی الوقف فيردّماحذف والمفتحوماقبلهاتقلب الفاًفقط.

تمّ بالخيرفالحمدللّٰه ربّ العالمين.

ترجمہ:۔نون تاکید ایک خفیفہ ساکنہ اور دوسرا نون مشددہ مفتوحہ جو کہ الف کے ساتھ نہ ہو خاص ہے فعل مستقبل کے ساتھ اور داخل ہوتا ہے امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض، قسم میں، اور نفی میں اس کا داخل ہونا قلیل ہے اور وہ قسم جو مثبت ہو اس میں لازم ہے اور کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے ''امّاتفعلنّ'' جیسے مثالوں میں، اور اس کا ماقبل دونوں مذکروں کی ضمیر کے ساتھ مضموم ہوتا ہے، اور مخاطبہ کے ساتھ مکسور ہوتا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے صیغوں میں مفتوح ہوتا ہے اور تو کہے تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں ''اضربانّ، اضربنانّ'' اور نہیں داخل ہوتا ان دونوں میں نون خفیفہ اس میں یونس کا اختلاف ہے، اور تاکید کے دونوں نون ان

دونوں کے علاوہ دوسرے صیغوں میں ضمیر بارز کے ساتھ منفصل کلمہ کی طرح ہیں پس اگر وہ نہ ہوتو کلمہ متصل کی طرح آتے ہیں اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے''هل ترینَ، ترونّ، ترینّ، اغزونّ، اغزُنّ، اغزِنّ''، اورنون خفیفہ حذف کردیا جاتا ہے، ساکن کی وجہ سے اور وقف کی صورت میں اور اس کے بعد جو حذف ہوتا ہے وہ لوٹالیا جاتا ہے اور نون خفیفہ ماقبل جب مفتوح ہوتو نون خفیفہ الف سے بدلا جاتا ہے۔

(۱)قولہ نون التاکیدالخ. حروف کی ایک قسم نون تاکید ہے، نون تاکید دو قسم پر ہے، خفیفہ، ثقیلہ۔ نون تاکید خفیفہ ساکن ہوتا ہے کیونکہ یہ مبنی ہے اور مبنی میں اصل سکون ہے ۔اور نون تاکید ثقیلہ اگر تثنیہ یا جمع مونث کے الف کے بعد نہ ہوتو مفتوح ہوتا ہے، جیسے:''اضربَنّ''اور مذکورہ الف کے بعد ہوتو مکسور ہوتا ہے جیسے:''اِضربانِّ، اضربُنانِّ''۔

(۲)قولہ تختص بالفعل المستقبل الخ. نون تاکید اس فعل مستقبل کے ساتھ مختص ہے جو امر کے ضمن میں ہو، جیسے:''اضربنّ، اضربنْ''، یا نہی کے ضمن میں ہو جیسے:''لاتضربنّ، لاتضربنْ''، یا استفہام کے ضمن میں ہو، جیسے:''هل یضربنّ، هل یضربنْ''، یا تمنی کے ضمن میں ہو، جیسے:''لیتکَ تضربنّ، لیتک تضربنْ''، یا عرض کے ضمن میں ہو، جیسے:''اَلاتنزلنّ بنافتصبُ خیراً'' یا قسم کے ضمن میں ہو، جیسے:''واللّٰہ لَاَضربنّ زیداً، واللّٰہ لَاَضربنْ زیداً''، اس کے علاوہ ماضی یا حال پر نون تاکید داخل نہیں ہوتا۔

(۳)قولہ وقلّت فی النفی الخ. نون تاکید نفی کے ساتھ بہت کم آتا ہے کیونکہ نون تاکید طلب کی تاکید کے لئے آتا ہے اور نفی طلب کے معنی سے خالی ہے، البتہ نہی کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے نفی میں نون تاکید کا آنا جائز ہے، جیسے:''زیدمایقومنّ''۔ اگر قسم کا جواب مثبت ہوتو اس میں نون تاکید کا آنا واجب ہے، جیسے:''واللّٰہ لاضربنّ زیداً''۔ اور اگر حرف شرط کے ساتھ ما زائدہ آیا ہوتو وہاں نون تاکید کثرت سے آتا ہے، جیسے: ﴿فَاِمّاتَرَینّ منَ البَشراحداً﴾۔

(٤)قولہ وماقبلهامع ضمیرالخ. نون تاکید سے ماقبل حرف جمع مذکر کے صیغوں میں مضموم ہوتا ہے، جیسے:''اِضرِبُنّ''، اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے صیغہ میں مکسور ہوتا ہے، جیسے:''اِضرِبِنّ'' اور ان کے علاوہ دیگر صیغوں میں جن کے آخر میں الفِ تثنیہ وجمع نہ ہو مفتوح ہوتا ہے، جیسے:''اِضربَنّ''۔ تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں نون تاکید سے پہلے الف ہوتا ہے نون تاکید کے بعد بھی یہ الف برقرار رہیگا، جیسے:''اِضربانّ، اضربنانّ''۔ تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں کے ساتھ التقاء ساکنین کی وجہ سے نون تاکید خفیفہ لاحق نہیں ہوتا۔ البتہ یونس نحوی کے نزدیک مذکورہ صیغوں کے ساتھ نون تاکید خفیفہ لاحق ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک التقاء ساکنین علی غیر حدہ جائز ہے۔

(۵)قولہ وهمافی غیرهماالخ. یہاں سے مصنفؒ فعل معتل کے احکام بیان فرمارہے ہیں چونکہ معتل کے تثنیہ وجمع مؤنث کے صیغوں کا وہی حکم ہے جو صحیح کا ہے اس لئے مصنفؒ نے اس کے بیان کو چھوڑ دیا۔ ان دو صیغوں کے علاوہ باقی صیغوں کی دو قسمیں ہیں (۱) جن کے آخر میں ضمیر بارز ہو جیسے جمع مذکر (۲) جن کے آخر میں ضمیر مستتر ہو جیسے واحد مذکر مخاطب۔ تو پہلی قسم میں نون تاکید کلمہ

منفصلہ کی طرح ہے یعنی مذکورہ صیغوں کو کسی اور کلمہ کے ساتھ ملانے کی صورت میں اگر ان کا آخری حرف ساقط ہو جاتا ہے تو نون تاکید ملانے کی صورت میں بھی وہ حرف ساقط ہو جائے گا اور اگر دوسرے کلمہ کے ساتھ آخری حرف ساقط نہیں ہوتا ہے تو نون تاکید ملانے کی صورت میں بھی ساقط نہ ہوگا۔ اور دوسری قسم کے صیغوں میں نون تاکید کلمہ متصلہ یعنی الف تثنیہ کی طرح ہے یعنی جس طرح کہ الف تثنیہ سے پہلے معتل کا لام کلمہ محذوف نہیں ہوتا اور مفتوح ہوتا ہے اسی طرح نون تاکید سے پہلے حذف شدہ حرف کو واپس لایا جائے گا اور وہ مفتوح ہوگا، جیسے: ''اغز'' سے ''اغزوَنّ''۔

(۶) قوله ومن ثمّ قيل هل الخ. اسی وجہ سے کہ ضمیر بارز کے ساتھ نون تاکید کلمہ منفصلہ کی طرح ہے اور ضمیر مستتر کے ساتھ کلمہ متصلہ کی طرح ہے، ''هل ترَيَنّ'' کو یاء مفتوح کے ساتھ پڑھیں گے جس طرح کہ تثنیہ کی یاء مفتوح ہوتی ہے، اور ''ترَوُنّ'' جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اس میں چونکہ ضمیر بارز ہے اور نون تاکید کلمہ منفصلہ کی طرح ہے اس لئے اس کے واو کو مضموم پڑھیں گے، اور ''ترِيِنّ'' واحدہ مونثہ مخاطبہ کا صیغہ ہے اس میں ضمیر بارز ہے اس لئے نون تاکید ملانے کی صورت میں اس کی حذف شدہ یاء کو واپس لایا ہے۔ اور ''اغزونّ'' واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اس میں ضمیر مستتر ہے اس لئے واو کو واپس لا کر فتحہ دیا ہے۔ اور ''اغزنّ'' جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اس میں ضمیر بارز ہے اس لئے واو کو واپس نہیں لایا ہے۔ اور ''اغزِنّ'' واحدہ مونثہ مخاطبہ کا صیغہ ہے اس میں یاء حذف ہوتی ہے جیسا کہ اگر یہ کسی اور کلمہ کے ساتھ متصل ہوتا تو یاء حذف ہوتی۔

(۷) قوله والمخففة تحذف مع الخ. نون تاکید خفیفہ کے بعد اگر کوئی ساکن حرف آیا تو التقاء ساکنین کی وجہ سے نون خفیفہ گر جاتا ہے، جیسے: ''لاتهين الفقير'' جو کہ اصل میں ''لاتهينن الفقير'' تھا۔ اسی طرح وقف کی صورت میں بھی نون خفیفہ گر جاتا ہے اور وہ حرف جو نون خفیفہ کی وجہ سے ساقط ہوا تھا واپس لوٹ آتا ہے کیونکہ علت حذف یعنی التقاء ساکنین نہیں رہا، جیسے: ''اغزُوا'' سے ''اغزُنْ'' اور وقف کی وجہ سے دوبارہ ''اغزُوا'' پڑھیں گے۔ نون تاکید خفیفہ سے پہلے اگر فتحہ ہو تو اس کو وقف کی صورت میں الف سے بدل دیں گے، جیسے: ''اضربنْ'' سے ''اضربا'' یہ اس لئے کہ نون خفیفہ تنوین کے ساتھ مشابہ ہے اور تنوین کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر اس سے پہلے فتحہ ہو تو وقف کی صورت اسے الف سے تبدیل کیا جائے گا اسی طرح نون خفیفہ کو بھی مذکورہ صورت میں الف سے تبدیل کیا جائے گا۔

تمّ الشرح نحمده على اتمامه ونشكره على انعامه وهو حسبي ونعم الوكيل نعم المولى ونعم النصير وصلى الله تعالى على خير خلقه محمّدٍ و آله وصحبه اجمعين۔

6:23 AM پیر ۲۷ رجون ۲۰۱۱ء۔ بمطابق ۲۴ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ